

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

فتاوى قاسميه

منتخب فتاوى

حضرت مولانا مفتي شبير احمد القاسمي

خادم الافتاء و الحديث جامعه قاسميه
مدرسہ شاہی مراد آباد، الہند

(جلد ۲)

المجلد الثانی

بقية الايمان و العقائد من باب الحشر و النشر الى باب
مايتعلق باهل الكتاب التاريخ و السير البدعا والرسوم

۱۷۳ ————— ۷۷۵

ناشر

مکتبه اشرفیہ، دیوبند، الہند

01336-223082

فتاویٰ قاسمیہ

صاحب فتاویٰ
حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

09412552294 بحق صاحب فتاویٰ شبیر احمد القاسمی

09358001571 بحق مالک مکتبہ اشرفیہ دیوبند

08810383186 01336-223082

پہلا ایڈیشن محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، ضلع سہارنپور، الہند

01336-223082

ASHRAFI BOOK DEPOT

DEOBAND, SAHARANPUR, INDIA

Phone: 01336-223082

Mob. : 09358001571, 08810383186

مکمل اجمالى فهرست ایک نظر میں

رقم المسأله	عنوانات	
المجلد الأول	١ ١٧٢	مقدمة التحقيق، الإيمان والعقائد إلى باب ما يتعلق بالارواح.
المجلد الثاني	١٧٣ ٥٥٧	بقية الإيمان والعقائد من باب الحشر إلى باب ما يتعلق بأهل الكتاب، التاريخ والسير، البدعات والرسوم.
المجلد الثالث	٥٥٨ ١٠٠٥	بقية البدعات والرسوم من باب رسومات جنائز إلى رسومات نكاح، كتاب العلم إلى باب ما يتعلق بالكتابة.
المجلد الرابع	١٠٠٦ ١٤١٥	بقية كتاب العلم من كتابة القرآن إلى باب الوعظ والنصيحة، الدعوة والتبليغ، السلوك والاحسان، الأدعية والأذكار.
المجلد الخامس	١٤١٦ ١٩٣٥	الطهارة بتمام أبوابها، الصلوة من أوقات الصلوة إلى صفة الصلوة.
المجلد السادس	١٩٣٦ ٢٤٥٧	الجماعة، المساجد، الإمامة.
المجلد السابع	٢٤٥٨ ٢٩٦٤	بقية الصلوة من تسوية الصفوف إلى سجود التلاوة.
المجلد الثامن	٢٩٦٥ ٣٤٢٣	بقية الصلوة من الذكر والدعاء بعد الصلوة، الوتر، ادراك الفريضة، السنن والنوافل، التراويح، صلوة المسافر.

المجلد التاسع	٣٤٢٤	٣٨٩٣	بقية الصلوة، صلوة المريض، الجمعة، العيدين، الجنائز إلي حمل الجنازة.
المجلد العاشر	٣٨٩٤	٤٤٠٤	بقية الجنائز من صلوة الجنائز إلي باب الشهيد، كتاب الزكوة.
المجلد الحادي عشر	٤٤٠٥	٤٨٧٣	بقية الزكوة، كتاب الصدقات، الصوم، بتمام أبوابها إلي صدقة الفطر.
المجلد الثاني عشر	٤٨٧٤	٥٣٤٨	كتاب الحج بتمام أبوابها، النكاح إلي باب نكاح المكره.
المجلد الثالث عشر	٥٣٤٩	٥٩٤٣	بقية النكاح إلي باب المهر.
المجلد الرابع عشر	٥٩٤٤	٦٤٦٢	الرضاع، الطلاق إلي باب الكناية.
المجلد الخامس عشر	٦٤٦٣	٦٩٠٢	بقية الطلاق، الرجعة، البائن، الطلاق بالكتابة، الطلاق الثلاث، الشهادة في الطلاق، الحلالة.
المجلد السادس عشر	٦٩٠٣	٧٤٠٢	بقية الطلاق، تعليق الطلاق، التفويض، الفسخ والتفريق، الظهار، الإيلاء، الخلع، الطلاق على المال، العدة، النفقة، ثبوت النسب، الحضانة.
المجلد السابع عشر	٧٤٠٣	٧٨٦٧	الأيمان والنذور، الحدود، الجهاد، اللقطة، الامارة والسياسة، القضاء، الوقف إلي باب المساجد.
المجلد الثامن عشر	٧٨٦٨	٨٤٠٨	بقية الوقف من الفصل الثالث، المسجد القديم إلي مصلى العيد، والمقبرة. (قبرستان)

المجلد	٨٤٠٩	٨٨٥٦	بقية الوقف، باب المدارس، كتاب
التاسع عشر			البيوع، البيع الصحيح، الفاسد، المرا بحة، الصرف، السلم، الوفاء، الشفعة، المزارة.
المجلد العشرون	٨٨٥٧	٩٣٥٠	الشركة، المضاربة، الربوا بتمام أنواعها.
المجلد الحادي	٩٣٥١	٩٧٣٥	الديون، الوديعه، الأمانة، الضمان، والعشرون الهبة، الإجارة.
المجلد الثاني	٩٧٣٦	١٠٢٤٥	الغصب، الرهن، الصيد، الذبائح بتمام أنواعها، الأضحية بتمام أنواعها، العقيقة، الحقوق، بأكثر أبوابها إلي باب حقوق الأقارب.
المجلد الثالث	١٠٢٤٦	١٠٧٠٥	بقية الحقوق، الرؤيا، الطب والرقى' بتمام أنواعها، كتاب الحظر والإباحة إلي باب السابع، ما يتعلق بالحية.
المجلد الرابع	١٠٧٠٦	١١٢٠٥	بقية الحظر والإباحة، باب الأكل والشرب، الانتفاع بالحيوانات، الخمير، الدخان، الهدايا، الموالاة مع الكفار، المال الحرام، الأدب، اللهو، استعمال الذهب والفضة، كسب الحلال، الغناء، التصاوير.
المجلد الخامس	١١٢٠٦	١١٦٠٠	الوصية، الفرائض بتمام أبوابها.
والعشرون			
المجلد السادس	١	١١٦٠٠	فهارس المسائل
والعشرون			



فہرست مضامین

۱ / بقیۃ کتاب الایمان والعقائد

□	۹ / باب ما یتعلق بالحشر والنشر	۲۸
---	--------------------------------	----

مسئلہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۳	کیا محرم کے دن قیامت قائم ہوگی؟ ۲۸
۱۷۴	قیامت کے دن سورج کتنا قریب ہوگا؟ ۲۹
۱۷۵	میزان عدل پہلے قائم ہوگی یا پل صراط؟ ۳۱
۱۷۶	پل صراط کا راستہ کتنے برس کا ہے؟ ۳۳
۱۷۷	کیا جمعرات کو امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں؟ ۳۴
۱۷۸	قیامت میں ماں کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا؟ ۳۶
۱۷۹	قیامت کے دن والد کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا ۳۷
۱۸۰	کیا بلا عقیقہ فوت ہونے والا بچہ سفارشی ہوگا؟ ۳۸
۱۸۱	بلا عقیقہ فوت ہونے والی اولاد بھی سفارشی ہوگی ۳۹
۱۸۲	روزِ محشر میں قرض کی ادائے گی کی کیفیت ۴۱
۱۸۳	قاتل اور حق تلفی کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ ۴۲

□	۱۰ / باب ما یتعلق بالجنة والجہنم	۴۴
---	----------------------------------	----

۱۸۴	جنت کہاں ہے؟ ۴۴
-----	-----------------------

۱۸۵	جنت میں جانے والی سب سے پہلی خاتون.....	۴۴
۱۸۶	ایک جنتی کو کتنی حوریں ملیں گی.....	۴۶
۱۸۷	کیا انسان جنت میں چالیس سال تک متواتر صحبت کرتا رہے گا؟.....	۴۷
۱۸۸	جنت میں حورو بیوی سے ہمبستری و منی مذی کا حکم.....	۴۸
۱۸۹	کیا جنت میں توالد۱۳/ باب ما یتعلق بالصحابۃ ریں کی طاقت دی جائے گی؟.....	۵۰
۱۹۰	مطلقہ اور کنواری لڑکی جنت میں کس کے ساتھ رہے گی؟.....	۵۲
۱۹۱	کیا مؤمنین کو جہنم میں عذاب نہیں ہوگا؟.....	۵۳
۱۹۲	کیا جہنمیوں کا لباس کالا ہوگا؟.....	۵۴
۱۹۳	نابالغی میں وفات پانے والی اولاد والدین کی سفارشی ہوگی.....	۵۶
۱۹۴	اولادِ مشرکین کا حکم.....	۵۷
۱۹۵	غیر مسلموں کے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟.....	۵۸
۱۹۶	غیر مسلم کے نابالغ بچے جنتی ہیں یا جہنمی؟.....	۵۹
۱۹۷	مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے والا شخص جنتی ہے یا جہنمی؟.....	۶۱

□	۱۱/ باب ما یتعلق بالملائکۃ والجن	۶۳
---	----------------------------------	----

۱۹۸	حضرت جبریل، میکائل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کے نام.....	۶۳
۱۹۹	کس آسمان پر کس فرشتے کی ڈیوٹی ہے؟.....	۶۵
۲۰۰	ملک الموت کی روح کون قبض کرے گا؟.....	۶۶
۲۰۱	کیا حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبریل دنیا میں تشریف لائے ہیں؟.....	۶۶
۲۰۲	کیا کسی بزرگ کو خواب میں حضرت جبریل کا پانی پلانا صحیح ہے؟.....	۶۷
۲۰۳	کیا حضرت جبریل کا کسی مریض کو پانی پلانا ممکن ہے؟.....	۶۹

۲۰۴	کیا کسی ولی یا بزرگ کے پاس حضرت جبرئیل آسکتے ہیں؟	۶۹
۲۰۵	جناتوں کا انسانوں پر سوار ہونا	۷۱
۲۰۶	بزرگان دین کا انتقال کے بعد لوگوں پر سوار ہونا	۷۴
۲۰۷	جنات و شیاطین میں فرق	۷۶
۲۰۸	جنات میدان ۱۴۰/ باب ما یتعلق بالتقلید؟	۷۸
۲۰۹	ہمزاد کیا ہے؟	۷۸
۲۱۰	جنات و شیاطین میں فرماں برداری اور نافرمانی کا مادہ	۷۹
۲۱۱	جنات کی صحبت سے حمل قرار پانے کے متعلق چند سوالات	۸۱
۲۱۲	چاند، سورج گھومتے ہیں یا زمین گھومتی ہے؟	۸۴
۲۱۳	فلک اطلس، فلک ثابتہ	۸۵
۲۱۴	خانہ کعبہ کا رابعہ بصری کی تعظیم میں اٹھ کر ان کے پاس آنا	۸۶

□	۱۲ / باب ما یتعلق بالانبیاء	۸۷
---	-----------------------------	----

۲۱۵	کیا حضور ﷺ حضرت آدم علیہم السلام کی خلقت سے قبل نبی تھے؟	۸۷
۲۱۶	حضور ﷺ کے متعلق اہل دیوبند کا عقیدہ	۸۸
۲۱۷	کیا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے مجبور محض اور محتاج بندے ہیں؟	۹۰
۲۱۸	امہات المؤمنین تمام مؤمنین کی مائیں اور حضور ﷺ روحانی باپ ہیں	

۹۱

۲۱۹	حضور ﷺ کو اپنا بڑا بھائی ماننا	۹۲
۲۲۰	امتی کا آپ ﷺ کو ”بھائی“ کہنا	۹۳
۲۲۱	حضور ﷺ کا نکاح کس نے پڑھایا؟	۹۴
۲۲۲	آپ ﷺ کا ختنہ ہوا تھا یا نہیں؟	۹۶

- ۲۲۳ وفات کے بعد حضور ﷺ کو کس طرح غسل دیا گیا؟ ۹۷
- ۲۲۴ حضور پاک ﷺ کی نماز جنازہ میں کیا پڑھا گیا؟ ۹۸
- ۲۲۵ آپ ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی گئی؟ ۱۰۰
- ۲۲۶ کیا کفار بھی حضور ﷺ کا امت ہیں؟ ۱۰۱
- ۲۲۷ شبِ معراج میں ۱۵/ باب الفرق الضالۃ میں السلام کی تعداد ... ۱۰۲
- ۲۲۸ حضرت مریم و آسیہ علیہما السلام کی حضور ﷺ سے جنت میں شادی.. ۱۰۳
- ۲۲۹ جنت میں حضور اکرم ﷺ سے حضرت مریم وغیرہ کا نکاح ۱۰۴
- ۲۳۰ پیر کو 'سید الکونین' کہنا ۱۰۶
- ۲۳۱ معجزہ شق القمر کیسے ہوا؟ ۱۰۷
- ۲۳۲ مکرم، معظم، قبلہ و کعبہ، حضور پر نور اور مختار کل وغیرہ تعظیماً لکھنا ۱۰۸
- ۲۳۳ کیا حضور ﷺ کی عمر کے ۲۷ سال معراج میں گزرے ہیں؟ ۱۰۸
- ۲۳۴ کیا انبیاء علیہم السلام وارث ہوتے ہیں؟ ۱۰۹
- ۲۳۵ کیا حضور ﷺ پر زکوٰۃ فرض نہیں تھی؟ ۱۱۱
- ۲۳۶ کیا حضور ﷺ پر مہر دینا واجب تھا؟ ۱۱۳
- ۲۳۷ کیا حضور ﷺ پر عورتوں سے پردہ فرض تھا؟ ۱۱۹
- ۲۳۸ حضور ﷺ کے معجزات سے متعلق چند سوال و جواب ۱۲۰
- ۲۳۹ عبد اللہ طارق کے چند اعتراضات کے جوابات ۱۲۲
- ۲۴۰ حضور ﷺ کے پیشاب، خون اور دیگر فضلات کا حکم ۱۲۷
- ۲۴۱ کیا حضور ﷺ کا خون اور فضلات پاک تھے؟ ۱۲۹
- ۲۴۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ۱۳۰

۲۴۳	سایہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت	۱۳۱
۲۴۴	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا؟	۱۳۱
۲۴۵	کیا حضور ﷺ کا سایہ تھا؟	۱۳۲
۲۴۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں؟	۱۳۴
۲۴۷	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں	۱۳۵
۲۴۸	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں؟	۱۳۷
۲۴۹	کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں؟	۱۳۸
۲۵۰	حضور ﷺ کا مرض الموت میں دوروز قبل اپنی وفات کی خبر دینا	۱۴۲
۲۵۱	نبی مر گئے، امت یتیم ہو گئی سے حیات قبر کا انکار ثابت نہیں ہوتا	۱۴۳
۲۵۲	کیا حضور پاک ﷺ مٹی میں مل گئے ہیں - العیاذ باللہ -	۱۴۵
۲۵۳	حضور ﷺ کا پردہ فرمانے کے بعد دنیا میں کسی سے ملاقات کے لئے آنا	۱۴۶
۲۵۴	کیا حضور اکرم ﷺ کے والدین مؤمن تھے؟	۱۴۷
۲۵۵	حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنا اور مدینہ بلوانے کی درخواست کروانا	۱۴۹
۲۵۶	حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنا اور حاجت براری کے لئے دعا کرانا	۱۵۰
۲۵۷	اجتماعی طور پر ”یابی سلام علیک“ پڑھنے کی شرعی حیثیت	۱۵۱
۲۵۸	روضہ اقدس پر ہلکی آواز سے درود پڑھنا	۱۵۳
۲۵۹	بارگاہ رسالت میں درود و سلام کے علاوہ دوسری دعائیں کرنا	۱۵۴

- ۲۶۰ روضۂ اقدس پر بذریعہ فون سلام پیش کرنا ۱۵۵
- ۲۶۱ دوران صلاۃ حضور ﷺ کا خیال آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۱۵۷
- ۲۶۲ نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا مفسد صلاۃ نہیں؟ ۱۵۸
- ۲۶۳ کیا حضرت تھانویؒ زنا، مہ جسدہ، کراخا، آنے کو مفسد صلوۃ لکھا ہے؟ ۱۵۹
- ۲۶۴ نماز میں حضور ﷺ کے خیال آنے کی سری سنییت ۱۶۰
- ۲۶۵ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا ۱۶۲
- ۲۶۶ نبی ﷺ کی ذات مبارک سے متعلق چند سوالات کے جوابات ۱۶۳
- ۲۶۷ حضرت آدم وحواء علیہما السلام سے تولد و تناسل کے جاری ہونے والے سلسلہ کی حقیقت ۱۶۵
- ۲۶۸ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے نبی ہونے کی دلیل ۱۶۷
- ۲۶۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کی حقیقت ۱۶۹
- ۲۷۰ کیا شاہد یوسف نے شیر خوارگی کی حالت میں گواہی دی؟ ۱۷۰
- ۲۷۱ جناتوں کے نبی جن ہوتے تھے یا انسان؟ ۱۷۲
- ۲۷۲ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ دی تھی؟ ۱۷۴
- ۲۷۳ کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ ۱۷۵
- ۲۷۴ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے نہ پڑنے سے متعلق تحقیقی فتویٰ ۱۷۷

۱۷۷

- ۲۷۵ کیا حضرت زلیخا زانیہ تھیں؟ - العیاذ باللہ - ۱۷۸
- ۲۷۶ حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کو کیا کہتے ہیں؟ ۱۸۰
- ۲۷۷ فرعون کے ماتحت لوگوں کو امت کہنا ۱۸۱

- ۲۷۸ شداد کے زمانہ کے نبی کا نام اور شہاد کی بنائی ہوئی جنت کا مقام .. ۱۸۲
- ۲۷۹ کیا بھلائی کی طرف بلانے والے کو نبی یا ولی کہا جاسکتا ہے؟ ۱۸۳
- ۲۸۰ کیا عورت نبی و رسول ہو سکتی ہے؟ ۱۸۴
- ۲۸۱ مہاتما گاندھی کو نبی کہنا ۱۸۶
- ۲۸۲ گوتم بدھ کو نبی کہنا ۱۷۰
- ۲۸۳ ہندوؤں کے ”وید“ آسمانی کتاب ہیں یا نہیں؟ ۱۸۸
- ۲۸۴ رام جی اور کرشن رسول ہیں یا نہیں؟ ۱۸۹
- ۲۸۵ کیا ہندوؤں کو اہل کتاب کہا جاسکتا ہے؟ ۱۹۰
- ۲۸۶ کیا رام چندر جی، کچھن وغیرہ نبی ہیں؟ ۱۹۱
- ۲۸۷ ہولی کے موقع پر تعطیل اور رام کرشنا کا حکم ۱۹۳

۱۹۵	۱۳ / باب ما يتعلق بالصحابہ	□
-----	----------------------------	---

- ۲۸۸ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں؟ ۱۹۵
- ۲۸۹ حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ ۱۹۶
- ۲۹۰ کیا صحابہ حضور ﷺ کے بھائی نہیں ہیں؟ ۲۰۰
- ۲۹۱ کیا حضور ﷺ نے اصحاب صفہ کو تعلیم دی ہے اور حضرت انس خادم رسول ہیں ۲۰۲
- ۲۹۲ صحابہ کرامؓ کی تخصیص اور ان کی شانِ مبارک میں گستاخیاں ۲۰۵
- ۲۹۳ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی کوئی نافرمان اولاد تھی؟ نیز نافرمان اولاد کو محروم کرنا

۲۰۶

- ۲۹۴ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دیونی کے ساتھ کشتی لڑنا ۲۰۸

- ۲۹۵ کیا حضرت ابو ثعمہ رضی اللہ عنہ کو حد زنا لگائی گئی؟ ۲۰۹
- ۲۹۶ حضرت ابو ثعمہؓ کا شراب پی کر بدکاری کرنے کے واقعہ کی تحقیق ۲۱۱
- ۲۹۷ حضرت ابو ثعمہؓ کے زنا کے واقعہ کی تحقیق ۲۱۳
- ۲۹۸ کیا حضرت ابو ثعمہؓ نے شراب پی تھی؟ ۲۱۶
- ۲۹۹ کیا حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو وصیت لکھوانے سے روکا تھا؟ ۲۱۸
- ۳۰۰ لکھنؤ کا مدح صحابہ کا جلوس ۲۱۹
- ۳۰۱ امام اہل سنت ہال میں مدح صحابہ کی محفل کا انعقاد ۲۲۰
- ۳۰۲ جلوس محمدی و مدح صحابہ کا حکم ۲۲۱
- جواب منجانب دارالافتاء وقف دارالعلوم دیوبند ۲۲۲
- دارالافتاء مدرسہ شاہی کا جواب ۲۲۴
- ۳۰۳ جلوس مداح صحابہ کا حکم ۲۲۶
- ۳۰۴ صحابہؓ پر زنا بالجبر اور ڈکیتی کا الزام لگانا - العیاذ باللہ - ۲۳۰
- ۳۰۵ کیا شیخینؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے والے صحابہ غلطی پر تھے؟ ۲۳۳
- ۳۰۶ کیا حضرت عمارؓ کو قتل کرنے والا گروہ معیار حق نہیں؟ ۲۳۶
- ۳۰۷ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اشکال کا جواب ۲۳۹
- ۳۰۸ حضرت معاویہؓ کی امارت پر اشکال کا جواب ۲۴۱
- ۳۰۹ ولی کو ”رضی اللہ عنہ“ کہنا ۲۴۳
- ۳۱۰ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر نقد تھا؟ ۲۴۴
- ۳۱۱ کیا حلیمہ سعدیہ مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں؟ ۲۴۶
- ۳۱۲ ابو طالب کے ایمان کے بارے میں علماء امت کا مسلک ۲۴۷

۳۱۳ کیا حضرت فاطمہؓ، حضرت ابوبکرؓ سے ناراض تھیں؟ ۲۴۸

۲۵۳	۱۴ / باب ما یتعلق بالتقلید	□
-----	----------------------------	---

۳۱۴ اہل سنت والجماعت ۲۵۳

۳۱۵ فرقہ ناجیہ ۲۵۵

۳۱۶ اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کتابیں ۲۵۶

۳۱۷ ائمہ اربعہ حق پر ہیں؟ ۲۵۷

۳۱۸ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی اقتداء کی شرعی حیثیت ۲۵۹

۳۱۹ کیا چاروں اماموں پر ایمان لانا ضروری ہے؟ ۲۶۲

۳۲۰ ائمہ اربعہ کی تقلید ۲۶۴

۳۲۱ ایک امام کی تقلید لازم کیوں؟ ۲۶۵

۳۲۲ تقلید شخصی واجب ہے؟ ۲۶۶

۳۲۳ کیا حنفی حدیث پر فقہ کو ترجیح دیتے ہیں؟ ۲۶۸

۳۲۴ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کس مسلک میں جائز ہے؟ ۲۶۹

۳۲۵ اختلافی مسائل میں جس پر چاہے عمل کرنا کیسا ہے؟ ۲۷۰

۳۲۶ سہولت کے پیش نظر چاروں مسلک پر عمل کرنا ۲۷۱

۳۲۷ عارضی طور پر مذہب بدلنا ۲۷۲

۳۲۸ محض پیسوں کی خاطر تبدیلی مسلک کا حکم ۲۷۳

۳۲۹ غیر مقلدین کا حنفیوں کو صحاح ستہ کا دشمن بتانا ۲۷۴

۳۳۰ غیر مقلدین کے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ پر ایک اعتراض کا جواب

- ۳۳۱ غیر مقلدین کا فرقہ اہل سنت والجماعت میں ہے یا نہیں؟ ۲۷۹
- ۳۳۲ غیر مقلدین کی طرف سے حقیوں کے لئے چیلنج ۲۸۰

۲۸۲	۱۵ / باب الفرق الضالة	□
-----	-----------------------	---

- ۳۳۳ بریلوی، غیر مقلدین، جماعت اسلامی ۲۸۲
- ۳۳۴ ”ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون؟“ نامی کتاب کی چند گراہن باتوں کا جواب .. ۲۸۳
- ۳۳۵ ”مجلس اشاعت التوحید والسنة“ ۲۸۶
- جواب منجانب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ۲۸۹
- جواب منجانب: دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد ۲۹۰
- ۳۳۶ پرویزی عقائد رکھنے والے کا حکم ۲۹۰
- ۳۳۷ فرقہ وارثی ۲۹۲
- ۳۳۸ فرقہ مہدویہ کا حکم ۲۹۳

۲۹۴	۱۶ / باب في الشيعة	□
-----	--------------------	---

- ۳۳۹ شیعہ کافر ہیں یا نہیں؟ ۲۹۴
- ۳۴۰ فرقہ اثنا عشریہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات ۲۹۵
- ۳۴۱ شیعہ کافر ہیں؟ ۲۹۸
- ۳۴۲ کیا شیعہ اثنا عشریہ کافر ہیں؟ اور ان کے ذبیحہ کا حکم ۲۹۹
- ۳۴۳ شیعہ کے بارہ اماموں کے اسماء ۳۰۰
- ۳۴۴ بارہ خلفاء کے مصداق ۳۰۱
- ۳۴۵ شیعہ کا ذبیحہ، نماز جنازہ اور ان کے یہاں شادی کرنے کا حکم ۳۰۳
- ۳۴۶ شیعہ روافض کے ساتھ کھانا پینا اور ان کے اموال مساجد وغیرہ میں صرف کرنا

۳۰۴

- ۳۴۷ شیعوں کے مکان پر قرآن خوانی میں شرکت اور شیرینی کھانا ۳۰۶
- ۳۴۸ تعزیہ بنانے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ ۳۰۷

۳۰۹	باب ۱۷ / فی القادیانی	□
-----	-----------------------	---

- ۳۴۹ مسلمان کے لئے قادیانیوں سے میل جول رکھنا اور ان کی تقریبات میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ ۳۰۹
- ۳۵۰ مؤمنہ عورت کے لئے قادیانی شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں ہے ۳۱۰
- ۳۵۱ مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت، معراج جسمانی کا منکر ہے؟ ۳۱۰

۳۱۳	باب ۱۸ / فی البریلویۃ	□
-----	-----------------------	---

- ۳۵۲ بریلوی فرقہ کی ابتداء کب ہوئی؟ ۳۱۳
- ۳۵۳ ایک بریلوی طالب علم کے نازیبا جملے کا جواب ۳۱۴
- ۳۵۴ دیوبندیوں اور بریلویوں کے عقائد میں کیا کیا فرق ہیں؟ ۳۱۶

۳۲۰	باب ۱۹ / فی المودودیۃ وغیرہا	□
-----	------------------------------	---

- ۳۵۵ کیا جماعت اسلامی اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟ ۳۲۰
- ۳۵۶ مودودی مسلک کی حقیقت ۳۲۰
- ۳۵۷ کیا جماعت اسلامی راہ راست پر ہیں؟ ۳۲۲
- ۳۵۸ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا حکم ۳۲۴
- ۳۵۹ جماعت اسلامی ۳۲۵
- ۳۶۰ ابوالاعلیٰ مودودی کی کتابیں پڑھنا ۳۲۸
- ۳۶۱ جماعت اسلامی اور اس سے تعلق رکھنے والے کا حکم ۳۲۸

۳۶۲ جماعت اسلامی اور ڈاکٹر اسرار پاکستانی کی تحریک کا شرعی حکم ۳۳۰

□	۲۰/ باب ما یتعلق بأهل الكتاب	۳۳۳
---	------------------------------	-----

۳۶۳ کیا شریعت عیسوی میں خنزیر حلال تھا؟ ۳۳۳

۳۶۴ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر حلال تھا؟ ۳۳۴

۳۶۵ اہل کتاب سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا حکم ۳۳۵

۳۶۶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتیوں کی تعداد اور ان کی شریعت میں خنزیر کا حکم

..... ۳۳۷

۳۶۷ کیا دور حاضر کے انگریز اہل کتاب ہیں؟ ۳۳۹

۲/ کتاب التاریخ والسیر

□	۱/ باب ما یتعلق بالانبیاء و أتباعهم	۳۴۱
---	-------------------------------------	-----

۳۶۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کس دن ہوئی؟ ۳۴۱

۳۶۹ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ ولادت ۳۴۲

۳۷۰ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قاسم رزق اللہ بھی تھا؟ ۳۴۳

۳۷۱ کتنی عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے؟ ۳۴۴

۳۷۲ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و وفات کس مہینے میں ہوئی؟ ۳۴۶

۳۷۳ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے کی دلیل ۳۴۷

۳۷۴ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الوفا میں تکلیف ہوئی تھی؟ ۳۴۸

۳۷۵ آپ ﷺ کے اجداد کے عرب مستعربہ میں سے ہونے کی تحقیق ۳۴۹

۳۵۰	بنائے کعبہ کے وقت آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ہوش ہونا.....	۳۷۶
۳۵۱	شعبِ معراج سے قبل حضور کو سی نماز پڑھتے تھے؟.....	۳۷۷
۳۵۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ کے معمولات.....	۳۷۸
۳۵۳	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کئے؟.....	۳۷۹
۳۵۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مکھی بیٹھتی تھی یا نہیں؟.....	۳۸۰
۳۵۵	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی یا چھینک آتی تھی؟.....	۳۸۱
۳۵۷	وہ کولوگ ہیں جنہیں کبھی احتلام نہیں ہوتا.....	۳۸۲
۳۵۸	سروکائنات کے داندانِ مبارک کون سی جنگ میں شہید ہوئے؟.....	۳۸۳
۳۵۹	نبی اکرم کو زہر دینے والی اور اصحابِ کہف سے متعلق سوال.....	۳۸۴
۳۶۰	حضور کے راستہ میں ام جمیل عوراء بنت حرب کا کاناٹا ڈالنا.....	۳۸۵
	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ	۳۸۶
۳۶۲	کیسے ہوا جبکہ آپ مکہ میں ہی تھیں؟.....	
۳۶۳	عہد نبوی کے جھنڈے کی کیفیت.....	۳۸۷
۳۶۵	گنبدِ حضریٰ کی جالی پر لگے نشان کی حقیقت.....	۳۸۸
۳۶۶	کتنے غزوات میں اقسام کی نوبت آئی؟.....	۳۸۹
۳۶۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے صاحبزادے تھے؟.....	۳۹۰
۳۶۸	حضرت آدم علیہ السلام نے کس درخت کا دانہ کھایا تھا؟.....	۳۹۱
۳۶۹	حضرت آدم کی توبہ کہاں کتنی مدت کے بعد قبول ہوئی؟.....	۳۹۲
۳۷۰	حضرت اسماعیل کی قربانی کے موقع پر مذبح و دنبہ کے گوشت کا کیا گیا تھا؟	۳۹۳
۳۷۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دنبہ کی قربانی کا گوشت کیا ہوا؟.....	۳۹۴

۳۹۵	حضرت ایوب علیہ السلام کا مرض کیا تھا؟	۳۷۲
۳۹۶	حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کا نام	۳۷۳
۳۹۷	عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے نام سے کیسے مشہور ہو گئی؟	۳۷۴
۳۹۸	حضرت آمنہ، حضرت مریم، حضرت فاطمہ کو حیض و نفاس آتا تھا یا نہیں؟	۳۷۵
۳۹۹	حضرت ہاجرہ و سارہ کے والدین کا نام	۳۷۶
۴۰۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن صحابہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی؟	۳۷۷
□	۲/ باب ما یتعلق بالصحابۃ و غیرہم	۳۷۹
۴۰۱	حضرات شیخین کی قبریں روضۂ اقدس میں کس رخ پر ہیں؟	۳۷۹
۴۰۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب اور آپ کی نماز جنازہ پڑھانے والے صحابی رسول	۳۸۰
۴۰۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارنے والا شخص کون تھا؟	۳۸۱
۴۰۴	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا؟	۳۸۲
۴۰۵	حضرت عاتکہؓ نے حضرت عمرؓ سے کب نکاح کیا؟	۳۸۳
۴۰۶	کیا حضرت عمر نے بیوی کو مسجد سے روکنے کے لئے رات میں دوپٹہ کھینچا تھا؟	۳۸۴
۴۰۷	حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کا سبب کیا بنا؟	۳۸۴
۴۰۸	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل کون؟	۳۸۶
۴۰۹	حضرت عثمانؓ کے دور میں جمعہ کی اذانیں کہاں دی جاتی تھیں؟	۳۸۷
۴۱۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی؟	۳۸۹
۴۱۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا؟	۳۹۱

- ۴۱۲ حضرت امیر معاویہؓ جنگ بدر میں کس جماعت کی طرف سے تھے؟ ۳۹۲
- ۴۱۳ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مدفن ۳۹۳
- ۴۱۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پینے والے صحابی رسول ۳۹۴
- ۴۱۵ کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تین سواولادیں تھیں؟ ۳۹۵
- ۴۱۶ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کتنے عرصہ تک زندہ رہے؟ ۳۹۶
- ۴۱۷ ہجرت کے بعد سب سے پہلے کس صحابی کی وفات ہوئی؟ ۳۹۷
- ۴۱۸ کیا ابوالعباس عبداللہ سفاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں؟ ۳۹۸
- ۴۱۹ ابو جہل عبدالمطلب کا لڑکا ہے یا نہیں؟ ۳۹۹
- ۴۲۰ محمد بن ابی بکر کو کس نے قتل کیا؟ ۴۰۰
- ۴۲۱ یزید کی امارت کو خلافت حقہ قرار دینا یا کافر کہنا ۴۰۰
- ۴۲۲ خانہ کعبہ کی غلاف پوشی کی ابتداء ۴۰۲
- ۴۲۳ کشتی نوح سے متعلق ایک سوال ۴۰۳
- ۴۲۴ کیا سورۃ نوح میں ذکر کردہ پانچوں بت اللہ کے نیک صالح بندے تھے؟ ۴۰۴
- ۴۲۵ فرعون کہاں غرق ہوا؟ ۴۰۶
- ۴۲۶ فرعون لڑکیوں کو کیوں نہیں قتل کرتا تھا؟ ۴۰۷
- ۴۲۷ کیا فرعون نے حضرت آسیہ کی اولاد کو مار ڈالا تھا؟ ۴۰۸
- ۴۲۸ سامری نے جو مخلوق دیکھی تھی وہ شیطان تھی یا آسمانی؟ ۴۰۹
- ۴۲۹ کفار مکہ کا بنا تحقیق کے پڑا ہوا خون چاٹنا ۴۱۰
- ۴۳۰ کیا کسی غیر صحابی کی حذو الععل بالعلل اقتداء کرنا شرعاً واجب ہے؟ ۴۱۱

۴۳۱	ائمہ اربعہ کے والدین کے نام اور خاندان	۴۱۲
۴۳۲	ائمہ اربعہ کا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عرصہ بعد ہے؟	۴۱۳
۴۳۳	کیا حضرت امام اعظم کی لڑکی حنیفہ نام کی تھی؟	۴۱۴
۴۳۴	علامہ ابن تیمیہ کے چند تفردات اور ان کا مسلک	۴۱۵
۴۳۵	سائبہ کی نحوست کس شخص سے شروع ہوئی؟	۴۱۷
۴۳۶	حضور کی موافقت میں اولیس قرنی نے کس ماہ میں دندان شہید کئے تھے؟	۴۱۸
۴۳۷	علامہ سندھی کی سوانح	۴۲۰
۴۳۸	گوشت خوری کی ابتداء کہاں سے ہوئی	۴۲۱

□ ۳/ کتاب البدعات والرسوم

۱/ باب: بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام

۴۳۹	بدعت کی تعریف	۴۲۳
۴۴۰	بدعت کی تعریف اور اس کا شرعی حکم	۴۲۴
۴۴۱	جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس کا کرنا بدعت ہے؟	۴۲۵
۴۴۲	بدعت حسنہ، بدعت سیئہ	۴۲۶
۴۴۳	بدعات و رسومات سے کس طرح روکا جائے؟	۴۲۸

□ ۲/ باب: ماہ محرم کی رسومات ۴۳۰

۴۴۴	دسویں محرم کے کھچڑے کی شرعی حیثیت	۴۳۰
۴۴۵	دسویں محرم کو شربت کی سبیل لگانا	۴۳۱

۴۳۶	یوم عاشوراء میں دسترخوان وسیع کرنا	۴۳۲
۴۴۷	دس محرم کو دسترخوان وسیع کرنے اور فاتحہ خوانی کا حکم	۴۳۳
۴۴۸	عاشوراء کے دن تعزیہ نکالنا	۴۳۴
۴۴۹	دس محرم کو حلیم بنانے اور تقسیم کرنے کا حکم	۴۳۵
۴۵۰	کیا تعزیہ داری جائز ہے؟	۴۳۶
۴۵۱	یوم عاشوراء میں ڈھول تاشہ کے ساتھ جلوس نکالنا	۴۳۷
۴۵۲	محرم میں ڈھول تاشے بجانا	۴۳۸
۴۵۳	یوم عاشوراء کے روزے کا حکم	۴۳۹
۴۵۴	محرم میں کھچڑا بنا کر تقسیم کرنا	۴۴۰
۴۵۵	دس محرم کو شربت تقسیم کرنا	۴۴۱
۴۵۶	دس محرم میں حلیم بنا کر سرمایہ دار کے گھر بھیجنا	۴۴۳
۴۵۷	محرم الحرام میں تعزیہ بنانا اور کھانا بنا کر تقسیم کرنا	۴۴۳
۴۵۸	ماہ محرم کی رسومات	۴۴۵
۴۵۹	دس محرم کو گٹکا (لاٹھی ڈنڈے کا کھیل) کھیلنا	۴۴۷
۴۶۰	محرم کے موقع پر لنگر کرنا	۴۴۹
۴۶۱	دس محرم کو کھچڑا پکا کر لوگوں کو کھلانا	۴۵۰
۴۶۲	ماہ محرم کی چند بدعات و خرافات کا شرعی حکم	۴۵۱
۴۶۳	محرم کے دن سونا خریدنے کا فائدہ	۴۵۳

□ ۳/ باب: ماہ ربیع الاول کی رسومات ۴۵۴

۴۶۴	۱۲/ بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا	۴۵۴
۴۶۵	۱۲/ بارہ ربیع الاول کے موقع پر جلوس نکالنا	۴۵۵

۴۶۶	ربیع الاول کے مہینہ میں جلسہ جلوس کی شرعی حیثیت.....	۴۵۶
۴۶۷	ذکر ولادت شریفہ کا حکم.....	۴۵۷
۴۶۸	عید میلاد النبی.....	۴۵۸
۴۶۹	۱۲/ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا.....	۴۵۹
۴۷۰	عید میلاد النبی اور جلوس کی شرعی حیثیت.....	۴۶۰
۴۷۱	قیام میلاد کا شرعی حکم.....	۴۶۲
۴۷۲	بارہ وفات میں اکٹھا ہو کر میلاد کرنا.....	۴۶۳
۴۷۳	عید میلاد النبی میں کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا.....	۴۶۴
۴۷۴	میلاد میں شیرینی تقسیم کرنا.....	۴۶۶
۴۷۵	ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام و سلام.....	۴۶۷
۴۷۶	میلاد میں قیام کی شرعی حیثیت.....	۴۶۸
۴۷۷	جشن عید میلاد النبی منانا.....	۴۶۹
۴۷۸	میلاد شریف کرنا کیسا ہے؟.....	۴۷۰
۴۷۹	ذکر ولادت شریفہ میں صلوٰۃ و سلام کا شرعی حکم.....	۴۷۱
۴۸۰	محفل میلاد میں قیام و سلام.....	۴۷۲
۴۸۱	بارہ ربیع الاول کو مسجد میں چراغاں کرنا اور اگر بتی جلانا.....	۴۷۳
۴۸۲	عید میلاد النبی کے دن جلسہ جلوس کا اہتمام.....	۴۷۴
۴۸۳	محفل میلاد میں حضور کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ سے قیام کرنا.....	۴۷۵
۴۸۴	مروجہ میلاد کا شرعی حکم.....	۴۷۶
۴۸۵	بلند آواز سے میلاد پڑھنا اور قیام کرنا.....	۴۷۸
۴۸۶	عید میلاد النبی میں چندہ کر کے حلوہ بنانا.....	۴۷۹

۴۸۰	محفل میلاد النبی میں کتاب تاریخ حبیب الہ پڑھنا	۴۸۷
۴۸۱	میلاد یا جمعہ کے دن بآواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھنا	۴۸۸
۴۸۲	میلاد میں سلام پڑھنا	۴۸۹
۴۸۳	بریلوی حضرات کے یہاں پیش آنے والے مختلف بدعات کا تحقیقی جائزہ	۴۹۰
۴۸۷	علماء دیوبند کا میلاد کی مجلسوں میں شرکت کرنا	۴۹۱
۴۸۸	فاسق شخص کا میلاد پڑھنا	۴۹۲
۴۸۹	محفل میلاد میں اور بعد نماز جمعہ قیام و سلام	۴۹۳
۴۹۰	کھڑے ہو کر مروجہ میلاد پڑھنا	۴۹۴

□ باب ۴/ ماہ ربیع الاول کی بدعات ۴۹۲

۴۹۲	کیا کوٹھڑے کرنا جائز ہے؟	۴۹۵
۴۹۳	رجب کے کوٹھڑے بھرنے کی اصل	۴۹۶
۴۹۴	ماہ رجب کے کوٹھڑوں کی شرعی حیثیت	۴۹۷
۴۹۵	رجب کا کوٹھڑا اور اس کی حقیقت	۴۹۸
۴۹۷	۲۲/ رجب کے کوٹھڑوں کی حقیقت	۴۹۹
۴۹۸	کوٹھڑے اور حلوہ کی حقیقت	۵۰۰
۴۹۹	امام جعفر صادق کے نام سے کوٹھڑے کرنا	۵۰۱
۵۰۰	امام جعفر صادق کے نام سے کوٹھڑے کرنا کیسا ہے؟	۵۰۲
۵۰۱	گیارہویں اور کوٹھڑوں کی نیاز کرنا	۵۰۳
۵۰۲	کھانے پر فاتحہ خوانی اور کوٹھڑوں کی نیاز کا حکم	۵۰۴
۵۰۳	رجب کے کوٹھڑوں کی ممانعت کیوں ہے؟	۵۰۵

□ ۵/ باب: ماہ شعبان کی بدعات ۵۰۵

۵۰۶	شب برأت میں جلسہ جلوس کرنا.....	۵۰۵
۵۰۷	شب برأت کی بعض بدعات.....	۵۰۶
۵۰۸	شب برأت میں حلوہ بنانا.....	۵۰۷
۵۰۹	شب برأت کے حلوہ کا شرعی حکم.....	۵۰۸
۵۱۰	شب برأت میں جلسہ کرنا اور اس میں شرکت کرنا.....	۵۰۹
۵۱۱	شب برأت میں کی جانے والی مختلف عبادات کا حکم.....	۵۱۰
۵۱۲	شب برأت کے موقع پر مسجد میں شبینہ کرنا.....	۵۱۳
۵۱۳	شب قدر و شب برأت میں چراغاں کرنا.....	۵۱۴
۵۱۴	شب برأت و شب قدر میں میٹھا کھانا پکانا اور مٹھائیاں تقسیم کرنا.....	۵۱۵
۵۱۵	لیلۃ القدر اور شب برأت میں مسجد سجانا.....	۵۱۶
۵۱۶	شب برأت و شب قدر میں قبر کی زیارت کرنا.....	۵۱۷
۵۱۷	شب برأت و شب قدر میں شیرینی تقسیم کرنا.....	۵۱۸
۵۱۸	شب معراج و شب برأت کی فضیلت.....	۵۱۹
۵۱۹	لیلۃ القدر سے متعلق چند سوالات و جوابات.....	۵۲۰

□ ۶/ باب: نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام کا رواج ۵۲۶

۵۲۰	نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۲۶
۵۲۱	جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام.....	۵۲۶
۵۲۲	نمازوں کے بعد دعا میں ”الافتحہ“ کہنا.....	۵۲۸
۵۲۳	نماز فجر و جمعہ کے بعد قیام میلاد کرنے کی ضد کرنا.....	۵۲۸

۵۲۴	کیا نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر مروجہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا بدعت ہے؟	۵۳۰
۵۲۵	حاجی امداد اللہ و دیگر بزرگوں کے اقوال سے قیام پڑا استدلال.....	۵۳۲
۵۲۶	کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۳۴
۵۲۷	مسجد میں بریلوی کے طریقہ پڑ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام اور دیگر منکرات	۵۳۵
۵۲۸	مروجہ صلوٰۃ و سلام.....	۵۳۶
۵۲۹	صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا صحیح طریقہ.....	۵۳۷
۵۳۰	مجلس میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۳۸
۵۳۱	سلام مسجد میں پڑھیں یا درگاہ شریف پر؟.....	۵۳۹
۵۳۲	مروجہ صلا و سلام اور آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ.....	۵۴۰
۵۳۳	اذان یا نماز کے بعد یا رسول اللہ پڑھنا.....	۵۴۵
۵۳۴	فجر کی نماز اور اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۴۶
۵۳۵	اجتماعی طور پر درود پڑھنے کا حکم.....	۵۴۸
۵۳۶	نئے مکان میں قیام سے پہلے میلاد کرانا.....	۵۴۹
۵۳۷	ماہ شعبان میں مروج میلاد کا حکم.....	۵۵۰

□ ۷/ باب: آذان کے بعد نماز سے قبل صلوٰۃ و سلام کا رواج ۵۵۲

۵۳۸	اذان پنجگانہ کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۵۲
۵۳۹	نماز سے قبل صلوٰۃ پڑھنا.....	۵۵۳
۵۴۰	اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ و سلام کا شرعی حکم.....	۵۵۳
۵۴۱	دوران اذان و اقامت صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۵۵
۵۴۲	اذان کے بعد جماعت سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۵۶

۵۴۳	اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام کی شرعی حیثیت	۵۵۷
۵۴۴	اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا شرعی حکم	۵۵۸

□ ۸/ حضور ﷺ کے اسم مبارک پر انگوٹھا چومنا ۵۶۰

۵۴۵	خطبہ کی اذان میں انگوٹھا چومنا	۵۶۰
۵۴۶	اذان میں کلمہ شہادت پر انگوٹھا چومنا	۵۶۱
۵۴۷	اذان واقامت میں ”محمد رسول اللہ“ پر انگوٹھا چومنا	۵۶۲
۵۴۸	حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھا چومنا	۵۶۳
۵۴۹	اذان میں ”اشہدان محمداً“ پر انگوٹھا چومنا	۵۶۴
۵۵۰	حضور ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا	۵۶۵
۵۵۱	نام مبارک پر انگوٹھا چومنے کی شرعی حیثیت	۵۶۶
۵۵۲	انگوٹھا چومنے کی حدیث موضوع ہے۔	۵۶۸
۵۵۳	اذان میں انگوٹھے چومنا کیسا؟	۵۶۹
۵۵۴	نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنے اور آنکھوں پر پھیرنے کی شرعی حیثیت	۵۷۰
۵۵۵	شہادتین میں انگوٹھا چومنا	۵۷۱
۵۵۶	کلمہ شہادت پر انگوٹھا چومنے کی شرعی حیثیت	۵۷۲
۵۵۷	تکبیر میں حضور ﷺ کا نام آنے پر انگوٹھا چومنا	۵۷۳

۱/ بقیۃ کتاب الایمان

۹/ باب ما يتعلق بالحشر والنشر

کیا محرم کے دن قیامت قائم ہوگی؟

سوال [۱۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ۱۰/ محرم کو جمعہ کے دن قیامت قائم ہونے کی جو بات مشہور ہے وہ کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جمعہ کے دن قیامت قائم ہوگی، یہ تو حدیث میں موجود ہے؛ لیکن ۱۰/ محرم کو قائم ہوگی یہ بات کسی صحیح حدیث میں نہیں مل سکی۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲/ ۳۵۵)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه أدخل الجنة وفيه أخرج منها، ولا تقوم الساعة إلا في يوم الجمعة. (رواه مسلم، مشكوة شريف، كتاب الصلاة، باب الجمعة، الفصل الأول ۱۱۹، مسلم شريف، كتاب الجمعة، باب فضيلة يوم الجمعة، مكتبة بلال ۱/ ۲۸۲، بيت الأفكار رقم: ۸۵۴، موطأ مالك، ما جاء في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة، مكتبة أشرفي ديوبند ۳۸، ترمذي، أبواب الجمعة، باب في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۰، بيروت، رقم: ۴۸۸)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه أهبط، وفيه تيب عليه، وفيه مات، وفيه تقوم الساعة. (أبو داود، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۰، دار السلام، رقم: ۱۰۴۶، ترمذي شريف، أبواب

الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۰، دارالسلام، رقم: ۴۹۱، مجمع الزوائد ۲/ ۱۶۴، بیروت، مسند بزار، مكتبة العلوم والحكم بیروت ۱۵/ ۳۳۵، رقم: ۸۸۹۲، مكتبة البدر دیوبند، المستدرک، مكتبة نزار مصطفى الباز بیروت ۱/ ۴۰۵، رقم: ۱۰۳۶)

أخرج ابن جرير وابن أبي حاتم عن قتادة أنه قال في الآية: خمس من الغيب استأثر الله تعالى بهن، فلم يطلع عليهن ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا.....، ولا يدري أحد من الناس متى تقوم الساعة، في أي سنة، ولا في أي شهر أليلاً أم نهاراً. (روح المعاني، سورة لقمان، تحت رقم الآية: ۳۴، مكتبة زكريا ۱۲/ ۱۶۸)

وقال ابن عباس: هذه الخمسة لا يعلمها إلا الله تعالى، ولا يعلمها ملك مقرب، ولا نبي مرسل، فمن ادعى أنه يعلم شيئاً من هذه فقد كفر بالقرآن؛ لأنه خالفه، ثم إن الأنبياء يعلمون كثيراً من الغيب بتعريف الله تعالى إياهم. (الجامع لأحكام القرآن، سورة لقمان، الآية: ۳۴، مكتبة دارالكتب العلمية بیروت ۱۴/ ۵۵)

ولا تقوم الساعة إلا يوم الجمعة، وفي ”العرف الشذي“: ورد في حديث قوي: أن قيام الساعة يكون يوم عاشوراء، عاشر المحرم فيكون العاشوراء يوم الجمعة، أقول: لم أقف عليه فليُنظر. (معارف السنن، أبواب الجمعة، باب في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة، مكتبة أشرفيه ديوبند وكراچی ۴/ ۳۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
رجسٹر خاص

قیامت کے دن سورج کتنا قریب ہوگا؟

سوال [۱۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: قیامت میں سورج سوانیزے پر آجائے گا، تو سوانیزہ ایک بانس کی اونچائی کو کہتے ہیں یا پانچ منزلہ مکان کے برابر کے طول کو کہتے ہیں، یا کتنی زیادہ اونچائی کو کہتے ہیں؟

المستفتی: محمد ابراہیم انصاری سونا پوری، سوپول

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: احادیث کی صراحت کے مطابق قیامت کے روز سورج ایک میل یا دو میل کے فاصلہ پر ہوگا، جو آج کے کلومیٹر کے حساب سے ڈیڑھ کلومیٹر یا تین کلومیٹر کی دوری ہوگی۔ اور جو سوانیزے کی بات ہے وہ ہم کو احادیث میں نہیں ملی۔

عن المقداد صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا كان يوم القيامة أدنيت الشمس من العباد حتى يكون قيد ميل أو اثنين، قال سليم بن عامر: لا أدري أي الميلين عني أ مسافة الأرض أم الميل يكحل به العين، قال فتصهرهم الشمس فيكونون في العرق بقدر أعمالهم، فمنهم من يأخذه إلى عقبه، ومنهم من يأخذه إلى ركبتيه، ومنهم من يأخذه إلى حقويه، ومنهم من يلجم إجماء، فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشير بيده إلى فيه، أي يلجمه إجماء. الحديث (ترمذي شريف، أبواب صفة القيامة، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۲/ ۶۸، دارالسلام، رقم: ۲۴۲۱، مسلم شريف، كتاب التوبة، باب ماجاء في صفة يوم القيامة.....، النسخة الهندية ۲/ ۳۸۴، بيت الأفكار، رقم: ۴۸۶۴، مشكوة شريف، كتاب الفتن، باب الحشر، الفصل الأول، مكتبة اشرفي ديوبند ۴۸۳، رقم: ۵۲۹۹، مستفاد: تحفة الأحوذی، مكتبة اشرفيه ديوبند ۳/ ۲۹۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۲۵)

میزان عدل پہلے قائم ہوگی یا پل صراط؟

سوال [۱۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا قبروں سے اٹھنے کے بعد پل صراط پر پہلے ہم سب کا گزر ہوگا، یا حساب و کتاب کے بعد پل صراط پر گزر ہوگا، یعنی بعد میں قائم کیا جائے گا؟

المستفتی: قاری محمد حنیف سنبھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پہلے پل صراط قائم ہوگا یا حساب و کتاب؟ اس سلسلہ میں احادیث شریفہ کے ظاہری الفاظ و قسم کے ہمارے سامنے ہیں:

(۱) وہ روایت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پل صراط قائم ہوگا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أنسٍ سألت النبي صلى الله عليه وسلم أن يشفع لي يوم القيامة، قال: أنا فاعل، فقلت يا رسول الله! فأين أطلبك؟ قال: اطلبني أول ما تطلبني على الصراط، قال: فإن لم ألقك على الصراط؟ قال: فاطلبني عند الميزان، قلت: فإن لم ألقك عند الميزان؟ قال: فاطلبني عند الحوض، فإني لا أخطئ هذه الثلاث المواطن. (مشكوة شريف، كتاب الفتن، باب الحوض والشفاعة، مكتبه اشرفي ديوبند ۲/ ۴۹۳، ترمذی، أبواب صفة يوم القيامة، باب ما جاء في شان الصراط، النسخة الهندية ۲/ ۶۹، دار السلام، رقم: ۲۴۳۳، مسند أحمد ۳/ ۱۷۸، رقم: ۱۲۸۵۶)

(۲) وہ روایات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حساب و کتاب اور میزان عدل، پل صراط سے پہلے قائم ہوگی، اس کے بعد پل صراط کا نمبر ہے، جیسا کہ ذیل کی روایات سے واضح ہوتا ہے:

قال النبي صلى الله عليه وسلم: إذا كان يوم القيامة أذن مؤذن

ليتبع كل أمة ما كانت تعبد فلا يبقى إلا يتساقطون في النار إلى قوله: ثم يضرب الجسر على جهنم، وتحل الشفاعة. (مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربهم ۱/ ۱۰۲، بيت الأفكار، رقم: ۱۸۳، جامع الأحاديث ۸/ ۵۴، رقم: ۲۵۰۴۵)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يجمع الله الناس يوم القيامة، فيقول: من كان يعبد الشمس فليتبعه، ويضرب الصراط بين ظهراني جهنم. (مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربهم، النسخة الهندية ۱/ ۱۰۰، بيت الأفكار، رقم: ۱۸۲)

حضرات محدثین نے دونوں قسم کی روایات کو اس طریقہ سے جمع فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ تم مجھے سب سے پہلے پل صراط پر تلاش کرنا اور اس کے بعد میزان عدل پر، پھر اس کے بعد حوض کوثر پر، اس میں ترتیب مقصد نہیں؛ بلکہ مجموعی مقامات بیان کرنا مقصد ہے؛ اس لئے کہ حوض کوثر کا پل صراط سے پہلے میدان محشر میں قائم ہونا متعین ہے اور پل صراط پار ہونے کے بعد جنت ہے، پھر حوض کوثر کی ضرورت نہیں ہے؛ حالانکہ حدیث شریف میں حوض کوثر کو بالکل بعد میں بیان کیا گیا ہے؛ اس لئے اس حدیث میں مجموعی مقامات کا ذکر کیا گیا ہے، ترتیب بیان نہیں کی گئی ہے، مقصد یہ ہے کہ تم ان تینوں مقامات میں کسی نہ کسی ایک مقام میں مجھ کو پاؤ گے؛ لہذا میزان عدل پہلے قائم ہوگی، اس کے بعد پل صراط کا نمبر ہوگا۔

أوليته ليست بأولته الزمان، وإلا لزم تقدم الصراط على الميزان، بل المراد التقدم بحسب الضرورة إليه صلى الله عليه وسلم، وشدة الهول. (الكوكب الدرّي ۲/ ۹۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۱/۲۷ھ

۱۴۲۳/۱/۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۸۲/۳۶)

پل صراط کا راستہ کتنے برس کا ہے؟

سوال [۱۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پل صراط کا راستہ کتنے برس کا ہے؟ اور اس راستہ میں اتار چڑھاؤ بھی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: پل صراط کی مسافت ہر شخص کے اعمال کے اعتبار سے ہوگی، جس کا ایمان جتنا زیادہ پختہ اور مضبوط ہوگا، اس کے لئے اس کی مسافت اتنی ہی کم ہوگی اور جس کا جتنا زیادہ ناقص ہوگا اس کے لئے اس کی مسافت اتنی ہی زیادہ ہوگی، حتیٰ کہ بعض کی رفتار بجلی کی طرح ہوگی اور منٹوں میں گزر جائیں گے۔ اور بعض ہوا کی طرح اور بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور بعض پیدل کی طرح اور کفار و مشرکین اس کو پار نہیں کر پائیں گے؛ بلکہ وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

وعن عبد الله بن مسعود^{رض} قال: يوضع الصراط على سواء جهنم مثل حد السيف المرفف مدحضة منزلة عليه كالليب من نار يخطف بها، فممسك يهوي فيها ومصروع، ومنهم من يمر كالبرق فلا ينشب ذلك أن ينجو، ثم كالريح فلا ينشب ذلك أن ينجو، ثم كجري الفرس، ثم كرمل الرجل، ثم كشمي الرجل، ثم يكون آخرهم إنسانا رجل قد توحته النار ولقي فيها شرا حتى يدخله الله الجنة بفضل رحمته، فيقال له: تمن وسل، فيقول: أي رب أتهزأ مني وأنت رب العزة، فيقال له: تمن وسل حتى إذا انقطعت به الأمانى، قال لك ما سألت، ومثله معه. (الترغيب والترهيب ۴/ ۳۲۶، رقم: ۳۲۷، رقم: ۵۳۱، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ۹/ ۲۰۳، رقم: ۸۹۹۲، مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۶۰، ورجاله رجال الصحيح غير عاصم، وقد وثق) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۵/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰۸/۲۰)

کیا جمعرات کو امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں؟

سوال [۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس خادم نے اپنی تسلی کے لئے طالب علمانہ طور پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الجبار صاحب اعظمیؒ سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے اب سے پہلے کئی سال ہوئے، جب دڑھیال میں ایک تبلیغی جوڑ میں فرمایا تھا، کہ ہر پیر اور جمعرات کو امت کے نامہ اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اس کی اصل کیا ہے؟ حدیث کا حوالہ مع صفحہ کے تحریر فرمائیں اور حدیث کی حیثیت اور محدثین کے نزدیک اس کا کیا درجہ ہے؟ اس کو بھی تحریر فرمائیں۔ دوسرے یہ کہ حضرتؒ نے جماعتوں کو رخصت کرتے ہوئے مصافحہ کیا تھا، اس کے متعلق بھی وضاحت سے تحریر فرمادیں۔ حضرت نے از راہ شفقت جواب سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: کہ آج کل مصروفیت بہت ہے، مدرسہ شاہی کے دارالافتاء کو خط لکھ کر تفصیل معلوم کر لیں، مجھے مفتی صاحب کا اسم گرامی بھی معلوم نہیں ہے؛ اس لئے پتہ پر نام نہیں لکھ سکا۔ حضرت سے درخواست ہے دونوں مسئلوں کی تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔ جزاک اللہ خیر۔

المستفتی: ولی محمد شاہ خان متصل چوکی پولیس

پلاتا تالاب، رامپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”البدایہ والنہایہ“ کے اندر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں، اس میں پیر و جمعرات کی قید نہیں ہے، نیز حدیث شریف بھی ضعیف ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن لله

ملائکۃ سیاحین یبلغونی عن أمتی السلام، قال: قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم: حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم، ووفاتی خیر لکم تعرض علی أعمالکم، فما رأیت من خیر حمدت الله علیہ، وما رأیت من شر استغفرت الله لکم، ثم قال البزار: لم نعرف آخره یروی عن عبد الله إلا من هذا الوجه. (البداية والنهاية، فصل فی صفة قبره صلی الله علیہ وسلم ذکر ما أصاب المسلمین من المصیبة بوفاته، مکتبه دارالفکر بیروت ۵/ ۲۷۵)

البتہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر جمعرات وپیر کو پیش کئے جانے کے متعلق معتبر حدیث سے ثابت ہے:

حدثنا محمد بن یحیی نا أبو عاصم عن محمد بن رفاعۃ عن سهیل بن أبی صالح عن أبیه عن أبی هریرۃ أن رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال: تعرض الأعمال یوم الإثنين والخمیس، فأحب أن یعرض عملي وأنا صائم. (ترمذی شریف، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم یوم الإثنين والخمیس، النسخۃ الهندیۃ ۱/ ۹۳، دارالسلام، رقم: ۷۴۷)

رخصتی مصافحہ حدیث شریف سے ثابت ہے:

عن ابن عمر قال: کان النبی صلی الله علیہ وسلم إذا ودع رجلاً أخذ بیده فلا یدعها حتی یكون الرجل هو ید النبی صلی الله علیہ وسلم. الحدیث (مشکوۃ ۱/ ۲۱۴، ترمذی، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی إذا أودع إنساناً، النسخۃ الهندیۃ ۲/ ۱۸۲، دارالسلام، رقم: ۳۴۴۲، مظاهر حق ۲/ ۳۳۹، أشعة اللمعات ۲/ ۲۷۸، مرقاۃ، باب الدعوات فی الأوقات، الفصل الثانی، شرح دعاء التودیع، مکتبه إمدادیہ ملتان ۵/ ۲۰۹)

وفي شرعة الإسلام كان أصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم إذا تلاقوا تعانقوا، وإذا تفرقوا تصافحوا وحمدوا الله واستغفروا.

عن أنس -رضي الله عنه- قال: كان أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط، دارالفکر ۱/ ۴۱، رقم: ۹۷)

وفي الحصن الحصين: عن ابن السني وابن حبان في أدعية السفر، وإن كان سفرا صالحا صافح. وفي الغنية: ويفارقوا بالمصافحة. الخ (على هامش معلم الحجاج ۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۰۸/۷/۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۱/۲۴)

کیا قیامت میں ماں کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا؟

سوال [۱۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: یہ بات عام ہے کہ قیامت کے روز انسان کو اس کے والد کے نام سے نہ پکار کر ماں کے نام سے پکارا جائے گا؛ لہذا حدیث کی روشنی میں وضاحت سے یہ بات تحریر فرمادیں کہ قیامت کے روز انسان کو کس کے نام سے منسوب کیا جائے گا؟
المستفتی: حسین اختر شمشی قانون گو یان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ شہرت جو سوال نامہ میں درج ہے کہ قیامت کے دن انسان کو اس کے والد کے نام سے نہ پکار کر ماں کے نام سے پکارا جائے گا غلط ہے، یہ عوام کی من گھڑت بات ہے؛ بلکہ حدیث پاک میں موجود ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے باپ کے نام سے ہی پکارا جائے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم، فأحسنوا أسمائكم.

(أبوداؤد شریف، کتاب الأدب، باب فی تغییر الأسماء، النسخة الهندية ۲/ ۶۷۶، دارالسلام، رقم: ۴۹۴۸، سنن دارمی، المغنی بیروت ۳/ ۱۷۶۶، رقم: ۲۷۳۶، صحیح ابن حبان، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۹۱، رقم: ۵۸۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ صفر ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۲۲/۳۶)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۲/۱۳ھ

قیامت کے دن والد کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا

سوال [۱۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: قیامت کے دن جب مردے قبر سے اٹھائے جائیں گے، تو باپ کے نام کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا یا ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا؟

المستفتی: محمد مظہر عالم امام مسجد، انڈے والی، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قیامت کے دن جب تمام انسانوں کو قبر سے اٹھایا جائے گا، تو اس دن ان کو ان کے باپ کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا، ہاں البتہ جو بن باپ کے ہوں گے، مثلاً اولاد الزنا وغیرہ، تو اللہ تعالیٰ رسوائی سے بچانے کے لئے ان کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۲۹۴، جدید ڈائجیل ۱/ ۶۵۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم فأحسنوا أسماءكم. (أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، النسخة الهندية ۲/ ۶۷۶، دارالسلام، رقم: ۴۹۴۸، سنن دارمی، المغنی بیروت ۳/ ۱۷۶۶، رقم: ۲۷۳۶، صحیح ابن حبان، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۹۱، رقم: ۵۸۲۷)

وتحتہ فی البذل: أنه يدعی الناس يوم القيامة بأسماء أمهاتكم
 قيل: الحكمة فيه مستر حال أولاد الزنا، مثلاً يفتضحوا، وقيل: لرعاية

عيسى بن مريم عليه السلام. (بذل المجهود، جديد دار البشائر الإسلاميه بيروت

۱۳/ ۳۴۹، قديم مطبع سهارنپور ۵/ ۲۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۷)

کیا بلا عقیقہ فوت ہونے والا بچہ سفارشی ہوگا؟

سوال [۱۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
 بارے میں: میری ایک لڑکی تھی، اس کا نام نوری تھا، وہ اللہ کو پیاری ہوگئی، میں نے نیت
 کی تھی کہ اس کا عقیقہ کروں گا؛ لیکن بچی انتقال کر گئی، میں نے ایک عالم کو تقریر کرتے
 ہوئے سنا کہ جس نے عقیقہ کی نیت کی اور بچہ انتقال کر گیا تو وہ بچہ اپنے ماں باپ کی
 سفارش نہیں کرے گا، شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: حافظ مبارک حسین، مدرسہ تجوید القرآن پاکوڑیہ، پاکوڑ، جھارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زندگی میں عقیقہ کرنا صرف مستحب و مسنون ہے،
 واجب اور لازم نہیں۔ اور بچہ کے مرنے کے بعد یہ مسنون و مستحب بھی نہیں رہتا؛ اس
 لئے کہ عقیقہ زندہ کی طرف سے ہوتا ہے مردے کی طرف سے نہیں ہوتا۔ اور اگر اس بچہ
 کی موت پر ماں باپ نے صبر کیا ہے، تو انشاء اللہ یہ بچہ بھی ماں باپ کے لئے سفارشی بنے
 گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/ ۳۵۰، ۵/ ۳۸۰، جدید ڈائجیل ۱۷/ ۵۲۹، ۱۵۳۲ حسن الفتاویٰ ۷/ ۵۳۶)

ويستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه، ثم يعق عند

الحلق عقيقة إباحة أو تطوعاً. (شامي، كتاب الأضحية، خاتمه زكريا ديوبند ۹/ ۴۸۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغلام مرتهن بعققة يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه. (ترمذي، أبواب الأضاحي، باب بلا ترجمۃ، النسخۃ الهندیۃ ۱/ ۲۷۸، دارالسلام، رقم: ۱۵۲۲، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم ۱۰/ ۴۰۸، رقم: ۴۵۴۹، سنن نسائی، کتاب العقیقه، باب متى یعق؟ النسخۃ الهندیۃ ۲/ ۱۶۷، دارالسلام، رقم: ۴۲۲۵، المستدرک ۷/ ۲۰۷۴، رقم: ۷۵۸۷)

عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قدم ثلاثة لم يلغوا الحنث كانوا له حصنا حصينا، قال أبو ذر: قدمت اثنين، قال: واثنين، فقال: أبي بن كعب سيد القراء قدمت واحدا، قال وواحدا، ولكن إنما ذلك عند الصدمة الأولى. (ترمذي، أبواب الجنائز، باب ماجاء في ثواب من قدم ولدا، النسخۃ الهندیۃ ۱/ ۲۰۴، دارالسلام، رقم: ۱۰۶۱، المصنف لابن أبي شیبۃ، مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۷/ ۳۹۵، رقم: ۱۲۰۰۷، مسند أحمد ۱/ ۴۲۹، رقم: ۴۰۷۷، ۳۵۵۴، ۴۳۱۴۴، المعجم الأوسط، دارالفکر ۶/ ۲۵، رقم: ۷۸۶۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲ھ/۴/۱۶

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۷۳)

بلا عقیقہ فوت ہونے والی اولاد بھی سفارشی ہوگی

سوال [۱۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری ایک لڑکی تھی جس کا انتقال ہو گیا ہے، پیدائش کے بعد ۱۳ ماہ زندہ رہی، میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس کا عقیقہ کروں گا؛ لیکن نہ کرسکا، بیماری اتنی ہوگئی کہ میں مجبور ہو گیا اور لڑکی دنیا سے چلی گئی، میں نے ایک عالم سے تقریر کے دوران سنا تھا کہ جس نے اپنے لڑکا، لڑکی کا عقیقہ نہیں کیا اور وہ بچپن میں انتقال کر

گیا، تو وہ بچہ ماں باپ کی سفارش نہیں کرے گا، اس وقت سے میں پریشان ہوں۔ حضرت میں اس سنت کو کیسے ادا کروں؟ کوئی صورت ہو تو تحریر فرمائیں، تاکہ عقیقہ کی سنت ادا ہو اور میرا بچہ میرا سفارشی بنے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ نے جن عالم سے دوران تقریر مسئلہ سنا ہے کہ عقیقہ کئے بغیر بچہ فوت ہو جائے تو سفارش نہیں کرے گا، بعض ائمہ کا یہی قول ہے، اس اعتبار سے ان عالم صاحب کا قول ان علماء کے قول کے مطابق درست ہے؛ لیکن امام صاحب کے نزدیک یہی رائج ہے کہ وہ بچہ بھی انشاء اللہ سفارش کرے گا، آپ زیادہ تشویش میں نہ پڑیں اور اللہ سے شفاعت کی امید رکھیں، نیز بچہ کے وفات پا جانے کے بعد اس کا عقیقہ مشروع نہیں ہے؛ اس لئے اللہ سے امید رکھا کریں اور آئندہ بچوں کا عقیقہ وقت پر کرنے کی کوشش کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۸۱، جدید ڈابھیل ۱۷/ ۵۳۲)

عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من مسلمين يموت لهما ثلاثة من الولد، لم يبلغوا الحنث إلا كانوا له حصنا حصينا من النار، فقيل: يا رسول الله! فإن كان اثنين؟ فقال: وإن كان اثنين، قال: فقال أبي بن كعب أبو المنذر سيد القراء: لم أقدم إلا واحدا، قال: فقيل له: وإن كان واحدا؟ فقال: إنما ذلك عند الصدمة الأولى. (مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۴۲۹، رقم: ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۳۵۵۴، ۴۳۱۴، المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن بيروت ۷/ ۳۹۵، رقم: ۱۲۰۰۷)

عن سمرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كل الغلام مرتين بعقيقة تذب عنه يوم السابع ويحلق رأسه ويسمى. (ابن ماجه، أبواب الذبائح، باب العقيقة، النسخة الهندية ۲۲۸، رقم: ۳۱۶۵، سنن أبوداؤد، كتاب الضحايا، باب في العقيقة، النسخة الهندية ۲/ ۳۹۲، دار السلام، رقم: ۲۸۳۷، سنن

ترمذی، أبواب الأضاحی، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۸، دارالسلام، رقم: ۱۵۲۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
(الف توئی نمبر: ۹۰۰۳/۳۸)

روزِ محشر میں قرض کی ادائے گی کی کیفیت

سوال [۱۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اگر زید بکر کا روپیہ مار لے، یعنی بے ایمانی کر لے، تو قیامت کے دن بکر کو اس روپیہ کا معاوضہ ملے گا؟ یہ سنا ہے کہ پانچ روپیہ کے عوض ستائیس مقبول نمازیں ملیں گی۔ (۲) قیامت کے دن زید کو اتنا ہوش تو ہو گا نہیں کہ بکر سے اپنے روپیوں کا تقاضہ کرے، ایسی حالت میں اللہ پاک زید کو بکر سے تقاضہ کئے بغیر ہی اس کے روپیوں کا بکر سے معاوضہ دلائے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد احمد خان فیض گنج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱-۲) جس شخص نے کسی پر اس کا مال وغیرہ دبا کر ظلم کیا اور بغیر ادا کئے یا معاف کرائے انتقال کر گیا، تو قیامت میں اس کا بدلہ بغیر تقاضہ کے دلایا جائے گا اور یہ بدلہ نیکیوں سے ہوگا کہ ظلم کرنے اور مال دبانے والے کی نیکیاں مظلوم اور صاحب حق کو دے دی جائیں گی۔ اور اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔ حدیث شریف میں یہ تذکرہ نظر سے نہیں گذرا کہ پانچ روپیہ کے عوض ستائیس نماز کا ثواب ملے گا۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، وإن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته،

وإن لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه، فحمل عليه. (بخاري شریف، کتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة، النسخة الهندية ۱ / ۳۳۱، رقم: ۲۳۸۵، ف: ۲۴۴۹، کتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة ۲ / ۹۶۷، رقم: ۶۲۸۵، ف: ۶۵۳۴، ترمذي شریف، أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الحساب ۲ / ۶۷، دارالسلام، رقم: ۲۴۱۹، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم بيروت ۸ / ۱۷۳، رقم: ۳۲۰۲، ۱۵ / ۱۴۸، رقم: ۸۴۷۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۷/۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ / رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶ / ۷۳۱۹)

قاتل اور حق تلفی کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ زید کہتا ہے کہ قاتل ہو یا حق تلفی کرنے والا ہو، اگر وہ توبہ کرنا چاہے تو توبہ قبول نہیں ہوتی ہے؛ لیکن عمر کہتا ہے کہ حق تلفی کرنے والا ہو یا قاتل، اگر وہ توبہ کرنا چاہے تو توبہ ہر حال میں قبول ہوتی ہے، کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو، اگر سچے دل سے توبہ کر لے تو توبہ قبول ہو جاتی ہے؛ لیکن زید ماننے کو تیار نہیں ہے؟

(۲) قرآن مجید میں ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا“ اس آیت کے متعلق توبہ قبول ہو جانی چاہئے؛ لیکن حدیث میں ہے کہ قاتل کو یا حق تلفی کرنے والے کو اگر مالک خود معاف نہیں کرتا ہے یا مقتول کے ورثاء معاف نہیں کرتے تو خدا بھی معاف نہیں کرتا ہے۔ مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اس تعارض کو ختم کر کے مسئلہ کی واضح تشریح فرما دیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد ہارون اشرفی نعیمی، طاہر پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) قاتل و عدا و حق تلفی میں دو گناہ ہیں: (۱) فعل

معصیت کا ارتکاب، جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، سچی توبہ اس گناہ کی حد تک قبول ہو جائے گی۔ (۲) غیر کی جان یا مال کا اتلاف، جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس گناہ کی حد تک سچی توبہ قبول نہیں ہوگی؛ بلکہ اس وقت قبول ہو سکتی ہے جب قصاص کے لئے اپنے آپ کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دے یا مال پر صلح کر لے یا ان سے معافی حاصل کر لے، اسی طرح صاحب حق کا حق واپس کر دے یا اس سے معافی حاصل کر لے، ورنہ توبہ بنصوح کے باوجود آخرت میں مظلوم کو مطالبہ کا حق باقی رہے گا، جس میں سچی توبہ کا رگڑ نہیں ہو سکتی ہے۔

إعلم أن توبة القاتل لا تكون بالاستغفار والندامة فقط، بل يتوقف على إرضاء أولياء المقتول، فإن كان القتل عمدا لا بد أن يمكنهم من القصاص منه، فإن شأؤوا قتلوه، وإن شأؤوا عفوا عنه مجانا، فإن عفوا عنه كفته التوبة (وقوله) الظاهر أن الظلم المتقدم لا يسقط بالتوبة لتعلق حق المقتول به، وأما ظلمه على نفسه بإقدامه على المعصية فيسقط بها. (شامي، مطبوعه كوئٹہ ۵/ ۳۸۹، شامي، كتاب الجنایات، قبیل باب القود فيما دون النفس، کراچی ۶/ ۵۴۹، زکریا ۱۰/ ۱۹۵)

وإن تعلقت (أي المعصية) بحقوق العباد لزم مع الندم، والعزم إيصال حق العبد أو بدله إليه إن كان الذنب ظلما، كما في الغصب والقتل العمد. (تفسير روح المعاني، سورة تحریم، آیت: ۹، مطبع زکریا ۱۵/ ۲۳۵)

فإن كانت المعصية مالا ونحوه رده إلى صاحبه، وإن كان حد قذف أو نحوه مكنه من نفسه، أو طلب عفوه. (تفسير خازن ۴/ ۲۸۷، سورة التحريم، بألفاظ مختلفة، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ۵/ ۵۴۴)

(۲) آیت کریمہ کا تعلق صورت اولیٰ سے ہے اور حدیث شریف کا تعلق صورت ثانیہ سے ہے، زید کا قول صورت ثانیہ کے اعتبار سے صحیح ہے اور عمر کا قول صورت اولیٰ کے اعتبار سے صحیح ہے؟ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۲/۲۳)

۱۰ / باب ما يتعلق بالجنة والجهنم

جنت کہاں ہے؟

سوال [۱۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنت کس جگہ پر ہے؟ زمین پر ہے تو کس جگہ ہے؟ اور اگر آسمان پر ہے تو کون سے آسمان پر ہے؟

المستفتی: چیرمین تولہ خان پکھرولہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جنت ساتویں آسمان کے اوپر عرش الہی کے نیچے ہے، وہیں سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں اتارا گیا۔ (مستفاد: معارف القرآن، سورۃ النجم: ۱۵، مکتبہ اشرفی دیوبند ۸/۲۰۰)

قال ابن مسعود: الجنة في السماء السابعة العليا، والنار في الأرض السابعة السفلى. (فتح البيان ۹/ ۱۳۱، تفسیر قرطبی، سورۃ النجم: ۱۵، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/ ۹۶، روح المعانی، سورۃ النجم، تفسیر الآیۃ: ۱۵، مکتبہ زکریا ۲۷/ ۵۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ صفر ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۴۱۹)

جنت میں جانے والی سب سے پہلی خاتون

سوال [۱۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والی خاتون جنت کا کیا نام ہے؟ لکڑ ہارے کی بیوی یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا؟ عوام میں ایک کیسٹ عام طور سے بھجتی

رہتی ہے، جس میں اس طرح ہے کہ لکڑہارے کی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سواری کی رسی پکڑ کر چلے گی؛ اس لئے وہ پہلے جائے گی، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ قرآن یا احادیث کے ذخیرہ میں اس طرح کا کوئی واقعہ مذکور ہے یا نہیں؟ اور سب سے پہلے عورتوں میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جائیں گی یا نہیں؟

المستفتی: دلشاد احمد کسرول، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: لکڑہارے کی بیوی کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سواری کی رسی پکڑ کر جنت میں جانے کی جو باتیں خاتون جنت نامی رسالہ وغیرہ میں لکھی ہوئی ہیں، ان کا قرآن وحدیث اور فقہ کی کسی کتاب میں ثبوت نہیں ملتا ہے، وہ غیر معتبر کتابیں ہیں، جن میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں، ہاں البتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنت کی عورتوں کا سردار ہونا حدیث سے ثابت ہے۔

عن حذیفۃؓ قال: أتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج فاتبعته، فقال: ملک عرض لی استأذن ربہ أن یسلم علی، ویخبرنی أن فاطمة سیدة نساء أهل الجنة. (المصنف لابن أبی شیبۃ، موسسہ علوم القرآن ۱۷/ ۲۱۳، رقم: ۳۲۹۳)

وفي رواية البخاري: فقال: أما ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة، أو نساء المؤمنين؟ فضحكت لذلك. (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، النسخة الهندية ۱/ ۵۱۲، ف: ۳۶۲۴، رقم: ۳۴۹۶)

وفي رواية الترمذي: فاطمة سيدة نساء أهل الجنة. الحديث (جامع الترمذي، أبواب المناقب، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۲/ ۲۱۸، دار السلام رقم: ۳۷۸۱)

وفي مسند البزار: أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة. الحديث (مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۳/ ۱۰۲، رقم: ۸۸۵)

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

۱۴۲۰/۲/۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۱۲۴/۳۴)

ایک جنتی کو کتنی حوریں ملیں گی

سوال [۱۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے سنا ہے کہ جنت میں ایک ایک جنتی کو ستر ستر حوریں ملیں گی، کیا واقعی ایک جنتی کو ستر حوریں دی جائیں گی یا ایک ہی دنیا والی بیوی کی شکل تبدیل کر دی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”ترمذی شریف“ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایتِ رشدین بن سعد کے طریق سے مروی ہے: کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کے لئے اسی ہزار خدام اور بہتر بیویاں ہوں گی۔ اور دنیا کی ایک بیوی کی شکل ستر یا بہتر طریقے سے تبدیل ہونا کسی حدیث میں خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا۔

حدثنا سويد بن نصر، نا ابن المبارك، نا رشدین بن سعد، ثنی عمرو بن الحارث عن دراج عن أبي الهيثم عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أدنى أهل الجنة منزلة الذي له ثمانون ألف خادم، واثنان وسبعون زوجة. الحديث (ترمذي، أبواب صفة الجنة، باب ما جاء مالا دنی أهل الجنة من الكرامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۳، دار السلام، رقم: ۲۵۶۲، صحيح ابن حبان، دار الفکر ۶/ ۴۲۷، رقم: ۷۴۱۲)

وأزواجهم الحور العين. الحديث (مسلم شریف، کتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، النسخة الهندية ۲/ ۳۷۹ بیت الأفكار، رقم: ۲۸۳۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۷۷)

کیا انسان جنت میں چالیس سال تک متواتر صحبت کرتا رہے گا؟

سوال [۱۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مولوی صاحب تقریر فرما رہے تھے کہ جنت میں انسان چالیس سال تک متواتر صحبت کرتا رہے گا، پھر بھی ناکام نہیں ہوگا، اس کو سن کر دوسرے مولانا صاحب نے کہا یہ بات جو تم کہہ رہے ہو قرآن و حدیث کی روشنی میں بتاؤ تب مانیں گے، اس مسئلہ کو لے کر گاؤں کی فضاء مسموم ہے، صحیح مسئلہ بیان فرما کر رہنمائی فرمائیں، تاکہ گاؤں کا اختلاف ختم ہو جائے، ایک مولانا نے بیان کیا پانچ سو برس تک بھی صحبت کرتا رہے گا پھر بھی ناکام نہیں ہوگا، ان دونوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بیان کریں۔ اور یہ صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اختر سیلا تھان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”ترمذی شریف“ کی حدیث میں اتنا تو ہے کہ جنت میں آدمی کو سومر دیا سو بار جماع کی طاقت دی جائے گی؛ لیکن ایسا کہیں نظر سے نہیں گذرا کہ چالیس سال یا پانچ سو سال تک متواتر صحبت کرتا رہے اور ناکام نہ ہو۔

عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يعطي المؤمن في الجنة قوة كذا وكذا من الجماع، قيل: يا رسول الله! أو يطيق ذلك؟ قال: يعطي قوة مائة. (رواه الترمذي)

دونوں مقداروں کی تحدید مولوی صاحبان سے دریافت کریں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: الفقیر محمد ایوب النعمی غفرلہ

مورخہ ۱۸/ صفر ۱۴۱۵ھ، مطابق ۲۸/ جولائی ۱۹۹۴ء

تصدیق من جانب دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

مفتی محمد ایوب صاحب کا مذکورہ جواب صحیح ہے۔ اور ایک دن میں سو عورتوں سے استمتاع کرنے کی روایت ”المعجم الأوسط“ اور ”مسند البزار“ میں موجود ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي هريرة قال: قلنا: يا رسول الله! نفضي إلى نساءنا في الجنة؟ فقال: إي والذي نفسي بيده إن الرجل ليفضي في الغداة الواحدة إلى مائة عذراء. (المعجم الأوسط، دار الفكر ۱/ ۲۱۰، رقم: ۷۱۸، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۷/ ۲۱۱، رقم: ۱۰۰۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ صفر ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۸۵/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۲/ ۱۴۱۵ھ

جنت میں حورو بیوی سے ہمبستری و منی مذی کا حکم

سوال [۱۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنت میں حوروں اور بیویوں سے ہمبستری ہوگی یا نہیں؟ اور ملاقات کے وقت دنیا میں جو منی اور مذی کا خروج ہوتا ہے یہ ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسلم قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جنت کے اندر انسان کی ہر خواہش اور آرزو کو پورا کیا جائے گا، چنانچہ اگر حور یا بیوی سے جماع و ہم بستری کی خواہش ہوگی تو انسان کی یہ خواہش بھی پوری ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم جنت میں بھی دنیا کی طرح اپنی بیویوں سے استمتاع

(جماع وہم بسترى) کریں گے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مرد ایک ایک دن میں سو سو عورتوں سے ملے گا۔ الحدیث۔ لیکن یہ واضح رہے کہ دنیا کی طرح وہاں پر مٹی مٹی و گندگی وغیرہ کا خروج نہ ہوگا؛ کیوں کہ جنت گندگی اور تمام آلائش سے پاک جگہ ہے؛ بلکہ اگر انسان بیوی سے ملاقات کر کے بچہ کی خواہش کرے گا تو منٹ و سکند میں بچہ کی پیدائش اور اس کا بڑا ہونا عمل میں آجائے گا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قلنا یا رسول اللہ! نفیضی الی نسائنا فی الجنة کما نفیضی الیہن فی الدنیا؟ قال: ای والذی بیدہ، أن الرجل لیفنی فی الغداة الواحدة الی مائة عذراء. (التذکرۃ / ۵۶۱، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم ۱۷ / ۳۱۱، رقم: ۱۰۰۷۱، المعجم الأوسط، دارالفکر ۱ / ۲۱۰، رقم: ۷۱۸)

عن جابر بن عبد اللہ قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إن أهل الجنة يأكلون فیہا ویشربون ولا یتفلون، ولا یبولون، ولا یتغوطون، ولا یتمخطون، قالوا: فما بال الطعام؟ قال: جشاء، أرشح کرشح المسک. (التذکرۃ / ۵۶۱، مسلم شریف، باب فی صفات الجنة وأهلها.....، النسخۃ الہندیۃ ۲ / ۳۷۹، بیت الأفكار، رقم: ۲۸۳۵، ترمذی شریف، باب ماجاء فی صفۃ أهل الجنة، النسخۃ الہندیۃ ۲ / ۸۰، دارالسلام، رقم: ۲۵۳۷، ابن ماجۃ شریف، باب صفۃ الجنة، النسخۃ الہندیۃ ۲ / ۳۲۲، دارالسلام، رقم: ۴۳۳۳)

عن زید بن أرقم قال: قال رجل من أهل الكتاب: یا أبا القاسم، تزعم أن أهل الجنة يأكلون ویشربون، فقال: أجل والذی نفسی بیدہ إن أحدهم لیعطی قوة مائة رجل فی الأكل والشرب والجماع والشهوة، قال: الذی يأكل یكون له الحاجة؟ فقال: حاجة أحدهم عرق یخرج کریح المسک، فیضمربطنہ. (المعجم الأوسط، دارالکفر ۱ / ۴۶۷، رقم: ۱۷۲۲، سنن دارمی، دارالمغنی ۳ / ۱۸۶۵، رقم: ۲۸۶۷)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن إذا انتهى الولد في الجنة كان حملته ووضعته، وسنه في ساعة، كما يشتهي. (ترمذي شريف، أبواب صفة الجنة، باب ما جاء في أهل الجنة من الكرامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۴، دار السلام، رقم: ۲۵۶۳، التذكرة/ ۵۶۳، ابن ماجه شريف، أبواب الزهد، باب صفة الجنة، النسخة الهندية ۲/ ۳۲۳، دار السلام، رقم: ۴۳۳۸، تحفة الأحوذی، مكتبه اشرفیه دیوبند ۷/ ۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۳/ ۷۱۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۴/۱۴۲۲ھ

کیا جنت میں توالد و تناسل ہوگا اور ایک جنتی مرد کو کتنے مردوں کی طاقت دی جائے گی؟

سوال [۱۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنت میں توالد و تناسل ہوگا یا نہیں؟ اس قسم کی خواہشات کو ختم کر دیا جائے گا؟ ایک جنتی کو کتنے مردوں کی طاقت دی جائے گی؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: نثار احمد سابق پردھان، مقام فتح پور، پوسٹ مکلا پور، ضلع سیتاپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اہل جنت سب تیس سالہ نوجوان ہوں گے اور نہ توالد و تناسل ہوگا۔ یعنی جنت میں تیس سالہ یا تینتیس سالہ جوان کی طرح ہمیشہ صحت مندی رہے گی اور قوت جماع سومردوں کے برابر عطا کی جائے گی؛ لیکن اولاد کا توالد و تناسل اس طرح نہیں ہوگا جس طرح دنیا میں ہوتا ہے کہ اولاد پیدا ہو جائے، پھر ان اولاد کی اولاد پیدا ہو جائے، اس طرح نسل در نسل کے ذریعہ خاندان اور کنبہ پیدا ہو جائے یہ شکل جنت میں نہیں ہوگی، ہاں البتہ اگر کوئی جنتی اولاد کی خواہش ظاہر کرے گا تو آنا فانا حمل ٹھہر کر کے وضع حمل کے ساتھ اولاد پیدا ہو جائے گی، تاکہ جنت میں اس کی

آرزو پوری ہو جائے، مگر دنیا کی طرح اس کی اولاد کی اولاد پیدا نہیں ہوگی، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن إذا انتهى الولد في الجنة كان حملته ووضعته، وسنه في ساعة، كما يشتهي. (ترمذي شریف، أبواب صفة الجنة، باب ما جاء ما لادنى أهل الجنة من الكرامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۴، دارالسلام رقم: ۲۵۶۳، التذكرة/ ۵۶۳، ابن ماجه شریف، أبواب الزهد، باب صفة الجنة، النسخة الهندية ۲/ ۳۲۳، دارالسلام، رقم: ۴۳۳۸، مسند أبو يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۵۱، رقم: ۱۰۴۶، مسند أحمد ۳/ ۹، رقم: ۱۱۰۷۹، تحفة الأحوذی، مكتبه اشرفی دیوبند ۷/ ۲۰۴)

عن معاذ بن جبل أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يدخل أهل الجنة الجنة جردا مردا مكحليين أبناء ثلاثين أو ثلاث وثلاثين سنة. (ترمذي شریف، أبواب صفة أهل الجنة، باب ما جاء في سن أهل الجنة، النسخة الهندية ۲/ ۸۱، دارالسلام، رقم: ۲۵۴۵)

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تو والد و تناسل نہیں ہوگا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی طرح اولاد و اولاد کا سلسلہ نہیں ہوگا۔

عن أبي رزين العقيلي عن النبي صلى الله عليه وسلم أن أهل الجنة لا يكون لهم فيها ولد. (ترمذي، باب ما جاء ما لادنى أهل الجنة من الكرامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۴، دارالسلام، رقم: ۲۵۶۳)

اور سومردوں کی قوت ایک جنتی کو عطا کی جانے والی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يعطي المؤمن في الجنة قوة كذا وكذا من الجماع، قيل: يا رسول الله! أو يطيق ذلك؟ قال: يعطي قوة مائة أهل الجنة. (ترمذي شریف، أبواب صفة الجنة، باب ما جاء

فی صفة جماع أهل الجنة، النسخة الهندیة ۲/ ۸۰، دارالسلام، رقم: ۲۵۳۶، ومثله فی

سنن دارمی، دارالمغنی ۳/ ۱۸۶۵، رقم: ۲۸۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

۱۴۱۱/۱/۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۷۷)

مطلقہ اور کنواری لڑکی جنت میں کس کے ساتھ رہے گی؟

سوال [۱۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ہوں گی، تو اگر کسی مرد نے اپنی حیات میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر اس بیوی نے کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کیا، تو یہ عورت جنت میں کس کے ساتھ رہے گی؟ یا وہ بالغہ لڑکیاں جو شادی سے پہلے انتقال کر گئیں تو جنت میں کس کے ساتھ ہوں گی؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد مناظر احسن بھاگلپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایسی مطلقہ اور کنواری کو اللہ تعالیٰ اختیار دیں گے جس مرد کو پسند کرے گی اسی کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا۔ اور اگر کسی مرد کو پسند نہ کرے گی تو حوروں میں سے ایک کو مرد بنا کر اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا۔ (مستفاد: مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ۳/ ۱۵، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۳۳۸)

فی الغرائب: ولو ماتت قبل أن تتزوج، تخیر أيضا، إن رضیت بآدمي زوجته منه، وإن لم ترض فالله یخلق ذکرا من الحور العین، فیتزوجها منه، واختلف الناس فی المرأة التي یكون لها زوجان فی الدنيا لأیهما تكون فی الآخرة قیل تكون لآخرهما، وقیل: تخیر فتختار

ایہما شاء ت. (مجموعۃ الفتاویٰ ۱/ ۱۰۴، کراچی بحوالہ محمودیہ ڈابھیل ۱/ ۶۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۴/۲۵)

کیا مؤمنین کو جہنم میں عذاب نہیں ہوگا؟

سوال [۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عالم صاحب بتاتے ہیں کہ جن مؤمنوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ نعوذ باللہ۔ ان کو جہنم میں تکلیف نہیں ہوگی؛ البتہ ان کو جہنم میں ضرور ڈالا جائے گا گناہ سے پاک کرنے لئے؛ لیکن ان پر غشی طاری کر دی جائے گی، جیسا کہ بیمار شخص کو بیہوش کر کے آپریشن کیا جاتا ہے کہ بیمار کو کچھ پتہ نہیں چلتا ہے، اسی طرح مؤمنین کو جہنم کی تکلیف کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلے گا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مؤمنین کو اپنی بد اعمالیوں کی بنا پر جہنم میں ڈالا جائے گا، ان کو اس میں عذاب بھی ہوگا اور تکلیف بھی حتیٰ کہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ یہ حضرات جہنم میں جل کر کوئلہ کے مانند ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے لئے ان کی بد اعمالیوں کے بقدر سزا دینے کے بعد اپنی رحمت و فضل کے ذریعہ جنت میں داخل ہونے کا فیصلہ صادر فرمائیں گے؛ لہذا مذکورہ عالم صاحب کا یہ کہنا کہ تکلیف نہیں ہوگی حدیث کی رو سے صحیح نہیں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: يعذب ناس من أهل التوحيد في النار حتى يكونوا فيه حمما، ثم تدرّكهم الرحمة، فيخرجون ويطرحون على أبواب الجنة، قال: فيرش عليهم أهل الجنة

الماء فينبتون كما ينبت الغشاء في حمالة السيل، ثم يدخلون الجنة. (ترمذي، أبواب صفة جهنم، باب ما جاء أن للنار نفسين، ومن يخرج من النار من أهل التوحيد، النسخة الهندية ۲/ ۸۷، دارالسلام، رقم: ۲۵۹۷)

وفي رواية: من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان فأخرجوه، فيخرجون وقد امتحشوا وعادوا حمما، فيلقون في نهر الحياة. (بخاري شريف، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، النسخة الهندية ۲/ ۹۷۰، رقم: ۶۳۱۱، ف: ۶۵۶۰، مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار، النسخة الهندية ۱/ ۱۰۴، بيت الأفكار، رقم: ۱۸۴، صحيح ابن حبان، دارالفكر ۱/ ۱۴، رقم: ۱۸۲)

عن أنس أن النبي ﷺ قال: ليصين أقواما سفع من النار بذنوب أصابوها عقوبة. (صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب ماجاء في قول الله: "إن رحمة الله قريب من المحسنين" النسخة الهندية ۲/ ۱۱۱۰، رقم: ۷۱۵۰، ف: ۷۴۵۰، مشكوة شريف، كتاب الفتن، باب الحوض والشفاعة ۹۲، رقم: ۵۳۳۸)

وأهل الكبائر من أمة محمد ﷺ في النار لا يخلدون إذا ماتوا وهم موحدون - إلى - وإن شاء عذبهم في النار بعد له، ثم يخرجهم منها برحمته وشفاعة الشافعين من أهل طاعته، ثم يبعثهم إلى جنته. (شرح العقيدة الطحاوية، دارالكتب العلمية بيروت / ۳۶۹ - ۳۷۰) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷/۸/۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۱۴)

کیا جہنمیوں کا لباس کالا ہوگا؟

سوال [۱۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کالالباس پہننا جائز ہے یا نہیں؟ کیا جہنیوں کالالباس کالا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کالالباس پہننا جائز ہے؛ لیکن جب وہ کسی جماعت فساق یا کفار کا شعار بن جائے جیسا کہ محرم میں روافض کالالباس پہنتے ہیں؛ لہذا کالالباس پہننا ان کا شعار جیسا ہو گیا ہے؛ اس لئے اس سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت: ”سرایلہم من قطران“ کے تحت مفسرین نے یہ صراحت کی ہے کہ جہنیوں کالالباس کا لے رنگ کا ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۹/۲۶۵، کفایت المفتی زکریا ۱۵۹/۹، جدید زکریا مطول ۱۲/۳۱۳)

سرایل: جمع سربال، وهو القميص ”من قطران“ وهو عصارة تطبخ به الإبل الجربی، فيحرق الجرب لحدته، وهو أسود منتن يشتعل فيه النار بسرعة يطلی به جلود أهل النار حتى يكون طلاوة لهم كالقميص لیجتمع علیهم لدغ القطران، ووحشية لونه، ونتين ریحہ مع إسراع النار في جلودهم. (تفسیر مظہری، سورة إبراهيم: ۴۹، مکتبہ زکریا قدیم ۱۵۰/۵، جدید ۲۸۷/۵، حاشیہ جلالین/ ۲۱۰)

وقص الشارب أمارۃ أهل السنة والجماعة، وتركه أمارۃ الرفض، وكذا لبس السواد. (بزازیۃ علی الہندیۃ، کتاب السیر، الفصل الثالث: فی الحظر والإباحۃ، زکریا جدید ۱۷۲/۳، وعلی ہامش الہندیۃ ۶/۳۱۱)

ویکمرہ للرجل تسوید الثوب. (مجموعۃ الفتاویٰ ۴/۳۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

رجسٹر خاص

نابالغی میں وفات پانے والی اولاد والدین کی سفارشی ہوگی

سوال [۱۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے مرجائیں تو وہ اپنے مسلمان والدین کو جنت میں لے جائیں گے، کیا اس بارے میں کوئی حدیث شریف ہے یا یہ من گھڑت کہانی ہے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کی تین اولادیں فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اور یہی بات دو بچے اور ایک بچے کے انتقال کر جانے کی صورت میں بھی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

قال رسول الله ﷺ: من دفن ثلاثة فصبر عليهم واحتسبهم وجبت له الجنة، فقالت أم أيمن: أو اثنين؟ فقال: من دفن اثنين فصبر عليهما واحتسبهما وجبت له الجنة، فقالت أم أيمن: وواحد؟ فسكت وأمسك، ثم قال: يا أم أيمن! من دفن واحدا فصبر عليه احتسب وجبت له الجنة. (المعجم الأوسط، دار الفكر ۲/ ۵۴، رقم: ۲۴۸۹، المعجم الكبير، دار احياء التراث العربي ۲/ ۲۴۵، رقم: ۲۰۳۰، ومثله في صحيح ابن حبان، دار الفكر ۴/ ۲۶۲، رقم: ۲۹۳۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۴/۱۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۸۸۶)

اولادِ مشرکین کا حکم

سوال [۱۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلموں کے بچے چھ سال کی عمر سے پہلے یا بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر جائیں، تو وہ جنتی ہیں یا جہنمی؟ اگر جنتی ہیں تو کیوں؟ اور جہنمی ہیں تو کیوں؟

المستفتی: جمال احمد کندرکی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ان کے بارے میں علماء نے مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں اور ان میں سے دو قول درج کئے جاتے ہیں:

(۱) وہ اعراف میں رہیں گے، نہ جنت میں جائیں گے اور نہ ہی جہنم میں جائیں گے؛ بلکہ درمیان میں اعراف نامی جگہ پر رہیں گے۔

(۲) وہ جنت میں جائیں گے اور اہل جنت کے خدام بنیں گے۔ علماء کے اقوال میں رائج یہی قول معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے، اہل جنت کے خدام بنیں گے، جیسا کہ بعض روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔

عن سمرة بن جندب رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن أطفال المشركين، فقال: هم خدام أهل الجنة. (مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۰ / ۳۸۴، رقم: ۴۵۱۶)

السادس: أنهم في الجنة، قال النووي: هو المذهب الصحيح المختار الذي صار إليه المحققون لقوله تعالى: 'وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا'. [الإسراء: ۱۵] وإذا كان لا يعذب العاقل لكونه لم تبلغه الدعوة، فلأن لا يعذب غير العاقل من باب الأولى. (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب

ما قيل في أولاد المشركين، ذكرها ۶ / ۲۹۳، رقم: ۱۳۸۳، دار إحياء التراث العربي ۸ / ۲۱۳)

قيل: من أهل الجنة نظرا إلى أصل الفطرة، وقيل: إنهم خدام

أهل الجنة، وقيل: إنهم يكونوا بين الجنة والنار. (مرقاۃ المفاتیح، باب الإیمان بالقدر، الفصل الثانی، حکم أطفال المشرکین، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۱/ ۱۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/۱ زلیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۲۱۷)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۱/۲۱

غیر مسلموں کے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟

سوال [۱۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: غیر مسلم لوگوں کے بچے مرتے ہیں، تو کیا ان کے بچے بھی جہنم میں جائیں گے، یا جنت میں جائیں گے؟

المستفتی: محمود محمدی، مقام شامی مسجد پوسٹ انجمن گاؤں، ضلع جل گاؤں، مہاراشٹر
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: رائج قول کے مطابق غیر مسلم کے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے اور اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

هم خدام أهل الجنة الخ. (الدر المختار، باب صلاة الجنابة، زکریا ۳/ ۸۲، کراچی ۱۹۲/۲)

عن يزيد قال: قلنا لأنس: يا أبا حمزة! ما تقول في أطفال المشرکین؟ فقال: قال رسول ﷺ: لم تكن لهم سيئات فيعاقبوا بها، فيكونوا من أهل النار، ولم تكن لهم حسنات فيجاوزا بها فيكونوا من ملوك أهل الجنة، هم خدم أهل الجنة. (مسند أبي داؤد الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۳۳، رقم: ۲۲۲۵، ومثله في المعجم الأوسط، دارالفکر ۴/ ۱۰۲، رقم: ۵۳۵۵، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴/ ۳۹، رقم: ۷۴۶۶، ۱۰/ ۳۸۴، رقم: ۴۵۱۶)

والثالث: وهو الصحيح الذي ذهب إليه المحققون: أنهم من

أهل الجنة، ويستدل له بأشياء منها حديث إبراهيم الخليل صلى الله عليه وسلم حين رآه النبي صلى الله عليه وسلم في الجنة وحوله أولاد الناس، قالوا: يا رسول الله! وأولاد المشركين، قال: وأولاد المشركين. (المنهاج للنوي على مسلم مكمل / ۱۸۸۲، وحاشية النووي على مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة، مكتبه دارالسلام سهارنپور / ۳۳۷، ومثله في فتح الباري، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، مكتبه دارالريان / ۳ / ۲۹۱، أشرفيه ديوبند ۳ / ۳۱۵، عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، رقم الحديث: ۱۳۸۳، مكتبه دار إحياء التراث العربي / ۸ / ۲۱۳، زكريا / ۶ / ۲۹۳، مرقاة، باب الإيمان بالقدر، الفصل الثاني: حكم أطفال المشركين، مكتبه إمداديه ملتان ۱ / ۱۸۱) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ / رجب ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸ / ۲۷۸)

غیر مسلم کے نابالغ بچے جنتی ہیں یا جہنمی؟

سوال [۱۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، خواہ وہ ہندو کا بچہ ہو یا مسلمان کا، تو جب ہندو کا نابالغ بچہ انتقال کرتا ہے، تو قبر، حشر، دوزخ و جنت میں اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ ذرا تفصیلی اور مدلل جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: سخاوت حسین، بقلم محمد اسلم غفرلہ، شریف نگر، ضلع مراد آباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غیر مسلم کے نابالغ بچوں کے بارے میں حضرات محدثین کے مختلف اقوال ہیں، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کے بارے میں خاموشی

اختیار کرنا ہی بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کی جو بھی مرضی ہوگی وہی معاملہ فرمائیں گے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں جائیں گے؛ اس لئے کہ جب حضور ﷺ معراج تشریف لے گئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی، تو حضور ﷺ نے ان کے ارد گرد مشرکین کی اولاد کو بھی دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں جائیں گے۔

فذراري المشركين - إلى قوله - وأما الآخرة فموكول أمرهم إلى علم الله تعالى بهم - إلى قوله - والصحيح أنهم من أهل الجنة، واستدل عليه بأشياء: منها حديث إبراهيم الخليل عليه الصلوة والسلام حين رآه النبي ﷺ وحوله أولاد الناس، قالوا: يا رسول الله! وأولاد المشركين؟ قال: وأولاد المشركين. (مرقاۃ، باب الإیمان بالقدر، الفصل الثانی، حکم أطفال المشرکین، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۱/ ۱۸۱)

ثامنہا أنهم في الجنة قال النووي: وهو المذهب الصحيح المختار الذي صار إليه المحققون لقوله تعالى: وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً. (فتح الباري، کتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، تحت رقم الحديث: ۱۳۸۳، مکتبہ دار الریان بیروت ۳/ ۲۹۱، أشرفیہ دیوبند ۳/ ۳۱۵، ومثله في عمدة القاري، کتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، مکتبہ دار إحياء التراث العربی ۸/ ۲۱۳، زکریا ۶/ ۲۹۳، حاشیۃ النووي علی مسلم ۲/ ۳۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۷۹/۲۸)

مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے والا شخص جنتی ہے یا جہنمی؟

سوال [۱۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حدیث شریف میں ہے: ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والے کو موت ہی جنت میں جانے سے روکتی ہے اور جو شخص ہر رات سورۃ الملک تلاوت کرے وہ عذاب قبر سے بچ جاتا ہے اور جس کا آخری کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہو وہ جنت میں جائے گا۔

اب کوئی شخص نماز وغیرہ کی پابندی کرے اور دیگر اعمال حسنہ بھی کرے اور مذکورہ اعمال بھی کرے؛ لیکن بدقسمتی سے مرتے وقت کلمہ نہ پڑھ سکے، جیسے آج کل ہوائی جہاز کا گر جانایا کار حادثہ میں مرجانا وغیرہ ہے۔ اور ایک شخص نماز وغیرہ کی پابندی نہ کرے اور دیگر کاموں میں بھی سستی کرے؛ لیکن مرتے وقت کلمہ پڑھ کر مرے تو دونوں میں عمل اور خاتمہ کے اعتبار سے کون افضل ہے اور دونوں کا حکم کیا ہے؟

المسفتی: حبیب اللہ تاج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ ﷺ کا فرمان: من قال لا إله إلا الله دخل الجنة“ سے مراد یہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ اقرار تو حید و رسالت کر کے پوری زندگی ایمان پر اور طاعت خداوندی پر باقی رہا ہو، آپ کی مراد یہ نہیں ہے کہ صرف مرتے وقت جس کو کلمہ نصیب ہو گیا وہی شخص جنت میں جائے گا، آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے تو مسئلہ مذکورہ میں دونوں شخص کا حکم یکساں ہوگا۔

والشرط: أن يقول: لا إله إلا الله، واستمر عليه؛ فإنه يدخل الجنة وإن لم يذكره عند الموت؛ لأنه لا فرق بين الإسلام النطقي وبين الحكمي المستصحب، وأما أنه إذا عمل أعمالا سيئة فهو في سعة رحمة الله مع

مشیتہ۔ (عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، مکتبہ دارالریان للتراث، بیروت ۳/۸، فتح الباری ۳/۱۰۹، بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الجنائز ۱/۱۶۵)

اور رہا دونوں کا حکم تو اگر دونوں کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے، تو اللہ نے چاہا تو دونوں ابتدا ہی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے یا اپنے اعمال سیئہ کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔

ویحتمل أن یکون المراد بقوله: ”دخل الجنة“ صار إليها إما ابتداء من أول الحال، وإما بعد أن يقع ما يقع من العذاب. (فتح الباری ۳/۱۱۱، عمدۃ القاری ۵/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۹۳/۳۳)



۱۱ / باب ما یتعلق بالملائکۃ والجن

حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کے نام

سوال [۱۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اصل نام کیا ہے؟ اسی طرح حضرت میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کے اصل نام کیا کیا ہیں؟، اس بارے میں حدیث و تفسیر میں کوئی صراحت منقول ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عبید اللہ بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن، کتب تفسیر و حدیث میں ان چاروں فرشتوں کے مختلف اصل نام منقول ہیں، جن میں سے زیادہ رائج حسب ذیل ہیں:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اصل نام: عبید اللہ ہے، جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے تعلیقاً اور مسند احمد بن حنبل میں موقوفاً اور تفسیروں کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا اصل نام: عبید اللہ ہے، جیسا کہ امام التفسیر امام قرطبی نے اس پر مفسرین کا اجماع نقل فرمایا ہے۔

هذا قول ابن عباس، وليس له في المفسرين مخالف.

البتہ علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ نے ”عمدة القاری“ میں عبد الرزاق نام ہونا بھی نقل فرمایا ہے۔ اور اسرافیل علیہ السلام کے اصل نام کے بارے میں دو قول منقول ہیں:

(۱) عبد الرحمن (۲) عبد الخالق جن میں سے عبد الرحمن اصل نام ہونا زیادہ رائج معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ اس کو بعض مفسرین نے مرفوعاً اور بعض نے موقوفاً نقل فرمایا ہے۔ اور عبد الخالق نام ہونے کی صراحت علامہ عینی نے عمدة القاری میں تحریر فرمائی ہے۔

اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا اصل نام: عبد الجبار ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیے:

أخرج الإمام البخاري تعليقا: قال عكرمة: جبر، وميك،
وسراف، عبد إيل الله. (صحيح البخاري، التفسير، باب من كان عدوا لجبرئيل،
النسخة الهندية ۲/ ۶۴۳، رقم: ۴۲۹۴، ف: ۴۴۷۸)

عن محمد بن عمرو بن عطاء، قال: قال لي علي بن حسين: اسم
جبريل عليه السلام: عبدالله، واسم ميكائيل عليه السلام: عبيدالله.
(مسند أحمد بن حنبل ۵/ ۱۵، ۱۶، رقم: ۱۰۴۳۸)

قال المارودي: إن جبريل وميكائيل اسمان: أحدهما عبدالله
والآخر عبيد الله؛ لأن إيل هو الله تعالى، وجبر هو عبد، وميك هو عبيد،
فكان جبريل عبدالله، وميكائيل عبيد الله، هذا قول ابن عباس رضي الله
عنه، وليس له في المفسرين مخالف. (تفسير قرطبي، تحت تفسير من سورة
البقرة: قل من كان عدوا لجبريل - دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۸، وهكذا في الدر
المثور، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۷۶، عمدة القاري دار إحياء التراث العربي ۱/ ۷۱،
۱۸/ ۸۹، زكريا ۸/ ۲۰۹)

ورأيت في أثناء مطالعتي في الكتب وواسم ميكائيل:
عبدالرزاق واسم إسرافيل: عبد الخالق واسم عزرائيل:
عبد الجبار. (عمدة القاري، دار إحياء التراث العربي، قديم ۱/ ۱۸۲)

وأخرج الديلمي عن أبي أمامة، قال: قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم: اسم جبريل: عبدالله، واسم إسرافيل: عبدالرحمن،
وأخرج ابن جرير، وأبو الشيخ في العظمة عن علي بن حسين قال:
واسم إسرافيل: عبدالرحمن. (الدر المنثور، تحت تفسير الآية من سورة البقرة،
”قل من كان عدوا لجبريل“: ۹۸، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۷۶)

وروى الطبري من طريق علي بن حسين، قال: اسم جبريل:

عبداللہ، ومیکائیل: عبید اللہ، یعنی بالتصغیر، وإسرافیل: عبدالرحمن.
(عمدۃ القاری، التفسیر، باب من کان عدواً للجبریل، دار احیاء التراث العربی ۸/ ۸۹،
زکریا ۸/ ۲۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۳۸/۴۱)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۲/۱۴۳۶ھ

کس آسمان پر کس فرشتے کی ڈیوٹی ہے؟

سوال [۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: سات آسمانوں میں کون کون سے فرشتوں کی ڈیوٹی ہے؟ کون کون سے
فرشتے رہتے ہیں؟

المستفتی: حافظ عبدالرزاق، ڈھکہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن وحدیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین پر اپنے نظام کے تحت فرشتوں کو مقرر
فرما رکھا ہے؛ لیکن ان فرشتوں کا نام اور ان کی تعداد کا ذکر نہیں ملتا۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ. وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ
شَيْطَانٍ رَجِيمٍ. [سورة الحجر: ۱۷]

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. [سورة البقرة: ۱۰۷]
وَكَذَلِكَ نُرَى إِبْرَاهِيمَ مَلِكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. [الأنعام: ۷۵] فقط واللہ
سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۷۷۷۰)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

ملک الموت کی روح کون قبض کرے گا؟

سوال [۲۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: روح قبض کرنے والے فرشتوں کی روح کون قبض کرے گا؟

المستفتی: حافظ عبدالرزاق ڈھکے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: روح قبض کرنے والے فرشتوں کو اخیر میں اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اپنی روح خود ہی قبض کر لیں گے۔

فیقول: من بقي من خلقي؟ فيقول: سبحانه ربي تباركت وتعاليت، بقي جبرئيل وملك الموت، فيقول: مت ملك الموت،

فيموت. (تفسير الخازن، سورة النمل، تحت رقم الآية: ۸۷، مكتبه دار المعرفة بيروت ۳/ ۲۹۴، مدارك ۴/ ۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷ھ/۲/۳

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۷۰۷۷)

کیا حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبرئیل دنیا میں تشریف لائے ہیں؟

سوال [۲۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے بعد بھی کسی کے پاس تشریف لائے ہیں یا نہیں؟ اور لائیں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قصص الانبیاء مترجم، مطبع قیومی ص: ۳۰۶ میں دس مرتبہ دس چیزوں کو اٹھالے جانے کے لئے تشریف لانے کا ذکر موجود ہے، کسی شخص کے

پاس آنے کا ثبوت کہیں نہیں۔ اور ”احیاء العلوم“ للإمام غزالی ۲/ ۲۶۲ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کی وفات کے وقت آخری بار تشریف لاکچے ہیں، دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ نیز علامہ سیوطی کی ”خصائص کبریٰ“ میں بھی یہی صراحت ہے کہ وفات نبوی کے بعد دوبارہ کسی انسان کے لئے تشریف نہیں لائیں گے، یہی روایت زیادہ قوی ہے۔

فقال جبرئیل علیہ السلام: علیک یا رسول اللہ هذا آخر موطئ الأرض. الخ (خصائص کبریٰ ۲/ ۲۷۳، باب إختصار النبی ﷺ)

قالت: وجاء جبرئیل فقال: السلام علیکم یا رسول اللہ! هذا آخر ما أنزل فیہ إلى الأرض أبدا طوی الوحی، وطویت الدنیا وما کان لی فی الأرض حاجة غیرک، وما لی فیہ حاجة إلا حضورک، ثم لزوم موقف. الخ (احیاء العلوم للإمام غزالی ۴/ ۲۶۲)

لہذا حضرت جبرئیل علیہ السلام دنیا میں حضور ﷺ کے بعد دوبارہ کسی کے پاس نہیں آئیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۱۰۶/۲۶)

کیا کسی بزرگ کو خواب میں حضرت جبرئیل کا پانی پلانا صحیح ہے؟

سوال [۲۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی دیندار متقی پرہیزگار شخص یہ کہے کہ فلاں رات مجھ کو پیاس لگ رہی تھی کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، آپ نے مجھے پانی پلایا اور فرمایا: کہ حق تعالیٰ شانہ تجھ سے راضی ہے، تو کیا اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟

کیا اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی؟ کیا اس کو ولی سمجھا جائے گا؟ کیا اس کے ہاتھوں صادر ہونے والی اچنبھے کی باتوں کو کرامات سمجھا جائے گا؟

المستفتی: منجانب الائنٹ وائچ کمپنی سرائے حکیم، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کرامات اولیاء کو کہ حق ہیں، شریعت میں ان کا ثبوت ہے؛ لیکن شیطان کی شرارت بھی حق ہے اور اولیاء اللہ کی کرامت اور شیطان کی شرارت میں امتیاز اور فرق کرنا بہت مشکل کام ہے، جس پر ہر شخص قادر نہیں، سوال میں جس شخص کے متعلق خواب کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، یہ جہالت اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اور یہ شخص شیطان کے فریب میں پھنسا ہوا ہے، خواب میں حضرت جبریل علیہ السلام کی شکل میں شیطان کو دیکھا ہے، فرشتہ کو نہیں، اس طرح کی باتوں کو کرامات سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ اس طرح کی باتیں کرنے والا شخص ولی ہو سکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱/ ۱۵، جدید زکریا ۳/ ۳۷)

و کرامات الأولیاء حق، هو العارف بالله تعالیٰ وصفاته حسب ما يمكن، المواظب على الطاعة، المجتنب عن المعاصي، المعرض عن إنهماك في اللذات والشهوات، و کرامته ظهور أمر خارق للعادة من قبله غیر مقارن لدعوى النبوة، فما لا يكون مقرونا بالإيمان والعمل الصالح يكون استدار جا. (شرح عقائد، مبحث کرامات الأولیاء حق، مکتبہ نعیمیہ دیوبند ۱/ ۴۴، شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب فی کرامات الأولیاء حق، کراچی ۳/ ۵۵۱، زکریا ۶/ ۴۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۳۰۰)

کیا حضرت جبرئیل کا کسی مریض کو پانی پلانا ممکن ہے؟

سوال [۲۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک کتاب میں پڑھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور ایک مریض کو پانی پلا کر گئے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل کسی آدمی کو پانی پلائیں یا کسی مریض کو پانی پلائیں؟

المستفتی: مولوی سلامت اللہ مدرس مدرسہ تعلیم القرآن شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا بعض حدیث شریف سے ثابت ہے، مگر کسی شخص کو خاص طور پر پانی پلانے کے لئے تشریف لانا ثابت نہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان ليلة القدر نزل جبرئيل في كبكبة من الملائكة. (شعب الإيمان، باب الصيام، في ليلة العيد ويومهمما، مكتبة دار الكتب العلمية ۳/ ۳۴۳، رقم: ۳۷۱۷، مشكوة، كتاب الصوم، باب ليلة القدر، مكتبة أشرفي ديوبند ۱/ ۱۸۲، رقم: ۱۹۸۹)

تنزل الملائكة والروح فيها بإذن ربهم، قال: الروح: جبرئيل من كل أمر سلام. (الدر المنثور، سورة القدر: ۴، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت ۶/ ۶۳۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۵/۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰۴۵/۳۱)

کیا کسی ولی یا بزرگ کے پاس حضرت جبرئیل آسکتے ہیں؟

سوال [۲۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغمبروں کے پاس اللہ کا پیغام لاتے تھے، کیا کسی بزرگ اللہ کے ولی کے پاس کوئی حاجت ضرورت پوری کرنے کے لئے حضرت جبرئیل تشریف لا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک بہت معتبر عالم کی کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ وہ دو بھائی تھے، ایک بیمار تھے، بیمار نے دوسرے سے پانی طلب کیا، جب وہ پانی لائے تو بیمار بھائی نے کہا کہ میں پانی پی چکا، بھائی نے معلوم کیا پانی کون لایا؟ فرمایا: جبرئیل آئے تھے اور مجھے پانی پلا کر گئے، تو کیا پیغمبروں کے علاوہ لوگوں کے پاس جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں؟ اس سلسلہ میں مسلمانوں کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟

المستفتی: فخر الاسلام شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جبرئیل امین علیہ السلام کا غیر نبی کے پاس آنا اور اس کی خدمت کرنا احقر کو کسی معتبر کتاب میں نہیں ملا، جس معتبر عالم کی کتاب کا آپ نے حوالہ پیش کیا ہے وہ کتاب خود دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ کن بات کہی جاسکتی ہے؛ بلکہ ہمیں اس کے خلاف روایت ملی ہے۔

فقال جبرئیل علیہ السلام: یا رسول اللہ! هذا آخر موطنی الأرض. الخ (خصائص کبریٰ ۲/ ۱۲۷۳)

وجاء جبرئیل، فقال: السلام علیک یا رسول اللہ! هذا آخر ما أنزل فیہ الی الأرض أبدا طوی الوحي وطویت الدنیا، وما کان فی الأرض حاجة غیرک، وما لی منه حاجة إلا حضورک، ثم لزوم موقف. (إحياء العلوم ۴/ ۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۸/ رجب ۱۴۱۲ھ

۲۸/ ۴/ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۴۲)

جناتوں کا انسانوں پر سوار ہونا

سوال [۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک عورت جس پر کچھ آسیبی خلل بتایا جاتا ہے، بسا اوقات جھوم جھوم کر طرح طرح کی بکواس کرتی ہے، اس پر زندہ اور مردہ لوگ سوار ہوتے ہیں، کبھی کہتی ہے کہ میں فلاں حافظ صاحب ہوں، کبھی فلاں قاری صاحب کا نام لیتی ہے، اسی طرح مختلف لوگوں کے بارے میں بتاتی ہے کہ فلاں ہوں، نیز کبھی فلاں مسجد کا جنات بتاتی ہے، مزید براں لوگوں سے کہتی ہے کہ تمہاری لڑکی کو فلاں نے کچھ کھلا پلا دیا ہے، اسی وجہ سے وہ بیمار رہتی ہے، ان بیہودہ بکواس کی وجہ سے دو بھائیوں میں سخت دشمنی ہو گئی ہے، ایک ان میں سے ان تمام حرکتوں کو ڈھونگ کہتا ہے، دوسرا اس کا مصدق ہے، چنانچہ ایک بھائی کی لڑکی کو پیٹ میں کچھ درد محسوس ہوا، ایک نام نہاد عامل کو بلایا گیا، اس کے جھاڑ پھونک کی وجہ سے بھی لڑکی کو کوئی فائدہ نہیں ہوا، پاس میں مذکورہ بالا آسیب زدہ عورت بیٹھی تھی، اچانک جھومنے لگی، بکواس کرتے ہوئے بولی: کہ تمہاری لڑکی کو فلاں حافظ صاحب کی عورت نے تعویذ پلا دیا ہے؛ اس لئے وہ بیمار ہے، اس پر مزید ہنگامہ ہو گیا، یہاں تک کہ دونوں بھائی آپس میں لڑ پڑے، اس کے بعد معاملہ شدت اختیار کر گیا، اب بیحد خطرناک موڑ پر پہنچ گیا ہے، آپسی دشمنی حد سے متجاوز ہو چکی ہے، ایک روز دونوں فریق مزید دوسرے لوگ جمع ہوئے، تعویذ کرنے والے کو اور اس عورت کو بلایا گیا، عامل سے کہا گیا کہ تم آسیب کو حاضر کرو؛ لیکن دو گھنٹہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد بھی وہ کوئی آسیب یا جنات حاضر نہ کر سکا، آخر کار جب نامراد ہو گیا تو اپنے ڈھونگ اور مکر کا اعتراف کرتے ہوئے لوگوں سے معافی تلافی کی درخواست کرنے لگا، خیر اس وقت بھی معاملہ رفع دفع ہو گیا؛ لیکن بعد میں جب سارے لوگ منتشر ہو گئے، تو پھر وہی عورت بکواس کرنے لگی اور کہا کہ فلاں قاری صاحب نے بندش کروادی تھی؛ اس لئے جنات

حاضر نہ ہو سکا وغیرہ۔ ان تمام باتوں کو لے کر اب صورت حال نہایت کشیدہ ہے؛ لہذا سوال طلب امر یہ ہے کہ اس طرح سو فیصد جھوٹی آپس میں فساد برپا کرانے والی اور بہتان تراشی کرنے والی عورت اور اس کی باتوں کو سچ سمجھ کر برسرِ پیکار لوگوں پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۲) کیا یہ صحیح ہے کہ کوئی زندہ یا مردہ انسان کسی کے اندر جذب ہو کر بول سکتا ہے؟
(۳) ایسے ڈھونگی غیر مشرع، جھوٹے اور لوگوں کو ورغلا کر پیسہ وصول کرنے والے عامل کے لئے (جس کی وجہ سے بہت سے گھر تباہ ہو رہے ہیں اور آپس میں بغض و عداوت اور نفرت نے جنم لیا ہے) شرعی فیصلہ کیا ہے؟ غور فرما کر مفصل جواب عنایت فرمائیں، تاکہ فتنہ کا سد باب ہو سکے اور عداوت دور ہو۔

المستفتی: قاری احمد علی استاذ حفظ مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جناتوں کا انسانوں پر مسلط ہونا ممکن ہے، جیسا کہ واقعات متواترہ سے پتہ چلتا ہے، جناتوں میں بعض تو شریر اور بعض نیک صالح بھی ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اس عورت پر کوئی خبیث جن مسلط ہو کر طرح طرح کی جھوٹی بکواس کرتا ہو اور اس قسم کی جھوٹی مکر و فریب اور بہتان تراشی کی باتیں بکتا ہو؛ لہذا ایسی مکر و فریب کی باتوں سے چھٹکارا اور نجات حاصل کرنے کے لئے آسان راستہ یہ ہے کہ اس عورت کی بیہودہ اور شیطانی حرکتوں پر کوئی توجہ نہ دی جائے؛ بلکہ ان باتوں کو خیال میں نہ لاتے ہوئے رعیت اخوت کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جائے، محض خبیث اور شریر جناتوں کی غیر حقیقت اور موہومہ باتوں کو لے کر آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونا اور تناؤ پیدا کرنا عقل و دانش کے خلاف ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۳۲۵، جدید ڈابھیل ۲۰/ ۲۹، کفایت المفتی قدیم ۹/ ۶۰، جدید زکریا

أن رسول الله ﷺ قال: لا تبغضوا، ولا تحاسدوا، ولا تدابروا،
وكونوا عباد الله إخوانا. (بخاري شريف، كتاب الأدب، باب الهجره، مكتبه

دارالسلام، سہارنپور ۲/ ۸۹۷، رقم: ۵۸۳۹، ف: ۶۰۷۶)

(۲) کوئی زندہ یا مردہ انسان کسی دوسرے کے اندر جذب کر کے بول نہیں سکتا؛ البتہ
جنات انسان میں حلول کر کے بول سکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۳۴۵، جدید ۲۰/

۸۷، امداد الفتاویٰ ۵/ ۴۱۶، فتاویٰ رشیدیہ قدیم: ۱۱۲، جدید زکریا: ۸۵)

وأما قول من قال: إن أرواح المؤمنين في عليين في السماء
السابعة، وأرواح الكفار في سجين في الأرض السابعة، فهذا قول قاله
جماعة من السلف والخلف، ويدل قول النبي ﷺ اللهم الرفيق الأعلى،
وقد تقدم حديث أبو هريرة أن الميت إذا خرجت روحها عرج بها إلى

السماء حتى ينتهي بها السماء السابعة التي فيها عز وجل. (الروح/ ۱۷۷)

(۳) اگر تعویذ کرنے والا ناواقف، ڈھونگی اور لوگوں کو دھوکہ دے کر پیسہ وصول کرتا ہے، تو یہ
سراسر ناجائز اور حرام ہے، اس قسم کے لوگ عموماً دھوکہ باز، جعل ساز اور جھوٹے ہوتے ہیں؛
اس لئے ایسے لوگوں سے بچنا اور پرہیز کرنا زیادہ بہتر اور باعث عافیت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ
محمودیہ قدیم ۵/ ۱۶۷، جدید ڈبھیل ۲۰/ ۶۴، کفایت المفتی قدیم ۹/ ۵۹، جدید زکریا ۹/ ۷۹)

من غشنا فليس منا. الحديث (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب قول النبي

ﷺ: من غشنا فليس منا، مكتبه إتحاد ديوبند ۱/ ۷۰، بيت الأفكار، رقم: ۱۰۱، سنن أبوداؤد،

كتاب البيوع، باب النهي عن الغش، النسخة الهندية ۲/ ۴۸۹، رقم: ۳۴۵۲، سنن دارمي، كتاب

البيوع، باب في النهر عن الغش، مكتبه دارالمغني بيروت ۳/ ۱۶۵۵، رقم: ۲۵۸۳، مسند البزار،

مكتبة العلوم والحكم ۱۲/ ۲۳۷، رقم: ۵۹۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷/ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۷۲/۳۳)

بزرگان دین کا انتقال کے بعد لوگوں پر سوار ہونا

سوال [۲۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے یہاں بعض عورتوں و مردوں پر بابا، مثلاً حاجب شاہ و حضرت خواجہ وغیرہم سوار ہوتے ہیں، پھر ماضی و حال و مستقبل کے خبر دینے لگتے ہیں اور ماشاء اللہ خبریں ستر فیصد صحیح ہوتی ہیں، کیا یقیناً بزرگان دین آکر سوار ہو جاتے ہیں؟ (سوانح قاسمی ۱/ ۳۳۲) نیز آیت: لا تسمع الموتی الایۃ (سورہ روم، پ: ۲۱) وحدیث: ”نم کنوم العروس“ کا مطلب واضح فرمائیں۔

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ فلاں خواجہ صاحب یا فلاں بزرگ صاحب آکر سوار ہو جاتے ہیں اور فلاں بات کی خبر دیتے ہیں، کسی بھی دلیل شرعی سے ایسی بات کا ثبوت نہیں ہے؛ اس لئے ایسی بے ثبوت باتوں کا عقیدہ بھی شرعی طور پر ناجائز اور ممنوع ہوگا؛ اس لئے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت میں ہیں تو وہاں کے آرام و راحت کو چھوڑ کر کیوں آئے اور اگر وہاں پر عذاب میں مبتلا ہیں تو عذاب کے فرشتہ کیوں کر چھوڑ دیں گے؛ لہذا خواجہ صاحب یا فلاں بزرگ کے سوار ہو جانے کی بات سراسر غلط ہے، تاہم اگر واقعتاً سوار ہونے کی بات ہے تو وہ صرف شیاطین اور جنات ہی ہو سکتے ہیں؛ اس لئے کہ جنات و شیاطین کا انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر سکرنا نصوص سے ثابت ہے؛ لیکن مردہ کی ارواح کا کسی پر آکر سوار ہونا اور سرایت کر سکرنا کسی بھی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے اور سوار ہونے والے شیاطین و جنات ہی ہو سکتے ہیں، اسی وجہ سے غیب کی جو باتیں بیان کرتے ہیں ان میں سے بہت سی باتیں غلط بھی ہوتی ہیں، سو فیصد صحیح نہیں ہوتی ہیں۔ (مستفاد: اشرف الجواب ۲/ ۱۱۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم. الحديث (مسلم شریف، کتاب السلام، باب بیان أنه يستحب لمن رأى خالیا بامرأة، النسخة الهندية ۲/ ۲۱۶، بیت الأفكار، رقم: ۲۱۷۵، صحيح بخاري، کتاب الاعتكاف، باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۳، رقم: ۱۹۹۲، ف: ۲۰۳۸)

ہاں البتہ یہ بات نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جب بندہ مظلوم پر ظلم ہو، یا کسی اور طرح کی کوئی مصیبت آ پڑے تو منجانب اللہ امدادی فرشتوں کے ذریعہ سے اس مضطر اور پریشان حال شخص کی غیبی مدد کی جاتی ہے۔

عن أبي المليح عن أبيه قال: نزلت الملائكة يوم بدر على سيماء الزبير.

(مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۶/ ۳۲۸، رقم: ۲۳۳۸، مجمع الزوائد ۶/ ۸۳) اور سوانح قاسمی کی عبارت سے استدلال دو وجہوں سے صحیح نہیں ہے: (۱) اس میں مذکورہ دیوبندی امام نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ آنے والا اجنبی اس امام پر سوار ہو گیا تھا۔ (۲) حضرت شیخ الہندؒ نے یہ جو فرمایا کہ وہ تو حضرت الاستاذ تھے، اس سے مراد حضرت نانوتویؒ کی شکل میں منجانب اللہ امدادی فرشتہ ہے، جیسا کہ بدر کے موقع پر حضرت زبیر کی شکل میں امدادی فرشتہ نازل ہوئے تھے، جیسا کہ ”مسند بزار“ اور ”مجمع الزوائد“ کی مذکورہ حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کی ایک حدیث شریف ”نفیۃ العرب“ ص: ۸۸ میں بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔ اور اس قسم کا ایک واقعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے ”فضائل نماز“ ص: ۱۳ میں نقل فرمایا ہے، نیز اس طرح کی روایات و واقعات کتب معتبرہ میں بیشمار موجود ہیں، جن میں انسان کی شکل میں امدادی فرشتوں کے ذریعہ سے آسمانی امداد حاصل ہونے کا ذکر ہے، تو اسی طرح حضرت نانوتویؒ کی شکل میں مددگار فرشتہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دیوبندی

امام کی مدد فرمائی ہے، جس کا قصہ سوانح قاسمی ص: ۳۳۱ تا ۳۳۲ میں موجود ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کا یہ کہنا کہ یہ تو حضرت الاستاذ تھے، جو تمہاری امداد کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے، تو اس عبارت میں حضرت الاستاذ سے مراد ان کی شکل و تشکل ہو سکتی ہے؛ اس لئے خواجہ صاحب یا کسی بزرگ کا سوار ہو کر غیب کی خبر دینے کا دعویٰ سوانح قاسمی کی عبارت سے ثابت نہیں ہو سکتا، نیز امدادی فرشتے غیب کی خبر لے کر کسی غیر نبی کے پاس نہیں آیا کرتے؛ اس لئے جو بھی شخص اس کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا، نیز امدادی فرشتے کسی پر سوار ہرگز نہیں ہوا کرتے؛ البتہ شیاطین و جنات کا سوار ہونا ثابت ہے؛ اس لئے سوال نامہ میں جو واقعہ نقل کیا گیا ہے، اس میں خواجہ صاحب یا فلاں بزرگ صاحب ہرگز نہیں ہو سکتے؛ بلکہ جنات و شیاطین ہی ہو سکتے ہیں۔ اور اس تفصیل سے لاتسمیع الموتی الایہ (سورہ روم، پ: ۲۱) وحدیث: ”نم کنوم العروس“ سے وارد ہونے والے اشکال کا جواب بھی واضح ہو چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۳۸/۲۹)

جنات و شیاطین میں فرق

سوال [۲۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شیاطین اور جنات میں کیا فرق ہے؟ کیا شیطان جنات ہی کی کوئی قسم ہے؟ نیز جس طرح بعض انبیاء کی اولاد اور بعض کے باپ دادا وغیرہ ایمان نہیں لائے اور بعض کفار کے اہل خانہ آل اولاد ایمان لائے ہیں، کیا شیطان کے خاندان سے بھی کوئی ایمان لایا ہے؟

المستفتی: محمد نسیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شیطان کس قبیل سے ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے؛ لیکن رائج یہی ہے کہ وہ جنات کی نسل سے ہے، بس فرق یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے وہ راندہ درگاہ ہوا، تو اس کو ایک الگ قسم مان لیا گیا۔ (مستفاد: تفسیر عثمانی علی ترجمہ شیخ الہند، سورۃ اسراء، تحت رقم الآیۃ: ۶۱، ۳۹۹، معارف القرآن، سورۃ البقرۃ تحت رقم الآیۃ: ۳۴، مکتبہ اشرفیہ دیوبند/۱۳۴)

واختلف الناس فيه هل هو من الملائكة أم من الجن، فذهب إلى الثاني جماعة مستدلين بقوله تعالى: "الا ابليس كان من الجن - إلى قوله- وخلق الجن من مارح من نار" وهو قد خلق مما خلق الجن كما يدل عليه قوله تعالى حكاية عنه: انا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين". (روح المعاني، سورة البقرة، تحت رقم الآية: ۳۴، مکتبہ زکریا ۱/ ۳۶۵، تفسیر قرطبي، سورة البقرة، الآية: ۳۴، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۰۲، تفسیر کبیر ۲/ ۲۱۳، آکام المرجان فی احکام الجن/ ۱۸۹)

اور شیطان کی ذریت اور اولاد میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔

المسئله مستفاده من الآیۃ: افْتَتَحْذُونَهُ وَذَرِيَّتَهُ اُولِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ. [سورة الكهف، آیت: ۵۰]

والشياطين العصاة من الجن، وهم ولد إبليس. (آکام المرجان فی احکام الجن/ ۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۷/۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/ رجب ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۱۵)

جنات میدانِ حشر میں کس شکل میں ہوں گے؟

سوال [۲۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنات حشر کے میدان میں کس شکل و صورت میں ہوں گے؟ مومن جنات کا حال کیا مومن مسلمان کی طرح ہوگا یا کچھ اور ہی کیفیت اس کے لئے خاص ہے؟

المستفتی: مسیح الزماں، مکتبہ بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس بارے میں یقینی طور پر کوئی وضاحت قرآن و حدیث میں نہیں ہے؛ البتہ شبلی بغدادیؒ نے اپنی کتاب ”آکام المرجان فی احکام الجنان“ میں ابن ابی الدنیا وغیرہ سے یہ نقل کیا ہے: کہ قیامت کے دن جنات اس شکل میں ہوں گے کہ انسان ان کو دیکھیں گے، مگر وہ انسانوں کو نہیں دیکھ سکیں گے، یعنی دنیا کے اعتبار سے ان کا معاملہ برعکس ہوگا۔

وذهب الحارث المحاسبي إلى أن الجن الذين يدخلون الجنة يوم القيامة نراهم فيها ولا يروننا عكس ما كانوا عليه في الدنيا. (آکام المرجان فی احکام الجن، ص: ۵۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۲/۲۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰/۲/۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۵۳/۳۳)

ہمزاد کیا ہے؟

سوال [۲۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمزاد کی حقیقت کیا ہے؟

المستفتی: مفتی نعمت اللہ صاحب، جنرل اسٹور چوک، گوئڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے، اسی کو عوام الناس ”ہمزاد“ کہتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/۴۳۲، جدید ڈابھیل ۲۰/۳۶)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ما منكم من أحد إلا وقد وكل الله به قرينه من الجن، قالوا: وإياك يا رسول الله؟ قال: وإياي إلا أن الله أعانني عليه، فأسلم فلا يأمرني إلا بخير. (مسلم، كتاب صفة المنافقين، باب تحريش الشيطان وأن مع كل إنسانا قرينا، النسخة الهندية ۲/ ۳۷۶، بيت الأفكار، رقم: ۲۸۱۴، سنن دارمي، دارالمغني ۳/ ۱۷۹۸، رقم: ۲۷۷۶، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ۱/ ۳۵۲، رقم: ۶۵۸، مسند أحمد ۱/ ۳۸۵، رقم: ۳۷۷۸، ۶۴۸، ۳۸۰۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۸۴)

جنات وشیاطین میں فرماں برداری اور نافرمانی کا مادہ

سوال [۲۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عالم صاحب نے ترجمہ قرآن شریف کرنے کے دوران فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا اور ان کے اندر نافرمانی کا مادہ پیدا نہیں فرمایا، شیاطین کو پیدا فرمایا، ان کے اندر اطاعت و فرماں برداری کا مادہ پیدا نہیں فرمایا۔ سائل نے ان سے سوال کیا کہ جب شیاطین کے اندر فرماں برداری کا مادہ پیدا نہیں فرمایا تو پھر وہ مجرم کب ہوئے؟ عالم صاحب نے جواباً فرمایا کہ یہ تقدیری مسئلہ ہے، پھر کسی وقت گفتگو کیجئے۔ میرے علم میں یہ بات ہے کہ انسان اور جنات دونوں مکلف

ہیں اور شیاطین بھی جنات ہیں، جن جنات نے کفر اختیار کیا وہ شیاطین ہیں اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا وہ مؤمن و مسلم جنات ہیں۔

(۱) عالم صاحب کا جواب صحیح ہے یا غلط؟ (۲) میرے علم کی بات صحیح ہے یا غلط؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ کا یہ قول صحیح ہے کہ انسان اور جنات دونوں مکلف ہیں۔ اور شیاطین بھی جنات میں سے ہیں اور جنات میں سے جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ شیاطین ہیں اور جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ مؤمن جنات ہیں۔ اور عالم صاحب کا یہ کہنا کہ یہ تقدیری مسئلہ ہے یہ اس اعتبار سے صحیح ہو سکتا ہے کہ خدا کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے سزا و عذاب کو ثابت کرنے میں محققین نے مسئلہ تقدیر کو چھوڑ کر کافی لمبی لمبی بحثیں کی ہیں؛ البتہ ان کا یہ کہنا کہ شیاطین میں فرماں برداری کا مادہ نہیں پیدا فرمایا ہے، یہ قول قابل اشکال ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ. [سورة الکہف: ۵۰]

اُی لعلتہ کینونتہ من الجن؛ لأن الوصف فرق بینہ و بین الملائکۃ

لأنهم امثلوا لا بر ولا عصا هو۔ (تفسیر أضواء البیان ۴/ ۱۱۹)

أنه ليس من الملائكة؛ لأنه أخبر أنه من الجن. الخ (أحكام القرآن

للجصاص، سورة الکہف، تحت رقم الآية: ۵۰، مکتبہ سہیل اکیڈمی لاہور ۳/ ۲۱۵،

زکریا ۳/ ۲۸۰)

والذي عليه الجمهور أنهم مكلفون مخاطبون مشابون على الطاعات

معاقبون على المعاصي الخ. (قسطلانی ۵/ ۲۴۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ صفر ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۱۴۱/۲۵)

جنات کی صحبت سے حمل قرار پانے کے متعلق چند سوالات

سوال [۲۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ”فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۸/، باب الاشتات، جدید ڈابھیل ۲۰/۳۰“ میں اس طرح لکھا ہوا ہے:

سوال ۳۰۷: جنات کی صحبت سے عورت کو حمل قرار پاسکتا ہے یا نہیں؟
الجواب: جنات کی صحبت سے بھی استقرار حمل ہو کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

إِنَّ فِيكُمْ مَغْرِبِينَ، قِيلَ: وَمَا الْمَغْرِبُونَ؟ قَالَ: الَّذِي تَشْرُكُ فِيهِمُ الْجَنُّ.

(فتاویٰ محمودیہ ۱۸/ باب الحظر والإباحة، جدید ڈابھیل ۲۰/۳۰)

سوال نمبر ۴۲۸: بغیر دعا کے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب: بغیر دعا کے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے، ان دونوں سوالوں کے جوابات سامنے رکھتے ہوئے، چند مسائل دریافت طلب ہیں:

(۱) پہلے سوال کے جواب میں جو حدیث نقل کی ہے، یہ کس کتاب میں ہے؟ اس حدیث کا ترجمہ اور مطلب کیا ہے؟

(۲) جنات کی صحبت سے استقرار حمل خرق عادت ہے یا فطری ہے؟

(۳) یہ بات شادی شدہ اور کنواری دونوں طرح کی عورتوں کو شامل ہے، یا صرف شادی شدہ کو؟ دوسرے سوال کے جواب سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی شدہ عورت سے بغیر دعا کے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے، اس سے تو شیطان کی صرف شرکت ثابت ہوتی ہے؛ لیکن پہلے سوال کے جواب سے تو مطلق معلوم ہوتا ہے۔

(۴) کنواری عورتوں سے جن کی صحبت سے حمل قرار پا کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے، تو کیا انسان کا بچہ ہوگا یا جن کا بچہ ہوگا؟ اس سے کنواری عورتوں کی عصمت پر جو حرف آتا ہے عوام اس کا یقین نہیں کرے گی، تو اس کو کیسے دور کیا جائے گا؟

المستفتی: جمیل احمد قاسمی، بازار پہاڑی دروازہ گلینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) یہ حدیث شریف ”ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص: ۶۹۶، باب فی المولود یؤذن فی أذنه“ کے تحت نقل کی گئی ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: عن عائشة قالت: قال لي رسول الله ﷺ: هل رأى فيكم المغربون؟ قلت: وما المغربون؟ قال: الذي يشترك فيهم الجن. (أبوداؤد، كتاب الأدب، باب ماجاء في المولود يؤذن في أذنه، النسخة الهندية ۲/ ۶۹۶، دار السلام، رقم: ۵۱۰۷)

ترجمہ: یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ تم میں مغربوں دیکھے گئے ہیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ”مغربوں“ کون لوگ ہیں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ لوگ ہیں جن میں جنات شریک ہو جاتے ہیں۔ اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مغربوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو جماع کے وقت ذکر اللہ یعنی مسنون دعا پڑھنا بھول جاتے ہیں اور جنات و شیطان ان کے ساتھ جماع میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دوسرا مطلب محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ مغربوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو انسان و جنات کے نطفہ مشترک سے پیدا ہوتے ہیں؛ اس لئے اس میں اجنبی رگ جن کی داخل ہو کر مشترک ہو گئی۔ (بذل المجہود شرح ابوداؤد، کتاب الأدب باب ماجاء فی المولود یؤذن فی أذنه، مکتبہ یحیی سہارنپور ۵/ ۳۰۲، دار احیاء التراث العربی ۱۳/ ۵۰۰، عون المعبود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المولود یؤذن فی أذنه، مکتبہ دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۴۸۸)

اس حدیث شریف میں بغیر دعا کے جماع کرنے سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے، اس کو ظاہر کر کے دعا پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(۲) قاضی بدرالدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الشبلی المتوفی ۷۲۹ھ نے اپنی کتاب ”آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان“ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ قبیلہ بنجیل کی ایک

باندی سے ایک جن نے زنا کیا اور اس زنا سے باندی کو استقرار حمل ہو گیا، اس کے بعد جن نے اس باندی سے نکاح کا پیغام دیا، تو باندی کے مالک نے محض حرام اولاد سے بچنے کے لئے جن سے اس باندی کا نکاح کر دیا۔ کتاب کی عبارت اس طرح ہے:

حدثنا الأعمش، حدثني شيخ من بجيل، قال: علق رجل من الجن جارية لنا، ثم خطبها إلينا، وقال: إني أكره أن أنال منها محرماً، فزوجناها منه الخ. (آكام المرحان في غرائب الأخبار وأحكام الجن/ ۸۲)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ جنات کی صحبت سے استقرار حمل فطری ہے، خرق عادت نہیں ہے۔

(۳) یہ بات کنواری اور شادی شدہ دونوں عورتوں کو شامل ہے، شادی شدہ عورت میں بوقت جماع دعا نہ پڑھنے کی وجہ سے اور کنواری میں جن کے لڑکی پر عاشق ہو جانے اور اس سے جماع کرنے کی وجہ سے۔

(۴) کنواری اور بے شوہر عورتوں کو جنات کی صحبت سے حمل قرار پا سکتا ہے۔ اور بچہ انسان ہی شمار ہوگا، اس میں عام طور پر عورت بے اختیار اور مجبور ہوتی ہے؛ اس لئے شرعاً عورت پر کوئی اتہام والزام اور سزا مرتب نہ ہوگی۔

عن طارق بن شهاب، قال عمر: إن المرأة متعبدة فحملت، فقال عمر: أراها؟ قالت: من الليل تصلي فخشعت، فسجدت، فأتاها غاو من الغواة فتحشهما فائتة فحدثته بذلك سواء فخلى سبيلها. (مصنف

عبدالرزاق، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۹، رقم: ۱۳۶۶۴)

عورت چونکہ خود اپنی پاکدامنی کو چاہتی ہے؛ لیکن عوام اس کا اعتبار نہیں کرے گی؛ اس لئے ابتداء حمل میں اسقاط کرادے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱/۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۸۶۴۶۳)

چاند، سورج گھومتے ہیں یا زمین گھومتی ہے؟

سوال [۲۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا چاند پر زمین ہے؟ اور کوئی مخلوق خدا رہتی ہے یا نہیں؟ ایسے ہی سورج پر ان دونوں کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں، جیسے کہ آج کل سائنس کا کہنا ہے کہ چاند پر بھی انسان رہتے ہیں۔ اور زمین گول ہے، یا چپٹی؟ سورج چاند گھومتے ہیں یا زمین گھومتی ہے؟

المستفتی: محمد عثمان فینسی کارنر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آنجناب نے چاند، سورج اور زمین سے متعلق سوال کیا ہے، زمین کے بارے میں تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ زمین گول ہے، اگر آپ ہوائی جہاز سے دلی سے پچھم کی طرف سفر کریں گے، تو امریکہ ہو کر پھر ادھر سے جاپان اور چین ہو کر گھوم کر دہلی پہنچ سکتے ہیں، یہ زمین کے گول ہونے پر دلیل و تجربہ ہے، اب رہی یہ بات کہ زمین گھومتی ہے یا نہیں؟ اس کا علم مجھے نہیں، ہاں البتہ چاند اور سورج کا گھومنا اور چلنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ. [یونس: ۵]

اب رہا آنجناب کا سوال کہ چاند اور سورج پر کوئی مخلوق رہتی ہے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ احقر ابھی چاند اور سورج پر نہیں جاسکا، اگر کبھی اتفاقاً جانا ہوا تو واپس آ کر بتلاؤں گا کہ وہاں کوئی مخلوق ہے یا نہیں؟ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

۱۵/۳/۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۶۹)

فلک اطلس، فلک ثابتہ

سوال [۲۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) فلک اطلس کے لغوی معنی ہیں: عرش۔ واضح ہو کہ اطلس درم بے سکہ کو کہتے ہیں، پس جس طرح درم بے سکہ نقوش حرف سے سادہ ہوتا ہے، یہ نواں آسمان ستاروں سے سادہ اور خالی ہے۔

(۲) فلک ثابتہ: آٹھواں آسمان جس پر وہ ستارے ہیں، جن میں حرکت نہیں ہوتی، اس آسمان کو شرع میں کرسی کہتے ہیں اور حکماء فلک البروج۔ اس بات کو لے کر تمام دلیلیں پیش ہونے لگیں کہ سات آسمان ہیں، یہ غلط ہے؛ لہذا آپ اس کا صحیح طریقہ سے خلاصہ فرمادیں۔

المستفتی: نورالدین گردھر پور، بریلی شریف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال نامہ میں آٹھ آسمان اور نو آسمان کی جو بات کہی گئی ہے اور اس کے اوپر جو دلیل وادلہ کی بات کہی جا رہی ہے، ان سب پر اللہ کا کلام فائق ہے۔ اور قرآن کریم کی نص قطعی کے مقابلہ میں دوسری باتوں کا ہم اعتبار نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقام میں سات ہی آسمان کا ذکر فرمایا ہے اور آٹھ آسمان یا نو آسمان سے متعلق کوئی بات ہم کو قرآن وحدیث میں نہیں ملی؛ اس لئے ہم سات ہی آسمان کی بات کر سکتے ہیں، ان کے علاوہ آٹھ یا نو آسمان سے متعلق کسی طرح گفتگو کرنے سے قاصر ہیں۔ قرآن کی آیتیں ملاحظہ فرمائیے:

تَسْبِيحٌ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ. [بنی اسرائیل: ۴۴]

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. [المؤمنون: ۸۶]

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ. [الطلاق: ۱۲]

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا. [الملک: ۳]

قرآن کریم کے اس قدر نص قطعی کے مقابلہ میں اٹھ آسمان اور نو آسمان کی بات ہم نہیں کریں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۱/۸/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۵۸)

خانہ کعبہ کا رابعہ بصریہ کی تعظیم میں اٹھ کران کے پاس آنا

سوال [۲۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت رابعہ بصریہؒ کے بارے میں ہے کہ جب وہ بیت اللہ شریف حج کے لئے جا رہی تھیں، تو خانہ کعبہ ان کی تعظیم میں اٹھ کران کے پاس آ گیا؟

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: خانہ کعبہ کا حضرت رابعہ بصریہؒ کی تعظیم میں اپنی جگہ سے اٹھ کر رابعہ بصریہ کے پاس پہنچ جانے کی بات بالکل غلط اور نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے، اگر ایسا ممکن ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف کی زیارت سے محروم ہو کر حدیبیہ سے واپس جانا نہیں پڑتا؛ بلکہ بیت اللہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال و تعظیم کے لئے حدیبیہ پہنچ جاتا۔ اور اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے دنیا کے گوشہ گوشہ سے اور دور دور سے لوگ حاضر ہوتے رہیں گے، نہ کہ بیت اللہ اپنی جگہ سے کہیں جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا** [البقرة: ۱۲۵] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۰۵)

۱۲ / باب ما يتعلق بالانبياء

کیا حضور ﷺ حضرت آدم علیہم السلام کی خلقت سے قبل نبی تھے؟

سوال [۲۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے پہلے نبی تھے؟ یا چالیس سال بعد آپ ﷺ کو نبوت ملی؟ اس چالیس سال میں ہم آپ ﷺ کو کیا مانیں؟

المستفتی: محمدناظم مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے پہلے نبی تھے اور چالیس سال کی عمر میں جس میں ظاہری طور پر نبوت ملی اس عرصہ میں بھی آپ ﷺ کو نبی مانا جائے گا، مگر چالیس سال کی عمر سے پہلے یعنی نبوت کے اعلان سے پہلے ایمان لانا لازم نہیں تھا، اعلان کے بعد لازم ہوا۔

عن العرباض بن ساریۃ، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: إني عند الله خاتم النبيين، وأن آدم عليه السلام لمنجدل في طينة. (مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۱۲۷، رقم: ۱۷۲۸۰، ۱۷۲۸۱، ۴/ ۱۲۸، رقم: ۱۷۲۹۵، مسند البزار ۱۰/ ۱۳۵، رقم: ۴۱۹۹، صحيح ابن حبان، ذكر كتبة الله جل وعلا عنده محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبيين ۶/ ۸۲، رقم: ۶۴۰۴، المعجم الكبير للطبراني ۱۸/ ۲۵۲، رقم: ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، المستدرک علی الصحيحین للحاکم، قدیم ۲/ ۶۵۶، جدید ۴/ ۵۶۵، رقم: ۴۱۷۵، مشکوۃ شریف، ص: ۵۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۲/۲۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹/۳/۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۷۶)

حضور ﷺ کے متعلق اہل دیوبند کا عقیدہ

سوال [۲۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیوبندیوں کا عقیدہ حضور ﷺ کے بارے میں کیا ہے؟ وہ حضور ﷺ کی نبوت میں شک کرتے ہیں یا نہیں؟ کیا وہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، وہ حضور ﷺ کو سچا رسول مانتے ہیں کہ نہیں؟ کیا آپ ﷺ کو گاؤں کا چودھری مانتے ہیں؟ آخر دیوبندیوں کا عقیدہ کیا ہے؟ نیز اگر کوئی شخص گستاخی کرتا ہو اور حضور ﷺ کی نبوت میں شک کرتا ہوں، حضور ﷺ کو گاؤں کا چودھری سمجھتا ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: احسان مضع زکھیڑہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دیوبندیوں کا عقیدہ حضور ﷺ کے بارے میں یہ ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے سچے پکے رسول ہیں، آپ تمام انبیاء اور رسولوں کے سردار ہیں، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، آپ تمام انسان و جنات سب کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، جو شخص دیوبندی علماء کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ آپ کی نبوت میں شک کرتے ہیں وہ جھوٹا ہے؛ بلکہ دیوبندی کا عقیدہ یہ ہے کہ جو بھی سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کی شان میں گستاخی کرے گا یا نعوذ باللہ آپ کو گاؤں کا چودھری کہے گا وہ ایمان سے خارج ہوگا۔

لو عاب النبي صلى الله عليه وسلم بشيء من العيوب يكفر.

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب أحكام المرتدین، الفصل السابع، مکتبہ زکریا ۳۰۳/۷، رقم:

۱۰۵۴۸، فتاویٰ بزازیۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب ألفاظ تکنون إسلاماً أو کفراً، الفصل

الثالث فی الأنبياء، مکتبہ زکریا جدید ۱۸۲/۳، و علی ہامش الہندیۃ ۳۲۷/۶، خلاصۃ

الفتاویٰ، اشرفیہ دیوبند ۴/۸۵)

جب حضور ﷺ کا نام مبارک کان میں پڑ جائے تو کم از کم ایک دفعہ درود شریف پڑھنا

واجب ہے، آپ ﷺ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور دیوبندیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاء عظام برحق ہیں، مگر اولیاء کی شان انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان کے برابر نہیں ہے، آپ ﷺ کی شان کے برابر کسی بھی مخلوق کی شان نہیں ہو سکتی۔ اور جو شخص کسی انسان اور امتی کو آپ ﷺ کی شان کے برابر سمجھے گا اس کا ایمان برباد ہے، یہی دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: من صلى علي صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت عشر درجات. (نسائي شريف، كتاب الصلاة، باب الفضل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۵، دار السلام، رقم: ۱۲۹۷، شعب الإيمان، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۱۰، رقم: ۲۵۵۴)

وإن محمد عبده المصطفى ونبیه المجتبی ورسوله المرتضى، وإنه خاتم الأنبياء، وإمام الأتقياء وسيد المرسلين وحبیب رب العالمین، وكل دعوى النبوة بعده فغوي وهوى، وهو المبعوث إلى عامة الجن وكافة الورى بالحق والهدى، وبالنور والضياء. (شرح العقيدة الطحاوية، دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۹ تا ۱۶۶)

وأفضل الأنبياء محمد عليه السلام. (شرح العقائد، مكتبه نعيمیه ديوبند: ۱۴۰) الولي لا يبلغ درجة الأنبياء؛ لأن الأنبياء معصومون مكرمون بالوحي مامورون بتبليغ الأحكام وإرشاد الأنام بعد الاتصاف بكمالات الأولياء العظام. (شرح العقائد، مكتبه نعيمیه ۱۶۵، شرح فقہ أكبر، مكتبه اشرفی ديوبند ۱۴۸) ولا نفضل أحدا من الأولياء على أحد من الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، ونقول: نبي واحد أفضل من جميع الأولياء. (العقيدة الطحاوية/

۵۱۴، العقيدة الطحاوية، دار الكتب العلمية بيروت / ۴۹۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۶۱)

کیا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے مجبور محض اور محتاج بندے ہیں؟

سوال [۲۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مجبور محض اور محتاج بندے ہیں یا نہیں؟
المستفتی: محمد یونس ملک مال پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیدا کردہ مقبول ترین اور سچے رسول ہیں، تمام انبیاء کے سردار ہیں، اللہ کے دربار میں آپ ﷺ مجبور اور محتاج ہیں، اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ ﷺ اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتے تھے، ہمیشہ اللہ کو خوش کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ. [الأعراف: ۸۸]

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. [قصص: ۵۶]
قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ. [الكهف: ۱۱۰]

عن ابن عباس سمع عمر رضي الله عنه يقول على المنبر: سمعت النبي ﷺ يقول: لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم، فإنما أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله. (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب قول الله: "واذكر في الكتاب مريم"، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۰، رقم: ۳۳۲۹، ف: ۳۴۴۵،

مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱/ ۲۹۹، رقم: ۱۹۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/رجب ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۸/۲۹

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۸۵۱۷)

امہات المؤمنین تمام مؤمنین کی مائیں اور حضور ﷺ روحانی باپ ہیں

سوال [۲۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کیا ازواج مطہرات تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں کی مائیں ہیں یا صرف عورتوں کی ہیں، مردوں کی نہیں؟

(۲) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے روحانی باپ ہیں کہ نہیں؟

المستفتی: محمد شعیب گودھنا، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) ازواج مطہرات تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کی مائیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ. [الأحزاب: ۶]
(۲) جی ہاں روحانی باپ ہیں، جب ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں، تو آپ ﷺ بھی ہمارے روحانی باپ ہیں، نیز قرآن مقدس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت محمدیہ کا روحانی باپ قرار دیا گیا ہے؛ لہذا بلاشبہ آپ ﷺ اپنی امت کے روحانی باپ ہیں۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ. [الحج: ۷۸]
ویسمی کل من کان سببا فی ایجاد شیء أو إصلاحه، أو ظهوره
آبا، ولذلك سمی النبی ﷺ أبا المؤمنین، قال اللہ تعالیٰ: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾. [الأحزاب: ۶] وفي بعض القراءات: وهو أب لهم. (روح المعانی، الأحزاب: ۴۳، ذکر کیا ۲۲/ ۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۱/۱/۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۰۶/۳۴)

حضور ﷺ کو اپنا بڑا بھائی ماننا

سوال [۲۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی ماننا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد قاسم مدھونی (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صرف یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ بھائی کے درجہ میں ہیں صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی ہیں، اس کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے؛ البتہ باعتبار بشریت۔ نص حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، مگر عرفاً اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ أتى المقبرة، فقال: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لأحقوق، وددت أنا قد رأينا إخواننا، قالوا: أولسنا إخوانكم يا رسول الله؟ قال: أنتم أصحابي، وإخواننا الذين لم يأتوا بعد. الحديث (مسند إمام أحمد بن حنبل ۲/ ۳۰۰، رقم: ۷۹۸۰، ۲/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۸۱، مسلم شريف، باب استحباب إطالة الغرة.....، النسخة الهندية ۱/ ۱۲۶، بيت الأفكار، رقم: ۲۴۹، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۵/ ۷۰، رقم: ۸۳۰۰، مشکوة ۱/ ۴۰)

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ كان في نفر من المهاجرين والأنصار، فجاء بعير، فسجد له، فقال أصحابه: يا رسول الله! تسجد لك البهائم والشجر، فنحن أحق أن نسجد لك؟ فقال: اعبدوا ربكم واکرموا أخاكم. (مسند أحمد بن حنبل ۶/ ۷۶، رقم: ۲۳۹۵)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/ رجب ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۳۷)

امتی کا آپ ﷺ کو 'بھائی' کہنا

سوال [۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى المقبرة، فقال: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، وددت أنا قد رأينا إخواننا، قالو: أو لسنا إخوانكم يا رسول الله؟ قال: أنتم أصحابي، وإخواننا الذين لم يأتوا بعد، فقالوا: كيف تعرف من لم يات بعد من أمتك يا رسول الله؟ فقال: أرأيت لو أن رجلا له خيل غُرٌّ محجلة بين ظهري خيل دهم بهم ألا يعرف خيله، قالوا: بلى يا رسول الله قال: فإنهم يأتون غرّاً محجلين من الوضوء، وأنا فرطهم على الحوض. (مشکوٰۃ، ۱/ ۷۰، مسلم ۲/ ۲۲۹، مسند أحمد ۱۷/ ۲۵۵، مؤطا مالک ۱/ ۷۵، نسائی ۱/ ۲۶۲)

سوال: کیا مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کو کوئی امتی محبت و عقیدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا بھائی کہہ سکتا ہے؟ کیا نبی ﷺ کو بھائی کہنے والا شخص کافر یا واجب القتل یا کسی بھی اعتبار سے قابل ملامت ہے؟ جب کہ قرآن کریم میں سورۃ شعراء آیت نمبر ۱۰۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۶۱ میں خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت لوط اور حضرت نوح علیہم السلام کو اپنی اپنی قوموں کا بھائی کہہ دیا ہے۔ برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ساجد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء ﷺ کا خود کو اپنی امت کا بھائی کہنا آپ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ احادیث شریفہ میں موجود ہے؛ لیکن سوال نامہ میں امتی کا آپ ﷺ کو اپنا بھائی کہنے کا مسئلہ ہے، اس سلسلے میں قرآن کریم کی

آیات سے جواز کی بات معلوم ہوتی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ اعراف آیت: ۶۵ پر حضرت ہود علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قوم کا بھائی قرار دیا ہے، اسی طرح سورۃ اعراف آیت: ۷۳ میں حضرت صالح علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی قوم کا بھائی قرار دیا ہے، اسی طرح سورۃ اعراف، آیت: ۸۵ میں حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی قوم کا بھائی قرار دیا ہے، اسی طرح سورۃ ہود اور سورۃ شعراء میں کئی آیتیں ایسی موجود ہیں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مذکورہ پیغمبروں کو اپنی اپنی قوم کا بھائی کہا ہے، تو ان آیتوں سے امتی کے لئے حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنا بھائی کہنے کا جواز ثابت ہوتا ہے؛ لیکن جن علاقوں میں چھوٹوں کا بڑوں کو اور قابل احترام مشائخ کو بھائی کہنا معیوب اور ناگوار سمجھا جاتا ہو، ایسے علاقوں میں حضور ﷺ کو بھائی کہنے سے گریز کرنا چاہئے۔

الأدب استعمال ما یحمد قولاً وفعلاً - إلی قولہ - وقیل: هو تعظیم من فوقک، والرفق بمن دونک. (فتح الباری، کتاب الأدب، باب البر والصلة، مکتبہ الریاض ۱۰/ ۴۰۰، أشرفیہ دیوبند ۱۰/ ۴۹۰، تحت رقم الحدیث: ۵۹۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ شعبان ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۷۳/۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۸/۱۴۳۱ھ

حضور ﷺ کا نکاح کس نے پڑھایا؟

سوال [۲۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نکاح کس نے پڑھایا تھا؟ اور آپ کی ازواج مطہرات کا نکاح ایک ہی شخص نے پڑھایا ہے یا الگ الگ؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عبدالمعبد ہلدور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کتابوں میں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پڑھانے کے متعلق صراحت ملتی ہے کہ ان کا نکاح حضور ﷺ کے چچا ابوطالب نے پڑھایا تھا۔ اور دیگر ازواج مطہرات کے نکاح پڑھانے کی صراحت نہیں ملتی؛ البتہ نکاح کرانے کی صراحت ملتی ہے:

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوطالب نے پڑھایا ہے۔

(زرقانی، دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۶۵)

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد نے کرایا ہے۔

(اسد الغابہ، دارالفکر ۶/۱۹۰)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ

عنہ نے کرایا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۴/۴۹۷)

(۴) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے بھائی ابو احمد بن جحش نے

کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۴/۴۹۸)

اس میں رائج یہ ہے کہ ان کا نکاح آسمان میں ہوا، جس کی صراحت قرآن کریم میں

موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے: ”زواجنکھا“ سے ارشاد فرمایا ہے۔

(۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے بیٹے سلمی بن ابوسلمی نے کیا ہے۔

(ابن ہشام ۴/۴۹۸)

(۶) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ (ابن ہشام ۴/۴۹۸)

(۷) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شاہ حبشہ نے کیا ہے۔ (زاد المعاد ۱۱۰/۱۱۰)

(۸) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا مال غنیمت کے طور پر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ

عنہ کے حصہ میں گئی تھیں، تو انہوں نے ان سے بدل کتابت کا معاملہ کیا اور آپ ﷺ سے

بدل کتابت کے سلسلہ میں مدد طلب کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم سے اس سے بہتر معاملہ نہ رکھوں؟ پھر ارشاد فرمایا: کہ میں تمہاری بدل کتابت ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں، اس پر انہوں نے رضا مندی ظاہر کی، تو یہ معاملہ ہی عقد نکاح کے قائم مقام ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۴/ ۱۵۹)

(۹) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مال غنیمت میں سے آپ نے مال صفی کے طور پر منتخب فرمایا تھا اور انسان کی آزادی کو مہر قرار دے کر ان کو اپنے نکاح میں لے لیا اور یہی ان کا نکاح ہوا، کسی تیسرے نے ان کا نکاح نہیں کرایا، یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو محسوس بھی نہ ہوا کہ آپ ﷺ نے ان کو نکاح میں لیا ہے یا باندی بنایا ہے، بعد میں جب پردہ کا حکم فرمایا تب صحابہ کو نکاح کا علم ہوا۔ (بخاری شریف، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات القرائح، السنۃ الہندیہ ۲/ ۶۰۶، رقم: ۴۰۶۰، ف: ۴۲۱۳)

(۱۰) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح قبیلہ ابن عمرو نے کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۴/ ۵۰۰)

(۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کرایا ہے۔ (ابن ہشام ۴/ ۵۰۰)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۰۵/۳۳)

آپ ﷺ کا ختنہ ہوا تھا یا نہیں؟

سوال [۲۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کا ختنہ ہوا یا نہیں؟ ہوا تو ان کا ختنہ کس نے کیا؛ کیوں کہ جب آپ ﷺ چھوٹے تھے، اس وقت آپ ﷺ کے خاندان والے کافر تھے۔ اور اگر نہیں ہوا تو امت پر سنت کیوں ہے؟ اور اگر آپ ﷺ نے خود کیا تو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھائیں۔

المستفتی: طاہر علی خان، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ختنہ ہوا، آپ ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ ﷺ کا ختنہ کرایا، جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت کے مطابق مولود کا ساتویں روز ختنہ کراتے تھے، جس کی اتباع کا اس امت کو حکم دیا گیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۱۵۳، جدید ڈابھیل ۴/۴۷۸، ۱۱/۶۱، الریح المختوم ۸۳/۱، سیرۃ مصطفیٰ ۱/۶۷)

وقال بعض المحققين من الحفاظ: الأُشبه بالصواب أنه لم يولد مختوناً. (شامي، کتاب الخنثی، مسائل شتی، زکریا ۱۰/۴۸۲، کراچی ۶/۷۵۲)

قد اختلف فيه على ثلاثة أقوال: أحدها: أنه ولد مختوناً مسروراً، ويروى في ذلك حديث لا يصح، ذكره أبو الفرج ابن الجوزي في الموضوعات، وليس فيه حديث ثابت، وليس هذا من خواصه، فإن كثيراً من الناس يولد مختوناً -إلى أن قال- عن ابن عباس أن عبدالمطلب ختن النبي ﷺ يوم سابعة، وجعل له مادوبة وسماه محمداً. (زاد المعاد ۱/۸۱، كذا في الخصائص الكبرى ۱/۵۳، البداية والنهاية، دارالفکر ۲/۲۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵ھ/۷/۲
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۱۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵ھ/۷/۲

وفات کے بعد حضور ﷺ کو کس طرح غسل دیا گیا؟

سوال [۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کو غسل کس نے دیا تھا؟ کپڑا ولباس سمیت یا لباس کے علاوہ اور

کفن کی کیا نوعیت ہوئی؟ یعنی کس طرح لباس مبارک اتارا تھا، تر لباس مبارک پر کفن کو زیب تن فرمایا تھا؟ تفصیل کے ساتھ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: حافظ رئیس احمد شیرکوٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: وفات کے بعد حضور اقدس ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور فضل بن عباس، قثم بن عباس، اسامہ بن زید اور شقران ان کے ساتھ کروٹ بدلنے اور پانی دینے کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ آپ ﷺ کو اسی لباس اطہر میں غسل دیا گیا جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اس کے بعد اس لباس کو اتار کر تین کفن کے کپڑے زیب تن کئے گئے۔

إن علي بن أبي طالب والعباس بن عبدالمطلب، والفضل بن العباس، وقثم بن العباس وأسماء بن زيد وشقران مولى رسول الله ﷺ هم الذين ولوا غسله - إلى قوله - قالت عائشة: فقالوا: إلى رسول الله ﷺ فغسلوه وعليه قميصه يصبون الماء فوق القميص ويد لكونه والقميص دون أيدهم، قال ابن إسحاق: فلما فرغ من غسل رسول الله ﷺ كفن في ثلاثة أثواب. (سيرة ابن هشام/ ۶۶۲، أصح السير/ ۵۴۱، سيرة المصطفى ۲/ ۳۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ھ ۱۴۱۷/۶/۲۹

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۳۹۲۸)

حضور پاک ﷺ کی نماز جنازہ میں کیا پڑھا گیا؟

سوال [۲۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور پاک ﷺ کی نماز جنازہ میں کیا پڑھا گیا، جب کہ امیر المؤمنین سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آپ ﷺ بخشے بخشائے ہیں، آپ ﷺ کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھنے سے منع فرمایا، پھر آپ ﷺ کی نماز جنازہ میں کیا پڑھا گیا؟

المستفتی: عبدالمعید فرخ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور ﷺ کے جنازہ میں الگ الگ لوگوں نے نماز پڑھی، کسی ایک نے امامت نہیں فرمائی۔ اور آپ ﷺ کی نماز میں تکبیروں کے ساتھ دعائیں بھی پڑھی گئیں اور دعائیں اس لئے نہیں پڑھی گئیں کہ بخشش ہو جائے؛ بلکہ اس لئے پڑھی گئیں کہ اس سے حضور ﷺ کی ایک سنت کی ادائے گی ہو جائے اور اس سے آپ کی روح کو تسکین حاصل ہو جائے اور درجات بلند ہو جائیں، جیسا کہ آپ کے لئے درود پڑھا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ شریف، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ: ۱۱۷)

عن ابن عباسؓ لما فرغ من جهازه يوم الثلاثاء وضع على سريره في بيته، ثم دخل الناس على رسول الله ﷺ إرسالا يصلون عليه حتى إذا فرغوا ادخلوا النساء حتى إذا فرغوا ادخلوا الصبيان، ولم يؤم الناس على رسول الله ﷺ أحد، ثم دفن رسول الله ﷺ وسط الليل من ليلة الأربعاء. (ابن ماجه، باب ذكر وفاته ودفنه ۱۱۸، دارالسلام، رقم: ۱۶۲۸، شمائل ترمذی/ ۲۷، تاریخ طبری ۲/ ۲۳۹، مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۷، أسد الغابة، دارالفکر ۱/ ۴۱)

قال: يدخل قوم فيكبرون ويدعون ويصلون. الحديث (شمائل ترمذی شریف، النسخة الهندیۃ ۲۷، السنن الكبرى للنسائی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۹۵، رقم: ۷۰۸۱)

واختلف هولاء في علة ذلك، فقليل لفضيلته. (حاشیۃ ابن ماجه/ ۱۱۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۶/۱۱/۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۵۸)

آپ ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی گئی؟

سوال [۲۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اور کتنے آدمی شریک جماعت تھے؟ اور جنازہ کی نماز کہاں کس جگہ پڑھائی گئی؟ کیا مرد عورتیں سب نے مل کر پڑھی تھی یا صرف مردوں نے؟ نماز جنازہ کیا ایک مرتبہ ہوئی یا کئی بار ہوئی؟ اور کس دن کہاں جنازہ رکھ کر نماز پڑھائی گئی؟ اور جس نے پڑھائی ہے اس کا نام تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد یونس مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ
اشرف العلوم، موضع حجرا، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ ﷺ کی وفات ۱۲ ربیع الاول بروز پیر کو ہوئی۔ اور آپ ﷺ پر تمام صحابہ و صحابیات بچے اور غلام سبھوں نے نماز جنازہ انفراداً حجرہ شریفہ میں ادا فرمائی، چنانچہ ایک جماعت حجرہ شریفہ میں داخل ہوتی اور جب یہ فارغ ہو کر نکلتی تو دوسری جماعت داخل ہوتی اور یہ سلسلہ منگل سے لے کر بدھ کی رات تک جاری رہا، اس کے بعد تدفین عمل میں آئی؛ لیکن کسی نے کسی کی امامت نہیں کی، ہاں البتہ نماز جنازہ اس طرح سے پڑھی گئی کہ پہلے اہل بیت، پھر مہاجرین، پھر انصار، پھر عورتیں، پھر بچے، پھر غلاموں نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۲۱۷، سیرۃ المصطفیٰ ۳/۱۸۷)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فلما فرغ من جہازہ يوم الثلاثاء وضع علی سریرہ فی بیتہ، ثم دخل الناس علی رسول اللہ ﷺ إرسالا یصلون علیہ حتی إذا فرغوا ادخلوا النساء حتی إذا فرغوا ادخلوا الصبيان، ولم یؤم الناس علی رسول اللہ ﷺ أحد ثم دفن رسول اللہ ﷺ وسط لیل من لیلۃ الأربعاء. الحدیث (ابن ماجہ، باب ذکر وفاتہ)

ودفنه صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۱۱۸، دارالسلام، رقم: ۱۶۲۸، شمائل ترمذی، النسخۃ
الہندیۃ ۲۷، تاریخ الطبری ۲/ ۲۳۹، مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۷،
أسد الغابۃ، دارالفکر ۱/ ۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۵۱/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۶/۱۴۲۱ھ

کیا کفار بھی حضور ﷺ کی امت ہیں؟

سوال [۲۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: کیا کفار بھی حضور ﷺ کی امت ہیں؟ اور جس طرح مسلمانوں کو حضور ﷺ کا
امتی کہا جاتا ہے، کیا کافروں کو بھی کہا جائے گا؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: عبد اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ ﷺ کی بعثت قیامت تک کے لئے عام ہے
اور قیامت تک آنے والے تمام انسان آپ ﷺ کے امتی ہیں؛ لہذا اس کے تحت کفار
بھی آئیں گے، امت کی دو قسمیں ہیں: امت دعوت، غیر مسلم کو کہا جاتا ہے، جن کے
اوپر حضور ﷺ پر ایمان لانا لازم ہے۔ اور امت اجابت: ان لوگوں کو کہا جاتا ہے،
جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے؛ لہذا کافروں کے لئے حضور ﷺ پر ایمان لانے کے
اعتبار سے ان کو بھی حضور ﷺ کی قوم اور حضور ﷺ کا امتی کہا جاسکتا ہے۔ اور آخرت میں
نجات کے اعتبار سے صرف مسلمانوں کو امت محمدیہ کہا جاتا ہے؟ تو دونوں کی حیثیت
الگ الگ ہے، مگر دونوں ہی دنیا کے اندر حضور ﷺ کے امتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا. [سورة السباء: ۲۸]

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا. [سورة الأعراف: ۱۵۸]
 وعن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: فضلت على الأنبياء
 بست: أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لي الغنائم،
 وجعلت لي الأرض مسجدا وطهورا، وأرسلت إلى الخلق كافة، فختم
 بي النبيون. (مسلم شريف، كتاب المساجد، ومواضع الصلاة، النسخة الهندية ۱/
 ۱۹۹، بيت الأفكار، رقم: ۵۲۳، سنن ترمذي، أبواب السير، باب ماجاء في الغنيمة،
 النسخة الهندية ۱/ ۲۸۳، دار السلام، رقم: ۱۵۵۳، صحيح ابن حبان، دار الفكر ۳/ ۲۸۱،
 رقم: ۲۳۱۳، مشكوة شريف / ۵۱۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۹/ صفر ۱۴۲۰ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۶۰۴۲/۳۴)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۹/۲/۱۴۲۰ھ

شبِ معراج میں اقتداء کرنے والے انبیاء علیہم السلام کی تعداد

سوال [۲۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
 بارے میں: شبِ معراج میں مسجد اقصیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوا لاکھ انبیاء
 علیہم السلام نے نماز پڑھی، یا کچھ کم زیادہ نے؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بعض احادیث میں صراحت ہے کہ شبِ معراج
 میں آنحضرت ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے
 بارے میں احادیث مختلف ہیں، ان میں سے ایک روایت ایک لاکھ چوبیس ہزار کی بھی
 ہے، اس روایت کے اعتبار سے حضور ﷺ نے شبِ معراج میں پورے ایک لاکھ چوبیس
 ہزار انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی ہے۔

أخرج أحمد عن ابن عباس -رضي الله عنه- حديثاً طرّفه هذا: قال: فلما دخل النبي صلى الله عليه وسلم المسجد الأقصى، قام يصلي، ثم التفت، فإذا النبیون أجمعون يصلون معه. (مسند أحمد ۱/ ۲۵۷، رقم: ۲۳۲۴، تفسیر ابن کثیر ۳/ ۲۳)

عن أبي ذر -رضي الله عنه- قال: فقلت يا رسول الله؟ كم النبيون؟ قال: مائة ألف وأربعة وعشرون ألف نبي. الحديث (مستدرک، مکتبہ نزار مصطفی الباز ۴/ ۱۵۶۱، رقم: ۴۱۶۶)

وقدر روى بيان عددهم في بعض الأحاديث على ما روى أن النبي عليه السلام سئل عن عدد الأنبياء، فقال: مائة ألف وأربعة وعشرون ألفاً. وفي رواية: مائتا ألف وأربع وعشرون ألفاً، والأولى أن لا يقتصر على عدد في التسمية. (شرح عقائد، مکتبہ نعیمیہ دیوبند: ۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۰۵/۳۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۱۱/ ۱۴۳۱ھ

حضرت مریم و آسیہ علیہما السلام کی حضور ﷺ سے جنت میں شادی

سوال [۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرعون کی بیوی آسیہ اور حضرت عیسیٰ کی والدہ محترمہ بی بی مریم علیہما السلام کیا یہ خاتون سرکار مدینہ کی بیوی جنت میں ہوں گی؟ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے، آیا یہ بات کہاں تک از روئے شرع درست ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث ضعیف اور بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ

جنت میں حضور ﷺ کی زوجیت میں آپ کی ازواج مطہرات کے علاوہ مریم بنت عمران وکلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ فرعون کی بیوی بھی آئیں گی۔

عن أبي أمامة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول لعائشة: أشعرت أن الله عز وجل زوجني في الجنة مریم بنت عمران، وکلثوم اخت موسیٰ، وامرأة فرعون. (المعجم الكبير للطبراني، دار احیاء التراث العربی ۸/ ۲۵۸، رقم: ۸۰۰۶، مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۲۱۸) اس روایت میں ایک راوی خالد بن یوسف ضعیف ہیں۔

وجاء في بعض الآثار: أن مریم وآسیۃ زوجا رسول الله ﷺ في الجنة. (روح المعاني، سورة التحريم: ۱۲ جز: ۲۸، مکتبہ زکریا ۱۵/ ۱۶۵، تفسیر ابن کثیر ۳۹۰/ سورة التحريم)

وأخرج الطبراني عن سعد بن جنادة، قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله زوجني في الجنة بنت عمران، وامرأة فرعون، وأخت موسیٰ. (الدر المشور، سورة التحريم: ۱۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۶/ ۳۷۸، المعجم الكبير للطبراني، دار احیاء التراث العربی ۶/ ۵۲، رقم: ۵۴۸۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۲/۵/۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۳۲۸۴)

جنت میں حضور اکرم ﷺ سے حضرت مریم وغیرہ کا نکاح

سوال [۲۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدیث میں حضور ﷺ کی شادی حضرت مریم، حضرت آسیہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے ہوگی، یہ مسئلہ بنگلور سے عروج ہند رسالہ میں یہ بات منظر عام پر آئی ہے؛ لہذا یہ بات صحیح ہے تو جواب صحیح اور مدلل عنایت فرمائیں۔

”عن سعد بن جنادۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن اللہ عز و جل قد زوجنی فی الجنة مریم بنت عمران وامرأة فرعون وأخت موسیٰ۔“

(رواہ الطبرانی کذا فی مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۸)
اور انہوں نے جرح و تنقید کے ساتھ بہت تفصیل سے یہ بات لکھی ہے۔ اور تمام کتابوں کا حوالہ بھی دیا ہے؛ لہذا اس کا جواب بہت جلدی دینے کی کوشش کریں گے۔

المستفتی: محمد اشفاق قاسمی امام مسجد پارشواروا،
تعلقہ خانہ پور، ضلع بگام سمرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال نامہ میں درج شدہ حدیث شریف صحیح کے ساتھ احقر کی نظر سے کہیں نہیں گذری، یہ حدیث شریف متعدد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابوامامہ، حضرت ابن ابی داؤد، حضرت عبادہ بن الصامت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہے۔ اور ہر سند میں بعد کے راویوں کے سلسلہ میں محدثین نے کلام کیا ہے؛ بلکہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کو موضوع کہا گیا ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ میں مذکورہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت سے سند میں نقل کر کے فرمایا کہ یہ تمام سندیں محل نظر ہیں حتیٰ کہ حضرت عبادہ والی حدیث ابو زرہ سے موضوع غفلت فرمایا ہے۔

ولکن هذا السياق بهذه الزيادات غريب جدا، وكل من هذه الأحاديث في أسانيدھا نظر - قوله - عن عبادۃ بن الصّامت عن النّبي ﷺ بمثله، وهذا منكر من هذا الوجه بل هو موضوع، رواه أبو زرعة الحديث. (البدایة والنہایة، باب ذکر جماعۃ من أنبیاء بنی اسرائیل، قصۃ عیسیٰ بن مریم الخ، مکتبہ دارالفکر بیروت ۲/ ۶۲)

اس لئے یہ حدیث شریف باب احکام میں مستدل نہیں بن سکتی؛ البتہ فضائل اعمال میں اس کی گنجائش ہے۔

نوٹ:- ”عروج ہند“ رسالہ کی بابت صحت و عدم صحت کا فیصلہ اس کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۹/۲۴)

پیر کو ”سید الکونین“ کہنا

سوال [۲۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا کوئی شخص اپنے پیر یا دادا پیر کو ”سید الکونین“ کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ سید الکونین صرف سرور دو عالم ﷺ کو ہی کہا جاسکتا ہے؟ جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی: خاکسار محمد سلیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”کونین“ کے معنی: دنیا و آخرت۔ اور ”سید الکونین“ کے معنی ہیں: دنیا و آخرت کے سردار اور قائد۔ اس کے مصداق آنحضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، اس کے لائق صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے، آپ ﷺ کے امتی میں سے کسی کو سید الکونین کہنا انتہائی ضلالت و گمراہی ہے۔

عن أبي سعيد قال: قال رسول الله ﷺ: أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، ولا فخر. (ترمذي شريف، أبواب المناقب، باب بلا ترحمة، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۲، دار السلام، رقم: ۳۱۴۸، سنن ابن ماجه، باب ذكر الشفاعة، النسخة الهندية ۱/ ۲۹، دار السلام، رقم: ۴۳۰۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۲/۵/۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۰/۳۹)

معجزہ شق القمر کیسے ہوا؟

سوال [۲۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معجزہ شق القمر کا ثبوت تو نص سے ثابت ہے، سیر و تاریخ کی کتاب میں جو لکھا ہے، آپ ﷺ نے انگلی سے اشارہ کیا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، آیا یہ کسی حدیث میں موجود ہے یا نہیں؟ میرے پاس جتنی کتب احادیث ہیں سب میں تلاش کے باوجود نہ مل سکا، تحقیق فرما کر مطلع فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد فاروق مدرس مدرسہ رحیمیہ مدینہ العلوم جامع مسجد قاضی باڑہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: انگشت مبارک کا اشارہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، یہ سب غیر معتبر باتیں ہیں، ہاں البتہ کفار نے حضور ﷺ سے سوال کیا تھا، جس پر آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کی تھی، جس سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

قال المشركون للنبي: إن كنت صادقاً فشق لنا القمر، فقال: إن فعلت تؤمنون؟ قالوا: نعم، وكانت ليلة الجمعة، فسأل الله تعالى فانشق فرقتين، نصف على الصفا، ونصف على قيعقان الخ. (عمدة القاري، سورة اقتربت الساعة، باب وانشق القمر، مكتبة دار احياء التراث العربي، بيروت ۱۹/۶/۲۰، زکریا ۱۳/۳۶۲، تحت رقم الحديث: ۴۸۶۴، خصائص کبریٰ ۱/۱۲۵)

وقد شاع أن النبي ﷺ أشار إلى القمر بسبابته الشريفة، فانشق ولم أره في خبر صحيح. (تفسير روح المعاني، سورة القمر: ۶، جز: ۲۷، مكتبه زکریا ۱۵/۱۱۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ شعبان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۱۹۲۱)

مکرم، معظم، قبلہ و کعبہ، حضور پر نور اور مختار کل وغیرہ تعظیماً لکھنا

سوال [۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض لوگ اپنے سے زیادہ عمر کے لوگوں کو یا بزرگ یا پھر کسی ذی منصب آدمی کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ بطور تعظیم کے استعمال کرتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟ وہ الفاظ یہ ہیں: ”قبلہ و کعبہ“، ”مکرم و معظم“، ”حضور پر نور“، ”مختار کل“ وغیرہ

المستفتی: محمد جاوید عالم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”مکرم و معظم“ لکھنا جائز ہے اور اکابر کا معمول ہے۔ ”قبلہ و کعبہ“ لکھنا بلا تاویل مکروہ تحریمی ہے، تاویلاً خلاف اولیٰ ہے۔ ”حضور پر نور“ لکھنا بھی مکروہ ہے؛ کیوں کہ حضور ﷺ کے لئے خاص ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۴۶۰) اور ”مختار کل“ لکھنا حرام و ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ صفت خداوندی ہے، یہ ”علیٰ کلی شئی قدیر“ کا مرادف ہے، جو محض خدائی صفت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۰۸)

کیا حضور ﷺ کی عمر کے ۲۷ سال معراج میں گزرے ہیں؟

سوال [۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا یہ بات صحیح ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس قبض روح کے لئے ملک الموت آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری کل عمر ۹۰ برس کی ہے اور ابھی میری عمر سے ۶۳ سال گزرے ہیں، ۲۷ برس کہاں گئے؟ تو ملک الموت نے جواب دیا کہ ۲۷ برس آپ کی عمر کے معراج میں گزرے ہیں؟ کیا واقعی کسی حدیث یا تارتخ میں ایسا ذکر ہے؟ اگر نہیں ہے تو

ایسا کہنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ اور عدم صحت کی صورت میں سننے والوں پر کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ براہ کرم حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔ اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے گا۔

المستفتی: محمد صدیق، کیراف محمد یامین باربر، قریب
مدرسہ نور یہ محلہ بندوق چیان، دھام پور، ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ کسی صحیح حدیث یا معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گذرا، آپ ان سے اس کا حوالہ طلب فرمائیں کہ کہاں سے بیان کر رہے ہیں؟ سننے والوں پر کوئی گناہ تو نہیں؛ لیکن اس طرح غیر مستند باتوں پر یقین بھی نہیں کرنا چاہئے، جن وعظ کی کتابوں میں اس قسم کی باتیں موجود ہیں وہ غیر مستند ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۲/۲۴)

کیا انبیاء علیہم السلام وارث ہوتے ہیں؟

سوال [۲۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: انبیاء علیہم السلام وارث ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر وارث نہیں ہوتے ہیں، تو ان آیات کی توجیہ کیا کی جائے گی، جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وورث سلیمان داؤد۔ یرثنی ویرث من آل یعقوب“

اسی طرح وارث نہ بننے کی کیا وجہ ہے؟ آیا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نہ مال کے

وارث بنتے ہیں اور نہ مال کا کسی کو وارث بناتے ہیں؛ بلکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دولت علم اور نبوت ہے۔ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس بے مثال دولت کا وارث بناتے ہیں اور وارث بنتے ہیں، نیز سوال نامہ میں جن دو آیتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے، مالی وراثت مراد نہیں ہے، جس کی صراحت خود حدیث پاک میں واضح طور پر موجود ہے۔

سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: وإن العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما، ورثوا العلم، فمن أخذه أخذ بحظ وافر. (أبو داؤد شريف، كتاب العلم، باب فضل العلم، النسخة الهندية ۲/ ۵۱۳، دار السلام، رقم: ۳۶۴۱، سنن دارمي، دار المغني ۱/ ۳۶۱، رقم: ۳۵۴، ترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه على العبادة، النسخة الهندية ۲/ ۹۷، دار السلام، رقم: ۲۶۸۲، ابن ماجه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، النسخة الهندية ۲۰، دار السلام، رقم: ۲۲۴، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۰/ ۸۰، رقم: ۴۱۴۵، صحيح ابن حبان، دار الفكر ۱/ ۲۸۹، رقم: ۸۸)

عن عائشة أن النبي ﷺ قال: لا نورث ما تركنا صدقة، فهذا عام في جميع الأنبياء عليهم الصلوٰۃ والسلام، ولا يعارضه قوله تعالى: "وورث سليمان داؤد" [النمل: ۱۶]؛ لأن المراد إرث النبوة والعلم والحكم، وكذلك قوله تعالى: "يرثني ويرث من آل يعقوب" [المريم: ۶] (عمدة القاري، كتاب الفرائض، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "لا نورث ما تركنا صدقة"، دار إحياء التراث العربي ۲۳/ ۲۳۲، زكريا ۱۶/ ۸، روح المعاني، سورة النمل: ۱۷، ۱۱/ ۲۵۵، زكريا)

(۲) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں باحیات ہیں؛ اس لئے وارث نہ بننے کی بات نہیں ہے؛ بلکہ حقیقی طور پر مالی وراثت حضرات انبیاء کی نہیں ہوتی ہے، ورنہ حضرات

شہداء کے بارے میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ”بل احياء ولكن لا تشعرون“ [البقرة: ۱۵۴] اور ان شہداء کے اعزاء ان کے مال کے وارث بنتے ہیں؛ لہذا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اپنی قبروں میں باحیات ہونے کی وجہ سے وارث نہ ہونے کی بات نہیں ہے؛ بلکہ حضرات انبیاء مال کا وارث ہی کسی کو نہیں بناتے، اس لئے کہ مال ان کی اصلی دولت نہیں ہے؛ بلکہ ان کی اصلی دولت علم اور نبوت ہے۔ اور ان چیزوں کا وارث حضرات انبیاء بناتے ہیں، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”العلماء ورثة الأنبياء“ (سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، النسخة الهندية ۲۰، دار السلام، رقم: ۲۲۲، سنن أبي داؤد، کتاب العلم، باب فضل العلم، النسخة الهندية ۲/ ۵۱۳، دار السلام، رقم: ۳۶۱۱، سنن ترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، النسخة الهندية ۲/ ۹۷، دار السلام، رقم: ۲۶۸۲) (علماء ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں) اس لئے کہ علم ہی انبیاء کی دولت ہے، جیسا کہ سوال (۱) کے ذیل میں دلائل لکھے جا چکے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 یکم شعبان ۱۴۲۷ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۹۱۲۷/۳۸)

کیا حضور ﷺ پر زکوٰۃ فرض نہیں تھی؟

سوال [۲۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرضیت زکوٰۃ کے لئے جو نصاب شریعت میں متعین ہے، کیا وہ نصاب اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی؟ گزارش ہے کہ تفصیلی جواب عطا فرمائیں؛ کیوں کہ قبوری شریعت کے مالکان اعلیٰ حضرت بریلوی کی ذریت نے اس مسئلہ کو بڑے زور و شور سے اچھالا ہے اور تقریباً ہر جلسہ میں اس مسئلہ کو اڑا رہے ہیں اور اس کے لئے دو عقلی دلیلیں ذکر کرتے ہیں:

(۱) زکوٰۃ مال کا میل کچیل ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مال بالکل پاک صاف، دودھ سے زیادہ صاف؛ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ نہیں۔

(۲) پوری کائنات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلام ہے اور غلام کا مال اپنا مال ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے جیب سے مال نکال کر خود اپنے ہی جیب میں مال ڈالنا لازم آئے گا؛ لہذا معلوم ہوا کہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ کبھی نہیں، اگر یہ دلیلیں درست ہیں تو الحمد للہ دور نہ ان دلیلوں کا تشفی بخش رد فرمائیں اور قرآن و سنت و ائمہ اربعہ و متفق علیہ علماء کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد اشتیاق نور، بھگلپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شریعت مقدسہ کے ہر احکام پر ہمیشہ سب سے پہلے صاحب شریعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ اسلام کے ارکان اور اساس ہیں، ان میں سے ہر ایک پر شدت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات نے عمل فرمایا ہے، تو اگر نماز، روزہ، حج آپ کی ذات اقدس پر فرض ہوئے ہیں، تو مالک نصاب ہونے کے بعد زکوٰۃ کے فرض ہونے پر کیوں اشکال ہے؟ سب کا حکم قرآن مقدس کے ذریعہ سے نازل ہوا ہے، جس طرح قرآن کریم نے نماز، روزہ، حج کا پابند بنایا ہے، اسی طرح زکوٰۃ کا بھی پابند بنایا ہے، اب رہی مال کے پاک صاف ہونے کی وجہ سے اشکال؟ تو اس طرح کا اشکال نماز، روزہ، حج کے فرض ہونے پر بھی ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں آپ سے سوال و جواب نہ ہونے اور جنت کے مقام محمود کی گارنٹی دے دی ہے، تو پھر نماز، روزہ، حج کی فرضیت اور پابندی کیوں ہوئی؟ تو جس طرح نماز، روزہ، حج کا حکم تھا اسی طرح زکوٰۃ کا بھی حکم رہا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ساری کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلام ہے اور غلام کا مال اپنا مال ہوتا ہے، تو ایسی دلیل پیش کرنے والے نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

جب ان غلاموں سے کوئی چیز خریدتے تھے تو پوری قیمت دے کر ہی لیا کرتے تھے تو آپ ﷺ کیوں قیمت دے کر لیتے تھے، جب غلاموں کا مال اپنا ہی مال ہوتا ہے؟ اور قیمت دے کر خریدنے کی ذخیرہ حدیث میں بے شمار روایات موجود ہیں۔ حدیث کی کتابوں کو دیکھ لیں، ہم یہاں ایک روایت نقل کر دیتے ہیں۔

عن أنس بن مالك قال: نهينا أن نسأل -إلى- فجاء رجل من أهل البادية، فقال: يا محمد! أتانا رسولك، فزعم لنا أنك تزعم أن الله أرسلك، قال: صدق -إلى- قال: وزعم رسولك أن علينا خمس صلوات في يومنا وليلتنا، قال: صدق، قال: فبالذي أرسلك الله أمرك بهذا؟ قال: نعم، قال: وزعم رسولك أن علينا زكاة في أموالنا، قال: صدق، قال: فبالذي أرسلك الله أمرك بهذا؟ قال:

نعم. الحديث (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب بيان أركان الإسلام، النسخة الهندية ۱/ ۳۱، بيت الأفكار، رقم: ۱۲، ترمذي، أبواب الزكاة، باب ما جاء إذا أدت الزكاة، النسخة الهندية ۱/ ۱۳۴، دارالسلام، رقم: ۶۱۹، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/ ۳۲۲، رقم: ۶۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۶۶/۳۲)

کیا حضور ﷺ پر مہر دینا واجب تھا؟

سوال [۲۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (سورہ احزاب، آیت نمبر: ۵۰) مورخہ ۱۹ جون ۱۹۸۸ء کو یہ جو آزاد بہنوں کا مسئلہ میں نے آپ کے سامنے رکھا تھا اور آپ نے شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی تفسیر پڑھ کر پل بھر میں حل کر دیا تھا، حقیقت میں یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں جو

چٹکی بجا کر حل ہو جائے، اگر ایسا ہو جاتا تو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آپسی اختلاف کی بدولت تباہ و برباد ہے، ایک ہو جاتی، دنیا کی حاکم ہو جاتی، جس دن یہ مسئلہ حل ہو جائے، یقین مانیں اس دن اماموں کی کھڑی کی ہوئیں فقہاء کی دیواریں ڈھ جائیں گی اور دنیا کا تختہ پلٹ جائے گا۔ تفسیر شیخ الہند جو آپ نے پڑھ کر سنائی وہ قطعی صحیح نہیں، انصاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلا مہر عورتیں یا بیویاں جائز اور حلال تھیں، اگر ایسا ہوتا تو آیت ابتداء میں یہ نہ کہتی کہ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي أَجُورُهُنَّ﴾ [الأحزاب: ۵۰] ”اے نبی ہم نے حلال کی تمہاری بیویاں جن کے مہر تم نے ادا کر دیئے“۔ اس پہلے فقرے سے صاف واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی بیویاں حلال تھیں جن کے مہر انہوں نے ادا کر دیئے؛ اور مہر ادا کئے بنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی بیوی حلال نہیں؛ بلکہ حرام ہے، نبی کے لئے وہ بیویاں جن کا مہر آپ نے ادا نہیں کیا، بیویاں چاہے ملکیت میں ہوں یا آزاد بہنیں ہوں، یا پھر مومن عورت بیوی بنانے کے لئے مہر کا ادا کرنا نبی کے لئے ضروری ہے؛ لہذا کسی حالت میں نبی کے لئے بلا مہر عورتیں جائز اور حلال نہیں حرام ہیں، اس میں ملکیت ہے اور یہ کہ ﴿خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ سے ملحق فقرے ﴿وَأَمْرًا مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا﴾ [الأحزاب: ۵۰] اور مومن عورت (اگر ان میں سے) جو ہبہ کر دے اپنا نفس نبی کو اگر ان میں سے جن سے نبی ارادہ کرے نکاح کا (حلال ہیں) یہ فقرہ مہروں کے متعلق ہر گز نہیں ہے، ”وہبت نفسہا“ مہر و مہروں کی ادائے گی کو ہر گز نہیں کہتے؛ بلکہ نفس کے ہبہ کو کہتے ہیں؛ لہذا کسی بھی عالم کا یہ کہنا قطعی غلط اور بے بنیاد ہوگا کہ نبی کو مہر ادا کئے بغیر کوئی عورت حلال ہے، اللہ رب العالمین کو ”وہبت نفسہا“ کے بجائے وہبت اجور ہن، استعمال کرنے میں کوئی مجبوری نہ تھی۔ اور ”وہبت نفسہا“ میں حکمت ہے۔

اور آیت مندرجہ بالا سورہ احزاب کی ایک مکمل آیت ہے؛ لہذا ”خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ“ اوپر والے ہر فقروں سے تعلق رکھتا ہے، اس آیت میں واضح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ہے کہ وہ اپنی ملکیت یا آزاد بہنوں یا مومن عورت سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ نکاح کر سکتے ہیں، یہ خاص اجازت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور مومن مسلمانوں کو نہیں حرام ہے، مسلمانوں کے لئے ملکیت اور آزاد بہنوں کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ ملکیت وہ ہوں جو جہاد میں ہاتھ لگی ہوں اور آزاد بہنیں، وہ ہوں جو آپ کے ساتھ ہجرت کی ہوئی ہوں، سوال ہوا کہ اگر خالصۃ والی بات آیت و آیت کے ہر فقرے سے متعلق ہے تو مسلمانوں کو ملکیت اور مومن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہو جائے گا، سوال صحیح ہوگا؛ لیکن الجھن نہیں کیوں کہ ”خالصۃ“ والی بات اللہ فوراً کہتا ہے:

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾

[الأحزاب: ۵۰] واضح ہے۔ اور حکمت اس میں اشارہ ہے، سورہ نساء کی طرف:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اِمِهَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ﴾ [النساء: ۲۳] کی طرف۔

میں نے آپ سے مصلحتاً جرح نہیں کی؛ اس لئے جرح نہیں کی کیوں کہ جو حضرات (جنید صاحب و حاجی مختار صاحب) میرے ساتھ تھے، ان دونوں کی نظر میں آپ بہت بڑے ولی ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس بات کا علم آپ کو بھی ہے، ان کے عقیدت مندانہ لہجے عمل سے آپ کیا ہیں اللہ بہتر جانے؛ لیکن آپ بہت کام کے ہیں، مجھے آپ کی سخت ضرورت ہے، جیسے موسیٰ کو ہارون کی ضرورت تھی، آپ دنیا کا تختہ پلٹ سکتے ہیں، بنی نوع انسان کو گمراہی سے بچا سکتے ہیں، اب وقت ہے قرآن و اسلام کی اصلیت واضح کر دینے کا۔ فی امان اللہ آپ کا مدثر (مہدی) جواب کا منتظر۔

جواب از مفتی الطاف الرحمن صاحب حیات العلوم مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن علیہ الرحمہ کی تفسیر

صحیح اور حق ہے، ایک ذی علم کے لئے عظیم فہم و ادراک کی ضرورت ہے، آپ نے دراصل قرآن کی آیت کی تفسیر اپنی رائے سے کی ہے، جو کہ صریح البطلان ہے۔ اور آپ نے اپنے زور قلم میں فقہاء کرام و ائمہ عظام کو مورد الزام ٹھہرایا، یہ آپ کی انتہائی گستاخی اور بے ادبی ہے، ان ائمہ کرام و فقہاء عظام کی توہین، فی الحقیقت دین مبین کی توہین ہے، بظاہر آپ کے قلم سے مترشح ہو رہا ہے کہ آپ قرآنیہ فرقہ سے یا اس سے متاثر ہیں۔ اور حدیث و فقہ کے جو کہ ہمارے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا سرمایہ ہے، جس کے بغیر دین مکمل نہیں۔ اس حدیث و فقہ کے آپ منکر ہیں۔ العیاذ باللہ۔ فہم قرآن کے لئے مختلف علوم و فنون کی ضرورت ہے، وہ علوم دراصل خادم قرآن اور وسیلہ علم قرآن ہیں، جن میں لغت، صرف، نحو، بلاغت، ادب، حدیث، فقہ و تاریخ وغیرہ شامل ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان علوم سے آپ کو بالکل مس اور لگاؤ نہیں۔ اور آپ اتنے بڑے جری ہو گئے کہ آپ نے اپنی ذہن سے قرآن کا مفہوم سمجھ لیا، جب کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین و ائمہ کرام و فقہاء عظام اور اسلاف محتاج ہیں، قرآن پاک کے سمجھنے میں حدیث پاک اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے، بہر حال زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا، اولاً آپ تابع ہو جائیے کہ آئندہ اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر نہیں کروں گا؛ بلکہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو مقدم سمجھوں گا اور صحیح سمجھوں گا، اس کے بعد میں آپ کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک میں جو لفظ ”وہبت نفسہا“ آیا ہے، اس میں ہبہ کا فاعل عورت کو مانا گیا۔ اور ”ہبہ“ کے اصطلاحی معنی یہ ہیں: ”الہبۃ تملیک العین بلا عوض“ جس کے معنی ہیں: کسی چیز کا مالک بنانا بغیر کسی عوض اور بدلہ کے۔ لہذا جب ہبہ کے مفہوم میں ہی عوض نہیں ہے، تب پھر کسی طرح سے اس کے دوسرے معنی اپنی عقل سے مہر کے نکالنا صحیح ہوگا؟

دوسرے یہ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیات ہیں جو کہ آپ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں، اس میں سے یہ بھی ہے، مثلاً آپ کے لئے اور آپ کے خاندان والوں

کے لئے زکوٰۃ کا حرام ہونا۔ اور آپ کی میراث کا وارثین میں تقسیم نہ ہونا، آپ کے لئے چار سے زائد بیویوں کا حلال ہونا، بیویوں کے درمیان باری کا ضروری نہ ہونا، اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت سے بلا مہر نکاح کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۷ھ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ بغیر مہر کے کیا، مگر آپ نے اپنی شان عالی کی بنا پر بعد میں بغیر ان کی خواہش اور مطالبہ کے ان کو مہر عطا فرمایا۔ امید ہے کہ آپ ان جوابات سے مطمئن ہوں گے، ورنہ خدا آپ سے خود پوچھ لے گا اور جواب طلب کرے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مفتی الطاف الرحمن

۱۱/۱۱/۱۴۰۸ھ

جواب از مفتی شبیر صاحب، مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”ہبہ“ کے معنی عربی زبان میں بلا عوض مالک بنانے اور اختیار میں دے دینے کے ہیں۔

”الہبۃ تملیک العین بلا عوض“ (قواعد الفقہ، أشرفی دیوبند ۵۵۰)

”الہبۃ تملیک فی الحیاۃ بغیر عوض“ (لغة الفقهاء، کراچی ۴۹۲)

اور باب نکاح میں عورت کے اپنی ذات کو مرد کے اختیار میں دینے کے عوض میں جو متعین مقدار مال مرد کی طرف سے عورت کو دیا جاتا ہے، اس کو مہر کہتے ہیں۔ اب قرآن کریم میں ”وہبت نفسہا“ کا معنی جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ جب بلا مہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک نکاح میں دینا مراد ہو، اب آیت کریمہ کے دونوں ٹکڑوں میں تطبیق کی صورت یوں ہوگی کہ جن بیویوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ہے وہ دو قسم پر ہیں:

(۱) وہ بیویاں جن سے آپ نے از خود اقام کر کے نکاح فرمایا ہے، انہوں نے اپنے کو آپ کے ہاتھ ہبہ نہیں کیا۔

(۲) وہ مومنہ بیوی جنہوں نے اپنی ذات کو آپ کے ہاتھ ہبہ کر دیا۔ اول الذکر بیویوں کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا مہر ادا کرنا تمام مومنین کی طرح واجب تھا، اسی طرف اللہ تعالیٰ نے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي أَتَيْتَ أُجُورَهُنَّ﴾ [الأحزاب: ۵۰] کے ٹکڑے سے اشارہ فرمایا ہے۔ اور موخر الذکر بیویوں کے لئے مہر ادا کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں تھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باب نکاح میں سات خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے: ﴿وَأَمْرًا مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الأحزاب: ۵۰] کے ٹکڑے سے بیان فرمایا ہے، اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح خاص طور پر مومنہ عورتوں کے ساتھ صحیح تھا، کافرہ، کتابیہ کے ساتھ نہیں، بخلاف عام مومنین کے کہ ان کے لئے کافرہ کتابیہ کے ساتھ نکاح صحیح اور درست ہے، اس لئے الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فلما أخبر في هذه الآية أن ذلك كان خالصا له دون المؤمنين مع إضافة لفظ الهبة إلى المرأة دل ذلك على أن ما خص به النبي صلى الله عليه وسلم من ذلك، إنما هو استحابة البضع بغير بدل؛ لأنه لو كان المراد اللفظ لما شاركه فيه غيره؛ لأن ما كان مخصوصا به وخالصا له، فغير جائز أن تقع بينه وبين غيره فيه شركة حتى يساويه فيه إذا كانت مساواتهما في الشركة تزيل معنى الخلوص والتخصيص.

(أحكام القرآن للخصاص، سورة الأحزاب، ۵۲، مكتبة سهيل اكيڈمی لاہور ۳/ ۳۶۶) مزید تفصیل ذیل کے حوالوں میں مطالعہ فرمائیں: (أحكام القرآن للعلامة تھانوی ۵/ ۴۴۶، أحكام القرآن للخصاص، سورة الأحزاب، ۵۲، مطبعه سهيل اكيڈمی لاہور ۳/ ۳۶۵، معارف

القرآن، سورة الأحزاب، ۵۲، مكتبة اشرفى ديوبند ۷/ ۱۸۶ تا ۷/ ۱۹۵، تفسير روح المعاني، سورة الأحزاب، ۵۲، جز: ۲۲، مكتبة زكريا ۱۲/ ۹۴، تفسير خازن، سورة الأحزاب: ۵۲، مطبع دارالمعرفة بيروت ۳/ ۴۷۳، مدارك ۳/ ۴۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۴/۲۴)

کیا حضور ﷺ پر عورتوں سے پردہ فرض تھا؟

سوال [۲۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور اکرم ﷺ سے عورتوں کو پردہ ضروری اور فرض تھا یا نہیں؟

المستفتی: اقبال شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور اکرم ﷺ پر عورتوں سے پردہ فرض تھا یا نہیں؟ اسی طرح عورتوں پر حضور ﷺ سے پردہ فرض تھا یا نہیں؟ اس بارے میں کوئی صریح روایت بندہ کی نظر سے نہیں گذری؛ البتہ پردہ کا مدارفتنہ پر ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا؛ اس لئے آپ ﷺ پر پردہ فرض ہونے کی بات سمجھ میں نہیں آتی؛ البتہ اتنی بات صراحت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ بیعت کے وقت عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے۔

فقال رسول الله ﷺ: إني لا أصافح النساء، إنما قولی لمائة امرأة كقولی لامرأة واحدة. الحديث (نسائي شريف، كتاب قسم الفیء، باب بیعة النساء، النسخة الهندية ۲/ ۱۸۳، دار السلام، رقم: ۴۱۸۶، المستدرک، مكتبة نزار مصطفى الباز ۸/ ۲۴۸۱، رقم: ۶۹۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ رذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۳۳/۳۲)

حضور ﷺ کے معجزات سے متعلق چند سوال و جواب

سوال [۲۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (الف) جو شخص آپ کا صرف ایک معجزہ، معجزہ قرآن کو مانے اور باقی سب معجزات کا انکار کرے، ایسا شخص شرعاً کیسا ہے، فاسق، فاجر، بدعتی؟

(ب) معجزات کا اعتقاد رکھنا حق ہے، ضروری ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث نبوی یا اجماع امت؟

(ج) معجزات کو ماننا، تسلیم کرنا شرعاً فرض ہے یا واجب یا سنت؟ کیا واقعہ معراج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے؟ دورانِ تحریر اگر کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) قرآن کریم کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار معجزات صادر ہوئے ہیں، جو صحیح ترین احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، جیسا کہ بخاری و مسلم کی متعدد روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے پوروں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا اور صحابہ کی جم غفیر کا اس پانی سے اپنی ضرورت پوری کرنا ثابت ہے، اس طرح کے معجزہ کا انکار کرنا سخت ترین گمراہی اور ضلالت کا باعث ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عطش الناس يوم الحديبية، والنبي ﷺ بين يديه ركوة، فتوضأ، فجهش الناس نحوه قال: مالكم؟ قالوا: ليس عندنا ماء نتوضأ ولا نشرب إلا ما بين يديك، فوضع يده في الركوة، فجعل الماء يثور بين أصابعه كأمثال العيون، فشربنا وتوضأنا، قلت: كم كنتم؟ قال: لو كنا مائة ألف لكفانا، كنا خمس عشرة مائة. (بخاري شريف، كتاب المناقب، باب

شریف، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، النسخۃ الہندیہ ۲/ ۲۴۶، بیت الأفکار، رقم: ۲۲۷۹

(۲) معجزات نبوی کا انکار کرنا بڑی جسارت کی بات ہے، جن معجزات کا ثبوت قرآن مقدس سے اور احادیث متواترہ سے ہے، ان کا انکار موجب کفر ہے، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی خیر منائی چاہئے۔

و خبر المعراج، أي بجسد المصطفى يقظة إلى السماء، ثم إلى ما شاء الله تعالى في المقامات العلى حق، أي حديثه ثابت بطرق متعددة، فمن رده أي ذلك الخبر ولم يؤمن بمقتضى ذلك الأثر فهو ضال مبتدع، أي جامع بين الضلالة والبدعة. وفي كتاب الخلاصة: من أنكر المعراج إلى قوله فهو كافر. (شرح فقه أكبر، مکتبہ اشرفی دیوبند ۱۳۵)

(۳) معجزات کا ثبوت برحق ہے اور اس کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہے۔

قد ظهر على يديه صلی اللہ علیہ وسلم بعض المعجزات ثابت بالتواتر المعنوي فلا بد من اعتقاد ثبوت معجزات النبي صلی اللہ علیہ وسلم في الجملة. (تكملة فتح الملهم، كتاب الفضائل، باب في المعجزات، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/ ۴۷۴)

والمعراج حق، وقد أسرى بالنبي صلی اللہ علیہ وسلم وعرج بشخصه في اليقظة إلى السماء، ثم إلى حيث شاء الله من العلا، وأكرمه الله بما شاء، وأوحى إليه ما أوحى ما كذب الفؤاد ما رأى، فصلى الله عليه وسلم في الآخرة والأولى. (شرح العقيدة الطحاوية، المکتبۃ الإسلامی، بیروت/ ۲۲۳)

(۴) واقعہ معراج کا ثبوت احادیث صحیحہ اور سنت متواترہ سے ہے، اور اس کا ذکر مختلف احادیث اور سیر کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور اس کا انکار کرنا کفر اور گمراہی ہے۔

والمعراج لرسول الله عليه السلام في اليقظة بشخصه إلى السماء، ثم إلى ما شاء الله تعالى من العلى حق، أي ثابت بالخبر المشهور حتى أن منكره يكون مبتدعا (وتحتة في هامشه) أي خارجا

عن السنة یضلل، ولا یکفر فی إنکار المعراج علی التفصیل المذکور،
وأما إنکار نفس المعراج فهو کفر بلا شبهة. (شرح عقائد مع هامشه، مکتبہ
نعیمیہ ۱۴۳، شرح فقہ اکبر، مکتبہ اشرفی دیوبند ۱۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۳۷)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۱/۵ھ

عبداللہ طارق کے چند اعتراضات کے جوابات

سوال [۲۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں: (۱) بیت المقدس کی طرف رخ کر کے آپ ﷺ نے کوئی نماز نہیں پڑھی؟

(۲) مذہب لیٹرین (بیت الخلاء) کا نام ہے۔

(۳) قرآن کریم کے ہم تک آنے میں شبہات ہیں۔

سید عبداللہ طارق نام کے ایک صاحب شہر مراد آباد میں اپنی تفاسیر کے ذریعہ ان
خیالات کا اظہار کر رہے ہیں، ہی ڈی پیش خدمت ہے، جواب سے نوازیں۔

المستفتی: زبیر احمد محلہ نئی بستی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) سائل نے سوال نامہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ

طارق نے اپنے بیان میں یہ بات صراحت سے بیان کی ہے کہ بیت المقدس کی طرف
رخ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں پڑھی، اس نے اگر واقعہً یہ بات کہی
ہے تو اس کی یہ بات انتہائی گمراہ کن ہے، اور اسلامی واقعات اور سیرت رسول وحدیث
رسول کو نسخ کر کے رکھ دینے کی بات ہے، اور بخاری شریف کی صحیح اور صریح روایات کا
صاف انکار ہے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ مہینے تک
بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا صحیح اور صریح احادیث شریفہ سے ثابت

ہے، اور جب سورہ بقرہ کی آیت شریفہ: ﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا، فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرہ: ۱۴۴] نازل ہوئی، تو اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا چھوڑ دیا، اور بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا سلسلہ شروع فرما دیا، اور یہ حدیث شریف بخاری شریف میں حسب ذیل پانچ مقامات پر موجود ہے۔ (بخاری شریف (۱) کتاب الایمان، باب الصلاة من الایمان ۱۰۱/۱۰۱ رقم: ۴۰ (۲) کتاب الصلاة، باب التوبة نحو القبلة ۱/۵۷ رقم: ۳۹۷۷۷۷ (۳) کتاب التفسیر، باب قوله: ”سيقول السفهاء من الناس“ ۲/۶۲۲۲۲ رقم: ۲۳۰۱۰۱ (۴) کتاب التفسیر، باب قول: ”ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد“ الخ ۲/۶۲۵/۲ رقم: ۲۳۰۷۷۷ (۵) کتاب أخبار الأحاد، الباب الأول ۲/۱۰۷۷۷۷ رقم: ۶۹۶۲۲ (۶) ۷۷۷۷۷۷ (۷) کتاب المساجد، باب تحويل القبلة ۱/۲۰۰ رقم: ۵۲۵-۵۲۷) اور ترمذی شریف، کتاب التفسیر، سورة البقرة ۲/۲۵۷۲۵ رقم: ۲۹۶۲۲ پر موجود ہے، جن حضرات کو دیکھنا ہوا ان مقامات پر ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ طارق کی تقریر میں ان صریح اور صحیح حدیثوں کا صاف انکار ہے۔ اب مسلمان اس شخص کے بارے میں خود فیصلہ کریں کہ یہ اسلامی تاریخ کے بارے میں محض جاہل ہے اور جہالت ہی کی وجہ سے اس نے یہ بات کہی ہے؟ یا کسی اسلام دشمن تنظیم کا ایجنٹ ہے جو صحیح حدیثوں کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر کے حدیث کی کتابوں کو ناقابل اعتبار قرار دینا چاہتا ہے، اور مسلمانوں میں گمراہی پھیلانا چاہتا ہے؟ اور شریعت اسلامیہ میں ایسے آدمی کی گمراہی میں کوئی شک نہیں ہے۔

(۲) سوال نامہ کی تحریر کے ساتھ عبداللہ طارق کی سی ڈی بھی سنی گئی جسے سن کر اندازہ ہوا کہ یا تو یہ شخص نرا جاہل ہے جسے قرآن و سنت عربی و اردو لغات اور تاریخ سے کچھ بھی

واقفیت نہیں یا پھر یہ کسی اسلام دشمن ایجنسی کا شاطر ایجنٹ ہے جو نہایت چابک دستی سے ناواقف عوام و خواص کے دلوں میں دین و مذہب اور قرآن کریم کے بارے میں تشکیک پیدا کرنا چاہتا ہے، اس کے بیانات میں خود تضاد ہے، ایک طرف یکے مؤمن ہونے کا مدعی ہے اور بار بار اپنے ایمان کی پختگی کی بات دہراتا ہے، اور دوسری طرف یہ نقل کرتا ہے کہ مسلمانوں کی باتیں صرف ہوائی ہیں، ان کے پاس کوئی تصدیق شدہ قرآن موجود نہیں ہے، حالاں کہ قرآن مقدس کے بارے میں مسلم عوام کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا بجائے خود ایسا جرم ہے جو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور اس کا اپنی تقریر میں یہ کہنا کہ (ماسٹر کاپی) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے جو نسخہ لیا تھا اس کا ان کو واپس کرنا ثابت نہیں ہے، حالاں کہ بخاری شریف ۷۴۶/۲ میں صراحت کے ساتھ صحیح حدیث شریف موجود ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے جو نسخہ لیا تھا وہ ان کو واپس کر دیا تھا، پھر اس نسخہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ماسٹر کاپی واپس کرنا ثابت نہیں ہے، یہ دعویٰ انتہائی جاہلانہ اور گمراہ کن ہے، ملاحظہ ہو بخاری شریف کے الفاظ:

رَدُّ عُثْمَانَ الصُّحُفِ إِلَى حَفْصَةَ وَأُرْسِلَ إِلَى كُلِّ أَفْقٍ بِمُصْحَفٍ مِّمَّا نَسَخُوا. (بخاری شریف، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، النسخة الهندية ۷۴۶/۲، رقم: ۴۷۹۶، ف: ۴۹۸۷)

نیز عبد اللہ طارق کا زور دے کر یہ کہنا کہ: ”یہ ممکن ہی نہیں کہ غلطی رہ نہ جائے ان چھ کے چھ ہاتھ سے لکھنے والوں سے بالکل حرف بحرف صحیح ہو، ایسا نہیں ہو سکتا، غلطی کا رہ جانا ہنڈ ریڈ پرسنٹ یقینی ہے“، یہ بات سن کر یقیناً سننے والے قرآن کریم کے بارے میں شک میں مبتلا ہوں گے، حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک قرآن کریم کے ہزار ہا نسخے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں، اور آج بھی دنیا کے اندر سیکڑوں سائز میں قرآن کریم دستیاب ہیں، کوئی چھوٹا، کوئی درمیانی، کوئی بڑا اور کوئی بہت بڑا،

ان سب کی کتابت دورِ صحابہ سے لے کر آج تک مسلمانوں نے اپنے ہاتھ سے کی ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ان مختلف نسخوں کے درمیان ایک لفظ کا فرق بھی ثابت نہیں کر سکتی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک لاکھوں حفاظ ہر زمانہ اور ہر دور میں موجود رہے کوئی بھی حافظ کسی بھی نسخے میں ایک لفظ کا فرق بھی نہیں دکھایا، نیز آج بھی عرب و عجم میں قرآن مقدس ہاتھوں سے لکھا جا رہا ہے، مگر کوئی بھی نسخہ چھپ کر کے آچکا ہو اور اس میں کسی لفظ کا فرق رہ گیا ہو، اور مسلمانوں نے اس کو قبول کیا ہو، دنیا کی کوئی طاقت اس کو ثابت نہیں کر سکتی، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا نسخہ تیار کرنے کے لئے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بورڈ قائم کیا تھا یہ وہ صحابہ تھے جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لکھایا کرتے تھے، اور وہ سب خود بہترین قسم کے حافظ تھے، جن کو کاتبین وحی سے موسوم کیا جاتا تھا، ان مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے قرآن میں ہنڈریڈ پرسنٹ یقینی طور پر غلطی رہ جانے کو بتانا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑا بدترین الزام ہے، اور دین کے ساتھ استخفاف ہے، جس سے کفر کا خطرہ ہے، فقہاء لکھتے ہیں:

إِذَا أَنْكَرَ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ اسْتَحْفَ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِالْمَسْجِدِ أَوْ بِنَحْوِهِ مِمَّا يُعَظَّمُ فِي الشَّرْعِ أَوْ عَابَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ خَطِيئًا أَوْ سَخِرَ بِآيَةٍ مِنْهُ كُفْرًا. (مجمع الأنهر، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد ألفاظ الکفر أنواع، مکتبہ

دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵۰۷/۲، ہندیہ، کتاب السیر، الباب التاسع، مطلب موجبات

الکفر أنواع، زکریا جدید ۲/ ۲۷۹، قدیم ۲۶۶/۲)

لہذا یہ شخص یا تو واقعی جاہل ہے جس کو دین اسلام سے کسی طرح کی واقفیت نہیں ہے یا کسی اسلام دشمن تنظیم کا ایجنٹ ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو دین کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا ہے؛ لہذا مسلمانوں کے لئے اس کی مجلسوں میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور ایسے دریدہ دہن شخص سے اس وقت تک بائیکاٹ کر لینا لازم

ہے، جب تک وہ علی الاعلان اپنی حرکتوں سے توبہ نہ کرے اور صدق دل سے معافی نہ مانگے۔

(۳) اس نے اپنی تقریر کے درمیان ”مذہب“ کو بے دھڑک لیٹرین کہہ دیا ہے، اور ساتھ میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ: ”ٹائٹل بدل دیا گیا ہے، ٹائٹل آپ کو دیا گیا لیٹرین اور شوچالے“، اور استدلال میں ابوداؤد شریف کا حوالہ دیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ ابوداؤد کی ایک حدیث شریف جس میں بطور کنایہ کے قضائے حاجت کے لئے جانے کی جگہ کو راوی نے ”مذہب“ سے تعبیر کر دیا ہے، جب کہ قضائے حاجت کے لئے جانے کی جگہ کو صراحت کے ساتھ استعمال کرنا اور صراحت کے ساتھ کہنا معیوب سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ ہمارے عرف میں بھی مہذب مجمع میں بیت الخلاء اور لیٹرین کے لفظ کی جگہ پر قضائے حاجت بولا جاتا ہے، اور بعض علاقوں میں جہاں جنگلوں میں قضائے حاجت کی جاتی ہے، تو بولا جاتا ہے کہ فلاں میدان کو گئے ہیں، اور بعض علاقوں میں بولا جاتا ہے کہ فلاں جنگل کو گئے ہیں، اور شہروں میں بولا جاتا ہے کہ قضائے حاجت کو گئے ہیں، اسی طرح راوی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام میں قضائے حاجت کو جانے کے لئے کنایہ کے طور پر لفظ ”مذہب“ استعمال فرمایا ہے، یعنی ”جانے کی جگہ“ تشریف لے گئے ہیں، پھر عبد اللہ طارق کا ”مذہب“ کو مجمع عام میں ”لیٹرین“ اور شوچالے“ کہہ دینا انتہائی جہالت اور اشتعال انگیز ہے، یہ نہ تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے اور نہ ہی عربی زبان میں یہ لفظ اس معنی کے لئے خاص ہے، چنانچہ دنیا کی کسی بھی ڈکشنری میں لفظ ”مذہب“ کا ترجمہ ”لیٹرین یا شوچالے“ نہیں لکھا گیا ہے، جو اہل علم سے مخفی نہیں ہے، بلکہ ”مذہب“ کے معنی عربی زبان میں قرآن و حدیث کے تفصیلی دلائل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے احکام شرعیہ کے استنباط کرنے میں متعینہ طریقہ اختیار کرنے کے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

الْمَذْهَبُ: طَرِيقَةُ مُعَيَّنَةٍ فِي اسْتِبْطَاطِ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ. (معجم لغة الفقهاء، کراچی ۹۱ء)

مگر اس شخص نے لفظ ”مذہب“ کو لیٹرین اور شوچالے کہہ کر شاطرانہ طور پر اس لفظ کے موقع محل پر پردہ ڈال کر اس کو دین سے جوڑ دیا، اور اسی طرح پوری تقریر میں خود ساختہ بے دلیل اور لچر اصطلاحات پیش کر کے حاضرین کا ذہن بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، نیز اس کا یہ کہنا کہ ”نام آگیا مذہب ٹائٹل تک بدل دیا گیا، ٹائٹل آپ کو دیا گیا لیٹرین شوچالے، اور مسلمانوں کے پاس نہیں ہے کچھ، ہوا میں ہے سب، اور دین اور یجنل نہیں بچا“۔ یہ مذہب اسلام کا مذاق اڑا کر کے دین و اسلام میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے، اس لئے مسلمانوں کے لئے اس کی مجلسوں میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اور جو اس کی باتوں پر یقین کرے گا اس کے بھی ایمان کا خطرہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۳۳/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۱/ ۱۴۳۴ھ

حضور ﷺ کے پیشاب، خون اور دیگر فضلات کا حکم

سوال [۲۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کا پیشاب پاک تھا یا ناپاک؟ اہل سنت والجماعت کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوریؒ کی کتاب ”خطبات دین پوری“ (ناشر مکتبہ نعیمیہ دیوبند) میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ پیشاب پھینک دو، ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیشاب پھینکا نہیں؛ بلکہ پی لیا۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے پیشاب پھینکا نہیں بلکہ پی لیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر نہ پیتی تو اچھا تھا۔ اور اگر تونے پی لیا تو جب تک زندہ رہے گی، تیرے پیٹ میں کوئی بیماری نہیں ہوگی، تو حضور ﷺ کے

پیشاب کے پاک ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کس حدیث میں ہے؟

المستفتی: ضیاء الرحمن نہر وگلی ۲ چوہان بانگریو سلیم پور، دہلی ۵۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور ﷺ کا پیشاب خون اور دیگر تمام فضلات

پاک ہیں، یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ اور جمہور امت کا مسلک ہے۔ ام ایمن جو آپ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتی تھیں، انہوں نے آپ ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا، پینے کے بعد آپ ﷺ سے ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اب تمہیں کبھی پیٹ میں درد لاحق نہ ہوگا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۳۰۷، مجمع الزوائد، دارالکتب

العلمیۃ بیروت ۸/ ۲۷۱، اسد الغابہ، دارالفکر ۶/ ۳۰۳، مدارج النبوة ۵۱/ ۵۱، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۵۸۱)

عن أم أيمن رضي الله عنها قالت: قام النبي ﷺ من الليل إلى فخارة من جانب البيت، فبال فيها، فقممت من الليل وأنا عطشي، فشربت من في الفخارة، وأنا لا أشعر، فلما أصبح النبي ﷺ قال: يا أم أيمن! قومي إلى تلك الفخارة؟ فاهريقى ما فيها، قلت: قد والله شربت ما فيها، قال: فضحك رسول الله ﷺ حتى بدت نواجذه، ثم قال: أما انك لا يفجع بطنك بعده أبداً. (المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، مکتبہ نزار

مصطفیٰ الباز ۷/ ۲۴۷۰، رقم: ۶۹۱۲)

لہذا سوال نامہ میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ صحیح ہے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کچھنے کا خون پی لیا تھا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی، نیز ایسے ہی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے دن آپ ﷺ کے زخموں کے خون کو اپنے منہ سے چوس کر زبان سے صاف کیا تھا، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص خواہش رکھتا ہے کہ وہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ انہیں دیکھ لے۔

(مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۲۷۱، مدارج النبوة ۵۱/ ۵۱، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۵۸۱)

اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کا پیشاب، خون اور دیگر تمام فضلات حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرات جمہور امت کے نزدیک پاک ہیں۔

فأبو حنیفة..... وهو یقول: بطهارة بوله وسائر فضلاته. (عمدة القاری، کتاب الطهارة، باب فضل وضوء الناس، مکتبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۹، زکریا ۲/ ۵۴۳)

صحیح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته، وبه قال أبو حنیفة. (شامی، کتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب فی طهارة بوله صلی اللہ علیہ وسلم کراچی ۱/ ۲۱۸، زکریا ۱/ ۵۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۳۲)
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۹ھ

کیا حضور ﷺ کا خون اور فضلات پاک تھے؟

سوال [۲۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کیا حضور ﷺ کے جسم اطہر سے بہتا ہوا خون پاک ہے؟ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات، پاخانہ، پیشاب پاک ہیں؟

المستفتی: شفیق احمد گودھنا، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) راجح قول کے اعتبار سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بدن سے نکلا ہوا خون پاک ہے۔

قال بعض شراح البخاري: في بوله ودمه وجهان والأليق الطهارة. (عمدة القاري، کتاب الطهارة، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، مکتبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵، زکریا ۲/ ۴۸۱، إمداد الأحکام ۱/ ۳۵۰)

(۲) حضور علیہ السلام کے تمام فضلات رانج قول کے اعتبار سے پاک ہیں۔

صحیح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته، وبه قال أبو حنيفة. (شامي، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في طهارة بوله صلى الله عليه وسلم زكريا ۱/ ۵۲۲، كراچی ۱/ ۲۱۸، إمداد المفتين ۲/ ۲۶۶، مرقاة، كتاب الطهارة، باب أحكام المياه، فضلاته عليه السلام، ملتانی ۲/ ۵۳، إمداد الأحكام ۱/ ۳۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ صفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۲۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ

سوال [۲۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کا سایہ اصلی تھا یا نہیں؟ حدیث کی روشنی میں صحیح بات کیا ہے بتائیں؟
المستفتی: محمد نبی قاسمی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صحیح حدیث شریف میں اس بات کا واضح ثبوت موجود ہے کہ حضور ﷺ کا اصلی سایہ موجود تھا۔ حدیث شریف ملاظہ فرمائیے:

عن عائشة أن بعير الصفية اعتل وعند زينب فضل من الإبل، فقال رسول الله ﷺ: لزينب أن بعير صفية قد اعتل فلو أنك أعطيتها بعيرا، قالت: أنا أعطيتك اليهودية، فتركها، فغضب رسول الله ﷺ. شهرين، أو ثلاثا حتى رفعت سريرها، وظنت أنه لا يرضى عنها، قالت: فإذا أنا بظله يوما بنصف النهار، فدخل رسول الله ﷺ فأعاد سريرها. (مسند أحمد ۶/ ۲۶۱، رقم: ۲۶۷۸۰، ۶/ ۱۳۲، رقم: ۲۵۵۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۸/۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۴۳)

سایہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت

سوال [۲۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اس سوال سے مقطوع ایک سوال خدمت اقدس میں ہے، کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں تھا؟

المستفتی: عبید اللہ خان بختیارنگری محلہ مولوی گنج، گنگا
پرشار دروڈ تحصیلدار واپی مسجد کے برابر میں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بعض ضعیف روایات میں حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کا ذکر موجود ہے؛ لیکن وہ سب روایات ناقابل اعتبار ہیں؛ اس لئے کہ صحیح اور معتبر روایات میں صاف الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کا سایہ ہونا ثابت ہے۔ ”مسند امام احمد بن حنبل“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بسند صحیح ایک لمبی روایت موجود ہے، اس کا ایک ٹکڑا نقل کیا جاتا ہے:

قالت: فبینما أنا یوما بنصف النهار إذا أنا بظل رسول الله ﷺ

مقبل. الحدیث (مسند امام أحمد بن حنبل ۶/ ۱۳۲، رقم: ۶، ۲۵۵۱۶ / ۲۶۱، رقم: ۲۶۷۸۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۷/۱

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۲۲/۲۷)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا؟

سوال [۲۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: لوگوں میں مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا، کیا یہ درست

ہے؟ یا عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سایہ تھا؟ روایات کے حوالہ سے جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عام انسانوں کی طرح آپ ﷺ کا بھی سایہ تھا، جو صحیح حدیث سے ثابت ہے، عام لوگوں میں جو مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہیں تھا وہ غلط مشہور ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲۶۱/۱۸)

فلما كان شهر ربيع الأول دخل عليها فرأت ظله، فقالت: إن هذا ظل رجل وما يدخل على النبي ﷺ، فمن هذا؟ فدخل النبي ﷺ. (مسند أحمد قديم ۱۳۲/۶، رقم: ۲۵۵۱۶)

عن عائشة أن بعير الصفية اعتل وعند زينب فضل من الإبل، فقال رسول الله ﷺ لزينب: أن بعير صفية قد اعتل فلو أنك أعطيتها بعيرا، قالت: أنا أعطيت تلك اليهودية، فتركها، فغضب رسول الله ﷺ شهرين، أو ثلاثا حتى رفعت سريرها، وظنت أنه لا يرضى عنها، قالت: فإذا أنا بظله يوما بنصف النهار، فدخل رسول الله ﷺ فأعادت سريرها. (مسند أحمد ۲۶۱/۶، رقم: ۲۶۷۸۰، إمداد الفتاوى ۵۷/۴، تفسير هدايت القرآن، سورة الكهف ۲۴۶/۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵/۱/۱۹ھ

الف فتویٰ رجسٹر خاص

کیا حضور ﷺ کا سایہ تھا؟

سوال [۲۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضور ﷺ کا سایہ تھا جیسا کہ ہم خالی انسانوں کا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”خصائص کبریٰ“ اور ”فتح العزیز“ وغیرہ کی نہایت ضعیف اور کمزور روایات میں حضور ﷺ کا سایہ نہ ہونا مروی ہے؛ لیکن مسند احمد بن حنبل میں دو جگہ صحیح اور مرفوع متصل سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے، جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے تحت حضور ﷺ کا عام انسانوں کی طرح سایہ مبارک کا ہونا صراحت کے ساتھ ثابت ہے؛ اس لئے اعتماد اور اعتقاد یہی ہونا چاہئے کہ حضور ﷺ کا حقیقی سایہ مبارک موجود تھا۔ اور صحیح روایت کے مقابلہ میں ضعیف روایت پر اعتقاد کرنا جائز نہیں۔ حدیث ملاحظہ ہو:

عن عائشة - رضي الله عنها - أن رسول الله ﷺ كان في سفر له، فاعتل بعير لصفية، وفي إبل زينب فضل، فقال لها رسول الله ﷺ: إن بعيراً لصفية اعتل فلو أعطيتها بعيراً من إبلك، فقالت: أنا أعطيتك اليهودية، قال: فتركها رسول الله ﷺ ذا الحجة والمحرم شهرين، أو ثلاثة لا يأتيها قالت: حتى يئست منه وحولت سريري قالت: بينما أنا يوماً بنصف النهار إذ أنا بظل رسول الله ﷺ مقبل. (مسند أحمد ۶/ ۱۳۲، رقم: ۲۵۵۱۶، ۶/ ۲۶۱، رقم: ۲۶۷۸۰)

اسی طرح صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم کی روایت میں خود آں حضور ﷺ کے الفاظ اپنے اور مومنین کے سایہ کو دیکھنے سے متعلق وارد ہوئے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائے:

عن أنس بن مالك قال: صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الصبح، قال: فبينما هو في الصلاة مديد، ثم أخرجها، فلما فرغ من الصلاة، قلنا: يا رسول الله! صنعت في صلاتك هذه ما لم

تصنع فی صلاۃ قبلہا؟ قال: انی رأیت الجنة قد عرضت علی، ورأیت فیہا دالۃ، قطنہا دانیۃ، حبہا کالدباء، فأردت أن أتناول منها، فأوحی إلیہا أن استأخری. فاستأخرت، ثم عرضت علی النار بیني وبينکم ”حتی رأیت ظلی وظلکم“، فأومات إلیکم أن استأخروا، فأوحی إلی أن أقرہم فإنک أسلمت وأسلموا، وهاجرت وهاجروا، وجاہدت وجاهدوا، فلم أر لی علیکم فضلا إلا بالنبوۃ. (صحیح ابن خزیمة ۱/ ۴۸، رقم: ۸۹۱، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، قديم ۴/ ۵۰۳، جدید، مکتبہ نزار مصطفی الباز، رقم: ۸۴۰۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۱۶
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۷۶/۳۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں؟

سوال [۲۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: امداد الحق بیر بھوی، ۱۶ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور ﷺ کے سایہ مبارک کے بارے میں علماء نے مختلف اقوال نقل فرمائیں ہیں۔ قاضی عیاض ”شفاء“ میں اور علامہ سیوطی نے ”خصائص کبریٰ“ میں اور ”فتح العزیز“ و ”مدارج النبوة“ وغیرہ میں آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونا نقل فرمایا ہے؛ لیکن عدم سایہ پر کوئی صحیح روایت مروی نہیں ہے۔ جب کہ ”مسند امام احمد بن حنبل“ میں صحیح سند کے ساتھ آپ ﷺ کا سایہ مبارک ہونا مروی ہے کہ حضرت

زینب رضی اللہ عنہا کا ایک لمبا واقعہ ہے، اس میں حضور ﷺ کا دوپہر کے وقت تشریف لانا اور سایہ مبارک ہونا صاف لفظوں میں موجود ہے۔

عن عائشة أن بعير الصفية اعتل وعند زينب فضل من الإبل، فقال رسول الله ﷺ لزینب: أن بعير صفية قد اعتل فلو أنك أعطيتها بعيراً، قالت: أنا أعطيتك اليهودية، فتركها، فغضب رسول الله ﷺ شهرين، أو ثلاثاً حتى رفعت سريرها، وظنت أنه لا يرضى عنها، قالت: فإذا أنا بظله يوماً بنصف النهار، فدخل رسول الله ﷺ فأعادت سريرها. (مسند أحمد ۶/ ۲۶۱، رقم: ۲۶۷۸۰، إمداد الفتاوى ۴/ ۵۷، تفسير هدايت القرآن، سورة الكهف ۵/ ۲۴۶)

اور ”حاوی الارواح الی بلاد الافراح“ جلد اول، باب اول ۴۲، میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا اپنا سایہ مبارک کو خود ملاحظہ فرمانا ثابت ہے۔

لقد رأيت ظلي. الحديث. (بحوالہ فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۰۹، جدید ذابھیل ۴/ ۸۰)

لہذا یہی صحیح ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ مبارک تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۲۰)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۵/ ۱۴۱۱ھ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں

سوال [۲۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ہیں، یا ہماری طرح بشر ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو خلق فرمایا، کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟ اس نور کے کیا معنی ہیں؟

المستفتی: محمد ناظم مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ایک کمزور قسم کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أول ما خلق الله نور محمد صلى الله عليه وسلم. (عمدة القاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في قول الله: وهو الذي يبدأ الخلق، مكتبة دار احياء التراث العربي ۱۵/ ۱۰۹، زکریا ۱۰/ ۵۴۳)

اور دوسری طرف قرآن کریم کے نص قطعی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ”انما انا بشر مثلکم“ (سورۃ الکہف: ۱۱۰) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے کہ لوگوں کے درمیان اعلان کر دیں کہ میں بھی تم تمام لوگوں کی طرح ایک بشر اور انسان ہوں۔ اب دونوں قسم کی نصوص میں تطبیق یوں ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد نور نبوت اور منصب نبوت ہے، جس کے ذریعہ سے جن و انس کو ہدایت کی روشنی ملی ہے، اس سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر جسم بشری نہیں تھا؛ بلکہ عین جسم نوری تھا۔

قال: والأولى أن يقال: هي مستعارة للعلم والهداية، كما قال الله تعالى: فهو على نور من ربه. (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب الدعاء إذ انتبه من الليل، مكتبة دار الريان للتراث بيروت ۱۱/ ۱۱۸، اشرفی دیوبند ۱۱/ ۱۴۲)

ورنہ ایک کمزور روایت کی بنا پر قرآن کریم کی ایک نص قطعی کا معنی بدل دینا لازم آئے گا، جو کسی حال میں جائز نہیں، اسی وجہ سے تو آپ کا عام انسانوں کی طرح جسمانی سایہ مبارک کا ہونا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

وفي حديث طويل: قالت: فبينما أنا يومًا بنصف النهار، إذا أنا بظل رسول الله ﷺ مقبل. الحديث (مسند أحمد ۶/ ۱۳۲، رقم: ۲۵۵۱۶)

اور اب رہی یہ بات کہ رات کے وقت چہرہ انور کی روشنی سے سوئی کا تلاش کر لینا یہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا، یہ ہمیشہ نہیں ہوتا تھا؛ بلکہ کبھی کبھی ہوتا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/۳/۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۷۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۳/۱۴۱۹ھ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں؟

سوال [۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں؟

المستفتی: شفیق احمد گودھنا، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نور کے معنی لغت میں ”روشنی“ کے ہیں، چنانچہ اللہ پاک نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے: ”هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا“ (سورۃ یونس: ۵) اور روشنی چونکہ خود بھی ظاہر ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو بھی ظاہر کرنے والی ہوتی ہے۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام خود بھی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ہدایت کی راہ دکھلانے والے ہوتے ہیں؛ اس لئے ان کو نور کہا جاتا ہے، جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے وہاں یہی مراد ہے، جیسا کہ سورہ ”احزاب“ میں فرمایا گیا ہے: ”وَدَاعِيَآ إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا“۔ [الأحزاب: ۴۶]

حاصل یہ نکلا کہ از راہ ہدایت حضور علیہ السلام کی ذات ہمارے لئے سراپا نور ہے، ورنہ ماہیت اور حقیقت کے اعتبار سے آپ انسان ہیں، جیسا کہ قرآن مقدس کی متعدد آیات میں اس کا تذکرہ ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ

یَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا.

[سورة الکھف، آیت: ۱۱۰]

قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ. [سورة الأنعام، آیت: ۹۱]

وَلَكِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَحَاسِرُونَ. [سورة المؤمنون: ۳۴]

اور فن عقائد کی مشہور کتاب ”شرح عقائد“ میں ہے:

وقد أرسل الله تعالى رسلا من البشر إلى البشر، مبشرين لأهل الإيمان والطاعة بالجنة والثواب. (شرح عقائد، نعیمیہ دیوبند ۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰/ صفر ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۴۸)

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں؟

سوال [۲۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ اور آیت قرآنی اور احادیث نبویہ سے استدلال کرتا ہے۔ دلیل آیت قرآنی: ”يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ“ کو پیش کرتا ہے۔ اور ”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ“ سے استدلال کرتا ہے۔ اور حدیث نبوی: ”أول ما خلق الله من نوري“ سے اپنے عقیدہ کو ثابت کرتا ہے۔ اور ایک حدیث استدلال میں پیش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یا جابر! إن الله قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره“.

لہذا ان تمام آیات کریمہ اور احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، تو زید کا یہ استدلال و عقیدہ اور عمل کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل واضح فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ مینواتو جروا

المستفتی: محمد انیس لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بشر ہونا قطعی ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس کا منکر نص قرآنی اور احادیث شریفہ کا منکر ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اعلان کیا ہے۔ اور احادیث مبارکہ میں بھی اس کا بیان موجود ہے۔ آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیے: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ . [سورة الکہف، آیت: ۱۱۰]

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ . [سورة إبراهیم: ۱۱]

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا . [بنی اسرائیل: ۹۳]

اور اب احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی ایک بشر ہی ہوں، جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں، میں بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَنَسِيْ كَمَا تَنسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي.

(بخاری شریف، باب التوجه نحو القبلة حيث كان، النسخة الهندية ۱ / ۵۸، رقم: ۳۹۹، ف: ۴۰۱)

(۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دو فریق اپنا جھگڑا لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: ”إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ“ میں ایک بشر ہی ہوں، میرے پاس لوگ اپنا جھگڑا لے کر آتے ہیں، ممکن ہے کہ ایک فریق اپنے دلائل صفائی سے پیش کرنے میں چالاک اور چرب زبان ہو، میں سمجھ جاؤں کہ اس نے سچ کہا ہے اور اس بنا پر میں اس کے حق میں فیصلہ کردوں (مگر یاد رکھ) اس طریقہ سے جس کو بھی لاعلمی میں دوسرے کا حق دلوادوں تو وہ (اس کے لئے) جہنم کا ایک ٹکڑا ہے، چاہے تو اس کو لے لے یا اس کو چھوڑ دے۔

عن أم سلمة زوج النبي ﷺ عن رسول الله ﷺ أنه سمع خصومة بباب حجرته، فخرج إليهم، فقال: إنما أنا بشر، وأنه يأتيني الخصم، فلعل بعضكم أن يكون أبلغ من بعض فاحسب أنه قد صدق وأقضي له بذلك، فمن قضيت له بحق مسلم، فإنما هي قطعة من النار، فليأخذها أو فليتركها. (بخاري شريف، كتاب المظالم، باب إثم من خاصم في

باطل، النسخة الهندية ۱/ ۳۳۲، رقم: ۲۳۹۴، ف: ۲۴۵۸)

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ کھجور کی تابیر کیا کرتے تھے (یعنی اس تصور کی بنا پر کہ کھجوروں میں نراور مادہ ہوتے ہیں، ایک کا قلم دوسرے میں لگاتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کہ یہ کیا کرتے ہو؟ حضرات انصار نے جواب دیا کہ یہی طریقہ ہے۔ اور ایسے ہی ہم کیا کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ ایسا نہ کرو، تو بہتر ہوگا، چنانچہ حضرات انصار نے یہ عمل چھوڑ دیا (مگر) اس سال کھجور کی پیداوار کم ہوئی۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: ”إنما أنا بشر“ میں ایک بشر ہی ہوں، جب دین کے معاملہ میں کسی بات کا حکم کروں تو اس کو لو اور اس پر عمل کرو (وہ منجانب اللہ ہوگا) اور جب میں اپنی رائے سے کوئی بات بتاؤں تو میں ایک بشر ہی ہوں (اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے اور اس میں آپ حضرات کو بھی رائے دینے کا حق ہے)

عن رافع بن خديج قال: قدم النبي ﷺ المدينة وهم يؤبسون النخل، فقال: ما تصنعون؟ قالوا: كنا نصنعه، قال: لعلكم لو لم تفعلوا كان خيرا، فتركوه، فنقصت، قال: فذكروا ذلك له، فقال: إنما أنا بشر، إذا أمرتكم بشيء من أمر دينكم فخذوا به، وإذا أمرتكم بشيء من رأيي، فإنما أنا بشر. (مشکوٰۃ شریف ۲۸/، صحيح ابن حبان، دار الفكر بيروت ۱/ ۸۲، رقم: ۲۳)

(۴) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر ”غدر خم“ کے پاس پہنچ کر یہ خطبہ دیا: اما بعد! لوگو سن لو! میں بھی ایک بشر ہوں، ہو سکتا ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کو لبیک کہہ دوں، میں تمہارے درمیان دواہم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں:

قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً فينا خطيباً بماء يدعى خماء، بين مكة والمدينة، فحمد الله وأثنى عليه، ووعظ وذكر، ثم قال: أما بعد! ألا! أيها الناس! فإنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين. (مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالبؑ، النسخة الهندية ۲/ ۲۷۹، بیت الأفكار، رقم: ۲۴۰۸)

ان تمام آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں؛ لہذا زید کا نبی علیہ السلام کے بارے میں بشریت کا انکار کرنا اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور وہ تمام آیات کریمہ جن میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے، وہ اس بنا پر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نوع انسانی کو کفر و شرک کی ظلمت و تاریکی کی حالت میں آفتاب و ماہتاب کی روشنی کی طرح ایمان کی نورانی روشنی ملتی ہے؛ لہذا ان آیتوں کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں؛ بلکہ بشر ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آفتاب و ماہتاب کی طرح ہدایت کی روشنی نوع انسانی کو حاصل ہوتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۳۸۹ تا ۳۹۲، جدید زکریا ۳/ ۳۷ تا ۳۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

یکم رجب ۱۴۲۱ھ

۱/ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۰۴/۳۵)

حضور ﷺ کا مرض الموت میں دوروز قبل اپنی وفات کی خبر دینا

سوال [۲۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے دوران وعظ مسجد میں یہ بات بیان کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے وفات سے دو دن قبل فرمایا: کہ میں دو دن اور زندہ رہوں گا، کیا واقعی آپ ﷺ نے دو دن پہلے وفات کی اطلاع دی ہے؟ اگر یہ صحیح ہے؟ تو براہ کرم اس کا حوالہ تحریر فرمادیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے، تو ایسا کہنے والے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس کا حوالہ کسی معتبر کتاب میں احقر کی نظر سے نہیں گذرا، ایسا کہنے والے کے لئے اس وقت کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے، جب کہ اس سے اس بات کا حوالہ معلوم کر لیا جائے، کہ وہ بات کہاں ہے، بعض واعظین وعظ کی کتابوں میں اس طرح کی باتیں لکھتے ہیں، جو معتبر نہیں ہیں، ہاں البتہ وفات سے پہلے مرض الوفا میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں سرگوشی کے دوران یہ فرمایا ہے کہ اسی مرض میں دنیا سے رحلت فرما جاؤں گا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بتلایا کہ میرے اہل و عیال میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملاقات کرو گی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عائشة^{رض} قالت: دعا النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة ابنته في شكواه التي قبض فيها، فسارها بشيء، فبكت، ثم دعاها فسارها، فضحكت، قالت: فسألتها عن ذلك، فقالت: سارني النبي صلى الله عليه وسلم فأخبرني أنه يقبض في وجعه الذي توفي فيه، فبكت، ثم سارني فأخبرني أني أول أهل بيته أتبعه فضحكت. (صحيح البخاري، كتاب

فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب فاطمۃ رضی اللہ عنہا، النسخۃ الهندیۃ ۱/ ۵۳۲، رقم: ۳۶۳۰ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۱/۲۴)

نبی مر گئے، امت یتیم ہو گئی سے حیات قبر کا انکار ثابت نہیں ہوتا

سوال [۲۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مقرر نے بعد خطاب درمیان دعا اس قسم کے کلمات ادا کئے: ”اے اللہ! تو نے اپنے نبی کو اپنے پاس بلا لیا، تیرے وعدہ کے مطابق تیرے نبی مر گئے، امت یتیم ہو گئی، اگر تیرے نبی زندہ ہوتے تو ہم ان کو وسیلہ بنا کر تجھ سے دعا کرتے؛ لیکن جب وہ نہ رہے تو ہم براہ راست تجھ ہی سے دعا کرتے ہیں“ مقرر مذکور نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا انکار کیا ہے، جو آپ کو بعد وصال حاصل ہے، جب کہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ نبی کی زندگی بعد وفات امر اجماعی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مقرر مذکور پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ایسا عقیدہ رکھنے والا خارج از اسلام ہے یا نہیں؟ نیز ایسے مقرر کی تقریر سننا یا تقریر کے لئے مدعو کرنا کیسا ہے؟ کتب معتبرہ سے ایسا تفصیلی جواب عنایت فرمائیں کہ حق عیاں ہو جائے۔

المستفتی: شبیر احمد، بنگلور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مقرر مذکور نے اثنائے دعا اس طرح کے جو کلمات ادا کئے ہیں کہ ”نبی مر گئے، امت یتیم ہو گئی، اگر تیرے نبی زندہ ہوتے تو ہم ان کو وسیلہ بناتے“ بظاہر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقرر نے دنیا سے وصال فرما جانے کو مراد لیا ہے، حیات قبر کا انکار نہیں کیا ہے۔ اور دنیا سے گذر جانے اور چلے جانے کے لئے خود

قرآن و احادیث میں آپ کے لئے لفظ موت کا استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ“ [الزمر: ۳۰] اس آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ بھی مرنے والے ہیں اور آپ کے دشمن و احباب بھی مرنے والے ہیں۔ اور اس آیت میں ضمنیہ بھی بتلایا گیا کہ افضل الخلاق اور سید المرسلین ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی موت سے مستثنیٰ نہیں ہیں، تاکہ آپ کی وفات کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ (مستفاد: معارف القرآن، سورۃ الزمر: ۳، مکتبۃ اشرفیہ دیوبند ۵۵۶/۷)

”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ“ وهو خطاب للنبي ﷺ أخبره بموته وموتهم - إلى - الرابع: لئلا يختلفوا في موته كما اختلفت الأمم في غيره. (تفسير قرطبي، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت، المجلد الثامن من الجزء ۱۵ / ۱۶۵)

لہذا مذکورہ مقرر کے الفاظ مفسرین کی تفسیر کے مخالف نہیں ہیں۔ اور قبر کی زندگی کا بھی انکار ثابت نہیں ہوتا ہے؛ اس لئے مقرر مذکور پر کوئی سخت احکام نافذ نہیں کئے جائیں گے۔ اور بعد الوفات وسیلہ کو ناممکن سمجھنا مقرر کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی حضور ﷺ کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا سلف سے ثابت ہے۔

ويعجز التوسل إلى الله تعالى والإستغاثة بالأنبياء والصالحين بعد موتهم. (بريقة ۱/ ۲۷۰، بحوالہ تسکین الصدور، مطبع لاہور: ۴۳۵)

عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف، عن عمه عثمان بن حنيف، أن رجلاً كان يختلف إلى عثمان بن عفان في حاجة، وكان عثمان لا يلتفت إليه ولا ينظر في حاجته، فلقي بن حنيف، فشكى ذلك إليه، فقال عثمان بن حنيف: إيت الميضاة، فتوضأ، ثم ات المسجد فصل فيه ركعتين، ثم قل: اللهم إني أسئلك أتوجه إليك بنينا محمد نبي الرحمة يا محمد إني أتوجه بك إلى ربي فتقضي لي في حاجتي.

قال أبو بكر: علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا الدعاء:
فقال: قل: اللهم إني أسئلك بمحمد نبيك وبإبراهيم خليلك.

الحديث (جمع الفوائد ۲/ ۲۶۴)

اور احادیث مبارکہ میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لفظ ”موت“ استعمال کیا ہے۔

إن أبا بكر قبل النبي ﷺ بعد ما مات. (وحدیث آخر) عن عائشة قالت: كنت مستندة النبي ﷺ إلى صدري، أو قالت: إلى حجري، فدعا بطست ليول فيه، ثم بال، فمات ﷺ. (شمائل ترمذی، النسخة الهندية ۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴ھ/۷/۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/رجب ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۲۰)

کیا حضور پاک ﷺ مٹی میں مل گئے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

سوال [۲۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر کے مٹی میں مل گئے، آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر کریں۔

المستفتی: محمد رضوان الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام وفات پا کر قبر اطہر میں تشریف لے گئے، جیسے عام لوگ قبر میں جا کر مٹی بن جاتے ہیں، آقائے نامدار، تاجدار مدینہ علیہ الصلاۃ والسلام کا حال ایسا نہیں ہے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں جا کر صحیح و سالم زندہ ہیں۔ اور آپ کا جسد اطہر مٹی پر حرام ہے، اگر زید مٹی میں ملنے سے

یہ مراد لیتا ہے کہ قبر میں تشریف فرما ہیں، تو صحیح ہے۔ اور اگر یہ مراد لیتا ہے کہ عام لوگوں کی طرح مٹی میں مل گئے ہیں، تو یہ غلط ہے۔

عن أنس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ: الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون. (مسند أبو يعلى موصلي، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۲۱۶، رقم: ۳۴۲۵، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/ ۶۳، رقم: ۶۳۹۱، ۱۳/ ۲۹۹، رقم: ۶۸۸۸، حياة الأنبياء للبيهقي ۳/ مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۱)

إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. (زاد المعاد ۱/ ۳۶۵، نسائي شريف، كتاب الجمعة، إكثار الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۳۰۴، دار السلام، رقم: ۱۳۷۵، ابن ماجة شريف، فرض الجمعة، باب في فضل الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۷۶، دار السلام، رقم: ۱۰۸۵، ۱۰۶۳۶، ۱۰۶۳۷، أبو داؤد شريف، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۰، دار السلام، رقم: ۱۰۴۷، ۱۰۵۳۱، سنن دارمي، دار المغني ۲/ ۹۸۱، رقم: ۱۶۱۳، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۸/ ۴۱۱، رقم: ۳۴۸۵، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ۲/ ۸۳۹، رقم: ۱۷۳۳، المستدرک، مكتبه نزار مصطفى الباز ۱/ ۴۰۵، رقم: ۱۰۲۹، ۸۶۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۶/۲۶ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶/ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۹۱)

حضور ﷺ کا پردہ فرمانے کے بعد دنیا میں کسی سے ملاقات کے لئے آنا

سوال [۲۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (الف) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیا بعد وفات اپنی قبر سے اٹھ کر دنیا میں تشریف لا کر کسی اللہ کے نیک بندے کو پانی پلا جائیں یہ ممکن ہے؟ ایسا عقیدہ رکھنا شرک تو نہیں؟

(ب): ایسے جبرئیل علیہ السلام کسی غیر نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو پانی پلا جائیں یا کچھ اور کام کر جائیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں تو فہماور نہ ایسا عقیدہ رکھنے والا گنہگار ہو گا یا نہیں؟

المستفتی: قاری عبدالرحمن شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد الوفات دنیا میں تشریف لا کر کسی کی ضرورت پوری کرنے کے سلسلے میں بندہ کو کوئی صریح روایت نہیں مل سکی؛ اس لئے بندہ اس سلسلے میں کچھ لکھنے سے قاصر ہے؛ البتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا حدیث صحیح سے ثابت ہے، چنانچہ بحکم خدا کسی خاص شخص کی اعانت و مدد کر سکتے ہیں۔

عن أنس بن مالک - رضي الله عنه - قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان ليلة القدر نزل جبرئيل عليه السلام في كبكبة من الملائكة. (شعب الإيمان، باب في الصيام: في ليلة العيدين ويومهما، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۳۴۳، رقم: ۳۱۷۱۷، مشكوة شريف ۱/ ۱۸۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کیا حضور اکرم ﷺ کے والدین مؤمن تھے؟

سوال [۲۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین خدا کو ماننے والے، صاحب ایمان مسلمان تھے یا نہیں؟ یا غیر مسلم تھے، بتوں کو پوجتے تھے یا نہیں؟

المستفتی: محمد محسن، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس سلسلہ میں ائمہ اور فقہاء کے درمیان اختلاف

چلا آرہا ہے، حضرت حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز میں آپ کے والدین کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر بحالت ایمان وفات پائے۔

كما في الشامي: ألا ترى! أن نبينا عليه الصلاة والسلام قد أكرمه الله تعالى بحياة أبيه له حتى آمنا به، كما في حديث صحيح، صححه القرطبي. (شامي، کراچی ۴/ ۲۳۱، زکریا ۶/ ۳۶۹)

اور حضرت امام اعظمؒ اور ملا علی قاریؒ کی رائے یہ ہے کہ بحالت کفر وفات پائے۔

كما في فقه الأكبر للإمام الأعظم أبي حنيفة وشرحه للعلامة ملا علي قاري: ووالدا رسول الله ﷺ ماتا على الكفر هذا رد من قال: أنهما ماتا على الإيمان، أو ماتا على الكفر، ثم أحياهم الله تعالى، فماتا في مقام الإيقان. (شرح فقه أكبر، مکتبہ اشرفی دیوبند، ص: ۱۳۰)

ثم الجمهور على أن والديه ﷺ ماتا كافرين، وهذا الحديث أصح ما روي في حقهما. (بذل المجهود، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، مکتبہ یحیی سہارنپور ۴/ ۲۱۴، دارالبشائر الإسلامية ۱۰/ ۵۲۴، مرقاة المفاتیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، الکلام علی ایمان والديه عليه الصلاة والسلام، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۴/ ۱۱۳)

عن أنس أن رجلا قال: يا رسول الله! أين أبي؟ قال: في النار، فلما قفى دعاه، فقال: إن أبي وأباك في النار. (مسلم شريف، کتاب الایمان، باب بیان أن من مات على الكفر، فهو في النار، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۴، بیت الأفكار، رقم: ۲۰۳)

لہذا اس سلسلہ میں کف لسان ہی بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/ ۹/ ۱۴۰۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۲۰۵)

حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنا اور مدینہ بلوانے کی درخواست کروانا

سوال [۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک زائر حرم سے بندے نے عرض کیا کہ بارگاہ رسالت میں میری جانب سے صلوٰۃ و سلام پیش کر دینا، بعدہ جائز ہو تو یہ بھی عرض کر دینا کہ آقا بلا لو؛ تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً بارگاہ رسالت میں یہ عرض کرنا یا رسول اللہ! رب العالمین سے دعا فرما دیجئے کہ عبدالعزیز بن حبیب اللہ کو مدینہ منورہ کی سکونت عطا فرما دے، یا مدینہ منورہ کی زیارت نصیب فرمائے، یا حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائے۔

المستفتی: عبداللہ برتن بازار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ طریقہ بھی جائز ہے، جب کہ شرک کا اشتباہ نہ ہو کہ توسل و طلب از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات کند و آں جائز است باتفاق پس آں چرا جائز نباشد و فرق نیست در ارواح کاملان در حین حیات و بعد از ممات۔ (فتاویٰ عزیزی ۲/ ۱۰۸، فتاویٰ رشیدیہ قدیم: ۱۰۲، جدید زکریا: ۷۴)

سوال از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام و شہداء عظام و صلحاء عالی مقام بعد موت شاں استمداد بایں طور کہ یا فلاں از حق تبارک و تعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شو، و دعاء برائے من بخواہ در است یا نے جواب اگر استمداد بایں طریق است کہ در سوال مذکور است، پس ظاہر اجوازا است امیرانکہ در ميصورت شرک نمی آید مانند استمداد از صلحاء بدعاء و التجاء در حال حیات الخ۔ (فتاویٰ عزیزی ۱/ ۸۹)

نسألك أن تسأل الله تعالى أن لا يقطع آثارنا من زيارة حرمك، وأن يعيدنا سالمين غانمين. الخ. (وفاء الوفاء ۳/ ۴۵۲، بحوالہ تسکین الصدور، مطبع لاہور: ۳۷۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰/۸۳۲)

حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنا اور حاجت براری کے لئے دعا کرانا

سوال [۲۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سائل چند زائرین مدینہ منورہ سے یا چند ساکنان مدینہ منورہ سے زبانی یا تحریری یہ عرض کرے کہ آپ صاحبان بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں میری جانب سے درود و سلام پیش کریں، بعدہ یہ عرض کریں کہ یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ اللہ رب العالمین عبدالعزیز بن حبیب اللہ مراد آبادی کی تمام جائز دعائیں قبول فرمائے اور تمام جائز تمنائیں قبول فرمائے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

المستفتی: عبدالعزیز، بازار برتن مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم ۱۰۲، جدید زکریا: ۷۴، فتاویٰ عزیزی ۱/ ۸۹، ۲/ ۱۰۸)

نسألك أن تسأل الله تعالى أن لا يقطع آثارنا من زيارة حرمك، وأن يعيدنا سالمين غانمين إلى أوطاننا، وأن يبارك لنا فيما وهب لنا، وأن يرزقنا الشكر على ذلك. الخ. (وفاء الوفاء ۲/ ۵۲، بحوالہ تسکین الصدور، مطبع نصرۃ العلوم گوجرانوالا: ۳۷۵)

السلام علیک یا رسول اللہ! من فلان بن فلان یتشفع بک الی ربک. (غنیۃ خاتمۃ فی زیارۃ قبر الرسول، جدید ۳۷۹، قدیم ۲۰۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۶/۲۴)

اجتماعی طور پر ”یا نبی سلام علیک“ پڑھنے کی شرعی حیثیت

سوال [۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر محلہ کے چند آدمی ایک ساتھ بیٹھ کر باواز بلند ایک طرز میں یہ درود پڑھیں تو کیسا ہے:

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک، یا حبیب سلام علیک۔
المستفتی: محمد جمال الدین متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ الفاظ درود شریف کے لئے حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہیں۔ اور اس کو درود شریف کہنا بھی عربی محاورہ اور عربی زبان کے اعتبار سے درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کی عبارت عربی زبان اور عربی محاورہ کے اعتبار سے غلط ہے؛ کیوں کہ ”سلام علیک“ کی عبارت عربی زبان کے اعتبار سے غلط ہے؛ بلکہ ”السلام علیک“ یا ”سلام علیک“ کے الفاظ صحیح ہیں؛ اس لئے مذکورہ عبارت کو درود شریف کہنا محل تردد ہے، نیز ایک ساتھ باواز بلند صحیح درود شریف کا پڑھنا بھی دور نبوت، خلفاء راشدین، دور صحابہ، دور تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے؛ اس لئے اس کو مسلمانوں میں رائج نہیں کرنا چاہئے۔ اور جن الفاظ کے بارے میں لکھا گیا ہے، زمانے کے مبتدعین ان الفاظ کو پڑھتے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں، یا قبر اطہر میں رہ کر ان کی باتیں سن رہے ہیں، تو یہ خطرناک عقیدہ ہے، اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ: ”آپ قبر اطہر میں رہ کر دور سے درود شریف خود نہیں سنتے ہیں؛ بلکہ آپ تک پہنچانے کے لئے مستقل ایک فرشتہ

متعین ہے، جو نام و نسب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے۔ اگر یہ بدعت مروجہ نہ ہو تو ذکر ولادت شریفہ عبادت ہے۔

عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن اللہ وکل بقبری ملکاً، أعطاه اللہ أسماء الخلائق فلا یصلي علي أحد إلى يوم القيامة إلا أبلغني باسمه واسم أبيه هذا فلان بن فلان قد صلي عليك.

(البحر الزخائر المعروف بمسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۴/ ۲۵۵، رقم: ۱۴۲۵)

وقوله: إذا مت فليس أحد يصلي علي صلاة إلا قال يا محمد صلي عليك فلان بن فلان، قال: فيصلي الرب تبارك وتعالى علي ذلك الرجل لكل واحدة عشرة. (الترغيب والترهيب، كتاب الذكر والدعاء، الترغيب في إكثار الصلاة على النبي ﷺ عليه وسلم، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۲۶)

عن أبي هريرة قال: قال رسول اللہ ﷺ: من صلي علي عند قبری سمعته، ومن صلي علي نائياً أبلغته. (شعب الإيمان، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۱۸، رقم: ۱۵۸۳)

عن ابن مسعود -رضي الله عنه- قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام. (نسائي، كتاب الصلاة، باب التسليم على النبي ﷺ عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۴۳، دار السلام، رقم: ۱۲۸۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۵/ ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۵، مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمي ۲/ ۲۱۵، رقم: ۳۱۱۶)

والإحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة، فهو جائز، بل مندوب، كسائر أذكاره، والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (إمداد الفتاوى ۶/ ۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده ﷺ، ووضع أمه له من

القيام، وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء. الخ (الفتاوى الحديثة ۱۱۲/ بحواله محموديه ڈابهيل ۳/ ۱۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۱/ ۱۴۲۶ھ

روضہ اقدس پر ہلکی آواز سے درود پڑھنا

سوال [۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی شخص روضہ اقدس کے قریب کھڑے ہو کر اپنے دل میں درود و سلام پڑھے، یا اتنی آہستہ آواز میں پڑھے کہ قریب کا آدمی بھی آواز نہ سن سکے، تو کیا آنحضرت ﷺ بذات خود یہ درود و سلام سنتے ہیں یا فرشتے پہنچاتے ہیں؟ باواز بلند سلام پڑھنے کی بات سمجھ میں آتی ہے؛ لیکن آہستہ یا دل میں پڑھنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔
المستفتی: محمد صداقت بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: خود حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص میری قبر اطہر کے پاس درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتا ہے، میں خود اس کو سن کر اس کا جواب دیتا ہوں۔ اور جو دور سے درود پڑھتا ہے، فرشتے میرے پاس پہنچاتے ہیں۔

من صلی علی عند قبري سمعته، ومن صلی علی نائیا بلغته. (إعلاء السنن، کتاب الحج، باب زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/ ۵۵۱، شرح زرقانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۲/ ۲۰۳، شعب الإیمان، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۱۸، رقم: ۱۵۸۳)

عن ابن مسعود قال: قال رسول الله ﷺ: إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام. (نسائي، كتاب الصلاة، باب

التسليم على النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۳، دارالسلام، رقم: ۱۲۸۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۵/ ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۵، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۲/ ۲۱۵، رقم: ۳۱۱۶)

لہذا اگر کوئی شخص روضہ اطہر کے پاس کھڑے ہو کر ایسی ہلکی آواز سے درود و سلام پڑھتا ہے کہ دوسرا سن بھی نہ سکے تب بھی حضور ﷺ اس کو سنتے اور جانتے ہیں؛ کیوں کہ آپ ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں اور پڑھنے والوں کو دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔

ويلازم الأدب والخشوع والتواضع غاض البصر في مقام الهيبة، كما كان يفعل بين يديه في حياته، إذ هو حي ويستحضر علمه بوقوفه بين يديه وسماعه لسلامه، كما هو في حال حياته، إذ هو لا فرق بين موته وحياته في مشاهدته لأمرته ومعرفته بأحوالهم ونياتهم وعزائهم وخواطيرهم، وذلك عنده جلي أي ظاهر لا خفاء به باطلاع الله تعالى على ذلك. (شرح زرقاني، دار الكتب العلمية ۱۲/ ۱۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۳۹/۳۳)

بارگاہ رسالت میں درود و سلام کے علاوہ دوسری دعائیں کرنا

سوال [۲۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ جس کو اللہ رب العزت زیارت روضہ اطہر کی سعادت عطا فرمائے وہ درود و سلام کے علاوہ دعائے خیر کی درخواست بھی بارگاہ رسالت میں شرعاً عرض کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) یہ معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت میں دوسرے کی جانب سے صلوٰۃ و سلام پڑھ سکتا ہے؛

لیکن پھر وہی نمبر ۱ والی بات کہ دوسرے کی جانب سے دعا خیر کی درخواست مختصر یا تفصیل سے عرض کر سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بارگاہ رسالت میں درود و سلام کے علاوہ دوسری دعائیں بھی اپنی اور دوسرے کی جانب سے عرض کرنا جائز ہے۔

وتبلغه سلام من أوصاك، فتقول: السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يتشفع بك إلى ربك، فاشفع له، وللمسلمين، ثم تصلي عليه وتدعو بما شئت عند وجهه الكريم مستدبر القبلة. الخ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الحج، فضل فی زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قدیم: ۴۰۷، جدید دارالکتاب دیوبند ص: ۴۸۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۲/۲۴)

روضہ اقدس پر بذریعہ فون سلام پیش کرنا

سوال [۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید ہندوستان میں رہتا ہے اور زید کا ایک دوست بکر مدینہ منورہ میں ہے، بکر مدینہ منورہ میں روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اپنے دوست زید سے ہندوستان میں بذریعہ موبائل فون رابطہ کرتا ہے۔ اور بکر اپنے موبائل فون کا اسپیکر آن کر دیتا ہے اور زید سے کہتا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا سلام پیش کر دو، اسپیکر آن کرنے کے بعد موبائل فون سے نشر ہونے والی آواز خاصی بلند ہوتی ہے، تو کیا اس صورت میں زید کا سلام خدمت نبوی میں پیش ہو جائے گا؟ اور کیا اس کو بھی وہی فضیلت حاصل ہوگی جو حاضر خدمت ہو کر سلام پیش کرنے والے کو حاصل ہوتی ہے؟

المستفتی: تسلیم احمد تمباکو والا ن مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: موبائل کے واسطے سے خدمت رسالت میں سلام پہنچانے کی جو شکل سوال نامہ میں پیش کی گئی ہے، اس کو اگر لاؤڈ اسپیکر کے ہارن کی آواز کے درجہ میں قرار دیا جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ براہ راست اس کا سلام خدمت رسالت میں پہنچ رہا ہے؛ لیکن یہ ایک ڈرامائی شکل ہے، جو خدمت رسالت کے لئے سخت بے ادبی ہے، نیز کسی بھی بڑی شخصیت کو بہت دور سے پکار کر سلام کرنے کو دنیا کا ہر شخص بے ادبی اور توہین سمجھتا ہے، تو حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں گنتی بڑی بے ادبی اور توہین ہے، ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے؛ اس لئے اس طریقہ سے موبائل آن کر کے خدمت رسالت میں سلام پیش کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور خدمت رسالت میں حاضری کی فضیلت ایسی صورت میں کسی طرح حاصل نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ حاضری کی فضیلت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ جب براہ راست خدمت رسالت میں حاضری ہو جائے؛ لہذا سوال نامہ میں جو شکل پیش کی گئی ہے، اس میں نہ حاضری کا ثبوت ہے اور نہ ہی اس سلام کا اعتبار ہوگا؛ لہذا سلام پہنچانے کا وہی مسنون طریقہ صحیح اور درست ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ کسی کے واسطے سے سلام پہنچایا جائے، یا اپنے طور پر درود و سلام پڑھے اور اللہ کے مقرر کردہ فرشتوں کے واسطے سے خدمت رسالت میں سلام پہنچ جائے۔

عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن الله و كل بقبري ملكا، أعطاه الله أسماء الخلائق فلا يصلي علي أحد إلى يوم القيامة إلا أبلغني باسمه واسم أبيه هذا فلان بن فلان قد صلي عليك.

(البحر الزخائر المعروف بمسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۴ / ۲۵۵، رقم: ۱۴۲۵)

وقوله: إذا مت فليس أحد يصلي علي صلاة إلا قال يا محمد صلي عليك فلان بن فلان، قال: فيصلي الرب تبارك وتعالى علي

ذلک الرجل لكل واحد عشرًا. (الترغیب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، باب الترغیب فی إکثار الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/۷/۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۵۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۷/۱۴۲۷ھ

دوران صلاۃ حضور ﷺ کا خیال آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال [۲۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کے درمیان حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کا نام نامی واسم گرامی آنے پر خیال اگر آئے تو نماز میں خلل ہوگا یا نہیں؟۔ بینواتو جروا

المستفتی: افتخار عادل کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز کے اندر عظمت باری تعالیٰ مقصود ہوتی ہے، کسی اور کی عظمت داخل صلوۃ جائز نہیں ہے۔ اور خدا کی ذات کے بعد پوری کائنات میں آپ ﷺ کی ذات عالی سے بڑھ کر کسی کی بھی ذات باعظمت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑی عظمت والی ذات آپ ﷺ کی ذات عالی ہے، اسی پر ہمارا ایمان اور اسی پر ہمارا یقین ہے؛ لہذا نماز کے اندر حضور ﷺ کی ذات عالی کے علاوہ کسی اور مخلوق کا خیال آجائے اور اسی پر دھیان جم جائے تو خدا کی ذات کی عظمت سے دھیان ہٹ کر اس مخلوق کی ذات کی عظمت کی طرف منتقل نہیں ہوگا؛ لیکن اگر اس کے برخلاف آپ ﷺ کی ذات عالی پر دھیان جم جائے تو لازمی بات ہے کہ ایماندار اور مسلمان کا دھیان خدا کی عظمت سے ہٹ کر آپ ﷺ کی ذات عالی کی

عظمت کی طرف منتقل ہو جائے گا، جب آپ ﷺ کی ذات عالی کی عظمت خیال میں جم جائے گی، تو خدا کی ذات کی عظمت جو نماز میں مقصود ہوتی ہے وہ باقی نہیں رہتی؛ اس لئے نماز کے اندر خرابی آتی ہے۔ اور آپ ﷺ کی ذات عالی کے علاوہ کسی اور مخلوق کا خیال جم جائے تو چونکہ اس کی عظمت نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے نماز خراب نہیں ہوتی ہے، یہ اصل بات ہے۔ اور جو لوگ حقیقت سے ہٹ کر ظاہری سطح پر خالی الذہن مسلمانوں کو تردد میں ڈالتے ہیں، اس کے ذمہ دار خود وہی لوگ ہوں گے یا ان کے دلوں میں آپ ﷺ کی عظمت ہوتی ہی نہیں ہے، جس مسلمان کے دل میں آپ ﷺ کی عظمت پوری طریقہ سے ہوگی، اس کی نماز کا خطرہ ہے، کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ ”التحیات“ کے اندر آپ ﷺ کا نام مبارک آتا ہے، تو نماز کیوں نہیں فاسد ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خیال آنا ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ خیال کو جما لینا ممنوع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۱۸)

نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا مفسد صلاۃ نہیں؟

سوال [۲۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور اقدس ﷺ کا نماز میں خیال آنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد خلیل الرحمن عید گاہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صوفیاء و سالکین کے یہاں ایک درجہ ہے، جس کو ”صرف ہمت“ کہتے ہیں، یعنی جب کسی چیز کا دھیان آجائے تو بس اسی پر دھیان جما رہے کسی اور چیز کی اس میں گنجائش باقی نہ رہے، تو جس کو صرف ہمت کا درجہ حاصل

ہو جائے وہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دھیان دے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و عظمت دل میں جم جائے گی اور نماز میں صرف اللہ کی تعظیم و عظمت لازم ہے، اس میں کسی غیر کی شرکت جائز نہیں؛ لہذا اب اگر صرف ہمت کے درجہ پر پہنچنے کے بعد نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان آجائے اور اسی پر دل جما لیا جائے، تو دھیان تعظیم خداوندی سے ہٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل ہو جائے گا، تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی؛ لہذا ’التحیات‘ پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آجائے تو اس پر دھیان جمانا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی کو صرف ہمت کا درجہ حاصل نہیں ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان آجانے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی؛ بلکہ ایمان تازہ ہوگا۔ اور تعظیم خداوندی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۶۳، جدید محمودیہ، ڈی ۱، جیل ۶/ ۶۲۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ صفر ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۱۲۷)

کیا حضرت تھانویؒ نے نماز میں حضور ﷺ کے خیال آنے کو مفسد صلوٰۃ لکھا ہے؟

سوال [۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ”بہشتی زیور“ میں یا اور کسی کتاب میں لکھا ہے کہ نماز میں اگر حضور ﷺ کا خیال آجائے تو نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر نماز میں گدھے کا دھیان آجائے تو نماز ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں کیا مسئلہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے

”بہشتی زیور“ یا کسی بھی کتاب میں یہ مضمون نہیں لکھا ہے؛ البتہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا محض خیال آجانا نماز میں مفسد ہے؛ بلکہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایسا دھیان نہ جما لیا جائے کہ نعوذ باللہ تعالیٰ کی طرف سے دھیان ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو جائے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ نماز میں صرف خدا تعالیٰ کی عظمت مقصود ہوتی ہے، ساتھ میں کسی دوسرے کی عظمت جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بعد پوری کائنات میں سب سے زیادہ عظمت والی ذات سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہے، اسی پر ہمارا ایمان اور ہمارا یقین ہے؛ لہذا نماز میں اگر آپ ﷺ کی ذات عالی کا دھیان آجائے اور اس کی طرف قوت دھیان جما لیا جائے تو مؤمن کامل کا دھیان اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، یہی نماز کے اندر خرابی کا باعث بنتا ہے؛ کیوں کہ عبادت غیر اللہ کے لئے ہو جاتی ہے، اس کے برخلاف آپ ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ کسی اور کی ذات اتنی بڑی باعظمت نہیں ہے کہ اس کی طرف دھیان جما لینے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کوئی فرق آتا ہو؛ لہذا اگر نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کا خیال آجائے گا تو نماز میں خرابی نہیں آئے گی؛ اس لئے کہ دوسری مخلوق کی ذات اتنی بڑی باعظمت نہیں ہے، جس کی وجہ سے عظمت خدا سے دھیان منتقل ہو سکتا ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۶۳، جدید ڈائجیل ۶/ ۶۲۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۸/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹/۸/۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۸۳/۳۴)

نماز میں حضور ﷺ کے خیال آنے کی شرعی حیثیت

سوال [۲۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ نماز میں اگر حضور ﷺ کا خیال آجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟
بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ دیوبندی کا یہ عقیدہ ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

المستفتی: جسیم احمد سرس مول گڈر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت مقصود ہوتی ہے اور پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ باعظمت حضور ﷺ کی ذات بابرکت ہے۔ اور دوسرے انسان اور دوسری مخلوق کی کوئی ایسی عظمت نہیں ہے۔ اور جب مؤمن کامل آپ ﷺ کی ذات ستودہ پر خیال جمالے گا، تو عظمت باری تعالیٰ سے دھیان بالکل ہٹ جائے گا اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسری مخلوق پر دھیان جمانے سے عظمت باری تعالیٰ پر کوئی اثر ہی نہیں پڑتا اور ایمان کامل کا یہی تقاضہ بھی ہے۔ اور جس کا ایمان ناقص ہوگا، اس کو یہ کیفیت حاصل ہی نہیں ہو سکتی؛ لہذا مؤمن کامل کا دھیان جب حضور ﷺ کی ذات میں جم جائے اور اسی میں بالکل کھوجائے تو عظمت خدا سے دھیان منتقل ہو کر پوری طرح عظمت رسول اللہ ﷺ میں بس جاتا ہے۔ اور یہ مقصد صلوٰۃ کے خلاف ہے؛ اس لئے نماز میں خلل آ جاتا ہے۔ اور جس کا ایمان ناقص ہو اس کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جس کتاب میں اس کو ذکر فرمایا ہے، وہ تصوف کی کتاب ہے۔ اور اہل تصوف ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ”الاحتیات“ میں ”السلام علیک ایہا النبی“ میں بھی حضور ﷺ کا دھیان آتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہے دھیان آنا اور دوسرا ہے دھیان جمانا، تو دھیان کا آنا برا نہیں ہے؛ بلکہ دھیان کو جمالینے کی ممانعت ہے، جس کو ”صرف ہمت“ سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ اس لئے ”الاحتیات“ کے مسئلہ کو لے کر کے ”صرف ہمت“ کے مسئلہ پر کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۹۱۹/۳۴)

نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا

سوال [۲۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بحالت نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل میں خیال آنا، کیا نماز کو فاسد کر دیتا ہے؟ مالہ و مالعلیہ تفصیلی جواب تحریر فرمائیں۔ بیوا

المستفتی: عبدالغفور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کائنات میں اللہ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی ذات سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہی ہے؛ لہذا جو شخص حضور ﷺ کی ذات اقدس کو اللہ کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی نہیں مانے گا، اس کا ایمان خطرہ میں ہوگا، نیز جس شخص کا دھیان آپ ﷺ کی ذات عالی پر جم جائے، پھر آپ کی ذات کی وجہ سے پوری کائنات کو بھول نہ جائے اس کا ایمان بھی کامل نہیں ہو سکتا؛ بلکہ اس کا ایمان ناقص ہی ہوگا۔

اب سنو! نماز میں صرف خدا کی عظمت مقصود ہوتی ہے، اب اگر نماز میں حضور ﷺ کی ذات اقدس پر کوئی مؤمن کامل دھیان جمالے گا تو خدا کی عظمت سے ہٹ کر رسالت مآب ﷺ کی عظمت پر منتقل ہو جائے گا، مگر اس کے برخلاف آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور مخلوق کا دھیان آجائے اور اس پر دھیان جما بھی لیا جائے تو بھی عظمت خدا میں کوئی فرق نہیں آ سکتا، جس شخص کے دل و دماغ میں آپ ﷺ کی ذات عالی کی عظمت اس درجہ کی نہ ہو کہ دھیان جمالینے کے باوجود ذات عالی کی عظمت شان کی وجہ سے خدا کی عظمت سے دھیان نہ ہٹے وہ حضور ﷺ کی محبت میں کامل نہیں ہے، ہاں البتہ دھیان آ کر گزر جائے تو کوئی بات نہیں، جیسا کہ ”التحیات“ میں دھیان آ کر گزر جایا کرتا ہے، یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی ذات سرور

کائنات ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے۔ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب ”صراط مستقیم“ میں خود اس کی صراحت موجود ہے، دیکھئے: (صراط مستقیم/ ۹۳، مطبع احمد لاہور)

لہذا دھیان آ کر گذر جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی، ہاں البتہ دھیان جمالینے میں خدا کی عظمت میں فرق آ جاتا ہے۔ بعض لوگ سادہ خالی الذہن مسلمانوں کو الٹا سمجھا کر ذہن خراب کرتے رہتے ہیں، اس کے ذمہ دار وہی لوگ ہوں گے، قیامت کے دن سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے اس کا فیصلہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ شعبان ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۱۶/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۸/۱۴۱۸ھ

نبی ﷺ کی ذات مبارک سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۲۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: احقر کو مندرجہ ذیل عنوانات سے متعلق احادیث کی ضرورت ہے؛ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ باحوالہ تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

(۱) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا واجب القتل ہے؟

(۲) انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں۔

(۳) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں۔

(۴) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

المستفتی: مبارک حسین، مدرسہ بدر العلوم پیر پور تھان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ

کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے، وہ واجب القتل ہے؛ لیکن اس قتل کا انجام اسلامی حکومت اپنے زیر انتظام دے سکتی ہے، اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

قال ابن عباس: ذكر لي أن رسول الله ﷺ، قال: بينا أنا نائم أريت أنه وضع في يدي سواران من ذهب، ففطعتهما وكرهتهما، فأذن لي فنفختهما فطارا، فأولتهما كذا بين يخرجان، قال عبيد الله: أحدهما العنسي الذي قتله فيروز باليمن، والآخر مسيلمة. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب قصة الأسود العنسي ۲/ ۶۲۹، رقم: ۴۲۰۲، ف: ۴۳۷۸)

وتحتة في فتح الباري: وكان الأسود قد خرج بصنعاء، وادعى النبوة. (فتح الباري، كتاب المغازي، باب قصة الأسود العنسي، بيروت ۷/ ۶۹۵) مسيلمہ کذاب نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، اس کو جنگ یمامہ میں حضرت وحشیؓ نے قتل کیا۔

قوله: ولئن أدبرت ليعقرنك الله: أي إن أدبرت عن طاعتي ليقتلنك الله..... وقتله الله تعالى يوم اليمامة، وهذا من معجزات النبوة. (تكملة فتح الملهم، كتاب الرويا، باب رؤيا النبي ﷺ، مكتبه أشرفيه ۴/ ۴۶۶)

(۲) انبیاء کرام کا معصوم ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے، مگر اس سلسلہ میں صاف الفاظ کے ساتھ کوئی صریح حدیث احقر کو دستیاب نہیں ہو سکی؛ البتہ بعض تفسیر کی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کی صراحت موجود ہے۔

قَالَ أَنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ. [سورة البقرة: ۱۲۴]

وفيه دلالة على عصمة الأنبياء عن الكبائر قبل البعثة، ثم قال بعده: فالحق أن المراد بالظلم خلاف العدل، فكل نبي معصوم عن الكبائر من الذنوب. (أحكام القرآن ۱/ ۴۷)

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک قول بھی موجود ہے: قال أبو بکر الصديق رضي الله عنه: إن كان لمعصوما من الشيطان، وإن كان لينزل عليه الوحي من السماء. (مسند إمام أحمد بن حنبل ۱/ ۴۴، رقم: ۸۰) (۳-۲) عالم الغیب اور حاضر و ناظر کا مسئلہ دونوں ایک ہی ہیں؛ اس لئے ایک ہی حدیث شریف سے دونوں مسئلوں پر استدلال کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ: وہ شخص جھوٹا اور کذاب ہے جو حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ ملاحظہ فرمائیے:

عن عائشة - رضي الله عنها - قالت: من حدثك أن محمدا رأى ربه فقد كذب، وهو يقول: لا تدركه الأبصار، ومن حدثك أنه يعلم الغيب فقد كذب، وهو يقول: لا يعلم الغيب إلا الله. (بخاري شريف، كتاب التوحيد، باب قول الله عالم الغيب فلا يظهر على غيبه أحد ۲/ ۹۸، رقم: ۷۰۸۳، ف: ۷۳۸۰)

قالت: ومن زعم أنه يخبر بما يكون في غدٍ فقد أعظم على الله الفرية، والله يقول: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ. (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب معنى قول الله تعالى: ولقد رآه نزلة أخرى ۱/ ۹۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۹۳/۷)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۳/۱۴۲۵ھ

حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے تو الدو تناسل کے جاری ہونے والے سلسلہ کی حقیقت

سوال [۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت آدم کے بارے میں سنا ہے کہ ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا پیدا

ہوئیں اور پھر حضرت حوا سے ایک بچہ صبح اور ایک بچہ شام پیدا ہوا کرتا تھا، جن میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوا کرتی تھی۔ اور دونوں کی آپس میں شادی ہو جایا کرتی تھی، اس طرح سے نسل انسانی چلی۔ کیا یہ بات درست ہے؟ اگر غلط ہے تو پھر صحیح کیا ہے؟

المستفتی: حافظ محمد فرحت، استاذ مدرسہ تجوید القرآن سہانہ، بلند شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا گیا اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی کے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو گیا، ارشاد خداوندی ہے:

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً. (سورة النساء،

آیت: ۱، مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفی دیوبند ۲/ ۲۷۹)

وهي قد خلقت من ضلع آدم عليه السلام الأيسر. (روح المعاني، سورة

النساء: ۱، مکتبہ زکریا ۳/ ۲۸۵)

واستوصوا بالنساء خيرا، فإنهن خلقن من ضلع. الخ الحديث

(بخاری، کتاب النکاح، باب الوصایۃ بالنساء، النسخة الهندیة ۲/ ۷۷۹، رقم: ۴۹۹۱،

ف: ۵۱۸۶)

إن حواء خلقت من ضلع آدم الأقصر الأيسر وهو نائم. (فتح

الباري، کتاب النکاح، باب الوصایۃ بالنساء، مکتبہ دارالریان للتراث بیروت ۹/ ۱۶۲،

دارالفکر ۹/ ۲۵۳، اشرفیہ دیوبند ۹/ ۳۱۵، تحت رقم الحدی: ۵۱۸۶)

اور سوال نامہ میں حضرت حوا کے پیٹ سے ایک صبح اور ایک شام بچہ ہونے کا ذکر غلط ہے، نیز ایک بطن سے جو بچے پیدا ہوتے تھے، انہیں میں آپس میں شادی ہونے کی بات بھی غلط ہے؛ بلکہ صحیح صورت حال یہ تھی کہ حضرت حوا کے پیٹ میں ایک ساتھ دو دو بچوں کا استقرار ہوتا تھا، ایک لڑکی ایک لڑکا اور ان دونوں کی پیدائش انسانی طبیعت کے مطابق مدت حمل میں ہوا کرتی تھی۔ اور ایک حمل سے جو بچے پیدا ہوا کرتے تھے، ان کو

حقیقی بھائی بہن قرار دیا جاتا تھا؛ لہذا ان دونوں میں نکاح جائز نہیں تھا؛ پس ان دونوں کی شادی دوسرے بطن سے ہونے والے بچوں سے ہوتی تھی، پہلے بطن کا لڑکا دوسرے بطن کی لڑکی اور دوسرے بطن کا لڑکا پہلے بطن کی لڑکی ان میں آپس میں شادی ہوا کرتی تھی۔ (مستفاد: معارف القرآن، سورۃ المائدہ: ۳۱، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۳/۱۱۲)

أنه كان لا يولد لآدم عليه السلام مولود إلا ولد معه جارية، فكان تزوج غلام هذا البطن جارية هذا البطن الآخر، وتزوج جارية هذا البطن غلام هذا البطن الآخر، جعل افتراق البطون بمنزلة افتراق النسب للضرورة. (روح المعاني، سورة المائدة: ۲۷، مکتبہ زکریا ۴/ جز: ۶/ ۶۳، ۶/ ۱۱۱، مختصر تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۰۶، تفسیر قرطبی، سورة المائدة: ۲۷، مکتبہ دارالکتب العلمیہ ۶/ ۸۸، تفسیر خازن، سورة المائدة، ذکر قصۃ القربان و سببہ، مکتبہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۵۴، صفوۃ التفسیر ۱/ ۳۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۵۹/۳۵)

حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے نبی ہونے کی دلیل

سوال [۲۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی یا رسول تھے یا نہیں؟ قرآن مقدس میں حضرت آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کی کوئی دلیل ہو تو تحریر فرما دیجئے اور حدیث صحیح بھی تحریر فرما دیجئے۔

المستفتی: مولانا احسان الحق قاسمی سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت آدم علیہ السلام کا نبی ہونا صحیح حدیث شریف

سے ثابت ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں صراحت کے ساتھ واضح الفاظ میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي ذر - رضي الله عنه - قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في المسجد، فجلست، فقال: يا أبا ذر! هل صليت؟ قلت: لا، قال: قم فصل، قال: فقمت فصليت، ثم جلست، فقال: يا أبا ذر! تعوذ بالله من شر شياطين الإنس والجن، قال: قلت: يا رسول الله! وللإنس شياطين؟ قال: نعم، قلت: يا رسول الله! الصلاة، قال: خير موضوع، من شاء أقل ومن شاء أكثر، قال: قلت: يا رسول الله! فالصوم، قال: فرض مجزئ وعند الله مزيد، قلت: يا رسول الله! فالصدقة، قال: أضعاف مضاعفة، قلت: يا رسول الله! فأيتها أفضل؟ قال: جهد من مقل أو سر إلى فقير، قلت: يا رسول الله! أي الأنبياء كان أول؟ قال: آدم، قلت: يا رسول الله! أو نبي كان يا رسول الله؟ فقال: نعم، نبي مكلم، قال: قلت: يا رسول الله! كم المرسلون؟ قال: ثلاثة مائة وبضعة عشر جما غفيرا، وقال مرة: خمسة عشر، قال: قلت: يا رسول الله! أيما أنزل عليك أعظم؟ قال: آية الكرسي، ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ“، (مسند أحمد ۵/ ۱۷۸، رقم: ۲۱۸۷۹، ۲۱۸۸۵)

قرآن مقدس کی آیت شریفہ سے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کا ارشاد ملتا ہے، اگرچہ عبارت النص نہیں ہے؛ لیکن قرآن مقدس کے اشارۃ النص سے آدم علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت ہے، آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ. [سورة آل عمران: ۳۳] فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ شعبان ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۱۸۲/۴۱)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۸/ ۱۴۳۶ھ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کی حقیقت

سوال [۲۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: واقعہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ختنہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ان کی دو بیویاں تھیں، ایک بیوی سے زیادہ محبت تھی، دوسری بیوی نے حسد میں اپنی سوکن کی ناک کاٹ ڈالی، تا کہ خوبصورتی میں کمی آجائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت کم ہو جائے؛ لیکن اس سے خوب صورتی بڑھ جاتی ہے اور اس طرح سے ان سے محبت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ دوسری دفعہ کان کاٹ ڈالی، اس سے اور زیادہ خوبصورتی بڑھ جاتی ہے، اور ان کی محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے، عاجز آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عضو مخصوص کے سرے کو کاٹ ڈالتی ہے، اس طرح سنت ابراہیمی اور عورتوں کے کان ناک میں سوراخ کرنے کا رواج پایا، تو یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ جواب باصواب سے مطمئن فرمائیں۔

المستفتی: محمد صابر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں مذکور واقعہ من گھڑت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے؛ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کرنے کا حکم فرمایا، جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنا ختنہ اپنے ہاتھوں سے کیا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۴۰۱، جدید ڈبھیل ۴/ ۵۱۴)

أن رسول الله ﷺ قال: اختتن إبراهيم عليه السلام بعد ثمانين سنة، واختتن بالقدوم مخففة. (بخاري شريف، كتاب الاستيذان، باب الختان بعد ما كبر، النسخة الهندية ۲/ ۹۳۱، رقم: ۶۰۵۵، ف: ۶۲۹۸، مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل، النسخة الهندية ۲/ ۲۶۵، بيت الأفكار، رقم: ۲۳۷۰) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۲۰/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۴ھ

کیا شاہد یوسف نے شیر خوارگی کی حالت میں گواہی دی؟

سوال [۲۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آپ کی تصنیف ”انوار ہدایت“ میں ص: ۲۱۰ پر تین شیر خوار بچوں کا ذکر ہے، جنہوں نے ماں کی گود میں کلام کیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت جس بچہ نے دی تھی، اس کی کیا عمر تھی؟ اس بچہ کا تذکرہ بھی تو احادیث میں آیا ہوگا؟ اس کے بارے میں کیا تحقیق ہے؟

المستفتی: محمد یونس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آنجناب نے ”انوار ہدایت“ کے اس مسئلہ پر اشکال کیا ہے، جس میں تین بچوں کے شیر خواری کی حالت میں گویائی کا ذکر ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ ان میں شاہد یوسف کا ذکر نہیں، درحقیقت بات یہ ہے کہ جن تین بچوں کا ہم نے ”انوار ہدایت“ کے اندر ذکر کیا ہے، ان کا شیر خواری کی حالت میں گفتگو کرنا صحیح روایات سے ثابت ہے، کسی کا ان میں اختلاف نہیں ہے۔ اور شاہد یوسف کے بارے میں بڑا اختلاف ہے، بعض لوگوں نے شیر خوار بچہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسا

کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن جبیر اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے؛ لیکن اکثر محدثین شاہد یوسف کے صبی ہونے کے منکر ہیں؛ بلکہ وہ ایک رجل حکیم تھے۔ اور بادشاہ کے وزراء ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، جیسا کہ ”تفسیر قرطبی، تفسیر خازن، تفسیر کبیر“ وغیرہ میں اس کی وضاحت ہے۔

الرابع: أنه رجل حكيم ذو عقل كان الوزير يستشير في أموره، وكان من جملة أهل المرأة، وكان مع زوجها إلى قوله: هذا قول الحسن، وعكرمه وقتادة والضحاك ومجاهد أيضا، والسدي قال: كان ابن عمها، وروى عن ابن عباس وهو الصحيح في الباب. (تفسير قرطبي، سورة يوسف: ۲۹، مكتبه دار الكتب العلمية ۹/ ۱۱۴، تفسير خازن، سورة يوسف ذكر قصة ذهاب اخوة يوسف بيوسف عليه السلام، مكتبه دار المعرفة بيروت ۳/ ۱۵، تفسير كبير ۱۸/ ۱۲۳)

احقر نے ”انوار ہدایت“ میں شاہد یوسف کو صبی کی گویائی کے بارے میں؛ اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس میں اس طرح کا اختلاف ہے۔ نیز ”تفسیر روح المعانی، سورة يوسف: ۲۸، مکتبہ زکریا جزو: ۱۲، ۷/ ۳۳۱“ میں گیارہ بچوں کا ذکر ہے، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت یحییٰ علیہ السلام (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۵) حضرت مریم علیہا السلام (۶) وہ بچہ جس نے جرتج کی برأت کی گواہی دی تھی (۷) شاہد یوسف (۸) اصحاب اخدود کے واقعہ میں گفتگو کرنے والا بچہ (۹) وہ بچہ جس کے سامنے ایک باندی کا گذر ہوا، جس کو زانیہ کہا جا رہا تھا، وہ کچھ نہیں بول رہی تھی، اس بچہ نے اس کی برأت کی گواہی دی (۱۰) زمانہ فرعون میں ماشطہ کا بچہ (۱۱) وہ بچہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں گفتگو کی، ان کا ذکر صاحب روح المعانی نے اشعار میں کیا ہے:

تکلم في المهد النبي محمد ☆ ويحيى وعيسى والخليل ومريم

☆ ومبری جریج ثم شاهد یوسف و طفل لذي الأخدود یرویه مسلم
☆ و طفل علیه مر بالأمۃ التي یقال لها تنزی و لم تتکلم
☆ و ماشطۃ فی عهد فرعون طفلها و فی زمن الهادی المبارک یتختم
(روح المعانی، سورۃ یوسف، زکریا، ج ۱۲، ۷۷/۲، ۳۳۱-۳۳۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الحجۃ ۱۴۲۳/۲/۱۳
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۱۴ (الف فتویٰ نمبر: ۷۵۰۲/۲۶)

جناتوں کے نبی جن ہوتے تھے یا انسان؟

سوال [۲۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ہمارے یہاں سرہند حضرت مجدد الف ثانیؒ کے یہاں بار بار حاضری دینے والوں کا ایک سوال ہے، جس کو دارالافتاء بھیجا جا رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے جو جنات دنیا میں رہتے تھے، ان کی اصلاح و ہدایت کے لئے کیا نبی جنات ہی میں سے آتے تھے یا وہ سب جنات بے ایمان سرکش باغی تھے؟

(۲) اگر حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے جنات میں نبی ان ہی کی قوم میں سے آئے ہیں، تو ان کی کتاب یا ان کا کلمہ کیا تھا؟

(۳) انسانی سلسلہ شروع ہونے کے بعد انسانوں میں انبیاء علیہم السلام آتے رہے، کیا یہی انبیاء جنات کے لئے بھی تھے، یا جنات کے انبیاء الگ ان کی ہی قوم میں سے بھیجے گئے؟

المستفتی: حاجی محمد حنیف، مقیم حال جگت پوری، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے روئے زمین پر جو جنات آباد تھے، ان کی ہدایت کے لئے ان ہی میں کا نبی اور رسول بھیجا جاتا تھا

یا نہیں؟ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کے نصوص مختلف ہیں، اسی کے نتیجہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرنے کا سلسلہ انسانوں سے شروع ہوا ہے، یہی جمہور کا قول ہے۔ اور بعض دوسرے علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی آیت ”يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا“ [سورة الأنعام: ۱۳۰] سے معلوم ہوتا ہے کہ جناتوں میں بھی نبی آیا کرتے تھے اور جو نبی آتے تھے، ان ہی کی قوم سے آیا کرتے تھے، اس اختلافی مسئلہ کے بارے میں ہم اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کر سکتے، جتنا ہم کو معلوم ہوا اتنا ہی لکھ دیا ہے۔

وخلقة الجن كان أسبق من آدم عليه السلام، و كانوا مكلفين لكونهم من ذوى العقول، ولقوله تعالى: ”لأملئن جهنم من الجنة والناس“ -إلى قوله- فهذه الآية تدل على أنه كان قبل آدم عليه السلام من الجن رسلا إليهم. (تفسير مظہری، سورة الأنعام، ذکر الرسل من الجن و ذکر مذهب أهل الهند، مکتبہ زکریا دیوبند جدید ۳/ ۳۱۳، قدیم ۳/ ۲۸۹)

إذا المشهور أنه ليس من الجن رسل وأنبياء. (تفسير روح المعاني، سورة الأنعام: ۱۳۱، الجزء الثامن، مکتبہ زکریا ۵/ ۴۱)

الجمہور على أنه لم يكن من الجن نبي (الأشباه والنظائر ۲/ ۵۸۵)

(۲) جن لوگوں کے قول کے مطابق جنات میں نبی اور رسول تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کے حساب سے کتاب اور کلمہ بھی ہوں گے؛ لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کی کتاب کیا تھی اور ان کا کلمہ کیا تھا؟ لیکن اتنی بات تو لازمی ہے کہ ہر نبی کا کلمہ اللہ کی وحدانیت کا ہوتا ہے، مگر تفصیل ہم کو معلوم نہیں۔

(۳) انسانی سلسلہ شروع ہونے کے بعد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کئے جانے کا سلسلہ جاری رہا ہے، مگر جناتوں میں بھی ان

ہی میں سے انبیاء اور رسل کے مبعوث کئے جانے کا سلسلہ نہیں رہا ہے، جب کہ علماء کی ایک دوسری جماعت اس بات کی قائل ہے کہ انسانوں سے پہلے اور انسانوں کے بعد جناتوں میں نبی اور رسول مبعوث کئے جانے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا ہے جیسا کہ انسانوں میں رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے پہلے تک جاری رہا ہے۔ اور جب آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انسان و جنات ہر ایک کے لئے آپ ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث کیا گیا ہے، پھر آپ ﷺ کے بعد انسان و جنات کسی سے بھی کوئی نبی و رسول تشریف لانے والے نہیں ہیں۔

اختلفوا في أن الجن هل أرسل إليهم منهم؟ فسل الضحاك عنه، فقال: بلى - إلى قوله - فإنه لم يبعث إلى كافتهم إلا خاتم الرسل عليه السلام. (تفسير مظہری، سورة الأنعام، ذكر الرسل من الجن.....، مكتبه زكريا جديد ۳/ ۳۱۳، قديم ۳/ ۲۸۹، مستفاد: معارف القرآن، مكتبه اشرفی دیوبند ۳/ ۴۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۱۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۱۴۲۹ھ

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ دی تھی؟

سوال [۲۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے، تو موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ایسا تھپڑ مارا کہ ایک آنکھ پھوٹ گئی۔

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ واقعہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

عن أبي هريرة ^{رض} قال: أرسل ملك الموت إلى موسى، فلما جاءه صكه ففقأ عينه، فرجع إلى ربه، فقال: أرسلتني إلى عبد لا يريد الموت، قال: فرد الله إليه عينه. الحديث (مسلم شريف، باب فضائل موسى عليه السلام، طبع هندي ۲/ ۲۶۷، بيت الأفكار، رقم: ۲۳۷۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۷/ ۶۸، رقم: ۹۵۹۲، المستدرک، مكتبة نزار مصطفى الباز ۴/ ۱۵۳۹، رقم: ۴۱۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۰۷)

کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

سوال [۲۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت خضر جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، وہ آج کل بھی زندہ ہیں یا نہیں؟ یا یہ ایک منصب ہے، جو اللہ کے بندے کی موت کے بعد دوسرے خضر کو دے دیا جاتا ہے؟ ایک بزرگ نے بتایا کہ وہی زندہ ہیں، مگر سلیم قاسمی نے کہا کہ وہ نہیں ہیں؛ بلکہ جیسے قطب وابدال ہوتے رہتے ہیں، ایسے ایک کے بعد ایک خضر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے تکوینی انتظام یا اللہ جس کی مدد کرانا چاہیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: سید کلیم الدین شاہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت خضر علیہ السلام کے دنیا میں موجود ہونے

کے بارے میں محدثین و مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض محدثین نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام دنیا میں موجود ہیں؛ بلکہ وہ دنیا سے گزر چکے؛ لیکن جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت خضر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے وہ زندہ ہیں، ہمارے درمیان موجود ہیں۔

جمہور العلماء علیٰ آنہ حی موجود بین أظهرنا، وذلك متفق علیہ عند الصوفیة، وأهل الصلاح والمعرفة. (نوی، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر ۲/ ۲۶۹، فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہ السلام، مکتبہ دارالریان للتراث بیروت ۶/ ۵۰۰، دارالفکر ۶/ ۳۳۴، اشرفیہ دیوبند ۶/ ۵۳۶، رقم: ۳۴۰۰، تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۳۶، روح المعانی، سورة الکہف: ۶۵، الجزء الخامس عشر، مکتبہ زکریا ۹/ ۴۶۴)

اور ”مستدرک حاکم“ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے شرکت فرمائی۔ اور اس پر حضرت ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نعم هذا أخو رسول الله ﷺ الخضر علیہ السلام. (المستدرک، مکتبہ نزار مصطفى الباز ۵/ ۱۶۵۹، رقم: ۴۳۹۲، روح المعانی، سورة الکہف: ۶۵، الجزء الخامس عشر، مکتبہ زکریا ۹/ ۴۶۵)

اور ”جمع الفوائد“ میں ہے:

لما قبض النبي ﷺ وقعد أصحابه حزانا يبكون حوله، فجاء رجل طويل صبيح - إلى - فقال أبو بكر: هذا الخضر أخ النبي ﷺ. الحديث (جمع الفوائد ۱/ ۲۴۱، رقم: ۲۶۳۷، ومثله في دلائل النبوة للبيهقي ۷/ ۲۶۹)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب بھی دنیا میں زندہ ہیں، اور ہمارے درمیان موجود ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/ ۱۴۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۴۲۰)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے نہ پڑنے سے متعلق تحقیقی فتویٰ

سوال [۲۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑے تھے یا نہیں؟ اور کتنے دنوں تک پڑے رہے اور کتنے دنوں میں صحت ملی تھی؟ یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ قصہ بیان کرنا ٹھیک نہیں ہے، تو اگر یہ قصہ صحیح ہے تو ان کی حیات کے بارے میں بیان کیوں نہ کیا جائے؟ جب کہ مثال یہ دی جاتی ہے کہ ایوب علیہ السلام سے بہت کچھ امتحان ہوئے اور بہت دن بیمار رہے؛ لیکن نماز کبھی بھی نہیں چھوڑی، تو یہ مثال دینا ٹھیک ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولوی محمد فاروق، سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن اور حدیث میں حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مصیبت اور بلا میں مبتلا ہونے کا اجمالی ذکر موجود ہے، ان کو کافی تکلیفیں اٹھانی پڑیں، رائج قول کے مطابق تیرہ سال تک آزمائش اور مصیبت میں مبتلا رہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت سے نجات عطا فرمائی ہے؛ لیکن ان کے بدن میں کیڑے پڑ جانے سے متعلق کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ بعض روایات میں اس کا انکار موجود ہے۔ اور جن روایات میں کیڑے پڑنے کا ذکر ہے وہ نہایت کمزور اور اسراپیلی روایات میں سے ہیں؛ اس لئے ان روایات پر نہ اعتماد کرنا چاہئے اور نہ ہی عوام میں ایسی روایات بیان کرنی چاہئے۔ اور جن علماء نے ایسی روایات بیان کرنے کی نگیر فرمائی ہے وہ درست ہے۔

قال ابن العربي القاضي أبو بكر: ولم يصح عن أيوب عليه السلام في أمره إلا ما أخبرنا الله عنه في كتابه في آيتين. الأولى قوله تعالى: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ. الْأَنْبِيَاءُ: ٨٣﴾ والثانية:

اِنِّی مَسَّنِی الشَّیْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ. الْآیَةِ. وَأَمَّا النَّبِیُّ ﷺ فَلَمْ یَصِحْ عَنْهُ أَنَّهُ ذَكَرَهُ بِحَرْفٍ وَاحِدٍ إِلَّا قَوْلَهُ بَيْنَا أَيْوُبُ یَغْتَسِلُ إِذْ خَرَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ. الْحَدِیثُ (بخاری شریف، کتاب التوحید، باب قول اللہ یریدون أن یدل کلام اللہ، النسخة الهندیة ۲/ ۱۱۱۶، رقم: ۷۱۹۳، ف: ۷۴۹۳)

وَإِذْ لَمْ یَصِحْ عَنْهُ فِیهِ قُرْآنٌ وَلَا سَنَةٌ إِلَّا مَا ذَكَرْنَاهُ. (تفسیر قرطبی، سورۃ ص: ۴۱، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۵/ ۱۳۷، بخاری شریف، کتاب التوحید، باب قول اللہ یریدون أن یدل کلام اللہ، النسخة الهندیة ۲/ ۱۱۱۶، رقم: ۷۱۹۳، ف: ۷۴۹۳)

وَأَصَحُّ مَا وَرَدَ فِی قِصَّتِهِ مَا أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ جَرِیجٍ، وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَبَّانٍ وَالْحَاكِمُ مِنْ طَرِیقِ نَافِعِ بْنِ یَزِیدٍ عَنْ عَقِیلٍ عَنِ الزَّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ "إِنْ أَيْوُبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ابْتَلَى، فَلَبِثَ فِی بَلَاءِهِ ثَلَاثَ عَشْرَةِ سَنَةٍ". (فتح الباری، کتاب الأنبیاء، باب قول اللہ: "وَأَيُّوبُ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّی مَسَّنِی الضُّرُّ"، مکتبہ دارالریان للتراث ۶/ ۴۸۴، دارالفکر ۶/ ۴۲۱، أشرفیہ دیوبند ۶/ ۵۲۰، تحت رقم الحدیث: ۳۳۹۱) فَقَطُّ وَاللَّهِ سَجَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ رجب ۱۴۲۲ھ
الحق محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/ ۸/ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۴۰)

کیا حضرت زلیخا زانیہ تھیں؟ - العیاذ باللہ -

سوال [۲۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عالم صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بات کئی مرتبہ قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمائی کہ حضرت زلیخا زانیہ تھی، زانیہ نبی کی بیوی نہیں ہو سکتی، نہ جانے کتنوں سے اس نے زنا کیا ہوگا۔ گزارش یہ ہے کہ یہ بتایا جائے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے عالم کو مستقل امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز دولہا پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت زلیخا کے - العیاذ باللہ - زانیہ ہونے کا ثبوت کسی بھی صحیح روایت یا تفسیر میں نہیں ہے۔ نیز قرآن کریم میں ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ الْآيَةَ“ سے واضح ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی وسوسہ آ گیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نبی کی حفاظت کسی بھی ذریعہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شکل ان کے سامنے مثل کردی گئی، یا ان کا منصب نبوت ان کے سامنے برہان اور حجت بن کر آ گیا تھا، نیز اکثر مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شادی حضرت زلیخا کے ساتھ ہو گئی تھی اور یہ بات بھی بعض قرآن ثابت ہے کہ کسی نبی کے نکاح میں زانیہ عورت نہیں آ سکتی۔

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ. الْآيَةُ
لہذا جس نے بھی حضرت زلیخا کو زانیہ کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس کو ایسی بے ثبوت باتوں سے توبہ کر لینی چاہئے، اگر کہنے والے نے کہیں سے سن کر یا کسی کتاب میں دیکھ کر نقل کر دیا ہے تو وہ فاسق نہیں ہے، مگر اس کا محض بے ثبوت ہونا معلوم ہو جانے کے بعد پھر کبھی بیان نہ کرنا لازم ہے، اس کے بعد اگر پھر بھی زانیہ ہونے کا الزام لگائے گا تب فسق کا حکم لگایا جاسکتا ہے اور اسی وقت امامت کا مسئلہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔

أخرج غير واحد عن ابن عباس رضي الله عنه ما زنت امرأة نبي قط
(روح المعاني، سورة التحريم: ۱۰، الجزء الثامن والعشرون، مكتبة زكريا ۱۵ / ۲۴۱)

أخرج ابن عساكر عن أشرس الخراساني رضي الله عنه يرفعه
إلى النبي ﷺ أنه قال: ما بغت امرأة نبي قط. (الدر المشور، سورة التحريم:

۱۰، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت ۶ / ۳۷۷)

ما بغت امرأة نبي قط، وهذا إجماع من المفسرين فيما ذكر

القشيري. (تفسير قرطبي، سورة التحريم: ۱۰، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت ۱۸ / ۱۳۱)

إنه لما مات زوجته امرأته زليخا فوجدوها عذرا؛ لأن زوجها كان لا يأتي النساء، فولدت ليوسف عليه السلام رجلين، وهما أفرام ومنشا. (البداية والنهاية، ذكر ما وقع من الأمور العجبية في حياة إسرائيل، مكتبه دار الفكر بيروت ۱/ ۲۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۰۴/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۵/ ۱۴۱۸ھ

حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کو کیا کہتے ہیں؟

سوال [۲۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو یہودی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو نصاریٰ کہتے ہیں، تو حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کو کیا کہتے ہیں؟

المستفتی: ضیاء الرحمن قاسمی خانپور، بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت داؤد علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں مبعوث کیا گیا؛ اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کا نام بنی اسرائیل ہے، جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ ”بقرة“ آیت: ۲۴۶ تا ۲۵۱ میں بنی اسرائیل کے ایک لمبے واقعہ کے تحت مفصل طریقہ پر ذکر فرمایا ہے، جس میں بنی اسرائیل کے لشکر کے ساتھ طالوت کے زیر تحت حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور اسی بنی اسرائیل کو یہودی بھی کہا جاتا ہے۔ اور پھر اخیر میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور بنی اسرائیل اور دیگر اقوام میں سے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ان کو نصاریٰ کہتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل اور یہودی

تھی، اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم بھی بنو اسرائیل اور یہود ہے۔ مزید تفصیل مذکورہ آیتوں کی تفسیر میں (معارف القرآن، مکتبہ اشرفیہ دیوبند/ ۲۵۲، بیان القرآن/ ۱۴۶، روح المعانی، مکتبہ زکریا/ ۲۴۷، تفسیر مظہری، مکتبہ زکریا قدیم/ ۳۴۶، جدید/ ۳۸۲) وغیرہ تفسیر کی ہر کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۴/۴/۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۲۴/۳۶)

فرعون کے ماتحت لوگوں کو امت کہنا

سوال [۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا فرعون کے ساتھیوں کو یعنی جو لوگ فرعون کی بات مانتے تھے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرعون کی امت کو سخت عذاب دے گا؟

المستفتی: قاری محمد حنیف، لال مسجد سرانے ترین سنبھل، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فرعون کی امت کہنا درست نہیں؛ بلکہ فرعون کی قوم کہنا درست ہے؛ اس لئے کہ عرف اور محاورہ میں بادشاہ کی رعایا کو بادشاہ کی قوم کہا جاتا ہے، امت نہیں۔ اور جس قوم کی طرف کسی نبی کو مبعوث کیا جاتا ہے، اس قوم کو عرف و محاورہ میں اس نبی کی امت کہا جاتا ہے، ہاں البتہ امت بمعنی جماعت کے بھی ہیں، اس معنی کر کسی نے قوم فرعون کو فرعون کی امت کہہ دیا ہے، تو اس سے فرعون کی جماعت مراد ہوگی، تو یہ بھی کسی حد تک صحیح ہے؛ لہذا لغت کے اعتبار سے صحیح کہا جاسکتا ہے، محاورہ کے اعتبار سے نہیں۔ اور فرعون کی قوم پر اللہ کے یہاں سخت عذاب کا ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے:

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ . [سورة المؤمن: ۴۶]

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
الحق محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
الجواب صحیح:
۷۲/ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۸۲/۳۶)

شداد کے زمانہ کے نبی کا نام اور شداد کی بنائی ہوئی جنت کا مقام

سوال [۷۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرعون کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، نمرود کے زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے، تو شداد کے زمانہ کے نبی کا نام کیا تھا؟ نیز شداد نے جنت کہاں بنوائی تھی؟ اور اس وقت وہ جنت موجود ہے یا نہیں؟

المستفتی: ضیاء الرحمن قاسمی خانپور، بلند شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تفسیر کبیر کی روایت کے مطابق شداد عاد کا بیٹا تھا اور قوم عاد میں حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا؛ لہذا ممکن ہے کہ شداد کے زمانہ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام ہوں، نیز شداد نے جنت کہاں بنوائی تھی؟ تو اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ ”تفسیر کبیر“ اور ”قرطبی“ کی روایت کے مطابق جنوبی یمن کے ساحلی علاقہ ”عدن“ کے جنگلات میں بنوائی تھی، جب کہ ”الاعلام بحوالہ التیجان“ کی روایت کے مطابق ”سد مارب“ میں جہاں بلقیس کی حکومت تھی بنوائی تھی۔

المسألة الثانية روى أنه كان لعاد ابنان شداد وشديد، فملكا وقهرا، ثم مات شديد وخلص الأمر لشداد، فملك الدنيا ودنت له ملوكها، فسمع بذكر الجنة، فقال: أبني مثلها، فبنى إرم في بعض صحاري عدن. (تفسير كبير ۳۱/ ۱۶۸، روح المعاني سورة فجر، ذكرها ۱۶/ ۲۲۲)

ولما رجع إلى اليمن مضى إلى مارب فبنى فيه قصرا بجانب
السدّ لم يكن في الدنيا مثله. (الإعلام ۳/ ۱۵۹)
اور اس وقت ”ارم“ (جنت) کا کوئی نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ (مستفاد: تاریخ اسلام اکبر شاہ
۴/ ۴۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۴/۴/۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۲۴/۳۶)

کیا بھلائی کی طرف بلانے والے کو نبی یا ولی کہا جاسکتا ہے؟

سوال [۲۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: کہ اگر کوئی شخص کتاب کے اندر ایسی بات لکھے: کہ جو شخص لوگوں کی بھلائی
کے لئے اطلاع دیتا ہے، یا بھلائی کرتا ہے اور بھلائی کی طرف بلاتا ہے، تو اس شخص کو
”نبی“ یا ”ولی“ کہا جاتا ہے یا نہیں؟ اس کتاب میں لکھا ہے کہ اس شخص کو نبی اور ولی
دونوں کہا جاتا ہے، تو اس کا اس طرح لکھنا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولانا شباع الحق، عبدالعزیز

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”نبی“ اس شخص کو کہا جاتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ
نے احکام کی تبلیغ کے لئے اپنے بندوں کے پاس بھیجا ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف
سے وحی آتی ہو۔ نبیوں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر نبی آخر الزماں
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں
آسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص کتنی بھی عبادت و ریاضت کر لے اور
کتنے بھی اوصاف و کمالات حاصل کر لے وہ نبی نہیں ہو سکتا؛ لہذا سوال میں جو اوصاف
ذکر کئے گئے ہیں، ان اوصاف کا حامل ولی تو ہو سکتا ہے؛ لیکن نبی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہنا

کہ کتاب کے اندر لکھا ہے کہ ”اس شخص کو نبی اور ولی دونوں کہا جاتا ہے“ حضرت سید الکونین علیہ السلام کے بعد اس طرح کسی کو نبی کہنے کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا خطرہ ہے۔

النبي من أوحى إليه وحيا خاصا من الله تعالى بتوسط ملك، أو بإلهام في قلبه أو بالرؤيا الصالحة، وقد ختمت النبوة وانقطع الوحي بخاتم الأنبياء محمد صلى الله عليه وسلم. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند ۵۲۱، لغة الفقهاء، کراچی ۴۷۴)

الولي لا يبلغ درجة الأنبياء؛ لأن الأنبياء معصومون مأمونون عن خوف الخاتمة، مكرمون بالوحي حتى في المنام وبمشاهدة الملائكة الكرام، مأمورون بتبليغ الأحكام وإرشاد الأنعام بعد الإتيان بكلمات الأولياء العظام. (شرح فقه أكبر، الولي لا يبلغ درجة النبي، مكتبہ اشرفی دیوبند ۱۴۸) إذا رأى منكرا معلوما من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكرهه، ورضي به واستحسنه كان كافرا. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، من رأى منكرا فليغيره بيده، مكتبہ إمداديه ملتان ۳۲۸/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۸ھ

کیا عورت نبی و رسول ہو سکتی ہے؟

سوال [۲۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا عورت نبی و رسول ہو سکتی ہے؟

المستفتی: محمد اشرف قاسمی، مدرس عربی کالج بنگلور، کرناٹک
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: امام ابن کثیر نے جمہور علماء کا یہی قول نقل فرمایا ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو نبی یا رسول نہیں بنایا۔ بعض لوگوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں نبی ہونے کا قول نقل کیا ہے، مگر جمہور علماء کے نزدیک ان کی بزرگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نبی یا رسول ہونا ثابت نہیں۔ (مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۵۹/۱۵)

قال تعالى: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ. [سورة

يوسف، آیت: ۱۰۹]

وَأَجْمَعُوا عَلَىٰ عَدَمِهَا لَهَا. (حاشیۃ علی الترمذی مع العرف الشذی ۵/۲)
یخبر تعالیٰ 'أنه إنما أرسل رسله من الرجال لا من النساء، وهذا قول جمهور العلماء -إلى- ويبقى الكلام في أن هذا هل يكفي في الانتظام في سلك النبوة بمجرد أم لا؟ الذي عليه أهل السنة والجماعة وهو الذي نقله الشيخ أبو الحسن الأشعري عنهم: أنه ليس في النساء نبية. الخ (مختصر تفسير ابن كثير دار القرآن الكريم، بيروت ۲/۲۶۵)
قال الحسن نظرا إلى هذه الآية لم يبعث الله نبيا من بدو ولا من الجن ولا من النساء. (تفسير مظهری، سورة يوسف: ۱۰۹، مکتبہ زکریا قدیم ۵/۲۰۷، جدید ۵/۷۵)

قال العبد الضعيف: استدلل الجمهور به على تخصيص الرسالة بالرجال. (مسائل السلوك علی بیان القرآن تاج پبلشرز دہلی ۲/۴۰)
فقد اتفق الأكثرون على أن أم موسى عليه السلام ما كانت من الأنبياء والرسل -إلى- فكيف تصلح للنبوة، ويدل عليه قوله تعالى: "وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ" [الأنبياء: ۷] وهذا صريح في الباب. (التفسير الكبير للإمام الرازي، بيروت ۲۲/۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۵/ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۰۴۵)

مہاتما گاندھی کو نبی کہنا

سوال [۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے علی الاعلان اپنے عام خطاب میں مہاتما گاندھی کو نبی کریم ﷺ کی طرح ایک نبی بتلایا۔ العیاذ باللہ۔ نیز یہ بھی کہا کہ آئندہ بھی نہ جانے اس طرح کے نبی آئیں گے یا نہیں؟ ایسے شخص کے متعلق شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد قاسم لوہاری گنگوہ، سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو شخص مہاتما گاندھی یا اور کسی نبی کے آنے کا عقیدہ رکھے وہ اسلام سے خارج ہے، اس کے اوپر لازم ہے کہ تجدیدِ نکاح اور تجدیدِ ایمان دونوں کرے اور کبھی ایسا عقیدہ اپنے اندر آنے نہ دے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ

النَّبِيِّينَ. [سورة الأحزاب: ۴۰]

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كممثل رجل بنى بيتاً، فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون به، ويعجبون له، ويقولون: هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة، وأنا خاتم النبيين. (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين، النسخة الهندية ۱/ ۵۰۱، رقم: ۳۴۱۰، ف: ۳۵۳۵، مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب ذكر كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين، النسخة الهندية ۲/ ۲۴۸، بيت الأفكار، رقم: ۲۲۸۶، سنن ترمذي، أبواب الأمثال، باب ماجاء مثل النبي والأنبياء، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۳، دار السلام، رقم: ۲۸۶۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۵/ ۳۷، رقم: ۸۲۳۳)

فإذا آمن بأنه رسول، ولم يؤمن بأنه خاتم الرسل ما ينسخ دينه إلى يوم القيامة لا يكون مؤمنا. (بزازية على هامش الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلاما أو كفرا، الفصل الثالث في الأنبياء، مكتبه زكريا جديد ۳/ ۱۸۲، وعلى هامش الهندية ۶/ ۳۲۷)

يحكم بها حتى تبين زوجته منه ويجب تجديد النكاح. (البحر الرائق، كتاب السير، باب المرتدين، مكتبه رشيدية كوثه ۵/ ۱۲۶، زكريا ۵/ ۲۱۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۸۶/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۵/ ۱۴۲۱ھ

گوتم بدھ کو نبی کہنا

سوال [۲۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص گوتم بدھ کو نبی کہہ رہا ہے، دوسرا انہیں ہندو کہتا ہے، صحیح کیا ہے؟

المستفتی: محمد راغب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اجمالا ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر ضروری ہے اور جن کی نبوت کا ثبوت قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے، ان کو نبی نہیں کہہ سکتے۔ اور چونکہ گوتم بدھ کی نبوت کا تذکرہ قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں کہیں بھی نہیں ہے؛ اس لئے گوتم بدھ کو نبی نہیں کہا جاسکتا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۸/ ۶۰، جدید ڈائجیل ۱/ ۴۳۸، امداد الفتاویٰ، مکتبہ زکریا ۶/ ۱۱۶)

کل من لم تجمع الأمة على نبوته لا يضره أن يجحد نبوته.

(الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب احکام المرتدین، الفصل السابع فيما يعود إلى الانبياء، کوئٹہ ۵/ ۴۷۸، زکریا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵۴۶، الہندیۃ، زکریا جدید ۲/ ۲۷۵، قدیم ۲/ ۲۶۳، المحيط البرہانی، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۰۳/ ۷)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/ ۶/ ۱۴۲۳ھ

ہندوؤں کے ”وید“ آسمانی کتاب ہیں یا نہیں؟

سوال [۲۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوؤں کے ”وید“ آسمانی کتاب ہیں یا نہیں؟ اگر آسمانی کتاب نہیں ہیں، تو اس کی دلیل کیا ہے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، امام جامع مسجد بھوچپور، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کتاب رسول کو دی جاتی ہے اور جن لوگوں کی طرف یہ ”وید“ منسوب ہیں، ان کے نبی ہونے کے متعلق کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے؛ لہذا ان ویدوں کے متعلق جب تک کوئی دلیل شرعی نہ ہو ان کے آسمانی کتاب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی حتمی اور یقینی بات کہنا درست نہ ہوگا؛ اس لئے کہ آسمانی کتاب ہونے کے لئے دلیل شرعی کا ہونا لازم ہے۔ اور شریعت میں ویدوں کے بارے میں کسی قسم کی وضاحت نہیں، نہ اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ کتابیں آسمانی ہیں اور نہ اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ کتابیں فلاں فلاں نبی پر نازل ہوئیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۷، جدید ۱/ ۲۵۳)

ومنہم من لم نقصص: الاقتصار ینافی الترديد، ولا یؤمن أن یدخل فیہم من لیس منہم، أو یخرج من ہو فیہم۔ (حاشیۃ شرح عقائد،

کل من لم تجمع الأمة على نبوته لا يضره أن يجحد نبوته.

(الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، الفصل السابع فیما یعود إلى الانبیاء، کوئٹہ

۵/ ۴۷۸، زکریا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵۴۶، الهندیة، زکریا جدید ۲/ ۲۷۵، قدیم ۲/ ۲۶۳،

المحیط البرهانی، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

۱۸/ ۶/ ۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۴۱)

رام جی اور کرشن رسول ہیں یا نہیں؟

سوال [۲۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کیا رام چند راجی اور کرشن جی کا رسول ہونا شریعت مطہرہ کی رو سے ثابت

ہے؟ اور کیا مسلمان اس کو اسلامی عقیدے میں شامل کر سکتے ہیں؟ براہ کرم جواب قرآن

وحدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: مشتاق احمد ۳۲ کڑہ گوکل شاہ میاں محل جامع مسجد، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شرعاً ان کی نبوت ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی نبوت

کی علامات اور نشانات کا رام جی کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

النبي من أوحى إليه وحيا خاصا من الله تعالى بتوسط ملك، أو

بإلهام في قلبه أو بالرؤيا الصالحة، وقد ختمت النبوة وانقطع الوحي

بخاتم الأنبياء محمد صلى الله عليه وسلم. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند ۵۲۱،

لغة الفقهاء، کراچی ۴۷۴)

ومنهم من لم نقصص: الاقتصار ينافي التردد، ولا يؤمن أن

يدخل فيهم من ليس منهم، أو يخرج من هو فيهم. (حاشية شرح عقائد،

مکتبہ نعیمیہ دیوبند (۱۳۸)

کل من لم تجمع الأمة على نبوته لا يضره أن يجحد نبوته.
(الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب أحكام المرتدین، الفصل السابع فيما يعود إلى الأنبياء، کوئٹہ ۵/ ۴۷۸، زکریا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵۴۶، الهندیۃ، زکریا جدید ۲/ ۲۷۵، قدیم ۲/ ۲۶۳، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶)

فوجب الإيمان بالأنبياء والرسل مجملا من غير حصر لئلا
يخرج أحد منهم، ولا يدخل أحد من غيرهم فيهم. (مرقاة، باب بدء الخلق
وذكر الأنبياء، الفصل الثالث، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۱۱/ ۴۳)
پس کسانے کہ شری کرشن رانہی دانند خاطی ہستند چہ برنبوت شری کرشن دلیلے درادلہ
شرعیہ موجود نیست، وہم چنین حال دیگر پیشوایان و اوتاران ہنود ہست۔ (کفایت
المفتی، قدیم ۱/ ۹۹، جدید زکریا ۱/ ۱۴۸، مطول ۱/ ۲۷۶، کتاب العقائد، باب أنبياء
عليهم السلام) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۹/۲۳)

کیا ہندوؤں کو اہل کتاب کہا جاسکتا ہے؟

سوال [۲۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص رام چندر کو اللہ کا رسول اور وید کو آسمانی کتاب بتاتا ہے، کیا اس شخص کے کہنے کے مطابق وید آسمانی کتاب ہے؟ اور رام چندر جی رسول ہیں؟ اور ہندوؤں کو اہل کتاب کہا جاسکتا ہے؟ اس بارے میں کیا اقدام اٹھانا چاہئے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مدلل وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں، اس شخص کا فوٹو، نام اور تحریر

رقعہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

المستفتی: معین الدین عرف پیارے میاں آغوانیوروالے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن وحدیث سے صراحتاً ودلالۃً کسی طرح بھی رام چندرجی کی رسالت اور وید کا آسمانی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے؛ البتہ آیت قرآنی: ”لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ“ [سورة الرعد: ۷] کی دلیل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں بھی جو قوم شروع سے رہتی آئی ہے، ان میں بھی کوئی ہادی آئے ہوں اور آسمانی کتاب بھی اتری ہو، جو صرف امکان کی حد تک ہے، نہ رام چندرجی کی رسالت یقینی ہو سکتی ہے اور نہ وید کا آسمانی کتاب ہونا اور نہ ہندوؤں کو اہل کتاب تسلیم کر کے ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال ہو سکتا ہے۔ مدعی کا دعویٰ بلا دلیل ہے، مسلمانوں کو اس قسم کی مشتبہ باتوں سے دور رہنا چاہئے۔

کل من لم تجمع الأمة علی نبوته لا یضره أن یجحد نبوته.

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب أحکام المرتدین، الفصل السابع فیما یعود إلی الانبیاء، کوئٹہ

۵/ ۴۷۸، زکریا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵۴۶، الہندیۃ، زکریا جدید ۲/ ۲۷۵، قدیم ۲/ ۲۶۳،

المحیط البرہانی، المجلس العلمی ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۰۰)

کیا رام چندرجی، کچھن وغیرہ نبی ہیں؟

سوال [۲۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مسجد کا امام عام مجلس کے سامنے یہ کہے کہ کافروں کے جو رام چندرجی، کچھن دیوی دیوتا وغیرہ ہیں، ان کو برا نہیں کہنا چاہئے؛ کیوں کہ ہو سکتا ہے وہ نبی ہوں،

اسی وجہ سے برا نہیں کہنا چاہئے؛ لہذا دارالافتاء میں یہ درخواست پیش ہے کہ اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں۔

(نوٹ) ان الفاظوں کے کہنے والے کو کیا کہا جائے، مومن کہا جائے یا کافر؟

المستفتی: محمد رئیس الدین پاکڑہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں اگرچہ رام چندر جی کانبی ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے؛ لیکن پھر بھی ان کو برا کہنا ممنوع ہے؛ البتہ ان کے ماننے والوں کا جو آواگون عقیدہ ہے اس کو برا کہا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۷۷، جدید ڈابھیل ۱/ ۲۵۳) مذکور امام کے مومن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

کل من لم تجمع الأمة على نبوته لا يضره أن يجحد نبوته.
(الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب أحکام المرتدین، الفصل السابع فيما يعود إلى الأنبياء، کوئٹہ ۵/ ۴۷۸، زکریا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵۴۶، الہندیۃ، زکریا جدید ۲/ ۲۷۵، قدیم ۲/ ۲۶۳، المحيط البرہانی، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶)

فيجب الإيمان بالأنبياء والرسل مجملا من غير حصر لئلا يخرج أحد منهم، ولا يدخل أحد من غيرهم فيهم. (مرقاۃ، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء، الفصل الثالث، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۱۱/ ۴۳)

پس کسانے کہ شری کرشن رانبی داند خاٹی ہستند چہ برنبوت شری کرشن دلیلے درادلہ شرعیہ موجود نیست، وہم جنیں حال دیگر پیشوایان وواتاران ہنود ہست۔ (کفایت المفتی، قدیم ۱/ ۹۹، جدید زکریا ۱/ ۱۴۸، مطول ۱/ ۲۷۶، کتاب العقائد، باب أنبياء عليهم السلام) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۹۰/۲۸)

ہولی کے موقع پر تعطیل اور رام کرشنا کا حکم

سوال [۲۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: گذشتہ بدھ کو صبح دس بجے کا وقت تھا، شیخ رشید علی ولد شیخ ہاشم علی، اصغر علی کے مکان پر پہنچے، وہاں شیخ جہانگیر سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج تمہاری چھٹی ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں آج ہولی کی چھٹی ہے، تو جہانگیر کبیر نے کہا کہ آپ ہولی کو مانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہولی میں ہمارا کارخانہ بند رہتا ہے؛ اس لئے کارخانہ کی چھٹی رہتی ہے اور ہولی کو چھٹی ماننے کے لئے مجبور ہوں اور کوئی بدن پر رنگ چھڑک دیتا ہے، جیسے غیر مسلم لوگ محرم یا عید کو مانتے ہیں، ویسے میں بھی ہولی کو مانتا ہوں، جب جہانگیر کبیر نے کہا: کیا تم نے کبھی رنگ کھیلے؟ میں نے کہا نہیں، میں نے کبھی رنگ نہیں کھیلے، یہ سن کر جہانگیر کبیر نے پھر سوال کیا کہ ہولی کے متعلق کچھ آپ کو معلومات ہے؟ میں نے کہا کہ جہاں تک مجھے گمان ہے کہ راؤ ما کرشنا کے ہولی کھیلنے کی وجہ سے ہولی کا ایجاد ہونا معلوم ہوتا ہے، جب جہانگیر کبیر نے کہا کہ تم شری کرشنا کا نام لے رہے ہو وہ تو ایک زانی ہے، تو ہم نے کہا کہ کسی کو غلط لفظ کے ساتھ بولنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ غیر مسلم لوگ شری کرشنا اور رام کو بھگوان مانتے ہیں، ہم لوگ اپنی نظر سے جہاں تک دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں وہیں تک محدود ہیں، اس کے آگے کوئی لفظ کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ اور میں نے یہ بھی الفاظ کہے کہ: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں کے پیغمبر ہیں، اسی طرح رام کرشنا غیر مسلموں کے پیغمبر ہیں۔ اور رام کرشنا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے درمیان غیر مسلم کے پیغمبر بھی ہو سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا مضمون میں شیخ رشید علی و جہانگیر کبیر کے سوال و جواب جو ہولی سے متعلق ہیں کی وجہ سے ان دونوں حضرات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم لگے گا؟ جواب سے مستفید فرمائیں۔

المستفتی: شیخ عرفان علی، شیخ حیدر علی، مدناپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہولی کے رنگ وغیرہ سے حفاظت کے لئے چھٹی کرنا اور رنگوں سے حفاظت کے لئے ہولی کی رخصت کو تسلیم کرنا شرعاً بلا کراہت جائز اور درست ہے، اس سے مسلمانوں کے اسلامی عقائد میں کوئی فرق نہیں آتا ہے، نیز یہ کہنا کہ میں ہولی کو اسی طرح مانتا ہوں کہ جس طرح غیر مسلم ہماری عید وغیرہ کو مانتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ میں ہولی پر عقیدت رکھتا ہوں اور نہ ہی وہ احترام کرتا ہوں جو عید وغیرہ پر عقیدت اور اس کا احترام کرتا ہوں جیسا کہ غیر مسلم کو ہمارے عید وغیرہ پر عقیدت نہیں ہوتی ہے، بس صرف اتنا ہے کہ وہ ہماری عید کو ہمارے دھرم کی چیز جانتے ہیں اور ہم بھی ہولی کو ان کے دھرم کی چیز جانتے ہیں، اس سے عقیدہ پر کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

الضرر یدفع بقدر الإمكان. (قواعد الفقہ، اشرفی دیوبند ۸۸)

(۲) کسی کو بلا سند پیغمبر تسلیم کرنا درست نہیں ہے، چاہے راؤ ما کرشنا ہو یا کوئی دوسرا، ہاں البتہ غیر مسلم رام کرشنا کو اپنے دھرم میں پیغمبر جیسا مانتے ہیں؛ لیکن مسلمانوں کے لئے درست نہیں ہے کہ رام کرشنا کو پیغمبر مانیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/۳۷۴، جدید ڈاہیل ۱/۲۵۳، کفایت المفتی قدیم ۱/۷۸، جدید زکریا ۱/۱۳۸، مطول ۱/۲۵۷)

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسلام دشمن غیر مسلم اور ان کے بڑوں کو گالی اور برا بھلا کہنے سے ممانعت فرمائی ہے؛ اس لئے رام کرشنا کو زانی یا اس جیسے دوسرے الفاظ سے یاد کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ.

[سورۃ الأنعام، آیت: ۱۰۷]

لہذا نہ شیخ رشید علی کارام کرشنا کو پیغمبر کہنا درست ہے اور نہ ہی جہانگیر کبیر کارام کرشنا کو برا کہنا جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۱۲/۲۵)



۱۳ / باب ما یتعلق بالصحابۃ

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں؟

سوال [۲۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معیار حق، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق، بہت لوگ کہتے ہیں معیار حق ایک ہوتا ہے، دو نہیں ہوتے۔

المستفتی: غلام حسین انجینئر کھالا پار، مظفر نگر (یو پی) ۲۵۱۰۰۲

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے دین متین کو بلا کسی کمی و زیادتی کے صحیح صحیح پہنچا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی آیت غلط طریقے سے منسوب نہیں کی اور یہی معیار حق کا مطلب ہے؛ لہذا آنحضور اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معیار حق ہیں، اسی طرح حضرات صحابہ نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو صحیح اور ٹھیک طریقے سے نقل فرما دیا ہے؛ لہذا نقل دین میں صحابہ بھی معیار حق ہیں، جو لوگ معیار ایک ہونے کی دلیل سے حضرات صحابہ کو معیار حق نہیں مانتے ان سے دریافت کیا جائے کہ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام برحق نہیں تھے؟ کیا معیار حق نہیں تھے؟ کیا اللہ پاک کے دین کو برحق طریقے سے نہیں پہنچایا؟ اگر یوں اشکال کیا جائے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام الگ الگ زمانہ میں آئے تھے، تو کیا حضرت ہارون اور موسیٰ علیہما السلام ایک زمانہ میں نہیں آئے تھے؟ اگر سب معیار حق تھے، تو تعدد کہاں سے آگیا؟ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۴/۴۴، جدید ذکر یا ۶/۷۶، فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱/۲۹۲، جدید ڈائجیل ۲/۲۰۳)

إذا رأيت الرجل ينقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ، فاعلم أنه زنديق، وذلك أن القرآن حق والرسول حق، وما جاء به حق، وما أدى ذلك إلينا إلا الصحابة، فمن جرحهم إنما أراد إبطال الكتاب والسنة، فيكون الجرح به أليق، والحكم عليه بالزندقة والضالة أقوم وأحق. الخ (فتح المغيث / ۳۷۵، مظاهر حق مطبوعه نولكشور ۴/ ۶۵۵)

عن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: كلهم في النار إلا ملة واحدة، قالوا: وما هي يا رسول الله! قال: ما أنا عليه وأصحابي. (ترمذي شريف، أبواب الإيمان، باب افتراق هذه الأمة، النسخة الهندية ۲/ ۹۳، دارالسلام، رقم: ۲۶۴۱، المعجم الأوسط، دارالفكر ۳/ ۳۸۰، رقم: ۴۸۸۶، ۷۸۴۰، المعجم الكبير، دار احياء التراث العربي ۱۴/ ۵۲، رقم: ۱۴۶۴۶، المستدرک للحاکم، مکتبه نزار مصطفى الباز ۱/ ۱۸۹، رقم: ۴۴۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۶/۲۳)

حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟

سوال [۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شیعہ اثنا عشری اللہ کو وحدہ لا شریک لہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے افضل مانتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ خلیفہ کو مانتے ہیں۔

المستفتی: احقر عبداللہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تعلق اور محبت کی بارہا ترغیب دی ہے؛ لیکن آپ ﷺ نے حضرت علی کو خلافت کے لئے اختیار فرمایا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے اختیار کردہ خلیفہ ہیں، یہ من گھڑت بات ہے، یہ اہل شیعہ کی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بات ہے۔ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف دو حدیثیں ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ حدیث نمبر (۱): بخاری شریف میں صاف اور واضح الفاظ میں یہ روایت موجود ہے کہ وفات سے تین دن پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے علی! عبدالمطلب کی اولاد کی موت کی علامت میں پہچانتا ہوں حضور ﷺ پر موت کے آثار مجھے نمایاں نظر آرہے ہیں کہ اللہ کی قسم تین دن بعد تم ڈنڈے کے غلام ہو جاؤ گے؛ لہذا تم میرے ساتھ حضور ﷺ کے پاس چلو اور آپ سے صاف طور پر معلوم کر لیا جائے کہ امور خلافت کس کو ملیں گے، اگر امور خلافت ہم کو ملنا ہے، تو لوگوں پر واضح ہو جائے گا۔ اور اگر دوسروں کو ملنا ہے، تو دوسروں کو ہمارے لئے وصیت فرما دیں گے کہ آنے والے خلیفہ ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم نے اگر حضور ﷺ سے معلوم کر لیا اور آپ نے منع کر دیا، تو ہمیشہ کے لئے خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی، تو شیعہ حضرات سے سوال یہ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے اختیار کردہ خلیفہ ہیں، تو پھر حضرت علی کو یہ خطرہ کیوں محسوس ہوا کہ حضور ﷺ حضرت علی کو خلافت کی ذمہ داری سے منع فرما دیں گے، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ خلیفہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہرگز نہ ہوتا۔ اور حضرت عباس کے ساتھ حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہو کر سوال فرماتے اور معاملہ صاف فرما لیتے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دور دور تک اس کی امید بھی نہ تھی کہ حضور ﷺ خلافت ہم کو سونپیں گے؛ اس لئے حضور ﷺ

کے پاس تشریف لے جانے سے انکار فرمادیا؛ لہذا شیعہ حضرات کی طرف سے یہ بات محض گھڑی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے اختیار کردہ خلیفہ ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

أن عبد الله بن عباس أخبره أن علي بن أبي طالب خرج من عند رسول الله ﷺ في وجعه الذي توفي فيه، فقال الناس: يا أبا حسن كيف أصبح رسول الله ﷺ؟ فقال: أصبح بحمد الله بارئاً، فأخذه بيده عباس بن عبد المطلب، فقال له: أنت والله بعد ثلاث عبد العصا، وإني والله لأرى رسول الله ﷺ سوف يتوفى من وجعه هذا إني لا عرف وجوه بني عبد المطلب عند الموت إذ ذهب بنا إلى رسول الله ﷺ، فلنسئله فيمن هذا الأمر إن كان فينا علمنا ذلك، وإن كان في غيرنا علمناه، فأوصى بنا، فقال علي: إنا والله لئن سألناها رسول الله ﷺ، فمنعناها لا يعطيناها الناس بعده، وإني والله لا اسئله رسول الله ﷺ. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب مرض النبي ووفاته، النسخة الهندية ۲/ ۶۳۹، رقم:

(۴۲۶۶، ف: ۴۴۴۷)

حدیث نمبر دو: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بارہا فرمایا میں عنقریب تمہارے درمیان سے پردہ کر کے جانے والا ہوں اور تمہارے ساتھ میری زندگی بہت کم ہے؛ لہذا میرے بعد تم ابو بکر اور عمر کی اقتدا کرنا اس روایت میں یہ بات صاف واضح ہے کہ حضور ﷺ کے فوراً بعد ابو بکر خلیفہ بننے والے ہیں اور پھر حضرت عمر خلیفہ بننے والے ہیں، ان دونوں کی اقتداء اور پیروی کرنا پوری امت پر لازم اور ضروری ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن حذيفة قال كنا جلوسا عند النبي ﷺ فقال: إني لا أدري ما بقائي فيكم فاقتدوا بالذين من بعدي، وأشار إلى أبي بكر وعمر. (ترمذي

شريف، أبواب المناقب، مناقب أبي بكر الصديق، النسخة الهندية ٢/ ٢٠٧، رقم: ٣٦٦٣، ابن ماجه، فضل أبي بكر الصديق، طبع هندي ١/ ١٠، دارالسلام، رقم: ٩٧)

عن حذيفة أن النبي ﷺ قال: اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر وعمر. (مسند أحمد بن حنبل ٥/ ٣٨٢، رقم: ٢٣٦٣٤)

وأفضل البشر بعد نبينا أبو بكر الصديق^{رض}، ثم الفاروق^{رض}، ثم عثمان ذو النورين^{رض}، ثم علي المرتضى^{رض}، وخلافتهم على هذا الترتيب أيضا (وتحته في شرح العقائد) يعني أن الخلافة بعد رسول الله ﷺ لأبي بكر^{رض}، ثم لعمر^{رض}، ثم لعثمان^{رض}، ثم لعلي^{رض} وذلك لأن الصحابة قد اجتمعوا يوم توفى رسول الله ﷺ في سقيفة بني ساعدة، واستقر رأيهم بعد المشاورة والمنازعة على خلافة أبي بكر^{رض}، فأجمعوا على ذلك، وبايعه علي^{رض} على رأس الأَشهاد بعد توقف كان منه، ولو لم تكن الخلافة حقا له لما اتفق عليه الصحابة، ولنازعه علي^{رض} كما نازع معاوية، ولاحتج عليهم لو كان في حقه نص كما زعمت الشيعة، وكيف يتصور في حق أصحاب رسول الله عليه السلام الاتفاق على الباطل، وترك العمل بالنص الوارد. الخ. (شرح العقائد النسفية نعيمية / ١٥٠)

ونثبت الخلافة بعد رسول الله ﷺ أولا لأبي بكر الصديق رضي الله عنه تفضيلا له وتقديما على جميع الأمة، ثم لعمر بن الخطاب رضي الله عنه، ثم لعثمان رضي الله عنه، ثم لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه. (شرح العقيدة الطحاوية، المكتبة الإسلامية / ٤٧١ تا ٤٨٢) فقط واللهم سبحانك وتعالى اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵ھ / ۱۶ / ۴

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ / ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷ / ۸۳۱۷)

کیا صحابہ حضور ﷺ کے بھائی نہیں ہیں؟

سوال [۲۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر پر روانہ ہوئے، قبورِ شہداء کا قصد تھا، حرہ و اقم سے اترے تو نشیب میں چند قبریں نظر آئیں، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے بھائیوں کی قبریں یہی ہیں؟ فرمایا: یہ ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں، شہدائے احد کے مقبرے پر پہنچے تو فرمایا: یہ رہیں ہمارے بھائیوں کی قبریں۔

قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ نريد قبور الشهداء حتى إذا أشرفنا على حره و اقم، فلما تدلينا منها، فإذا قبور بمحنية، قال: قلنا: يا رسول الله! أقبور إخواننا هذه؟ قال: قبور أصحابنا، فلما جئنا قبور الشهداء، قال: هذه قبور إخواننا. (سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب زيارة

القبور ۱/ ۲۷۹، دار السلام، رقم: ۲۰۴۳)

قبور شہدائے احد کی زیارت کے لئے کوئی خاص دعا نہیں، وہی دعا کرنی چاہئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کے لئے سکھائی تھی۔ دعا حسب ذیل ہے:

السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون يرحم الله المستقدمين منكم والمستأخرين نسأل الله لنا ولكم العافية. (صحيح مسلم، رقم: ۷۵، ۹۷۴، سنن ابن ماجه، رقم: ۱۵۴۷)

تم پر سلامتی ہو اے مومنو! اور مسلمانوں کی بستی والوں ہم بھی انشاء اللہ تم سے آملنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ تم میں سے پہلے جانے والو پر بھی رحم کرے اور بعد میں جانے والوں پر بھی، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت طلب کرتے ہیں۔
جناب عالی! حدیث بالا میں بھائیوں اور اصحاب میں واقع فرق وضاحت طلب ہے،

سیدھا سادھا اور قطعی غیر گنجلک سوال ہونے کی صورت میں امید ہے کہ سائل کو حاضری سے معاف فرمایا جائے گا۔

المستفتی: احمد یار بیگ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صحابی ان کو کہا جاتا ہے جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل فرمایا ہے۔ اور صحابی کی جمع صحابہ اور اصحاب دونوں آتی ہے۔ اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے بارے میں اخوان کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے؛ اس لئے کہ اصحاب رسول دین کے اعتبار سے بھائی بھی ہیں؛ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی صحابی کے بارے میں ”اخی“ کا لفظ استعمال کیا اور کبھی کسی کی حمایت کے بارے میں ”اخوان“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور صحابہ کے بعد آنے والے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اصحابی کا لفظ استعمال نہیں فرمایا ہے؛ بلکہ ان کے لئے خاص طور پر ”اخوان“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے؛ لہذا اصحابی اور صحابہ کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ خوش نصیب اور مقدس اصحاب رسول کے ساتھ خاص ہیں۔ اور ”اخوان“ کا لفظ عام خاص من وجہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ لفظ غیر صحابی کے لئے خاص طور پر استعمال ہوا ہے، جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے۔ اور کبھی صحابہ وغیر صحابہ دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے، جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے:

الصحابي من لقي النبي مؤمنا، ومات على إيمانه. (لغة الفقهاء، کراچی ۲۷۱)
عن ربیعة یعنی ابن الہدیث قال: ما سمعت طلحة بن عبید اللہ یحدث عن رسول اللہ ﷺ حدیثا قط غیر حدیث واحد، قال: قلت: وما هو؟ قال: خرجنا مع رسول اللہ ﷺ نريد قبور الشهداء حتى إذا أشرفنا على حرة واقم، فلما تدلينا منها، فإذا قبور بمحنة قال: قلنا: يا رسول الله! أقبور إخواننا هذه؟ قال: قبور أصحابنا، فلما جئنا قبور

الشهداء، قال: هذه قبور إخواننا. (أبوداؤد شریف، کتاب المناسک، باب زیارة القبور، النسخة الهندیة ۱/ ۲۷۹، دارالسلام، رقم: ۲۰۴۳)

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أنه أتى المقبرة، فسلم على أهل المقبرة، فقال: سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إنشاء الله بكم لاحقون، ثم قال: وددت أنا قدر رأينا إخواننا، قال: فقالوا يا رسول الله! ألسنا بإخوانك؟ قال: بل أنتم أصحابي، وإخواني الذين لم يأتوا بعد، وأنا فرطهم على الحوض. (مسند الإمام أحمد بن حنبل ۲/ ۳۰۰، رقم: ۷۹۸۰، ۲/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۸۱، نسائي، کتاب الطهارة، حلية الوضوء، النسخة الهندیة ۱/ ۱۹، رقم: ۱۵۰، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ۱/ ۴۸، رقم: ۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۳۵)

کیا حضور ﷺ نے اصحاب صفہ کو تعلیم دی ہے اور حضرت انس خادم رسول ہیں

سوال [۲۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دو شخص کے درمیان (ایک فاضل دیوبند، ایک عام آدمی) گفتگو شروع ہوئی، موضوع تھا صفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا یا نہیں؟ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں یا خادم؟

دوران بحث فاضل دیوبند نے کہا کہ باضابطہ طریقہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفہ میں نہیں پڑھایا، ہاں اگر تم کہیں دکھا دو گے تو تسلیم کر لیں گے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال شبانہ روز خدمت گزاری کی ہے۔ اور خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری والدہ نو سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کے لئے چھوڑ آئی تھیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر جملہ حدیث ہے۔ اور قرآن کی آیات جب حضرت جبرئیل علیہ السلام لاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبین وحی کو بلا کر لکھو ادیا کرتے تھے، پھر بعد میں ان سب آیات کو یکجا کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ گفتگورات میں ہوئی، صبح وہ دوسرا شخص میدان میں آیا اور مقتدیوں کی موجودگی میں جارحانہ انداز میں گویا ہوا کہ تو ایمان سے خارج ہو گیا، تو نے نبی پر بہتان باندھا ہے، توبہ کر، ورنہ مصلی کھینچ لوں گا اور پوری جہالت پر اتر آیا، جس کو میں قلم بند نہیں کر سکتا۔ مذکورہ تحریر کا مطالعہ فرمائیں اور مفتیان کرام بتلائیں کہ فاضل دیوبند کے کس جملہ سے نبی پر بہتان ثابت ہو رہا ہے اور ایمان سے خارج ہو گیا؟ بینو اتوجروا

المستفتی: عبدالغفار قاسمی موانہ، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے یا شاگرد؟ اس سلسلہ میں وضاحت یہ ہے کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے باپ ابو طلحہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے لائے اور یہ کہہ کر پیش فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ انس ہوشیار بچہ ہے، آپ کو خدمت کے لئے ایسے بچہ کی ضرورت ہے؛ اس لئے میں پیارے انس کو آپ کی خدمت کے لئے دیتا ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نو دس سال کی عمر میں میرے والد نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیش کر دیا تھا، اس وقت سے لے کر حضور کے دنیا سے پردہ فرما کر تشریف لے جانے تک میں مسلسل حضور کی خدمت میں خادم کی حیثیت سے رہا؛ اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم یا خادم خاص کہنا کسی طرح گستاخی کی بات نہیں ہے اور کسی صحابی کے لئے حضور کا خادم ہو جانا باعث فخر ہوا کرتا تھا، ذلت و رسوائی ہرگز نہیں۔ اور اس اعتبار سے تمام صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد قرار دینا درست ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے دینی فیض حاصل فرمایا کرتے تھے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مجلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں درس کی حیثیت رکھتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر منبر پر یا مصلے پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، اس کو درس سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اس انداز سے مقام صفہ میں تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے یا درس دینے کی بات ہم کو کسی حدیث میں نہیں ملی، اس وضاحت کے بعد یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ فاضل دیوبند یا کسی اور نے اگر یہ کہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفہ میں بیٹھ کر باضابطہ درس نہیں دیا ہے، یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم کہا ہو تو یہ کسی قسم کی گستاخی کی بات نہیں ہے؛ بلکہ صحیح اور درست ہے، ایسا کہنے والے کو ایمان سے خارج گردانا انتہائی جسارت کی بات ہے اور ایمان سے خارج کہنے والے کو چاہئے کہ جس کو ایسا کہا ہے اس سے معافی مانگے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

عن أنس بن مالك عن أم سليم أنها قالت: يا رسول الله! أنس خادمك ادعو الله له، قال: اللهم أكثر ماله وولده وبارك فيما أعطيته.

(بخاري كتاب الدعوات، باب الدعاء بكثرة المال مع البركة، النسخة الهندية ۲/ ۹۴۴، برقم:

۶۱۳۳، ف: ۶۳۷۸، ترمذي، أبواب المناقب، مناقب أنس بن مالك، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۲،

دارالسلام، رقم: ۳۸۲۹، مسند أحمد ۳/ ۲۴۸، رقم: ۱۳۶۲۹)

عن أنس بن مالك قال: قدم رسول الله ﷺ المدينة ليس له خادم، فأخذ أبو طلحة بيدي، فانطلق بي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله! إن أنسا غلام كيس، فليخدمك فخدمته في السفر والحضر الخ. (بخاري، كتاب الوصايا، باب استخدام اليتيم في السفر والحضر،

النسخة الهندية ۱/ ۳۸۸، برقم: ۲۶۸۷، ص: ۲۷۶۸)

عن أنس بن مالك قال: خدمت النبي صلى الله عليه وسلم عشر سنين

بالمدينة. (أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الحلم، النسخة الهندية ۲/ ۶۵۸، دارالسلام، رقم: ۴۷۷۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۳۶/۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/ ۷/ ۱۴۳۱ھ

صحابہ کرامؓ کی تنقیص اور ان کی شانِ مبارک میں گستاخیاں

سوال [۲۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: صحابہ کرام کی تنقیص کرنا کسی کو برا بھلا کہنا، کسی کو گھٹانا اور کسی کو بڑھانا، ان کی شان میں جو منہ میں آئے کہہ دینا کیسا ہے؟ جیسا کہ بعض فرق کا شیوا ہے۔

المستفتی: محمد حنیف گاؤں بیر پور تھان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تنقیص کرنا برا بھلا کہنا، طعن و تشنیع کرنا ناجائز اور حرام ہے؛ بلکہ ان کو اپنے ایمان کی خبر لینا چاہئے، اور ایسے لوگوں کے لئے زندیقیت اور خارج اسلام ہونا ثابت ہے، نیز ایسے لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ رحمیہ، قدیم ۴/ ۴۴، جدید زکریا ۳/ ۷۶)

إذا رأيت الرجل ينقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زندیق، وذلك أن القرآن حق، والرسول حق، وما جاء به حق، وما أدى ذلك إلينا إلا الصحابة، فمن جرحهم إنما أراد إبطال الكتاب والسنة، فيكون الجرح به أليق، والحكم عليه بالزندقة والضلالة أقوم وأحق. (فتح المغیث/ ۳۷۵، مظاہر حق ۴/ ۶۵۵، مطبوعہ نولکشور)

إعلم أن سب الصحابة من أكبر الفواحش، ومذهبنا ومذهب الجمهور أنه يعزر، وقال بعض المالكية: يقتل. وقوله: بأنه يقتل من

سب الشیخین۔ وقولہ: کل کافر تاب فتوبتہ مقبولة فی الدنیا والآخرة
إلا جماعة الکافر بسب النبی ﷺ وسب الشیخین أو أحدهما۔ الخ

(مرقاۃ، باب مناقب الصحابة، الفصل الأول، إمدادیہ ملتان ۱۱/ ۲۷۳، حاشیۃ بخاری ۱/ ۵۱۵)

البتہ حضرات صحابہ کی فضیلت اور فرق مراتب حدیث وسنت سے ثابت ہے۔

وفي شرح السنة: قال أبو منصور البغدادي: أصحابنا يجمعون
على أن أفضلهم الخلفاء الأربعة على الترتيب المذكور، ثم تمام
العشرة، ثم أهل بدر، ثم أحد، ثم بيعة الرضوان، ومن له مزية من أهل
العقبين من الأنصار، وكذلك السابقون الأولون۔ الخ (مرقاۃ، باب مناقب

الصحابة، الفصل الأول، مكتبہ إمدادیہ ملتان ۱۱/ ۲۷۲، بذل المجهود، مكتبہ یحییٰ

سہارنپور ۵/ ۱۹۶، دار احیاء التراث العربی ۱۳/ ۳۸، حاشیۃ مشکوٰۃ ۲/ ۵۵۳، نووی

۲/ ۲۷۲، حاشیۃ بخاری ۱/ ۵۱۵)

وأفضل البشر بعد نبينا ﷺ أبوبكر الصديقؓ، ثم الفاروقؓ، ثم
عثمان ذوالنورينؓ، ثم علي المرتضىؓ۔ (شرح العقائد النسفية ۴۸، ۱، ومثله في

شرح العقيدة الطحاوية، بيروت ۴۷۱ تا ۴۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۵۸)

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی کوئی نافرمان اولاد تھی؟ نیز نافرمان اولاد کو محروم کرنا

سوال [۲۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: حضرت نعمان بن بشیرؓ کی اولاد میں سے کوئی نافرمان بھی تھی؟ جس کو نہ دینے
کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار کیا ہے، نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ
جب سے میں نے اس کو الگ کیا ہے اس کی پڑھائی لکھائی اور جب اس کی اولاد پڑھنے

کے قابل ہوگئی، تو اس کی تمام اولاد کے تمام تعلیمی اخراجات میں نے ہی برداشت کئے تھے۔ اور جو جائیداد میں نے اس کو دی تھی اس کے علاوہ میرے دو مکان اور بھی ہیں، ان میں بھی اس وقت ان کا کاروبار ہے، اس کی ان نافرمانیوں کی وجہ سے اب میں یہ دونوں مکان بھی اس کو دینا نہیں چاہتا۔

المستفتی: ابو الحسن بارہ درہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت نعمان بن بشیر کی اولاد کا مسئلہ نہیں تھا؛ بلکہ حضرت نعمان کے والد بشیر بن سعد کی اولاد کا مسئلہ تھا کہ حضرت نعمان بن بشیر کو ان کے والد نے دوسری اولاد کو نہ دے کر ان کو دینے کا ارادہ فرمایا تھا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینا ہو تو سب کو برابر دو، اس بارے میں مسلم شریف ۲/ ۳۷ میں متعدد روایات موجود ہیں۔ اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی اولاد یعنی حضرت نعمان بن بشیر کے بھائی بہنوں میں کوئی بھی نافرمان یا فاسق نہیں تھا؛ بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی صرف ایک بہن تھی، تو بیٹی کے باپ کی نافرمانی اور مقابلہ کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اور وہ صحابیہ تھیں۔ (مستفاد: أوجز المسالك، کتاب الأقضية، مالا يجوز من

النحل، قدیم ۵/ ۳۳۱، دارالعلم ۱۴/ ۱۷۱)

نیز حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف استحباب پر محمول ہے، وجوب پر نہیں، ورنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمر کو اور حضرت عبداللہ بن عمر نے واقد بن عبداللہ کو دوسری اولاد کو نہ دے کر دیا ہے۔ اور عبدالرحمن بن عوف نے اپنی دوسری اولاد کو نہ دے کر اپنی بیوی ام کلثوم کی اولاد کو دیا ہے، یہ ساری احادیث ”اعلاء السنن ۱۶/ ۱۹“ اور ”طحاوی شریف ۲/ ۲۳۵“ میں سند کے ساتھ موجود ہے۔

(أوجز المسالك، کتاب الأقضية، مالا يجوز من النحل، قدیم ۵/ ۳۳۱،

دارالعلم ۱۴/ ۱۷۱) میں ایک کو زیادہ دینے یا دوسری اولاد کو نہ دے کر ایک کو دینے کے متعلق دس وجوہات نقل فرمائی ہیں۔ اور حضرت نعمان بن بشیر کی روایت کا جواب بھی دیا ہے۔ اور اعلیٰ السنن ۱۶/ ۹۱ میں بھی بہت سے اسباب نقل فرمائے ہیں، ان میں فسق و سرکشی کو بھی نقل فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الحجۃ ۱۴۱۷/۲۲
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲۲/۲۲
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۷۹۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دیونی کے ساتھ کشتی لڑنا

سوال [۲۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جیسا کہ مشہور ہے کہ دیونی نے چیلنج کیا کہ جو مجھے پچھاڑے گا میں اس سے شادی کروں گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کشتی لڑی اور جیتنے پر اس دیونی سے شادی کر لی، اس دیونی کے لطن سے محمد حنیف پیدا ہوئے۔
(۱) کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ (۲) کیا حضرت علی کشتی لڑا کرتے تھے؟ (۳) کیا کشتی کا اکھاڑا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا؟

المستفتی: شریف حسین، محلہ سرائے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ واقعہ غلط اور من گھڑت ہے؛ بلکہ حضرت علی کرم اللہ جہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد باوقات مختلفہ آٹھ بیویاں کیں، ان میں سے پانچویں جنگ یمامہ کی فتح یابی پر بہت سی باندیاں ہاتھ آئی تھیں، تو تقسیم غنائم میں قبیلہ بنو حنفیہ کی ایک عورت بنام خولہ بنت جعفر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا، ان کے لطن سے حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو عوام میں محمد بن الحنفیہ کے نام سے

مشہور ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۲۴، جدید ڈائجیل ۴/ ۵۴۶، تاریخ طبری ۴/ ۶۰۰، تاریخ الاسلام نجیب آبادی ۱/ ۵۱۸)

ولہ محمد بن علی الأكبر الذي يقال له: محمد بن الحنفية أمه
خوله بنت جعفر. (تاریخ طبری ۴/ ۱۱۸)

وَأما ابنه محمد الأكبر فهو ابن الحنفية، وهي خوله بنت جعفر بن قيس سبأها خالد أيام الصديق أيام الردة من بني حنيفة، فصارت لعلی بن أبي طالب، فولدت له محمد هذا. (البداية والنهاية، دارالفکر ۵/ ۴۴۳)
(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ نسبت بے اصل اور بے دلیل ہے کہ ہمارے زمانے کے پہلوانوں کی طرح کشتی لڑا کرتے تھے۔

(۳) اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے؛ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بہترین عمدہ جنگ باز اسلامی سپہ سالار تھے، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار کی سرکوبی کرتے تھے، چنانچہ خیبر کی فتح یابی بھی ان ہی کے ہاتھ سے ہوئی۔

علي بن أبي طالب الهاشمي رضي الله عنه -إلى- وكان قد اشتهر بالفروسية والشجاعة والإقدام -إلى- ومن خصائص عليّ قوله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر: لأدفعن الرؤية غدا إلى رجل يحب الله ورسوله، ويحبه الله رسوله يفتح الله على يديه. (الإصابة في تمييز الصحابة ۲/ ۱۲۹۵، رقم: ۵۶۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۶۵/۲۳)

کیا حضرت ابو ثمرہ رضی اللہ عنہ کو حد زنا لگائی گئی؟

سوال [۲۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کتاب ”ریڈیائی تقریریں“ مصنف مولانا کبیر الدین فاران نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے کو حد زنا لگوائی، یعنی سو کوڑے زنا کے ثابت ہونے پر اور پچھتر یا اسی کوڑے لگنے پر ان کے صاحبزادے کی روح پرواز کر گئی، تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس یا پچیس کوڑے ان کی نعلش پر لگوائے۔ اور اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حد لگواتے ہوئے اگر ان کی جان نکل گئی تو مردہ پر ہی پوری حد لگائی جائے، اس کا کیا حکم ہے؟ حد پوری کی جائے یا چھوڑ دی جائے؟ اور یہ واقعہ صحیح ہے یا جھوٹ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مقررین حضرات سوال میں ذکر کردہ واقعہ جو حضرت ابو ثثمہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو حد زنا لگوائی ہے، یہ غلط اور بہتان ہے۔ حضرت ابو ثثمہ رضی اللہ عنہ ایک متقی پرہیزگار عالم فاضل انسان تھے، اللہ کا خوف ہمہ وقت رہتا تھا، ایک مرتبہ بغرض تجارت مصر گئے، وہاں انہوں نے نبیذ پی لی تھی (یعنی کھجور کا شربت) جو حلال ہے؛ لیکن گرمی کی شدت بڑھ جانے کی وجہ سے اس نبیذ میں سکر (نشہ) آ گیا تھا اور حضرت ابو ثثمہ رضی اللہ عنہ کو پینے کے بعد سکر کا احساس ہو گیا تھا، مگر غایت درجہ تقویٰ کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر کیا اور ان سے کہا کہ شراب کی حد جاری کریں، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان سے تفصیلات معلوم کر کے اور ہلکی سی شراب کی حد جاری کرادی، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی، انہوں نے فوراً عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ ابو ثثمہ کو میرے پاس بھیج دو، میں خود اس معاملہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں؛ لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کر کے دوبارہ نشہ کی حد جاری کرائی تھی، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المؤمنین کے لڑکے کے ساتھ رعایت کا معاملہ

ہوا، چنانچہ جب حد جاری ہوئی تو حضرت ابو ثممہ رضی اللہ عنہ کا برا حال ہو گیا، سفر کی تکان اولوا العزم باپ کی ناراضگی اور کوڑوں کی مار نے انہیں بیمار کر ڈالا اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا رضی اللہ عنہ۔ (فارق اعظم رضی اللہ عنہ ص: ۳۷) نیز ۸۰ کوڑے لگانے کے بعد نعرش پر بیس کوڑے لگانے کا واقعہ بھی غلط ہے۔

وأخرج عبد الرزاق والبيهقي عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: شرب أخي عبد الرحمن، وشرب معه أبو سرة عقبة بن الحارث، وهما بمصر في خلافة عمر رضي الله عنه فسكرا، فلما أصبحا انطلقا إلى عمرو بن العاص رضي الله عنه وهو أمير مصر، فقالا: طهرنا فإننا قد سكرنا من شراب شربناه - إلى - فلما قدم على عمر رضي الله عنه جلده وعاتبه لمكانه منه ثم أرسله، فلبث شهرا صحيحا، ثم أصابه قدره فمات، فيحسب عامة الناس أنه مات من جلد عمر، ولم يمت من جلد عمر. (حياة الصحابة عربي ۲/ ۱۲۹، السنن الكبرى للبيهقي، دار الفكر ۸/ ۳۱۲، ۳۱۳، الإستهباب، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۸۵، رقم: الترجمة: ۴۱۵۱، أسد الغابة، دار الفكر ۳/ ۳۷۴، رقم الترجمة: ۳۳۵۹، الإصابة في تمييز الصحابة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۴۸۶، رقم: ۵۱۸۹، كتر العمال ۱۲/ ۲۹۶، رقم: ۳۶۰۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۲/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۷/۲/۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۲۶۹۸)

حضرت ابو ثممہؓ کا شراب پی کر بدکاری کرنے کے واقعہ کی تحقیق

سوال [۲۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض کتب میں حضرت ابو ثممہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ شراب پی کر کسی عورت سے زنا کر لیا؛ لہذا

اس سے بچہ پیدا ہو گیا، عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دعویٰ کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حد جاری کر دی؛ لہذا اسی کوڑوں میں حضرت ابو ثحمہ رضی اللہ عنہ کا دم نکل گیا، قصہ طویل ہے۔ کیا ابو ثحمہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی بیٹے ہیں؟ اگر ہیں تو کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟

المستفتی: محمد عثمان شیر کورٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت ابو ثحمہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ معتبر کتابوں میں ملتا ہے، وہ اس طرح ہے کہ ان کا نام عبدالرحمن تھا، وہ کسی کام سے مصر گئے ہوئے تھے، اور وہ بھی اللہ سے ڈرنے والے عالم فاضل متقی تھے اور مصر کے قیام کے دوران انہوں نے نبیذ پی لی تھی۔ اور نبیذ شرعاً حلال چیز ہے، مگر اس کو اگر دھوپ میں رکھ دیا جائے تو سکر آ جاتا ہے۔ اور انہوں نے جو نبیذ پی تھی، اس میں تیز دھوپ کی وجہ سے قدرے سکر آ گیا تھا، جس کے نتیجہ میں ان کو معمولی نشہ کا احساس ہوا اور چونکہ متقی تھے؛ اس لئے امیر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے خود جا کر کہا کہ مجھے نشہ کی حد لگائیے، تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہلکی سی حد لگائی، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا، تو ان کو مصر سے بلوا کر پھر سے حد جاری کی، تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے کے ساتھ رعایت کی ہے۔ اور سفر کی تکان اولوالعزم باپ کی ناراضگی اور کوڑوں کی مارنے ان کو بیماری میں ڈال دیا، جس کی وجہ سے ایک ماہ کے بعد وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اور واعظین جوان پرزنا کی تہمت لگاتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ ایک پاکباز اور پاکدامن متقی پر تہمت ہے۔ دیکھئے: (فاروق اعظم/ ۳۷)

وعبدالرحمن بن الأوسط، هو أبو شحمة، هو الذي ضربه عمرو بن العاص بمصر في الخمر، ثم حملة إلى المدينة، فضربه أبوه أدم الوالد، ثم مرض ومات بعد شهر، وأما أهل العراق فيقولون: إنه مات تحت سياط عمر، وذلك غلط. (الإستيعاب، دار الكتب العلمية بيروت ۲/

۳۸۵، رقم: الترجمة ۱۴۵۱، أسد الغابة في معرفة الصحابة ۳/ ۳۷۴، رقم الترجمة ۳۳۵۹، الإصابة في تمييز الصحابة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۸۵، رقم: ۵۱۸۹، السنن الكبرى للبيهقي، دار الفكر ۸/ ۳۱۲، ۳۱۳، حياة الصحابة عربي ۲/ ۱۲۹، منتخب كنز العمال على هامش مسند أحمد ۴/ ۴۲۰ تا ۴۲۲، كنز العمال ۱۲/ ۲۹۶، رقم: ۳۶۰۰۹ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۵۱/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۳/۱۴۱۲ھ

حضرت ابو شحمہؓ کے زنا کے واقعہ کی تحقیق

سوال [۲۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کتنے صاحبزادے تھے؟ کیا ان میں سے کسی پر حد زنا جاری ہوئی ہے؟ ابو شحمہ کون ہیں، ان کے متعلق جو زنا کے ارتکاب کا واقعہ مشہور ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ براہ کرم مفصل و مدلل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد وسیم اکرم قاسمی خادم مدرسہ مدینۃ العلوم ٹکینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سات صاحبزادے تھے: (۱) عبد اللہ (۲) عبد الرحمن الاکبر، کنیت ابو عیسیٰ ہے (۳) عبید اللہ (۴) عاصم (۵) زید (۶) عبد الرحمن الاوسط، کنیت ابو شحمہ (۷) عبد الرحمن والد الجبہ۔ (مستفاد: اسد الغابہ، دار الفكر ۳/ ۳۷۳، ۶/ ۱۳۴، الاصابہ فی تیزر الصحابہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۸۶، تاریخ اسلام

(۳۶۸/۱)

(۲) ابو شحمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن الاوسط کی

کنیت ہے۔ (الاصابہ فی تیزر الصحابہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۸۶، اسد الغابہ، دارالفکر ۳/ ۳۷۳، فاروق اعظم/ ۳۷، امداد المفتیین ۲/ ۲۶۹)

ان کی جانب جو زنا کا واقعہ مشہور و معروف ہے، وہ کذب و افتراء اور محض موضوع روایات پر مبنی ہے، جس کی کوئی اصلیت معتبر کتب حدیث و تاریخ میں منقول نہیں؛ البتہ شرب نبیذ اور اس پر حد کا واقعہ ماثور و منقول ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات، حدیث ابی ثمرہ)

ولد عمر رضی اللہ عنہ، وزناہ و أقامہ عمر علیہ الحد و موتہ بطولہ لا یصح، بل وضعہ القصاص، والذي ورد ما روی أن عبدالرحمن الأوسط من أولاد عمر، ویکنی أبا شحمة کان غازیاء مضی فشرّب نبیذا فجاء إلى عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، وقال: أقم علي الحد، فامتنع، فقال: إني أخبر أبي إذا قدمت إليه فضربه الحد في داره، فكتب إليه عمر يلومه، فقال: الا فعلت به ما تفعل بالمسلمين، فلما قدم على عمر ضربه، واتفق ان مرض فمات. (تذکرۃ الموضوعات، للفتنی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۸۰)

(۳) صحیح واقعہ احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبدالرحمن اور ان کے ساتھ ابوسرعہ عقبہ بن حارث نے نبیذ پی لی تھی (جس کے پینے میں کوئی خاص بات نہ تھی؛ کیوں کہ اس زمانے میں نبیذ پینے کا عام رواج تھا جواز روئے شرع حلال ہے؛ لیکن کھجوروں کے پانی میں زیادہ دیر پڑا رہنے سے ان میں تخمیر پیدا ہو گئی تھی، جس کے پینے سے انہیں معمولی نشہ ہو گیا تھا۔) (ابو ثمرہ اللہ سے ڈرنے والے عالم فاضل متقی و پرہیزگار بندے تھے، ان کے ساتھی ابوسرعہ بھی تقریباً اسی صفت سے متصف تھے، یہ بات ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے خلاف تھی) اس لئے افاقہ کے بعد صبح کو از خود دونوں مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کو سزا دے کر پاک کر دیجئے، ہم نے ایک ایسا مشروب پی لیا تھا، جس سے ہمیں نشہ

ہو گیا، ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ تم گھر چلو، میں تمہیں سزا دے کر پاک کر دوں گا، مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں حضرت عمرو بن العاص کو اس واقعہ کی اطلاع کر چکے ہیں، پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو اس قصہ کی خبر کر چکے ہیں، تو میں نے ان سے کہا کہ تم گھر چلو میں تمہارا سر مونڈ دوں گا، تاکہ تمام لوگوں کے سامنے تمہارا سر مونڈا جائے، اس زمانہ میں عام دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سر کا حلق کر دیتے تھے، چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے، میں نے اپنے بھائی کا سراپنہ ہاتھ سے حلق کیا، حضرت عمرو بن العاص نے ان پر نرمی سے حد جاری کی؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ النبی میں کسی طرح اس واقعہ کا علم ہو گیا، تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ عبدالرحمن کو بلا کجاوہ کے اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس روانہ کر دو (یہ فوراً جلدی روانہ کرنے سے کننا یہ ہے) میں خود اس معاملہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے تفصیل دریافت کرنے کے بعد اسی کوڑے حد لگائی (تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المؤمنین کے بیٹے کے ساتھ رعایت ہوئی ہے) اس کے بعد عبدالرحمن الاوسط سخت بیمار ہو گئے اور تقریباً ایک ماہ زندہ رہے، پھر تقدیر الہی غالب آگئی اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے، اس سے عام لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑوں کی مار سے ان کا انتقال ہو گیا ہے؛ حالانکہ مذکورہ بالا تفصیلی واقعہ سے معلوم ہوا کہ ابو شحمہ اپنی طبعی موت سے اللہ کو پیارے ہوئے، نیز یہ بات ان پر زبردست کذب و افتراء اور غیر ذمہ دارانہ ہے کہ انہوں نے نعوذ باللہ زنا کا ارتکاب کیا تھا اور ان پر حد زنا لگائی گئی تھی، ایسی بے ثبوت اور بے سند باتیں نقل کرنے میں اللہ سے خوف کرنا چاہئے، یہ واقعہ صحیح سند کے ساتھ (کنز العمال، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۲/ ۲۹۶، حدیث: ۲۶۰۰۹، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۸۶، حدیث: ۵۱۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۸/ ۳۱۲، ۳۱۳، منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل ۴/ ۴۲۰ تا

۴۲۲، اسد الغابہ، دار الفکر ۳/ ۳۷، حیاۃ الصحابہ عربی ۲/ ۱۲۹، حیاۃ الصحابہ اردو ۲/ ۱۳۲، فاروق اعظم (۳) وغیرہ معتبر کتب میں معمولی تفاوت کے ساتھ مذکور ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

عبدالرحمن بن عمر الأوسط أبو شحمة، وهو الذي ضربه عمرو بن العاص بمصر في الخمر، ثم حمله إلى المدينة، فضربه أبوه عمر بن الخطاب، أدب الوالد، ثم مرض، فمات بعد شهر. (الأسد الغابة، دار الفکر ۳/ ۳۷۴، رقم: الترجمة ۳۳۵۹، الاستيعاب، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۸۵، رقم: ۱۴۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ صفر ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۹۳/۳۴)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۱۷ھ

کیا حضرت ابو شحمہؓ نے شراب پی تھی؟

سوال [۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض کتابوں میں ایک واقعہ آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے ابو شحمہ نے ایک مرتبہ شراب پی کر ایک عورت سے زنا کر لیا، اس سے حمل رہا اور بچہ کی پیدائش کے بعد اس عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا، آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کو حد لگائی، اسی کوڑوں پر لڑکے نے دم توڑ دیا، اس میں تحقیق طلب بات یہ ہے، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کوئی صاحبزادے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوئے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: فخر الاسلام شیرکوٹ، ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ معتبر کتابوں

میں ملتا ہے، وہ اس طرح ہے کہ: ان کا نام عبدالرحمن تھا، وہ کسی کام سے مصر گئے تھے اور وہ اللہ سے ڈرنے والے متقی عالم فاضل تھے۔ اور مصر کے قیام کے دوران انہوں نے بنیذپی لی تھی اور بنیذ شرعاً حلال چیز ہے، مگر اس کو اگر دھوپ میں رکھ دیا جائے تو سکر آ جاتا ہے اور انہوں نے جو بنیذ پی تھی، اس میں تیز دھوپ کی وجہ سے قدرے سکر آ گیا تھا، جس کے نتیجہ میں ان کو معمولی نشہ آ گیا تھا اور چونکہ متقی تھے؛ اس لئے امیر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے خود جا کر کہا کہ مجھے نشہ کی حد لگائیے، تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہلکی سی حد لگائی، مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا، تو ان کو مصر سے بلوا کر پھر سے حد جاری کی، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے کے ساتھ رعایت کی ہے اور سفر کی تکان اور اولو العزم باپ کی ناراضگی اور کوڑوں کی مارنے ان کو بیماری میں ڈال دیا، جس سے ایک ماہ کے بعد وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اور واعظین جو ان پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ ایک پاکباز اور پاکدامن متقی پر تہمت ہے۔ دیکھئے: (فاروق اعظم/ ۳۷)

عن ابن عمر قال: شرب أخى عبدالرحمن -إلى- ثم جلدہم عمرو، فسمع بذلك عمر، فكتب إلى عمرو أن ابعث إلي بعبدالرحمن علي قتب ففعل ذلك، فلما قدم علي عمر جلدہ وعاقبه لمكانه منه، ثم أرسله، فلبث شهرا صحيحاً، ثم أصابه قدره، فمات فيحسب عامة الناس إنما مات من جلد عمر، ولم يمت من جلد عمر، وسنده صحيح. (هاشية مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۴۲۲، أنظر للتفصيل حياة الصحابة ۲/ ۱۲۹، ۱۳۰، السنن الكبرى للبيهقي، دار الفکر ۸/ ۳۱۲، ۳۱۳، كنز العمال ۱۲/ ۲۹۶، رقم: ۳۶۰۰۹، حياة الصحابة اردو ۲/ ۱۳۲، الاستيعاب، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۸۵، رقم: ۱۴۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۷/۲۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۴/۷/۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۴۲)

کیا حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو وصیت لکھوانے سے روکا تھا؟

سوال [۲۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور ﷺ نے اپنے وصال کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ کاپی اور قلم لاؤ میں کچھ لکھوادوں، جس سے تم درستی پر رہو اور آپس کے انتشار کا شکار نہ بنو، تو جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کاپی قلم لینے چلے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روک دیا کہ اللہ کے رسول کی حالت ایسی ہے، نہ معلوم کیا لکھ دیں، تو شیعہ حضرات اس مسئلہ کو بہت اچھا ل رہے ہیں کہ اللہ کے رسول نے کتنی اچھی بات فرمائی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنی بڑی سعادت سے امت کو محروم کر دیا، وہ کتنے بڑے ظالم ہوئے۔

المستفتی: نسیم احمد، امام نورانی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان کے بارے میں ایسے الفاظ کہنا سخت گمراہی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے منع فرمایا تھا۔ اور وہ کوئی شرعی چیز نہیں تھی جس کا جاننا ضروری ہوتا، ورنہ تو اس کے کئی روز بعد تک حضور ﷺ با حیات رہے؛ لیکن کوئی بات نہ کہی اور نہ لکھوائی؛ بلکہ اگر شریعت کا اہم امر ہوتا، تو حضور ﷺ پیغمبر ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کو نہ مانتے؛ بلکہ ضرور لکھواتے۔

وقال الخطابي: لم يتوهم عمر الغلط فيما كان النبي ﷺ يريد كتابته، بل امتناعه محمول على أنه لما رأى ما هو فيه من الكرب، وحضور الموت خشي أن يجد المنافقون سبيلا إلى الطعن فيما يكتبه وإلى حمله على تلك الحالة التي جرت العادة فيها بوقوع بعض ما يخالف الاتفاق، فكان ذلك سبب توقف عمر لا أنه تعمد مخالفة قول النبي ﷺ، ولا جواز وقوع الغلط عليه حاشا وكلا. (فتح الباري، كتاب

المغازی، باب مرض النبی ووفاته، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۸/ ۱۶۹، مکتبہ دارالریان للتراث
یسروت ۷/ ۷۴۱، رقم: ۴۴۳۲، عمدۃ القاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، مکتبہ دار
احیاء التراث العربی ۲/ ۱۷۱، زکریا ۲/ ۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ صفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۲۶۹۸)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/ ۲/ ۱۴۱۷ھ

لکھنؤ کا مدح صحابہ کا جلوس

سوال [۳۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: لکھنؤ میں جلوس مدح صحابہ اور کثیر اسراف مال کے ساتھ جھنڈوں کا بنانا اور
نکالنا جو مالی تباہی کا موجب ہوتا ہے، بدعت سیئہ مہلکہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر حضرات صحابہ کی مذمت کرنے والوں کے مقابلہ
میں بطور مظاہرہ کے جلوس نکالا جائے، جس سے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں
کے سامنے صحابہ اور اسلام کی عظمت و شوکت دلوں میں جم جائے، تو اس میں مال خرچ
کرنا اور شوکت اسلام کے لئے جھنڈوں کا نکالنا اسراف اور تباہی کا سبب نہیں ہے؛ بلکہ
عظمت اسلام کا سبب ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ جلوس مدح صحابہ بارہ ربیع
الاول کو نہ نکالا گیا ہو۔ حدیث میں آیا ہے:

عن أبي سعيد خدري - رضي الله عنه - قال: قال النبي صلى الله
عليه وسلم: لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما
بلغ مد أحدهم ولا نصيفه. (بخاري، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ
وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو كنت متخذاً خليلاً، طبع ہندی ۱/ ۵۱۸،

رقم: ۳۵۴۱، ف: ۳۶۷۳، مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب تحریم سب الصحابة، طبع ہندی ۳۱۰/۲، بیت الأفكار، رقم: ۲۵۴۰، ۲۵۴۱)

عن عبد اللہ بن مغفل قال: سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: اللہ اللہ فی أصحابی لا تتخذوہم غرضا بعدی، فمن أحبہم فبحبی أحبہم، ومن أبغضہم فبغضی أبغضہم. الحدیث (ترمذی، أبواب المناقب، باب ماجاء فی من سب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، طبع ہندی ۲/ ۲۲۵، دار السلام، رقم: ۳۸۶۲، صحیح ابن حبان ۶/ ۳۸۴، أبوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی النهی عن سب أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲/ ۶۴۰، دار السلام، رقم: ۶۵۸، ۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۵۷۱)

امام اہل سنت ہال میں مدرج صحابہ کی محفل کا انعقاد

سوال [۳۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: امام اہل سنت والجماعت ہال میں تعین تاریخ و تعین خطیب کے ساتھ مجالس شہادت کے نام پر محفلیں منعقد کرنا اور مسلمانوں کو دعوت شرکت دینا اور آخری دن تمام شعراء کا مدرج صحابہ و نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشعار کا پڑھنا اور سننا اور اکثر رات تک اس کا منعقد رہنا بدعت ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو کون سی بدعت ہے؟

المستفتی: عبدالرحمن موسیٰ، کیراف گول جنرل اسٹور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ان مجالس کے انعقاد کا مقصد اکابر صحابہ اور شیخین اور حضرات حسنین وغیرہم کا صحیح صحیح تذکرہ کرنا اور وعظ و تذکیر ہے؛ اس لئے جائز ہے۔

(مستفاد: کفایت المفتی، قدیم ۱/ ۱۹۶، جدید زکریا ۱/ ۲۴۱، مطول ۱/ ۲۹۹)

ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله ﷺ وأزواجه الطاهرات من كل دنس، وذرياته المقدسين من كل رجس، فقد برئ من النفاق، وعلماء السلف من السابقين ومن بعدهم من التابعين أهل الخير والأثر وأهل الفقه والنظر لا يذكرون إلا بالجميل، ومن ذكرهم بسوء فهو على غير السبيل. (شرح العقيدة الطحاوية، بيروت ۴۹۰-۴۹۱)

عن عبد الله بن مغفل قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الله الله في أصحابي لا تتخذوهم غرضاً بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم. الحديث (ترمذي، أبواب المناقب، باب ما جاء في من سب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، طبع هندي ۲/ ۲۲۵، رقم: ۳۸۶۲، صحيح ابن حبان ۶/ ۳۸۴، أبوداؤد، كتاب السنة، باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ۲/ ۶۴۰، دار السلام، رقم: ۴۶۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۱/۲۳)

جلوس محمدی و مدح صحابہ کا حکم

سوال [۳۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک بستی جس کا شمار قصبات میں ہے، یہاں کی آبادی تقریباً چالیس بیالیس ہزار کی ہے، جس میں ۴۰ فیصد اہل سنت، پندرہ فیصد اہل تشیع اور ۴۵ فیصد دیگر اقوام اہل ہنود ہیں، ابھی چند سالوں سے ماہ محرم میں مذہبی شہدائے اسلام کے نام سے پندرہ روزہ اجلاس منعقد ہو رہے ہیں، جن میں بیرونی علمائے کرام تشریف لاتے ہیں اور اپنے خطیبانہ انداز میں مذہب شیعہ کے خدوخال واضح کرتے ہیں اور سنیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ان کے جلسہ و جلوس میں شرکت سے بالکلئہ پرہیز کریں اور گناہوں

سے بچیں، الحمد للہ اس سے سنیوں پر خاصا اثر ظاہر ہوا، ادھر شیعہ ماہ محرم میں روایتی جلوس اعزاز داری، تعزیر و علم کا اہتمام کرتے ہیں اور اس میں صحابہ کرام پر تبر بھی کرتے ہیں، اکا دکا سنیوں کو گالم گلوں بھی کرتے ہیں، جس سے اکثر نزاع کی صورت بنی رہتی ہے، واضح ہو کہ آج سے تقریباً چار سال پہلے سے بارہ ربیع الاول کو جلوس محمدی و مدح صحابہ نکالا جاتا رہا ہے؛ لیکن اس کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، اس سلسلہ میں علماء اور سنجیدہ مزاج عوام اس کے مخالف رہے، یعنی نہ خود شرکت کی اور نہ شرکت کے لئے لوگوں کو ترغیب دلائی اور نہ کسی کو منع کیا؛ لیکن امسال جلوس میں شدت تھی، زور شور تھا، تو اکثر علماء نے یہ محسوس کیا کہ اگر جلوس محمدی و مدح صحابہ کو نہ روکا گیا تو اس سے ایک رسم بد کا اجراء ہو جائے گا، پھر اس کا بند کرنا مشکل ہوگا، اب اس میں علماء کے دو گروپ ابھر کر سامنے آئے، ایک جلوس کا حامی، دوسرا جلوس کا مخالف، اس سال جلوس نکالتے وقت چونکہ الیکشن کا دور تھا، اسی وجہ سے انتظامیہ نے جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی تھی، پھر بھی جبراً جلوس نکالا گیا، غیر قانونی طور پر جلوس نکالنے کی بنا پر انتظامیہ سے دھکا کی بھی ہوئی اور جلوس میں شیعوں نے اپنی مسجد سے پتھراؤ بھی کیا، جواباً جلوس سے بھی پتھراؤ ہوا، انتظامیہ نے دونوں فریق کے کچھ آدمی حراست میں لے لئے تھے، ۴-۶ گھنٹہ کے بعد چھوڑ دیئے گئے، مزید اب تحریر یہ ہے کہ جلوس کے جواز و عدم جواز کے متعلق سنیوں کے دونوں گروپ میں شدت پیدا ہو گئی ہے، جواز اور عدم جواز کی مقامی علماء کی اکثریت عدم جواز کی قائل ہے، جن کے دلائل و اقوال یہ ہیں:

(۱) اس جلوس میں غیروں کی طرح جا بجا سبیلیں قائم کر کے شربت پلایا جاتا ہے، جو کہ شعرا وغیرا ہے۔

(۲) انتظامیہ سے جلوس کی اجازت نہ ملنے کی صورت میں جبراً جلوس نکالنا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا شرعی نقطہ نظر سے درست نہیں، مزید یہ کہ جلوس سے رضا خانیت کو تقویت مل رہی ہے اور وہ مسرور و محفوظ نظر آتے ہیں اور ان میں سے بعض حضرات جلوس

کی قیادت بھی کرتے ہیں؛ لہذا جلوس نکالنے سے بدعات کو فروغ ملے گا اور دو محاذ سامنے آجائیں گے، پھر دونوں کا سد باب کرنا مشکل ہوگا؛ لہذا ایسا کام نہ کیا جائے جس سے دوسری بدعات کو فروغ ملے، نیز علامہ شاطبیؒ کا قول ہے کہ جائز چیز اگر کسی ناجائز چیز کی ترقی کا ذریعہ بنے تو اس کا جواز ختم ہو جاتا ہے۔

تاکلین جواز کے دلیل: اس طرح کا جلوس لکھنؤ، کانپور، سیتاپور وغیرہ میں بارہ وفات کو نکالا جاتا ہے اور اس میں فکر دیوبند سے متعلق علماء شرکت کرتے ہیں۔ اور جلوس کی قیادت بھی کرتے ہیں؛ لہذا جلوس کا نکالنا بدعت نہیں ہے، نیز پہانی ضلع ہردوئی میں یہ جلوس شیعوں کے آٹھ ربیع الاول کو نکلنے والے جلوس کا رد ہے، جس میں وہ تبرا بھی کرتے ہیں اور ہمارا یہ جلوس مدح صحابہ بھی تو ہے، نہ کہ جلوس محمدی۔ اور یہاں اہل بدعت کی بھی وہ نوعیت نہیں ہے جو کانپور، لکھنؤ، سیتاپور وغیرہ میں ہے، اب وہاں اہل بدعت ہونے کے باوجود جلوس نکالا جاتا ہے؛ لہذا ہم بھی جلوس نکالیں گے؛ کیوں کہ وہاں نکیر نہیں کی جاتی ہے، یاد رہے کہ اس مرتبہ ایک تو انتظامیہ نے جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی، دوسرے یہ کہ شیعوں میں جذبات بھڑک اٹھے اور انہوں نے سنیوں پر جلوس کے استقبال کے لئے بنائے گئے گکھوں اور پیڑوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور صحابہ کرام کے پتلے بنا کر ان پر پیشاب کیا اور تبرا بھی کیا، نیز سنیوں کی بہو بیٹیوں کو گندی گندی گالیاں دیں، اس سے شدید انتشار پھیل گیا اور ٹکراؤ کی بھی نوبت آگئی؛ لیکن پولیس کی بروقت مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا، ایسی صورت میں:

(۱) یوم بارہ وفات کو جلوس محمدی و مدح صحابہ نکالنا کیسا ہے؟ شرعی نقطہ نظر سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟

(۲) بارہ ربیع الاول کو مطلق جلوس مدح صحابہ نکالنا کیسا ہے؟

(۳) جلوس کا نکالنا نہ نکالنا الگ بات ہے؛ لیکن اگر جلوس پر قانونی پابندی لگا دی جائے تو جلوس نکالنا واجب یہ کہنا کیسا ہے؟

(۴) حامی جلوس کا کہنا ہے کہ شیعہ صحابہ پر تبرا کرتے ہیں اور ان کے پتلے بنا کر بے

حرمتی کرتے ہیں، یہ صحابہ کے دشمن ہیں؛ اس لئے ہم ضداً جلوس نکالتے ہیں، تاکہ شیعوں کو اسی شکل میں جواب دیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟

(۵) اگر بارہ وفات کو جلوس محمدی و مدح صحابہ نکالنے کو کوئی فرض کفایہ سمجھے اور کہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟

المستفتی: منجانب: اراکین مجلس شوریٰ علماء پہانی، ضلع ہردوئی

جواب منجانب دارالافتاء وقف دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جلوس محمدی و جلوس مدح صحابہ کا خیر القرون میں کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی یہ فرق باطلہ کے رد کا کوئی صحیح حل ہے؛ اس لئے جلوس محمدی یا مدح صحابہ درست نہیں ہے۔ حسب موقع سنجیدہ طریقہ پر اجلاس ہو اور حکمت و دانشمندی پر مشتمل وعظ و تقریر موقع بہ موقع اس طرح کے پروگرام ہوتے رہیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ بڑا فائدہ سامنے آئے گا۔ فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: محمد احسان

خورشید عالم، مفتی وقف دارالعلوم دیوبند

نائب مفتی وقف دارالعلوم دیوبند

دارالافتاء مدرسہ شاہی کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بارہ ربیع الاول کو جلوس مدح صحابہ یا جلوس محمدی کے نام سے جلوس نکالنے کو ہم درست نہیں سمجھتے ہیں، اگر یہ عبادت کی چیز اور اعمال صالحہ میں شامل ہوتی تو اس کا سلسلہ دور صحابہ سے شروع ہو جاتا، خلفاء راشدین کے زمانہ میں، پھر حضرات صحابہ کے دور میں اس کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانے میں دور دور تک اس کا وہم و گمان تک نہیں تھا، بعد میں آہستہ آہستہ

اہل بدعت اس قسم کی چیزوں کی ایجاد کرتے چلے گئے۔ ۶۰۰ھ میں ملک اربل مظفر الدین اربلی نے مروجہ مجلس میلاد کی ایجاد کی۔

أثبت فيه طريقة محفل الميلاد الرائج اليوم في البلاد، ولم يكن يليق بالمحدث أن يؤلف في مثل هذه البدعة، وإنما أحدثها صوفي في عهد الملك "إربل" سنة ست مائة، ولم يكن له أصل في الدين.

(معارف السنن، أبواب العیدین، باب فی التکبیر فی العیدین، بیان أول من أحدث طريقة محفل الميلاد، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۴/ ۴۳۷، البداية والنهاية، دارالفکر ۱۳/ ۱۴۵)

عن المنذر بن جرير، عن أبيه، قال: كنا عند رسول الله ﷺ -إلى- من سن في الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده، من غير أن ينقص من أوزارهم شيء. (مسلم شريف، كتاب

الزكوة، باب الحث على الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۳۲۷، بيت الأفكار، رقم: ۱۰۱۷)

پھر اس کے بعد اہل بدعت نے اس کو عبادت سمجھ کر ایسا رواج ڈال دیا کہ مسلم عوام کے ذہنوں میں اسی کو حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام سے خاص محبت کی علامت سمجھا جانے لگا، ایک زمانہ تک مروجہ مجلس میلاد علماء اہل حق و اہل بدعت کے درمیان موضوع بحث بنی رہی، آخر کار بات وہیں کی وہیں رہ گئی، اہل حق اور اہل بدعت کے درمیان مروجہ مجلس میلاد ایک امتیازی علامت بن کر رہ گئی اور اہل بدعت کوئی بھی دینی مجلس یا دینی جلسہ اس کے بغیر مکمل نہیں سمجھتے ہیں، جس مجلس اور جس جلسہ میں کھڑے ہو کر میلاد خوانی نہ ہوگی، اس کو ناقص سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو گستاخ رسول سمجھتے ہیں۔ اور اسی کی ایک کڑی ہندوستان کے بعض شہروں میں نوا ایجاد جلوس محمدی یا بارہ ربیع الاول کا جلوس بڑی اہمیت کا حامل بنتا جا رہا ہے، ہمارے مراد آباد میں آج سے تیس پینتیس سال پہلے بریلوی عالم مولانا نذیر الاکرم نے اس کی ابتداء کی، اس کے بعد سے بارہ ربیع الاول کا جلوس ان کے یہاں بڑی اہمیت کا حامل ہے اور ہر سال ایک موضوع بحث بنا رہتا ہے اور یہ کوئی شرعاً عبادت نہیں ہے اور بعد میں جا کر عوام الناس اس کو اسلام کا

شعار اور اسلامی عبادت سمجھنے لگیں گے، جیسا کہ مروجہ مجلس میلاد کو عوام الناس عبادت سمجھتے ہیں اور غیر عبادت کو عبادت سمجھنا اور غیر شریعت کو شریعت سمجھنا ایک مستقل گناہ ہے، نیز استفتاء میں بعض چیزیں ایسی بھی لکھی گئیں ہیں، جن کی وجہ سے ایسا جلوس نکالنا درست نہیں ہے، جیسا کہ شیعوں کی طرف منسوب کر کے لکھا گیا ہے کہ صحابہ کرام کے پتلے بنا کر ان پر پیشاب کیا گیا، اس گستاخانہ حرکت کا سبب جلوس نکالنے والے لوگ بنے ہیں؛ اس لئے ایسا جلوس قطعاً نہیں نکالنا چاہئے، جو کلی یا جزئی طور پر سلف یا خلف کے لئے باعث توہین بنے اور مسلمانوں کے لئے آپس میں فتنہ اور اختلاف کا باعث بن جائے؛ اس لئے مروجہ مجلس میلاد کی طرح ہمارے نزدیک بارہ ربیع الاول کا جلوس بھی بدعت اور ممنوع ہوگا۔ اور لکھنؤ، کانپور، سیتاپور وغیرہ کے جلوس ہمارے لئے حجت شرعی نہیں ہیں۔ اور مسلمانوں میں صحابہ سے عقیدت پیدا کرنے کے لئے بہترین شکل یہ ہے کہ علاقہ میں مدح صحابہ کے نام سے بڑے پیمانے پر ایک جگہ جلسہ کیا جائے، اسی طرح سیرت رسول کے نام سے بڑے بڑے اجلاس منعقد کئے جائیں۔ اور مسلمانوں کو قرآن وحدیث، فقہ اور سیرت کے دلائل کی روشنی میں عظمت صحابہ سے روشناس کرایا جائے اور حکمت عملی اور دانشمندی سے موقع بموقع ہر محلہ میں وعظ و تقریر کا سلسلہ جاری کیا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ اس سے مثبت فائدہ مرتب ہوتا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵ھ/۷/۱۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۴۸۲/۳۷)

جلوسِ مداح صحابہ کا حکم

سوال [۳۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: قصبہ پہانی کی صورت حال: قصبہ ہذا میں عرصہ دراز سے شیعوں کی

زمینداری رہی ہے، اسی وجہ سے یہاں کے باشندگان پر خواہ ہندو ہوں یا سنی مسلمان ان کا غلبہ تھا، کبھی سنیوں کی ایک بڑی تعداد جلوس محرم داری میں شرکت اور تعزیہ داری کو عبادت سمجھتی تھی، حضرت شیخ الہندؒ، مولانا محمود حسنؒ، حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت سید فخر الدین صاحبؒ کے مخلص شاگردان، فضلاء دارالعلوم دیوبند، فضلاء مدرسہ شاہی مراد آباد، نیز حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ وغیرہ کی مساعی جمیلہ سے اہل تشیع کی پوزیشن دن بدن کمزور ہونے لگی اور رفتہ رفتہ صورت حال تبدیل ہو گئی، اب فی الوقت سنی حضرات نہ تعزیہ داری و تعزیہ سازی کرتے ہیں۔ چند ناقابل ذکر افراد کو چھوڑ کر نہ ہی شیعوں کے جلوس میں شرکت کرتے ہیں اور بے شمار تعداد میں نکلنے والے شیعوں کے جلوس ۳ یا ۴ رہ گئے ہیں، سنیوں کے علاقہ میں شیعوں کے ذریعہ بنائے گئے، امام چوک بیشتر ختم ہو گئے ہیں اور مابقیہ ختم ہونے کے قریب ہیں۔ فی الوقت پہانی میں سنیوں کے دو فریق ہیں:

فریق اول: جمعیت علماء قصبہ پہانی و مجلس شوریٰ علمائے پہانی، جن کے اراکین اہل علم و تقویٰ اور ملک کے موقر اداروں کے اساتذہ کرام اور قصبہ پہانی کے معزز حضرات ہیں۔ واضح رہے کہ مجلس شوریٰ علماء پہانی کے سرپرست اعلیٰ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاحیات اور حالت سفر میں حضرت والا نے ایک آٹھ رکنی کمیٹی برائے مشورہ تشکیل دی، جس کے ارکان یہ ہیں: (۱) مولانا مفتی شفقت اللہ صاحب (۲) مولانا افضال الرحمن صاحب (۳) مفتی عبید الرحمن صاحب (۴) مفتی فہیم احمد صاحب (۵) مولانا احمد علی صاحب (۶) مولانا عبدالرؤف صاحب بستی (۷) مولانا عبدالرؤف صاحب سنسار پوری (۸) مولانا فیض الحسن صاحب۔

فریق ثانی: انجمن خدام صحابہ، جس کے قائد صاحب نہ تو عالم ہیں اور نہ ہی حافظ اور نہ ہی کسی دینی اسکول و کالج کے تعلیم یافتہ۔

فریق ثانی انجمن خدام صحابہ کے متعلقین لکھنؤ اور کانپور کے جلوس کو نظیر بنا کر دو سال کے

عرصہ سے بارہ ربیع الاول کو جلوس محمدی و جلوس مدح صحابہ کے نکالنے پر اچانک مصر ہو گئے؛ بلکہ اس جلوس کو واجب کہنے لگے۔

فریق اول نے ”وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ پر عمل کرتے ہوئے بہت سمجھایا کہ اب شیعوں کا زور ختم ہو چکا ہے، ان کے جلوس بھی ۳/۴ رہ گئے ہیں اور شیعوں کی چیر مینی بھی حکمت عملی سے ختم ہو جائے گی؛ لیکن اپنی اپنی چیر مینی کا خواب دیکھنے والے علماء بیزار افراد جلوس مدح صحابہ کے نکالنے کے لئے کسی بھی سطح پر جانے کے لئے تیار ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ قصبہ میں کشیدگی بڑھی، PAC لگائی گئی اور فائرنگ و خشت باری کی بھی بھیانک نوبت سامنے آئی۔ اس مختصر مذکورہ بالا صورت حال کے بعد دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) بارہ ربیع الاول کو جلوس مدح صحابہ کے نکالنے پر اصرار کرنا کیا صحیح ہے؟
(۲) جلوس مدح صحابہ کو مذکورہ بالا صورت حال کی روشنی میں ضروری اور واجب سمجھنا کیا درست ہے؟

(۳) نقض امن کر کے، حکومتی قانون کو توڑ کر مقامی انتظامیہ کی ہدایات نظر انداز کر کے مدح صحابہ کے نام سے جلوس نکالنا کیا مناسب ہے؟

(۴) جن اکابر نے لکھنؤ میں جلوس مدح صحابہ نکالنے کی اجازت دی وہی اکابر (حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب لکھنؤی، حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند وغیرہ) پہانی میں متعدد بار اس وقت بھی تشریف لائے جب یہاں پر اب کے مقابلہ میں شیعوں کا کہیں زیادہ غلبہ تھا اور ان اکابر نے پہانی میں کسی قسم کا جلوس نکالنے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی، تو اب جب کہ شیعوں کا زور پہلے کے مقابلہ میں بہت حد تک گھٹ چکا ہے اور اہل سنت میں کافی حد تک سدھار آچکا ہے، تو ایسی صورت میں جلوس مدح صحابہ نکالنے کے جواز پر ان مذکورہ اکابر کی طرف نسبت کرنا اور لکھنؤ کا پور کو نظیر میں پیش کرنا کیا صحیح ہے؟

(۵) جن جلوسوں کا خاصہ نماز چھوڑنا، بے پردگی اور اسراف و فضول خرچی ہو، تو کیا ایسے جلوس تاریخ کے تعین کے بغیر باطل فرقوں کا زور توڑنے کے لئے نکالے جاسکتے ہیں؟ کیا شریعت میں کسی بھی طرح کی کوئی امکانی گنجائش ہے؟ تاریخ اسلام میں کسی بھی دور میں اس کی نظیر ملتی ہے؟ برائے مہربانی دلائل شرعیہ کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

(۶) غیر مسلمین کے خالص مذہبی جلوس مثلاً رام نو می یاد دھ میں شرکت اگر اس لئے کی جائے کہ وہ ہمارے جلوس مدح صحابہ کے نکلوانے میں معاون ثابت ہوں گے، کیا غیر مسلمین کے ایسے خالص مذہبی جلوس میں شرکت کی شرعاً کوئی گنجائش ہے؟

(۷) شیعوں سے چیر مینی چھیننے کے لئے قطع نظر اس بات سے کہ وہ بعد میں اہل سنت کے پاس رہتی ہے، یا برادران وطن کے پاس جیسا کہ ماضی میں ان کے پاس رہ بھی چکی ہے، جلوس مدح صحابہ کا سہارا لینا کیا صحیح ہے؟

المستفتی: محمد ہاشم القاسمی، نائب صدر مجلس شوریٰ علمائے پہانی،

محلہ انصار گنج نئی بستی قصبہ پہانی، ضلع ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قصبہ پہانی میں جلوس مدح صحابہ کے نام سے جلوس نکالنے سے متعلق پچھلے سال بھی ایک جواب لکھا گیا تھا اور قصبہ پہانی خود علماء کا ایک مرکز ہے، وہاں کے حالات اور وہاں کی نزاکت جس قدر وہاں کے علماء سمجھ سکتے ہیں، ہم نہیں سمجھ سکتے، نیز جلوس مدح صحابہ، نہ قرآن و حدیث سے منصوص ہے اور نہ ہی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے؛ بلکہ مقامی حالات کے دائرہ کے ساتھ محدود چیز ہے، جس پر دور دراز کے رہنے والے علماء اور مفتیان حتمی طور پر شرعی حکم نہیں لگا سکتے۔ کانپور اور لکھنؤ کے جلوس مدح صحابہ پر دوسرے شہروں کو علی الاطلاق قیاس کر کے منطبق کرنا درست نہیں ہے، نیز جب قصبہ پہانی میں علماء حقہ کی مجلس شوریٰ موجود ہے، جس کے سرپرست اعلیٰ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابراہیم صاحب نور اللہ

مرقدہ تھے، تو وہاں جلوس مدح صحابہ نکالنا مناسب ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ مجلس شوریٰ اور اس کے سرپرست اعلیٰ کی رائے کی روشنی پر ہی کرنا مناسب ہوگا۔ اور مجلس شوریٰ جو فیصلہ کرے گی وہ تمام عوام خواص کو مان لینا چاہئے۔ سوال نامہ میں سوالیہ طور پر جو متعدد گوشے لکھے گئے ہیں، مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے بعد ان گوشوں کے الگ سے جواب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ. [سورۃ شوریٰ: ۳۸] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱/ رجب ۱۴۲۶ھ

۲۱/ ۷/ ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۰۰)

صحابہؓ پر زنا بالجبر اور ڈکیتی کا الزام لگانا - العیاذ باللہ -

سوال [۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) گزارش یہ ہے کہ کتاب بنام ”حقیقت نمبر ۳“ مصنف شمع نیازی گندوی کے اندر مصنف صاحب خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے دائرہ سے بالکل نکال رہے ہیں، اس کتاب کا برائے کرم مطالعہ فرما کر اس کا تسلی بخش جواب دیں اور یہ بھی فرمادیں کہ اس کتاب کا لکھنے والا دائرہ اسلام میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کو شائع کرنے والے اور اس کے پڑھنے والے بھی دائرہ اسلام میں شمار کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً آپ کو اس میں پریشانی ہوگی؛ لیکن گاؤں کی اصلاح کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

(۲) ایک شخص خلاف شرع یعنی نماز وغیرہ نہیں پڑھتا تھا اور نہ ہی داڑھی رکھتا تھا اور اگر رکھتا بھی تھا، تو ایک مشیت سے بہت ہی کم، تو اس کے انتقال کے بعد اس کا مزار، گنبد وغیرہ بنانا اور اس پر عرس وغیرہ لگانا اور اس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ

اس کام کے کرنے پر مصر ہیں، ان سے رشتہ داری، بھائی چارگی، اٹھنا بیٹھنا رکھنا درست ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ مندرجہ بالا کتاب کا یہ بھی معتقد تھا، جس کا انتقال ہو گیا ہے، خدا کرے آپ بخیر ہوں۔ آمین

المستفتی: قاری شمیم احمد صاحب، مدرس مدرسہ امدادیہ رام پور روڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کتاب ”حقیقت نمبر ۳“ کا مضمون نظر سے گذرا،

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ یکے سے صحابی رسول تھے، ان پر زنا بالجبر، ڈکیتی اور گناہ کبیرہ کا الزام سراسر غلط ہے، اس بدنصیب نے ڈکیتی کا خوبصورت نام غنیمت کو بتلایا ہے، تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسیوں غزوات سے مال غنیمت حاصل فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بدنصیب شمع نیازی ڈکیتی اور گناہ کبیرہ کا الزام عائد کر سکتا ہے؟ اس محروم پارگاہ نے تو درپردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ڈکیتی اور گناہ کبیرہ کا الزام لگایا ہے، ایسا شخص شرعاً خارج از اسلام اور مردود ہوتا ہے، جب تک توبہ کر کے باز نہ آوے، تب تک واجب القتل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابی رسول چاہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، چاہے حضرت خالد بن ولید ہوں یا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہوں، کسی کو بھی برا بھلا کہنا اور ان پر گناہ کبیرہ کا الزام موجب کفر ہے۔

عن أبي سعيد الخدري قال: قال النبي ﷺ: لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه. (بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب قول النبي: لو كنت متخذاً خليلاً، طبع هندي ۱/ ۵۱۸، رقم: ۳۵۴۱، ف: ۳۶۷۳، مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب تحريم سب الصحابة، طبع هندي ۲/ ۳۱۰، بيت الأفكار، رقم: ۲۵۴۰، ۲۵۴۱)

عن عبدالله بن مغفل قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الله الله

فی أصحابی لا تتخذوهم غرضا بعدی، فمن أحبهم فبحبی أحبهم، ومن أبغضهم فبغضی أبغضهم، ومن أذاهم فقد أذانی، ومن أذانی فقد آذی الله، ومن آذی الله فیوشک أن يأخذه۔ (ترمذی، أبواب المناقب، باب ماجاء فی من سب أصحاب النبی صلی الله علیہ وسلم، طبع ہندی ۲/ ۲۲۵، دارالسلام، رقم: ۳۸۶۲، صحیح ابن حبان ۶/ ۳۸۴، أبوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی النهی عن سب أصحاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم ۲/ ۶۴۰، دارالسلام، رقم: ۴۶۵۸)

من شتم أحدا من أصحاب النبی صلی الله علیہ وسلم أبا بکر أو عمر أو عثمان أو معاویۃ أو عمرو بن العاص، فإن قال: كانوا فی ضلال قتل۔ الخ (رسائل ابن عابدین، ثاقب بکڈپو دیوبند ۱/ ۳۰۸)

ویکف عن ذکر الصحابة إلا بخیر فسبهم والطعن فیهم إن کان مما یخالف الأدلة القطعیۃ فکفر۔ (شرح عقائد، مکتبہ نعیمیہ ۱۶۱) ونحب أصحاب رسول الله ﷺ ولا نفرط فی حب أحد منهم، ولا نتبرأ من أحد منهم، ونبغض من یبغضهم، وبغیر الخیر یدکرهم، ولا نذکرهم إلا بخیر، وحبهم دین وإیمان وإحسان، وبغضهم کفر ونفاق وطغیان۔ (شرح العقیدۃ الطحاویۃ، بیروت/ ۴۶۷)

جو شخص مذکورہ کتاب حقیقت نمبر ۳ کے مذکورہ مضامین کے مطابق مذکورہ صحابہ کے بارے میں ڈکیتی، زنا بالجبر اور گناہ کبیرہ کا معتقد ہو وہ مردود بارگاہ ہے، نیز اس نے در پردہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گناہ کبیرہ اور ڈکیتی کا اعتقاد کیا ہے، اس مردود کے قبر پر جو مسلمان کار ثواب سمجھ کر مذکورہ افعال کرتے ہیں، ان کو اس کی حقیقت سے روشناس کرایا جائے، تاکہ وہ توبہ کر کے باز آجائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/ ذی الحجۃ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۵۲/۲۵)

کیا شیخینؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے والے صحابہ غلطی پر تھے؟

سوال [۳۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: یہ معلوم کرنا ہے کہ جن صحابہ نے شیخین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، وہ غلطی پر تھے یا نہیں؟ ان صحابہ کے نام یہ ہیں: (۱) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (۲) مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (۳) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (۴) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (۵) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (۶) ثابت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ (۷) ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ (۸) حذیفہ رضی اللہ عنہ (۹) بریدہ رضی اللہ عنہا (۱۰) سہل بن حذیفہ رضی اللہ عنہ (۱۱) عثمان بن حذیفہ رضی اللہ عنہ (۱۲) ابو الہیثم رضی اللہ عنہ (۱۳) خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱۴) عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ (۱۵) حضرت اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ۔ کیا یہ اثنا عشریہ کا عقیدہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: احقر عبد اللہ الباغ حسن پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال نامہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ لکھا گیا کہ ان حضرات نے حضراتِ شیخینؓ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی، اس دن کے بعد سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی فرد ایسا باقی نہیں تھا جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امیر المؤمنین بننے کے بعد کوئی صحابی ایسا باقی نہیں رہا تھا، جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کیا ہو۔ سوال نامہ میں پندرہ صحابہ کرام کا ذکر ہے، ان میں سب سے پہلے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں، جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے

بعد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی جگہ کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ بخاری شریف میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جب کوفہ والوں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے بلا لیا اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا، تو اگر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قابل اعتماد شخص کو کوفہ نہ بھیج کر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کیسے بھیج سکتے تھے؛ اس لئے جن پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ انہوں نے شیخین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے، سراسر غلط ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن جابر بن سمرۃ قال: شکى أهل الكوفة سعدا إلى عمر، فعزله واستعمل عليهم عمارا. (بخاری شریف، کتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام، النسخة الهندية ۱/ ۱۰۴، رقم: ۷۴۶، ف: ۷۵۵)

یہ حدیث کا مختصر ٹکڑا ہے، مکمل حدیث کے لئے (بخاری شریف ۱/ ۱۰۴) ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابیہ قرنیؓ کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ انہوں نے شیخین کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، یہ بھی الزام ہے جو قطعاً درست نہیں ہے۔ حضرت ابیہ قرنیؓ کو شرف صحابیت حاصل نہیں ہے اور انہوں نے حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہی نہیں ہے، تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کے انکار کا مسئلہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ تشریف لائے تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن سے سفر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی، اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں جو بشارتیں پیش کی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا تذکرہ فرمایا اور ان کا خیر مقدم فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ

بھی فرمایا تھا کہ اولیس قرئی سے ملاقات ہو جائے تو ان سے مغفرت کی دعا کرانا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اولیس قرئی سے مغفرت کی پیش کش بھی فرمائی، پھر شیعہ حضرات کا حضرت اولیس قرئی پر یہ الزام لگانا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور ان سے بغاوت کی، یہ شیعہ حضرات کی طرف سے بلا وجہ ان نیک نام نفوس قدسیہ کے اوپر الزامات ہیں۔ اولیس قرئی کی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن أسير بن جابر أن أهل الكوفة وفدوا إلى عمر، وفيهم رجل ممن كان يسخر بأويس، فقال عمر: هل ها هنا أحد من القرنيين؟ فجاء ذلك الرجل، فقال عمر: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد قال: إن رجلا يأتيكم من اليمن يقال له: أويس، لا يدع باليمن غير أم له، قد كان به بياض فدعا الله فأذهب عنه، إلا موضع الدينار أو الدرهم، فمن لقيه منكم فليستغفر لكم. (مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب من فضائل أويس القرني، النسخة الهندية ۲/ ۳۱۱، بيت الأفكار، رقم: ۲۵۴۲، ۲۵۴۳، ۲۵۴۴) تفصیل کے لئے دیکھئے مسلم شریف ۲/ ۳۱۱، ۳۱۲۔

وقد اتفقت الصحابة رضي الله عنهم على بيعة الصديق في ذلك الوقت حتى علي بن أبي طالب والزبير العوام رضي الله عنهما، والدليل على ذلك ما رواه البيهقي حيث قال: لما توفي رسول الله ﷺ قام خطباء الأنصار فجعل الرجل منهم يقول: يا معشر المهاجرين! إن رسول الله ﷺ كان إذا استعمل رجلا منكم قرن معه رجلا منا، فنرى أن يلي هذا الأمر رجلان أحدهما منكم والآخر منا، قال: فتابع خطباء الأنصار على ذلك، فقام زيد بن ثابت: فقال: إن رسول الله ﷺ كان من المهاجرين، وأن الإمام يكون من المهاجرين، ونحن أنصاره كما كنا أنصار رسول الله ﷺ، فقام أبو بكر، فقال: جزاكم الله خيرا يا معشر الأنصار! وثبت قائلكم، ثم قال: أما لو فعلتم

غیر ذلک لما صالحناکم، ثم أخذ زید بن ثابتؓ بید اُبی بکرؓ، فقال: هذا صاحبکم فبايعوه، ثم انطلقوا، فلما قعد أبو بکر علی المنبر نظر فی وجوه القوم، فلم یر علیا رضی اللہ عنہ فسأل عنہ، فقام ناس من الأنصار فأتوا به، فقال أبو بکرؓ ابن عم رسول اللہ ﷺ وختنہ أردت أن تشق عصا المسلمین، فقال: لا تشرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فبايعه، ثم لم یر الزبیر بن العوام فسأل عنہ حتی جاء وا به، فقال ابن عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحواریہ: أردت أن تشق عصا المسلمین، فقال مثل قوله: لا تشرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبايعاه. (السنن الکبری للبیہقی، باب الأئمة من قریش، دارالفکر ۱۲/ ۲۵۹، رقم: ۱۷۰۰۶، البداية والنهاية، دارالفکر ۶/ ۳۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۱۷)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/ ۴/ ۱۴۲۵ھ

کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا گروہ معیار حق نہیں؟

سوال [۳۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: صحیح بخاری میں ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک روز حدیث بیان کرتے ہوئے مسجد کے ذکر پر پہنچے، کہنے لگے کہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لائے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو اینٹیں اٹھا کر لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ لیا اور فوراً ان کے جسم سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمایا: افسوس عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، یہ باغی گروہ کون ہے، جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے؟ کیا پھر بھی صحابہ معیار حق ہیں؟ اور ایسے باغی لوگوں کو معیار حق اور ”أصحابی کالنجوم“ کے زمرہ میں سمجھنا کہاں تک درست ہے؟

المستفتی: عبداللہ اللبابغ حسن پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بخاری شریف کے اندر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر میں جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو پتھر اٹھا کر لا رہے تھے، تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، جو عمار کو جہنم کی طرف بلا رہی ہوگی اور عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے۔

عن عكرمة قال: قال لي ابن عباس ولا بنه علي: انطلقا إلى أبي سعيد فاسمعا من حديثه، فانطلقنا، فإذا هو في حائط يصلحه، فأخذه رداءه فاحتبي، ثم أنشأ يحدثنا حتى أتى علي ذكر بناء المسجد، فقال: كنا نحمل لبنة لبنة وعمار لبنتين لبنتين، فرأه النبي صلى الله عليه وسلم، فجعل ينفض التراب عنه، ويقول: ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم إلى الجنة ويدعونه إلى النار، قال: يقول عمار: أعود بالله من الفتن. (بخاري شريف، كتاب الصلاة، باب التعاون في بناء المسجد، النسخة الهندية ۱/ ۶۴، رقم: ۴۴۲، ف: ۴۴۷، وكذا في كتاب الجهاد، باب مسح الغبار عن الرأس ۱/ ۳۹۴، رقم: ۲۷۲۸، ف: ۲۸۱۲)

پھر حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ صفین کے موقع پر حضرت عمار، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقابلہ کے لئے نکلے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، جب حضرت معاویہ کی فوج کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو بہت سے صحابہ نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑ رہے تھے، ہتھیار ڈال دئے کہ ہم ناحق پر ہیں، علی حق پر ہیں؛ اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی۔

عن أبي بكر محمد بن عمرو بن حزم عن أبيه قال: لما قتل عمار بن ياسر دخل عمرو بن حزم على عمرو بن العاص، فقال: قتل عمار وقد قال رسول الله ﷺ: تقتله الفئة الباغية، فقام عمرو بن العاص،

فرعاً یرجع حتی دخل علی معاویۃ، فقال له معاویۃ: ما شأنک؟ قال: قتل عمار، فقال معاویۃ: قد قتل عمار، فماذا؟ قال عمرو: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: تقتله الفئۃ الباغیۃ، فقال له معاویۃ: دحضت فی بولک أو نحن قتلناه، إنما قتلته علی وأصحابه جاءوا به حتی ألقوه بین رماحنا، أو قال: بین سیوفنا. (مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۱۹۹، رقم: ۱۷۹۳، الطبقات الکبری لابن سعد، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۹۱)

مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوگئی، وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے میں حق بجانب ہیں، تمام صحابہ معیار حق ہیں، اگر کسی صحابی سے اجتہادی غلطی ہو جائے تو معیار حق کے منافی نہیں ہے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں معیار حق سے خارج نہیں کہا جاسکتا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت واقعہ اور نفس الامر میں غلطی پر ضرور تھی، مگر یہ غلطی اور خطا اجتہادی غلطی تھی؛ کیوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو خلیفۃ المسلمین تھے، ان کو جو ظماً قتل کیا گیا تھا، اس کا بدلہ لینے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ لڑنے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت اپنے آپ کو برحق سمجھ رہی تھی، مگر اس خطا اجتہادی کی وجہ سے معیار حق سے خارج نہیں ہو سکتے۔

عن عمرو بن العاص أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا حكم الحاكم فاجتهد، ثم أصاب، فله أجران، وإذا حكم فاجتهد ثم خطأ، فله أجر. (بخاري، كتاب الاعتصام، باب أجر الحاكم إذا اجتهد، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۹۲، رقم: ۷۰۵۵، ف: ۷۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۴۰/۳۷)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۴/۱۴۲۵ھ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اشکال کا جواب

سوال [۳۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: حدیث: ۱۵۷۴ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: علی سے کوئی منافق محبت نہیں رکھتا اور ان سے کوئی مؤمن بغض نہیں

رکھتا، اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے؟

حدیث: ۱۵۸۱ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا اور کہا کہ تم ابوتراب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں کیوں نہیں دیتے؟ اور برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ (کتاب الفضائل صحیح مسلم جلد دوم)

حدیث: ۲۲۶۵ حضرت معاویہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم ابوتراب کو برا نہیں کہتے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا نہیں کہوں گا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیوے اور دلو اوے، کیا از روئے حدیث اس کا ایمان ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولانا اللہ دے موضع شہباز پور کلاں، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں اپنی اپنی جگہ مجتہد تھے اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد کو صحیح اور حق پر سمجھ رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی چوں کہ اپنے اجتہاد کو صحیح اور حق پر سمجھ رہے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی چونکہ اپنے اجتہاد اور موقف کو صحیح اور حق سمجھ رہے تھے؛ اس لئے انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: ”ما منعک أن تسب أبا تراب“۔

(مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالبؓ، النسخة الهندية ۲/

۲۷۸، بیت الأفكار، رقم: ۴۰۴، ۲۴، ترمذی شریف، أبواب المناقب، باب مناقب علی بن

ابی طالبؓ ۲/ ۲۱۳، دارالسلام، رقم: ۳۷۲۴)

اور ”سب“ کے معنی ہر جگہ گالی دینے کے لئے نہیں ہوتے ہیں؛ بلکہ اس کے معنی خطا پر تنبیہ کرنے اور اجتہاد میں غلطی پر آگاہ کرنے کے بھی آتے ہیں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ ”ما منعک أن تسب أبا تراب“ تو اس کا معنی یہی ہے کہ اے سعد! آپ کو کون سی چیز اس بات سے روکتی ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی اجتہادی غلطی پر تنبیہ کریں اور کہہ دیں کہ آپ غلطی پر ہیں اور میرے اجتہاد کی اچھائی لوگوں کے درمیان ظاہر کریں، جیسا کہ تمام محدثین نے اس عبارت میں ”سب“ کا معنی یہی مراد لیا ہے۔

ومنه ”ما منعک أن تسب أبا تراب“ هذا لا يستلزم أمر معاوية بالسب، بل سؤال عن سبب إمتناعه عنه أنه تورع أو إجلال أو غیر ذلك، أو المعنی ما منعک أن تخطئه في إجتہاد، وتظهر للناس حسن إجتہادنا. (مجمع بحار الأنوار، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۸۳، مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۳/ ۱۴، نووی، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن أبی طالب ۲/ ۲۷۸، حاشیۃ ترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب ۲/ ۲۱۳)

اور سعد رضی اللہ عنہ کے نزدیک چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد صحیح اور حق پر تھا؛ اس لئے انہوں نے جواب دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غلطی پر نہیں کہہ سکتا؛ لہذا مذکورہ حدیث شریف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینا لازم نہیں آتا اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بارے میں کوئی تردد لازم آتا ہے۔

ونحب أصحاب رسول الله ﷺ ولا نفرط في حب أحد منهم، ولا نتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم، وبغیر الخیر یذکرهم، ولا نذکرهم إلا بخیر، وحبهم دین وایمان وإحسان، وبغضهم کفر ونفاق وطغیان. (شرح العقیدۃ الطحاویۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت / ۴۶۷)

عن عمرو بن العاص، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: إذا حكم الحاكم فاجتهد، ثم أصاب فله أجران، وإذا حكم فاجتهد، ثم أخطأ، فله أجر. (صحيح بخاري، كتاب الاعتصام، باب أجر الحاكم إذا اجتهد ۲/ ۱۰۹۲، رقم: ۷۰۵۵، ف: ۷۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/ ۶/ ۱۴۱۲ھ

حضرت معاویہؓ کی امارت پر اشکال کا جواب

سوال [۳۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ”مسلم شریف ۲/ ۱۲۲، حدیث: ۹۱۴، کتاب الامارت“ میں ہے کہ اگر کسی نے امام سے بیعت کر لی ہو اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ اور اپنے دل کا شمرہ دے چکا ہو، تو بقدر امکان اس کی فرماں برداری کرے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص امام کا مقابل پیدا ہو جائے تو اس کی گردن مار دو۔ حدیث: ۹۳۵: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دو خلیفوں کی بیعت کی جاوے تو آخری خلیفہ قتل کر دو، تو معاویہ رضی اللہ عنہ فرمان رسول کے مطابق واجب القتل ہیں یا نہیں؟

المستفتی: مولانا اللہ دیئے، شہباز پور کلاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال نامہ میں سائل نے جس حدیث شریف کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہے؛ لیکن حدیث شریف کے مضمون میں گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ حدیث مذکور میں صاف طور پر اس کی صراحت ہے کہ اگر تم کسی ایک امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لو اور پھر بعد میں تمہارے درمیان دوسرا امیر کھڑا ہو جائے اور پہلے امیر کے ہوتے ہوئے تم کو امیر ثانی کے ہاتھ پر

بیعت کرنے پر مجبور کیا جائے، تو دوسرے امیر کی گردن مار دو، تو اس حدیث شریف کے ذیل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں آسکتے؛ اس لئے کہ جن لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تغلب کے ذریعہ سے شام اور اطراف شام میں اپنا قدم جما لیا تھا اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو اپنا امیر تسلیم کر لیا تھا؛ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ایک رعایہ کا دو امیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا لازم نہیں آتا ہے اور اس طرح تغلب سے جو امیر بن جاتا ہے وہ شرعاً امیر شرعی ہوتا ہے۔ اور اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت شام پر کبھی نہیں ہو پائی۔

وإنما تجب إطاعة المتغلب إذا لم يكن هناك إمام، ولعل مراد النووي رحمه الله أنه ياجتهد به رضي الله عنه تغلب بعد التحكيم على الشام، فكان حكمه حكم المتغلب في حق أهل الشام. الخ (تكملة فتح الملهم، كتاب الاماة، باب وجوب الوفاء بالبيعة ۳/ ۳۳۸، رقم: ۴۷۴۰)

إن البلاد التي ليست تحت حكم سلطان بل لهم أمير منهم مستقل بالحكم عليهم بالتغلب، أو باتفاقهم عليه يكون ذلك الأمير في حكم السلطان، فيصح منه تولية القاضي عليهم. الخ (شامي، كتاب القضاء، مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار، زكريا ۸/ ۴۴، كراچی ۵/ ۳۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲ھ/۷/۲۶

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۵۲۷۲)

ولی کو ”رضی اللہ عنہ“ کہنا

سوال [۳۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا کسی ولی کو ”رضی اللہ عنہ“ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟
المستفتی: خاکسار محمد عمیر ہاؤزی، گڑھ مکتبہ شورش

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مؤمنین صالحین کے لئے ”رضی اللہ عنہم“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں؛ البتہ عرفانہ لفظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں ایک جگہ خاص طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے:

قال الله تعالى: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. [سورة الفتح: ۱۸]

اور چونکہ صحابی کے ساتھ غیر صحابی کا التباس ہوتا ہے؛ اس لئے غیر صحابی کے لئے ”رضی اللہ عنہم“ کا لفظ استعمال کرنا مناسب سمجھا جاتا ہے اور صحابہ کے لئے ”رضی اللہ عنہم“ اور غیر صحابی کے لئے ”رحمۃ اللہ علیہ“ بولنے سے امتیاز رہتا ہے؛ لہذا اس امتیاز کو باقی رکھنا چاہئے۔

جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ. [البينة: ۸]

يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار رضي الله عنهم أو رحمة الله عليه، ونحو ذلك، وأما ما قاله بعض العلماء: أن قوله: ”رضي الله عنهم“ مخصوصا بالصحابة، ويقال في غيرهم: ”رحمه الله“ فقط، فليس كما

قال، ولا یوافق علیہ بل الصحیح الذی علیہ الجمهور إستجابہ.

(شامی، کتاب الخنثی، مسائل شتی، زکریا ۱۰/ ۴۸۵، کراچی ۶/ ۷۵۳)

فہو لاء أحق بالرضاء و غیرہم لا یلحق أدناہم، ولو أنفق ملاً الأرض ذہباً الأولى أن یدعو للصحابة بالترضي وللتابعین بالرحمة، ولمن بعدہم بالمغفرة والتجاوز. (شامی، کتاب الخنثی، مسائل شتی، زکریا ۱۰/ ۴۸۵، کراچی ۶/ ۷۵۳)

و یتحب الترضي للصحابة، والترحم للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الأخیار، وكذا یجوز الترحم علی الصحابة والترضي للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد. (مجمع الأنہر، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۴۹۱، مصری قدیم ۲/ ۷۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۲/۵/۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۰/۲۹)

کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر نقد تھا؟

سوال [۳۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر نقد تھا یا نہیں؟

المستفتی: عبدالصمد رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر نقد تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کر کے اولاً مہر ادا فرمایا، اس کے بعد ان کے ساتھ شب زفاف ہوئی ہے۔

عن علي قال: لما تزوجت فاطمة قلت: يا رسول الله! صلوات الله وسلامه عليه ما أبيع؟ فرسي أو درعي؟ قال: بع درعك، فبعتهما بشتي عشرة أوقية، فكان ذاك مهر فاطمة. (مسند أبي يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٢٢٤، رقم: ٤٦٦، مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٨٣، رقم: ٧٤٩٦)

قلت: تزوجني فاطمة، قال: وعندك شيء؟ قلت: فرسي وبدني، قال: أما فرسك فلا بد لك منه، وأما بدنك فبعها، قال: فبعتهما بأربع مائة وثمانين فجئت بها. (صحيح ابن حبان، دارالفكر ٦/ ٢٧٥، رقم: ٦٩٥٣، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ٢٢/ ٤٠٨، رقم: ١٠٢١)

عن علي قال: زوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم ابنته فاطمة على بدن من حديد حطمية وكان سلاحنيها، وقال: ابعت بها إليها تحللها بها، فبعث بها إليها، والله ما ثمنها كذا وكذا، وأربع مائة درهم. (مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٨٣، مسند أبي يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٢٣٨، رقم: ٤٩٩)

فوالذي نفس على بيده أنها لخطمية ما قيمتها أربعة دراهم، فقلت: عندي، فقال: قد زوجتكها فابعت إليها بها، فاستحلها بها، فإن كانت لصادق فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم. (البداية والنهاية، دارالفكر ٣/ ٣٤٦، أسد الغابة، دارالفكر ٦/ ٢٢١، مسند أحمد ١/ ٨٠، رقم: ٦٠٣، أوجز المسالك ٤/ ٢٥٠، حياة الصحابة ٣/ ٣٢٧، إعلاء السنن، كتاب النكاح، باب استحباب تعجيل شيء من المهر عند الدخول، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت ١١/ ١٠٢، رسالت مآب ١٥٦، سيرة مباركه ٣٦٦، سيرة المصطفى ٢/ ١٧٢)

فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

كتبه: شبير احمد قاسم عفا الله عنه
٢١/ جمادى الاولى ١٤١٧هـ
(الف فتوى نمبر: ٣٢/ ٣٨٣٤)

کیا حلیمہ سعدیہ مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں؟

سوال [۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضرت حلیمہ سعدیہ (جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا) مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں یا نہیں؟

المستفتی: مولانا اسحاق سنبھلی سابق ایم پی سنبھل مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حلیمہ سعدیہ کے اسلام کے بارے میں احقر کے پاس جو کتابیں موجود ہیں، مثلاً علامہ سہیلؒ کی ”سیرت ابن ہشام“ کی شرح ”الروض الانف“ اور علامہ زرقانیؒ کی ”المواہب اللدنیہ“ کی شرح ”شرح زرقانی“ اور ابن حجرؒ کی ”الاصابہ“ اور علامہ ابن اثیرؒ کی ”اسد الغابہ“ اور علامہ ابو عمرو قرطبیؒ کی ”الاستیعاب“ اور علامہ ابن کثیرؒ کی ”البدایہ والنہایہ“ وغیرہ ان سب کتابوں میں حلیمہ سعدیہ سے متعلق لمبی لمبی بحثیں موجود ہیں، مگر ان کے اسلام کے متعلق کسی نے بھی صراحت کے ساتھ نہیں لکھا ہے، بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے چادر بچھا دینا اور ان کا چادر پر بیٹھ جانا صراحت سے لکھا ہے؛ البتہ علامہ زرقانیؒ نے ”شرح زرقانی“ کے اندر ابو بکر ابن العربیؒ کے حوالہ سے ایک اصول نقل فرمایا ہے کہ جس عورت نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے وہ مشرف باسلام ہو چکی ہے۔

انہ لم ترضعه مرضعة إلا أسلمت. (شرح زرقانی ۱/ ۲۵۸)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ مشرف باسلام ہو چکی تھیں، نیز علامہ زرقانیؒ نے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دس عورتوں نے دودھ پلایا ہے اور ان کو انہوں نے گنایا بھی ہے۔ (زرقانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۵۸ تا ۱/ ۲۶۲ تک) اس بارے میں مفصل بحث موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰ھ/۱۱

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۶۱۰۶)

ابوطالب کے ایمان کے بارے میں علماء امت کا مسلک

سوال [۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ابوطالب کے بارے میں ان کے ایمان اور عذاب میں تخفیف کے بارے میں علمائے امت کا کیا مسلک ہے؟

المستفتی: مولانا اسحاق سنبھلی سابق ایم پی سنبھل مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت ابوطالب کے بارے میں ان کے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ ابوطالب نے آپ کی دشمنوں سے حفاظت کرنے میں ہر طرح سے کوشش کی ہے اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھائیں، تو کیا آخرت میں آپ سے ان کو نفع ملے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کی آگ ان کے کعبین تک ہی پہنچے گی، اگر میری شفاعت نہ ہوتی تو وہ درک اسفل میں ہوتے، اس مضمون کی روایات بخاری شریف میں پانچ مقامات پر موجود ہیں: ۱/ ۵۴۸، رقم: ۳۸۸۳/۱ میں دو حدیثیں، ۲/ ۹۱۷، رقم: ۶۲۰۸، ۲/ ۹۱۷، رقم: ۶۲۰۸

عن عباس بن عبدالمطلب قال: يا رسول الله! هل نفعت أبا طالب بشيء؟ فإنه كان يحفظك ويغضب لك؟ قال: نعم هو في ضحضاح من النار، ولو لا أنا لكان في الدرك الأسفل من النار. الحديث (بخاري، كتاب الأدب، باب كنية المشرك، النسخة الهندية ۲/ ۹۱۷، رقم: ۵۹۶۷، ف: ۶۲۰۸، مسند بزار، مكتبة العلوم والحكم ۴/ ۱۳۷، رقم: ۱۳۱۱) اور تخفیف عذاب میں علماء امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴/۲/۱۴۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۱۱۲/۳۴)

کیا حضرت فاطمہؑ، حضرت ابوبکرؓ سے ناراض تھیں؟

سوال [۳۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دریا فت طلب مسئلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، پس جس نے اسے غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔ اور صحیح بخاری کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میراث کے اپنے حصہ کا سوال کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس مال کو چھوڑا تھا جس کو اللہ رب العزت نے آپ کوئی کے طور پر دیا تھا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کرام میراث نہیں چھوڑتے؛ بلکہ جو چھوڑتے ہیں وہ مال صدقہ ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ غضبناک ہو گئیں اور اپنی وفات تک خلیفہ اول سے کلام ترک رکھا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ اس روایت کی روشنی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت فاطمہؑ کو غضبناک کیا ہے، ان کا کیا مقام ہوگا؟

المستفتی: احقر عبد اللہ الباغ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال نامہ میں الگ الگ دو موقعوں کی دو حدیثوں کو ایک ساتھ مخلوط کر کے نقل کیا گیا ہے، پہلی حدیث شریف جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے غضبناک اور ناراض کیا۔ یہ حدیث شریف حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں متعدد مقامات پر موجود ہے؛ لیکن یہ ایک مکمل حدیث شریف کا ایک جزو ہے، جو شخص صرف اس جزو کو دیکھتا ہے وہ پوری

حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتا؛ بلکہ یہ جس حدیث شریف کا جزو ہے اس کو مکمل دیکھنا ضروری ہے۔ اور وہ حدیث شریف جن مختلف الفاظ سے وارد ہے، ان پر بھی واقف ہونا ضروری ہے، اس کے بعد اصل حقیقت پر واقفیت ہو سکتی ہے، مکمل حدیث شریف یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کا ارادہ کر لیا تھا، جب آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ سنا تو ممبر پر تشریف لے جا کر باقاعدہ حمد و ثنا کے بعد خطبہ دیا اور نہایت غصہ کی حالت میں فرمایا کہ: میں اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کرتا، یعنی متعدد نکاح کرنا حرام نہیں ہے؛ لیکن یہ بات بھی گوارہ نہیں کرتا کہ اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور مجھے خطرہ ہے کہ دینی معاملہ میں فتنہ پیدا ہو جائے، اگر علی کو ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا ہے، تو پہلے میری بیٹی کو طلاق دے دیں، تاکہ ایسا نہ ہو کہ سوکنوں کے اختلاف کی وجہ سے فاطمہ کے توسط سے علی کے بارے میں مجھے شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے، جو علی کے لئے ہلاکت اور فاطمہ کے لئے فتنہ کا سبب ہو۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

إن علي بن أبي طالب خطب بنت أبي جهل علي فاطمة، فسمعت رسول الله ﷺ يخطب الناس في ذلك على منبره هذا، وأنا يومئذ لمحتلم، فقال: إن فاطمة مني وأنا أتخوف أن تفتن في دينها، ثم ذكر صهرها له من بنى عبد شمس فأثنى عليه في مصاهرته إياه، قال: حدثني فصدقي ووعدي فوفي لي وأنى لست أحرم حلالاً ولا أحل حراماً، ولكن والله لا تجتمع بنت رسول الله وبنت عدو الله أبداً. (بخاري شريف، كتاب فرض الخمس، باب ما ذكر

من درع النبي النسخة الهندية ۱/ ۴۳۸، رقم: ۳۰۱۱، ف: ۳۱۱۰)

اس لئے میں علی کو اس سلسلہ میں اجازت نہیں دے سکتا اور اس موقع پر حضور نے فرمایا: فاطمہ میرے بدن کا جزو ہے، جو چیز اسے شکوک و شبہات میں ڈال سکتی ہے وہ مجھے بھی

شکوہ و شبہات میں ڈال سکتی ہے اور جس چیز سے اس کو تکلیف ہو سکتی ہے، اس سے مجھے بھی تکلیف ہو سکتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن المسور بن مخرمة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول وهو على المنبر: إن بني هشام بن المغيرة استأذنوني في أن ينكحوا ابنتهم علي بن أبي طالب فلا آذن، ثم لا آذن، ثم لا آذن، ثم لا آذن إلا أن يريد ابن أبي طالب أن يطلق ابنتي وينكح ابنتهم، فإنما هي بضعة مني يربني ما أرا بها، ويؤذيני ما آذاها. (بخاري شريف، كتاب النكاح، باب ذب الرجل عن ابنة في الغيرة والانصاف، النسخة الهندية ۲/ ۷۸۷، رقم: ۵۰۳۴، ف: ۵۲۳۰)

اور مسور بن مخرمہ سے یہی حدیث شریف ”یؤذینی ما آذاها“ کی جگہ پر ”فمن أغضبها أغضبني“ کے الفاظ سے منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

فاطمة بضعة مني، فمن أغضبها أغضبني. (بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي، باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۵۲۶، رقم: ۳۵۸۱، ف: ۳۷۶۷)

دوسری حدیث شریف اس سے بالکل الگ موقع سے متعلق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بارہا یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں، ہم دنیا کے مال و دولت کا کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ یہ حدیث شریف عام صحابہ کو عمومی طور پر معلوم تھی، مگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور کی وفات کے بعد اس کا خیال نہیں رہا، عام مسلمانوں کی طرح اپنے آپ کو بھی باپ کا وارث سمجھ لیا تھا، پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث شریف یاد دلائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں، ہم اپنے مال کا کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں، جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے سننے

کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں فرمائی، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہونے کے باوجود وراثت کی حدیث ذہن میں نہیں رہی، جس کے نتیجہ میں حضور کے ارشاد کے خلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کا مطالبہ فرمایا تھا؛ لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میراث کی حدیث سنائی تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اوپر سوال کے نتیجہ میں پانی پڑ گیا اور بہت شرمندہ ہوئیں، تو اس شرمندگی اور غیرت کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کسی بھی موضوع پر بات نہیں فرمائی، یہی مطلب ہے بخاری شریف کی اس عبارت کا:

”فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك، فهجرته فلم تكلمه حتى

توفيت. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، النسخة الهندية ۲/

۶۰۹، رقم: ۴۰۸۲، ف: ۴۲۴۱)

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب میں اس سلسلہ میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شرم وغیرت محسوس کی، تو اس طرح کے سوال کرنے سے ابوبکر کو چھوڑ دیا اور اس موضوع پر پھر کبھی گفتگو نہیں کی، یہاں تک کہ وفات پا گئیں، نیز امام بیہقی کی ”السنن الکبریٰ“ میں حضرت امام عامر شعبی سے ایک روایت واضح طور پر موجود ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مرض میں مبتلا ہو گئیں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اجازت سے گھر میں تشریف لے گئے اور دوران گفتگو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ اللہ کی مرضی اور اس کے رسول کی مرضی اور اے آل رسول تمہاری مرضی اور خوشی کی ابتغاء اور جستجو کیا ہے، اس گفتگو کے دوران حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خوشی و رضا مندی کا اظہار فرمایا، جو صاف الفاظ سے مروی ہے۔

حدیث شریف ملا حظہ فرمائیے:

عن الشعبي قال: لما مرضت فاطمة رضى الله عنها أتاها أبو بكر الصديق رضى الله عنه، فاستأذن عليها، فقال علي رضى الله عنه: يا فاطمة! هذا أبو بكر يستأذن عليك، فقالت: أتحب أن آذن له؟ قال: نعم، فأذنت له، فدخل عليها يترضاها، وقال: والله ما تركت الدار والمال والأهل والعشيرة إلا ابتغاء مرضاة الله ومرضاة رسوله ومرضاتكم أهل البيت، ثم ترضاها حتى رضيت. هذا مرسل حسن بإسناد صحيح. (السنن الكبرى للبيهقي، باب بيان مصرف أربعة أخماس الفية دارالفكر ۹/ ۴۳۶، رقم: ۱۳۰۰۵)

پھر اس کے بعد کسی کو یہ کہنے کا کیسے حق پہنچتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں، پورے ذخیرہ حدیث میں صاف الفاظ کے ساتھ کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے، جس میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا ثابت ہو، یہ محض اہل شیعہ کی طرف سے بدگمانی پیدا کرنے کی گندی حرکت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۴/۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۳۹/۳۷)



۱۴ / باب ما یتعلق بالتقلید

اہل سنت والجماعت

سوال [۳۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اہل سنت والجماعت میں دور حاضر کے تمام مسالک میں سے کون کون سے مسلک آتے ہیں؟

(۲) اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے کون کون سے عقائد ضروری ہیں، کیا ان میں سے کسی ایک بھی عقیدہ کا انکار کر دینے سے مسلمان تو رہتا ہے؛ لیکن اہل سنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے اور اسے گمراہ کہنا درست ہے؟

المستفتی: محمد شمس الحسن قصبہ سترکھ بارہ بنکی (پوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اہل سنت والجماعت ان کو کہا جاتا ہے جو قرآن وحدیث، اجماع امت اور انہیں کی روشنی میں ائمہ مجتہدین کے قیاس شرعی کو بھی حجت شرعیہ تسلیم کرتے ہیں اور جو ان چاروں چیزوں کو حجت شرعیہ تسلیم کرتے ہیں، وہی صحیح معنی میں قرآن وحدیث اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں اور دور حاضر میں یہ صرف ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کے مسلک پر عمل کرنے سے ثابت ہوتا ہے؛ اس لئے کہ یہ چاروں ائمہ قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ وقیاس شرعی کو سامنے رکھ کر امت کے سامنے مسائل شرعیہ پیش فرماتے ہیں۔ اور دور حاضر میں مسلک حنفی میں سے دیوبندی مکتب فکر کے لوگ درحقیقت اہل سنت والجماعت کے مصداق ہوتے ہیں، مگر بریلویوں نے اپنی بدعت پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو اہل سنت اور سنی ہونا عوام کے درمیان مشہور کر دیا ہے، جیسا کہ مودودیوں نے اپنی گمراہ کن باتوں

پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو جماعت اسلامی ہونا مشہور کر دیا ہے۔ اور غیر مقلدوں نے اپنی گمراہ کن حرکتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو اہل حدیث اور سلفی ہونا مشہور کر دیا ہے۔

فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب أربعة: وهم الحنفیون، والمالکیون، والشافعیون، والحنبلیون رحمهم الله، ومن كان خارجا من هذه الأربعة في هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار. (طحطاوي على الدر المختار، کتاب الذبائح، المكتبة العربية، کوئٹہ ۴/ ۱۵۳)

الدرس الخامس والتسعون في المذاهب المنتحلة إلى الإسلام في زماننا، أهل الحق منهم أهل السنة والجماعة، المنحصرين باجماع من يعتد بهم في الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة، وأهل الأهواء منهم غير المقلدين الذي يدعون اتباع الحديث وأنى لهم ذلك، وجهلة الصوفية وأشياعهم من المبتدعين، وإن كان بعضهم في زي العلم. والروافض والنيجرية الذين يضاهئون المعتزلة، فإياك وإياهم فتدنس بهوهم. (مائة دروس ۱۳۹، ۱۴۰، بحوالہ غیر مقلدین کے ۱۵۶ اعتراضات کے جوابات، ص: ۶)

(۲) اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے عقیدہ کے اعتبار سے امام طحاویؒ نے ”عقیدۃ الطحاوی“ میں جو عقائد لکھے ہیں، ان کا پابند ہونا لازم ہے، جو ان عقائد سے ہٹیں گے وہ گمراہ ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴/۳/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۰۱/۴۰)

فرقہ ناجیہ

سوال [۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہر فرقہ اپنے کوناجی سمجھتا ہے، حقیقت میں ناجی فرقہ کون سا ہے؟

المستفتی: غلام حسین انجینئر کھالاپار، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: درحقیقت فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة، كلهم في النار، إلا ملة واحدة، قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي. الحديث

(ترمذی شریف قدیم، کتاب الایمان، باب ماجاء في إفتراق هذه الأمة ۲/ ۸۹، جدید

۲/ ۹۲، دارالسلام، رقم: ۲۶۴۱، المعجم الأوسط، دارالفکر ۳/ ۳۸۰، رقم: ۴۸۸۶،

۷۸۴، المعجم الكبير، دار إحياء التراث العربي ۴/ ۵۲، رقم: ۱۴۶۴۶، المستدرک للحاکم،

کتاب العلم، فصل في توقيير العالم، مکتبه نزار مصطفى الباز ۱/ ۱۸۹، رقم: ۴۴۴)

وفي أبي داؤد وابن ماجه: كلها في النار إلا واحدة، وهي

الجماعة. (ابن ماجه، أبواب الفتن، باب إفتراق الأمم، النسخة الهندية ۲/ ۲۹۶، رقم:

۳۹۹۳، أبوداؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة، النسخة الهندية ۲/ ۲۷۵، دارالسلام رقم:

۴۵۹۷، المستدرک قدیم ۱/ ۲۱۸، مکتبه نزار مصطفى الباز ۱/ ۱۸۹، رقم: ۴۴۴،

مشکوۃ ۱/ ۳۰)

وفي المرقاة: فلا شک ولا ريب أنهم هم أهل السنة والجماعة

(وقوله): والفرقة الناجية هم أهل السنة والبيضاء المحمدية، والطريقة

النقية الأحمدية. الخ (مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب

والسنة، الفصل الثاني، شرح تفرق أمتي على ثلاث وسبعين ملة، مکتبه إمدادیہ ملتان ۱/ ۲۴۸)

عن عبد اللہ بن مسعود - رضی اللہ عنہ - قال: خط لنا رسول اللہ ﷺ خطاً، ثم قال: هذا سبيل الله، ثم خط خطوطاً عن يمينه وعن شماله، وقال: هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو إليه. الحديث (مسند أبوداؤد الطيالسي، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۲۹، رقم: ۲۴۱، سنن دارمي، باب في كراهية أخذ الرأي، دار المغني ۱/ ۲۸۵، رقم: ۲۰۸، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۵/ ۱۱۳، رقم: ۱۶۹۴، المستدرک، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الأنعام، قديم ۲/ ۳۴۸۶، مكتبة نزار مصطفى الباز ۴/ ۱۲۱۳، رقم: ۳۲۴۱، مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۴۳۵، رقم: ۴۱۴۲، مشکوة شريف ۱/ ۳۰)

معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ آنحضور ﷺ کے زمانے سے ہر وقت جاری رہا اور رہے گا، جس کا مصداق صرف اہل سنت والجماعت ہی ہو سکتی ہے، باقی فرقے بعد میں پیدا ہوتے رہے اور ختم بھی ہوتے رہے۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۶/۲۳)

اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کتابیں

سوال [۳۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقائد کو جن کو پوری تفصیل کے ساتھ ائمہ اربعہ اور ان کے تبعین نے قبول کیا ہے، وہ اردو عربی کی کن کتابوں میں ملیں گے، خصوصاً عربی کی وہ کتاب جو ملت اہل سنت والجماعت کے تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، تاکہ ہم اسی کو اپنے عقائد کا معیار بنا سکیں۔

المستفتی: عبدالرحمن موسیٰ، کیراف، بکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عربی میں ”سارہ“ اس کی شرح ”مسامرہ“ اور

”عقیدۃ الطحاوی“، ”شرح عقائد نسفی“، ”الفوائد البہیہ“، ”للعلامة شمس الحق افغانی اور اردو میں حضرت العلامة مولانا ادریس کاندھلویؒ کی ”علم کلام“ وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں، بشرطیکہ آپ کے اندر ان کتابوں کے سمجھنے کی صلاحیت بھی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۸/۲۳)

ائمہ اربعہ حق پر ہیں؟

سوال [۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: چاروں ائمہ حضرات مسلک اور اجتہاد کے معاملہ میں برحق ہیں اور ہمارا اعتقاد بھی یہی ہونا چاہئے کہ سارے ائمہ برحق ہیں؛ لیکن جب کسی بھی امام کے متبعین اپنے دلائل کو پیش کرتے ہیں اور اپنے مسلک کو ثابت کرتے ہیں، تو دوسرے کے دلیل کو غلط قرار دیتے ہیں، جیسا کہ شارحین کرام اپنی شروحات میں فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے، تو آخر اس طرح سے دوسرے ائمہ کے مسلک یا دلیل کو غلط کہنا درست ہے یا نہیں؟ اس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

المستفتی: محمد داؤد القاسمی، ۱۱/ رجب ۱۴۲۵ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہر امام کے متبع سمجھ دار اور متبحر علماء اپنے اپنے مسلک کو دلائل کی روشنی میں رائج قرار دیتے ہیں اور دوسرے کے مسلک کو مرجوح قرار دیتے ہیں، یہ ایک دیانت داری کی بات بھی ہے، ہم دوسرے مسلک کے لوگوں کے بارے میں کوئی ذمہ دارانہ گفتگو نہیں کر سکتے؛ لیکن اپنے مسلک کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم دلائل کی روشنی میں اپنے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مسلک کو رائج اور دوسرے کے مسلک کو مرجوح سمجھتے ہیں، جس کے دلائل کتابوں میں موجود ہیں، دوسرے ائمہ کے

مسک یا دلیل کو غلط قرار نہیں دیتے؛ بلکہ اس کی توجیہ کرتے ہیں اور توجیہ کر کے اس کو کمزور قرار دینے کا مطلب یہ نہیں کہ صاف طور پر دوسرے کے مسک کو غلط قرار دیا جائے، جیسا کہ حدیث ”ذوالیدین“ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد باہر تشریف لائے، تو حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! کیا آپ بھول گئے یا اب ظہر کی نماز کے لئے یہی حکم نازل ہوا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا ذوالیدین صحیح کہہ رہے ہیں؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، ذوالیدین صحیح کہہ رہے ہیں، پھر آپ نے دو رکعت نماز لوٹ کر پڑھائی اور سجدہ سہو کیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب نماز کے درمیان گفتگو کی اجازت تھی، مگر امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مسک آج بھی وہی ہے جو حدیث ذوالیدین میں وارد ہے، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اسے منسوخ نہیں سمجھتے ہیں، ہم اسے منسوخ سمجھتے ہیں، ایسے اختلاف کو یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ ایک نے دوسرے کو غلط قرار دیا ہے؛ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ استدلال و توجیہ کے اعتبار سے ہر ایک نے اپنے مسک کو رائج قرار دیا ہے، ہم حنفی مسک کے لوگ بعض مسائل میں دوسرے ائمہ کی دلیل کو مضبوط بھی قرار دیتے ہیں، جیسا کہ عصر کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے، اس میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی دلیل کے مقابلہ میں دوسرے ائمہ کی دلیل اور تائیدات زیادہ ہیں، ہم اس کا اقرار بھی کرتے ہیں؛ لیکن امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مسک پر عمل کرنے میں احتیاط زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵/رجب ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۷/۲۷

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۴۹۳)

ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی اقتداء کی شرعی حیثیت

سوال [۳۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ائمہ حضرات کی اتباع کرنا ضروری ہے یا اپنے طور پر خود غور و فکر کر کے قرآن و حدیث پر عمل کرنا کافی ہے، اگر اتباع ضروری ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ (۲) ائمہ اربعہ کے مسائل میں اختلاف ہے، ایسا کیوں؟ ایک امام کسی مسئلہ کو جائز کہتے ہیں اور دوسرے ناجائز؟

(۳) ایک جو کم علم رکھتا ہے، جب وہ عمل کے میدان میں آتا ہے تو اس کے سامنے کئی راہیں آجاتی ہیں، ایک بات کو اہل حدیث حضرات صحیح کہتے ہیں، تو دوسری جماعت اس کو غلط قرار دیتی ہے، اسی طرح ایک بات دیوبندی کہتے ہیں، دوسری جماعت اس کی تردید کرتی ہے۔ اور ہر فرقہ اپنی بات کو احادیث اور قرآنی آیتوں سے مدلل کرتا ہے۔ اور جب یہ شخص دونوں کی باتیں سنتا ہے تو حق و باطل میں امتیاز اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے، ایسا شخص صراط مستقیم کا پتہ کیسے لگائے اور دین پر صحیح عمل کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: عبدالمجید ولد شیخ احمد، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) جی ہاں ہمارے لئے ائمہ حضرات کی تقلید ضروری ہے، اس کی دو وجہ ہیں: (۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ [سورة النحل: ۴۳]

اور دوسری جگہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ [سورة

النساء: ۵۹]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن علي قال: قلت: يا رسول الله! إن نزل بنا أمر ليس فيه بيان أمر ولا نهى فما تأمرنا؟ قال: تشاورون فيه الفقهاء والعابدين، ولا تمضوا فيه رأى خاصة. (المعجم الأوسط، دارالفكر ۱ / ۴۴۱، رقم: ۱۶۱۸)

اس آیت کریمہ اور حدیث نبوی کی وجہ سے مطلقاً تقلید فرض و واجب ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام امت مسلمہ پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے۔ اور ایک عامی ہرگز اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر اس کی مرضی معلوم کرے اور نہ ہی اس بات کا اہل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مراجعت کر کے حکم شرعی معلوم کرے؛ لہذا لازمی طور پر قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا؛ لیکن ہر کس و نا کس قرآن و حدیث کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا؛ لہذا ایسے لوگوں کی پیروی کرنا لازم ہے جو قرآن و حدیث کی گہرائیوں میں پہنچ کر اس سے مسائل و جزئیات کے استنباط پر قدرت رکھتے ہوں، ایسے حضرات کا اتباع لازم ہے، چنانچہ بڑے بڑے محدثین ان ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک امام کے مقلد تھے۔ امام ترمذی کو دیکھو کہ کتنے بڑے محدث تھے، ترمذی شریف انہیں کی لکھی ہوئی ہے؛ لیکن وہ امام شافعی کے مقلد تھے، صاحب فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی کتنے بڑے محدث تھے، پھر بھی امام شافعی کے مقلد تھے، حافظ ابن عبد البر مالکی کتنے بڑے عالم تھے، پھر بھی وہ امام مالک کے مقلد تھے، حافظ ابن تیمیہ کتنے بڑے عالم تھے، مگر امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔ اور امام طحاوی کتنے بڑے محدث تھے، طحاوی شریف انہیں کی لکھی ہوئی ہے؛ لیکن وہ امام ابو حنیفہ کے مقلد تھے، کیا آج دنیا میں امام ترمذی، امام طحاوی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن عبد البر مالکی، حافظ ابن تیمیہ کے درجہ کا کوئی شخص نظر آ رہا ہے؟ جب کہ ان بڑے بڑے محدثین و فقہاء نے بھی اپنی نجات کے لئے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو لازم کر لیا تھا، تو کیا آج کوئی شخص ان سے بڑھ کر عالم و محدث ہونے کا دعویٰ کر کے تقلید سے انحراف کر سکتا ہے۔ اور قرآن و حدیث کو خود سمجھ کر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کی کوشش کرے گا، تو کیسے کامیاب ہو سکتا ہے

اور وہ کیسے صحیح راستہ پر قائم رہ سکتا ہے، لازمی بات ہے کہ وہ گمراہی میں پھنس جائے گا۔
(مستفاد: ایضاح المسالک ۱۲/۲۰، کفایت المفتی قدیم ۱/۳۳۰، جدید زکریا ۱/۳۷۷، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱۸۲/۵، جدید زکریا ۱/۲۵۴)

(۲) ائمہ اربعہ کے مسائل سب کے سب اصول میں متفق ہیں، ہاں فروعات و جزئیات میں اختلاف ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے جن چیزوں پر اپنے مسائل کی بنیاد رکھی ہے، مثلاً احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ ان میں بھی اس قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے؛ لہذا لازمی طور پر اس سے جن مسائل کا استنباط کیا جائے گا، ان میں بھی اختلاف ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۵/۲۰۰، کفایت المفتی، قدیم ۱/۳۲۹، جدید زکریا ۱/۳۷۷، جدید زکریا مطول ۳/۹۹)

(۳) غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کے علاوہ دنیا بھر کے تمام مسلمان چاروں اماموں میں سے کسی نہ کسی ایک کے مقلد ہیں، تو آپ کا سوال غیر مقلدین کے بارے میں ہے یا مقلدین کے بارے میں؟ اگر غیر مقلدین کے سلسلہ میں ہے، تو وہ اپنی ضد سے باز آنے والے نہیں ہیں، ان کا دعویٰ تو غیر مقلدیت کا ہے، مگر ترمذی، مسلم، بخاری وغیرہ صحاح ستہ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتے؛ حالانکہ صحاح ستہ کے مصنفین خود بھی مقلد تھے، اگر ان کو عقل سلیم ہو تو تقلید کو لازم سمجھیں گے۔ اور اگر آپ کا سوال مقلدین کے بارے میں ہے اور مذکورہ شخص کم علم رکھتا ہے، تو ایسے کم علم رکھنے والے پر لازم ہے کہ اس کے باپ دادا جس امام کے مقلد اور پیروکار تھے، آنکھ بند کر کے اسی امام کی تقلید کرے، غلط اور صحیح کے امتیاز کرنے کا وہ مکلف نہیں ہے۔ اور آخرت میں اس سلسلہ میں اس سے سوال و جواب بھی نہ ہوگا؛ اس لئے کہ غلط اور صحیح کا امتیاز کرنا اور دو اماموں کا کسی مسئلہ میں الگ الگ حکم بیان کرنا اور اس میں اختلاف و دلائل کا سمجھنا ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں ہے، اس کو سمجھنے کے لئے امام ترمذی، امام طحاوی، حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے بڑے بڑے محدثین چاہئیں، اگر کسی کو یہ

چیزیں سمجھنے کا ارادہ ہو تو وہ علوم و معرفت میں پہلے اپنے آپ کو ان محدثین و فقہاء کے درجہ میں پہنچائے، اس سے پہلے وہ ان چیزوں کو نہیں سمجھ سکتا، پھر بھی اگر اس کی کوشش کرے گا، تو گمراہ نہ ہوگا، تو کیا ہوگا؟ اور وہ اسی شش و پنج میں مبتلا رہے گا کہ میں کس پر عمل کروں۔ اور جو آپ نے دیوبندی اور دوسرے فرقہ کا ذکر کیا ہے، تو یہ دیوبندی کوئی فرقہ نہیں ہے؛ بلکہ امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں اور ان کے مسلک کے ترجمان ہیں، جو منہاج نبوت کے عین مطابق ہے، دیوبندی اسی پر دلیل پیش کرتے ہیں، اب اگر کوئی فرقہ مسلک دیوبند کے خلاف دلیل پیش کرتا ہے، تو اس کو نامزد کیجئے، پہلے دیکھنا ہے کہ وہ مقلد ہے یا غیر مقلد، اس کے بعد ہی ہم اس کے بارے میں کوئی بات کر سکتے ہیں اور جو بات آپ نے کہی ہے کہ یہ شخص دونوں کی باتیں سنتا ہے، تو اگر یہ شخص حنفی مسلک کا ہے، تو اس کے لئے دوسرے مسلک کی باتوں میں پڑ کر اپنے مسلک میں شبہ پیدا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر یہ شخص غیر مقلد ہے، تو لازمی بات ہے کہ وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتا، اس کو تو گمراہ ہونا ہی ہے، کبھی وہ امام ابو حنیفہؒ کی بات سنے گا اور کبھی ان سے روگردانی کر کے امام شافعیؒ کی بات مانے گا اور کبھی ان سے انحراف کر کے سفیان ثوریؒ کی بات لے گا اور کبھی ان سے انحراف کر کے ابن حزم ظاہری کی بات لے بیٹھے گا اور کبھی شوکانیؒ کی گائے گا اور کبھی ابن تیمیہ کے تفردات کو لے کر پھرتا رہے گا، کبھی امام مالک کی بات پسند آئے گی اور کبھی امام احمد بن حنبلؒ کی گائے گا، نتیجتاً یہی ہوگا کہ وہ دین کے معاملہ میں مبہوت اور گمراہ ہو کر رہ جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳ / جمادی الاول ۱۴۱۹ھ

۵ / ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳ / ۵۷۶۹)

کیا چاروں اماموں پر ایمان لانا ضروری ہے؟

سوال [۳۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: ایک مسلمان جو کسی مسجد کا امام بھی ہے، بر ملا یہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ و رسول و قیامت و کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، ایسا ہی چاروں اماموں پر ایمان لانا ضروری ہے، اگر ضروری ہو تو اس کو مدلل کریں اور اگر ضروری نہیں تو ایسا عقیدہ رکھنے والے مسلمان کا کیا ہوگا؟ کیا اس کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فاروق، سپول

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اللہ، رسول، قیامت، حشر و نشر اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانا قطعاً شرعیہ میں سے ہے اور از قبیل عقائد ہے، اگر ان میں سے کسی چیز پر ایمان نہ ہو تو اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور چاروں اماموں کا برحق ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت نہیں ہے، ہاں البتہ امت کے اجماع سے ان کا اپنی اپنی جگہ برحق ہونا ثابت ہے اور عامۃ المسلمین کے لئے ان میں سے کسی ایک کی تقلید عملاً کرنا اس حد تک ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ میں ایک امام کی تقلید اور پابندی کی صورت میں اس کی عبادت صحیح طریقہ سے ہو سکتی ہے، ورنہ وہ آزادی کا شکار ہو جائے گا اور ایک امام کی تقلید کرتے ہوئے دوسرے امام کو برحق سمجھنا بھی لازم ہے۔ اور جو کسی ایک امام کی تقلید نہ کر کے اپنے آپ کو آزاد رکھتا ہے اور خود مجتہد بھی نہیں تو وہ گمراہی کا شکار ہو کر درجہ فسق تک پہنچ سکتا ہے؛ لیکن کسی امام کی تقلید نہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوگا، زیادہ سے زیادہ فاسق ہو سکتا ہے؛ لہذا سوال نامہ میں جس امام مسجد نے تقلید ائمہ کو اللہ و رسول اور قیامت پر ایمان لانے کے برابر قرار دیا ہے وہ اصول شریعت سے ناواقف ہے، اس کو اس سلسلہ میں واقف کار کیا جائے، اگر اس کو باخبر کرنے کے باوجود ہٹ دھرمی کرتا ہے، تو اسے امامت سے برطرف کرنے کا فیصلہ کیا جائے۔ اور اگر مان جاتا ہے، تو اس پر کوئی ملامت نہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسالک/ ۳۱)

فی شرح جمع الجوامع للمعلی: والأصح أنه يجب على العامي

وغیرہ ممن لم یبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معین من مذاهب المجتہدین۔ (خلاصۃ التحقیق / ۶)

ولا يجوز للمقلد العمل في كل واقعة من الأعمال والأحكام إلا بتقليده واستفتاءه من مفت مجتهد أو حامل فقه۔ (خلاصۃ التحقیق / ۴)

وقال في شرح فقه الأكبر: قال الإمام الأعظم: يجب أي يفرض فرضاً عينياً بعد ما يحصل علماً يقيناً أن يقول المكلف بلسانه المطابق لما في جنانه آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله والبعث بعد الموت والقدر خيره وشره من الله تعالى والبعث بعد الموت۔ (شرح فقه أكبر،

مطبع دیوبند ۱۳-۱۴)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة، أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لا سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا واشربت النفوس الهوى، وأعجب كل ذي رأي برأيه۔ (حجة الله البالغة، مكتبہ حجاز ۱/ ۱۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/۳/۱۴۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۲۸)

ائمہ اربعہ کی تقلید

سوال [۳۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کیا چاروں اماموں کی تقلید کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟

المستفتی: محمد الیاس فیضی ٹیابرج، کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”مسند امام احمد بن حنبل“ میں صحیح سند کے ساتھ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بیشک مجھے نہیں معلوم کہ تمہارے درمیان میں میری زندگی کتنی باقی ہے؛ لہذا میرے بعد تم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو بھی بات بیان کریں اس کی تصدیق کرنا۔ مذکورہ صحیح حدیث شریف سے تقلید کا حکم صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کا حکم فرمایا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن حذيفة رضى الله عنه قال: كنا عند النبي صلى الله عليه وسلم جلوساً، فقال: إني لا أدري ما قدر بقائي فيكم، فاقبلوا بالذين من بعدي، وأشار إلى أبي بكر وعمر، وتمسكوا بعهد عمار، وما حدثكم ابن مسعود فصدقوه. (مسند إمام أحمد بن حنبل ۵/ ۳۸۵، رقم: ۲۳۶۶۵، صحيح ابن حبان، دار الفكر ۴/ ۲۵۵، رقم: ۶۹۱۱، المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن ۲۰/ ۵۸۰، رقم: ۳۸۲۰۴، ترمذي، أبواب المناقب، مناقب عمار بن ياسر، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۰، دار السلام، رقم: ۳۷۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ شعبان ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۷۸۲/۳۹)

ایک امام کی تقلید لازم کیوں؟

سوال [۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فقہ کے چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں:

(۱) احکام منصوصہ غیر متعارضہ اور متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخیر، ان میں نہ قیاس جائز ہے اور نہ کسی کے قیاس کی اتباع جائز ہے۔

لقلولہ تعالیٰ: اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ. [سورة البقرة: ۷۸]

وقولہ تعالیٰ: اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ. [سورة النجم: ۲۸]

(۲) احکام غیر منصوصہ اور متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر۔ ان میں یا تو کچھ بھی عمل نہ کیا جائے، یا عمل کیا جائے، اگر کچھ عمل نہ کیا جائے تو قولہ تعالیٰ: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُتْرَكَ سُدًى. [سورة القيامة: ۳۶] وقولہ تعالیٰ: اَفَحَسِبْتُمْ اَنْمَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا. [المؤمنون: ۱۱۵] صریح نص کی مخالفت لازم آئے گی۔ اور اگر عمل کیا جائے تو بدون علم یا تعین کے کسی جانب عمل ممکن نہیں۔ اور علم اور تعین قیاس ہی سے ہو سکتی ہے۔ اور ہر کس و ناکس کا قیاس بھی معتبر نہیں ہو سکتا؛ بلکہ بعض کا معتبر اور بعض کا غیر معتبر ہوگا، جس کا معتبر ہوگا اس کو مجتہد کہتے ہیں۔ اور جس کا غیر معتبر اس کو مقلد کہتے ہیں، پس جس کا معتبر نہیں، یعنی مقلد پر ضروری ہے کہ عمل کرنے کے لئے مجتہد و مستنبط کی تقلید کرے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۵۶۴، احسن الفتاویٰ السبک الفرید لسبک

التقلید ۱/ ۴۰۴)

لقلولہ تعالیٰ: وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ. [لقمان: ۱۵] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۶/۲۳)

تقلید شخصی واجب ہے؟

سوال [۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: ہر مسلک کو اپنا نادرست نہیں، صرف کسی ایک امام کی اتباع ضروری و لازم ہے؟

المستفتی: محمد سلیم الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تقلید شخص واجب ہے، ورنہ تلفیق خارج اجماع لازم آجاتا ہے، جو کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے (امدادی الفتاویٰ ۴/ ۵۱۲، الحلیۃ الناجزۃ ۳/ ۳) دیکھ لیا جائے۔

سئل أبو موسیٰ عن ابنة وابنة ابن، وأخت، فقال: للابنة النصف، وللأخت -إلى- فأتینا أبا موسیٰ فأخبرناه بقول ابن مسعود، فقال: لاتسألونی ما دام هذا الحبر فیکم. (بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنة ابن مع ابنة، النسخة الهندیة ۲/ ۹۹۷، رقم: ۶۴۷۹، ف: ۶۷۳۶، مسند أحمد ۱/ ۴۶۳، رقم: ۴۴۲۰، ترمذی، أبواب الفرائض، باب ماجاء فی میراث البنات، النسخة الهندیة ۲/ ۲۹، دارالسلام، رقم: ۲۰۹۳، مسند أبي داؤد الطیالسی، دارالکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۹۱، رقم: ۳۷۳)

عن عکرمۃ أن أهل المدينة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت، ثم حاضت، قال لهم: تنفر، قالوا: لا نأخذ بقولک وندع قول زید. الحدیث (بخاری، کتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت، النسخة الهندیة ۱/ ۲۳۷، رقم: ۱۷۲۵، ف: ۱۷۵۸)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة، أو من یعتقد به منها علی جواز تقلیدها إلى یومنا هذا، وفي ذلك من المصالح مالا یخفی، لا سیما فی هذه الأيام التي قصرت فیها الهمم جدا واشربت النفوس الهوی، وأعجب کل ذی رأی برأیه. (حجة الله البالغة، مکتبه حجاز ۱/ ۱۵۴)

فی شرح جمع الجوامع للمعلی: والأصح أنه یجب علی العامی

وغیره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين. (خلاصة التحقيق / ۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ رمضان ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۱۹)

کیا حنفی حدیث پر فقہ کو ترجیح دیتے ہیں؟

سوال [۳۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حنفی لوگ حدیث شریف پر فقہ اور فقہاء کی کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں؛ کیوں کہ ان سے اگر سوال کیا جائے تو فتاویٰ شامی، درمختار اور عالمگیری وغیرہ کے حوالہ سے جواب دیتے ہیں۔

المستفتی: محمد نظام الدین رانی نگر مرشد آباد، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی لوگ فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں، یہ ان کی ناواقفیت پر موقوف ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ فن فقہ اور فقہ کی جزئیات کہیں اور سے آئی ہوئی نہیں ہیں؛ بلکہ فقہ کے تمام مسائل کا مدار قرآن کی آیتوں، سید الکونین علیہ السلام کی حدیثوں اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار پر ہے، اس سے ہٹ کر الگ سے کوئی چیز فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے، ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ ایک مسئلہ سے متعلق حدیث شریف کے اندر متضاد روایتیں ہیں، ایک حدیث میں اس کا اثبات ہے، تو دوسری حدیث اس کے خلاف ہے، اب ایسے مسائل کا سمجھنا اور حدیث کے تعارض کا دفعیہ عام مسلمانوں کے بس کی بات نہیں ہے؛ بلکہ انہیں ائمہ مجتہدین کا کام ہے، جن کو اللہ نے پوری شریعت، پورے قرآن کریم اور پوری احادیث شریفہ پر عبور عطا فرمایا ہے۔ اور قرآن و حدیث سے مسائل کے استنباط

کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ اور ائمہ مجتہدین نے متعارض روایتوں کو سامنے رکھ کر نسخ و منسوخ، رائج اور مرجوح روایات کی گہرائی میں پہنچ کر اس کا نچوڑ نکال کر امت کے سامنے پیش کر دیا ہے، اسی کو فقہ کہا جاتا ہے، جو درحقیقت قرآنی آیتوں، احادیث شریفہ یا آثار صحابہ کا حاصل و نچوڑ ہے، اس کو حدیث سے الگ سمجھنا یہ غیر مقلدین کی ناواقفیت اور ان کی عملی کمزوری پر دال ہے۔

إن الفقه الإسلامي وإن كان مجموعة آراء لبعض العلماء، إلا أن هذه الآراء لا بد أن تكون معتمدة على نص شرعي من كتاب الله أو سنة رسول الله ﷺ حتى إن الآراء المعتمدة على الإجماع والقياس وغيرها من الأدلة المساندة لا بد أن ترجع أخيراً إلى كتاب الله أو سنة رسوله. (الموسوعة الفقهية ۱/ ۲۱)

ومن هنا يتبين أن مصادر الأحكام كلها ترجع إلى الكتاب والسنة بصفة مباشرة. (الموسوعة الفقهية ۱/ ۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۵۱/۳۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۹/۱۴۲۳ھ

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کس مسلک میں جائز ہے؟

سوال [۳۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض لوگ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، تو یہ کس امام کے مسلک پر عمل کرنے والے ہیں؟ کس مسلک میں یہ جائز ہے؟

المستفتی: قاری احمد علی صاحب استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت امام مالکؒ کا ایک قول یہی نقل کیا گیا ہے کہ ان کے یہاں ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا افضل ہے۔

اختلف الرواة عن مالک في مسألة اليدين، والمرجح عند المالكية في فروعهم الإرسال، ذكر في المدونة. الخ (أوجز المسالك، كتاب الصلاة، وضع اليدين أحدهما على الأخرى في الصلاة، قديم ۲/ ۱۵، دارالقلم ۳/ ۲۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۶۳۶۸)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۱۱/ ۱۴۲۰ھ

اختلافی مسائل میں جس پر چاہے عمل کرنا کیسا ہے؟

سوال [۳۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: رفع یدین، آمین بالجہر وبالسّر، اسی طرح اور اختلافی مسائل میں جو کہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، ان دونوں پر عمل جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کبھی رفع یدین کر لیا، کبھی ترک کر دیا، اسی طرح کبھی آمین بالسّر کہہ دی، کبھی آمین بالجہر کی وغیرہ تو کیا علماء کا اختلاف رحمت ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ جائز تو ہے؛ لیکن ایسا کرنے والے کو کسی امام کا مقلد نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ غیر مقلد ہی کہا جائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/ ۲۲۱)

صرح إمام الحرمين وابن السمعاني والغزالي والکيا الهراسي وغيرهم - إلى قوله - فالظاهر القول بوجوب التقليد المعين في هذا الزمان وبالمنع من الانتقال مطلقا سواء كان عاميا أو فقيها. (مقدمه، إعلاء السنن، کراچی ۲/ ۲۲۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰/ ۲۸۲، ۲۸۳)

وقالوا: المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان آثم يستوجب التعزير فبلا اجتهاد وبرهان أولى. (فتح القدیر، کتاب أدب القاضي،

مکتبہ زکریا ۷/ ۲۳۸، دارالفکر ۷/ ۲۵۷، کوئٹہ ۶/ ۳۶۰، البحر الرائق، کتاب القضاء،
قیل فصل فی المفتی، کوئٹہ ۶/ ۲۶۶، زکریا ۶/ ۴۴۷، خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم
التقلید والتلفیق/ ۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۳/۲۴)

سہولت کے پیش نظر چاروں مسلک پر عمل کرنا

سوال [۳۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص آسانی کے ساتھ اپنی ضرورتوں کے مطابق کبھی امام اعظم کے مسئلہ پر اور کبھی امام شافعی کے مسلک، کبھی دوسرے امام کے مسلک پر عمل کرتا ہے، کبھی چاروں اماموں میں سے کسی کو نہیں مانتا، جو مسئلے آسان ہوں ان پر عمل کرتا ہے، اس میں کیا خرابیاں ہیں، مسئلے تو سبھی دین محمدی کے ہیں؟

المستفتی: عبد اللہ جامع مسجد مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو شخص آسانی کے لئے کسی بھی امام کے مسلک کو اختیار نہیں کرتا ہے اور جہاں پر جو آسان معلوم ہو اس پر عمل کرتا ہے، وہ گمراہ ہے، وہ کبھی منشاء شریعت پر عمل نہیں کر سکتا۔ امام ترمذی جیسے امام المحدثین بھی اپنی عبادت کو صحیح کرنے کے لئے حضرت امام شافعی کے مقلد تھے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی گمراہی سے حفاظت فرمائے۔ آمین

وفي شرح جمع الجوامع للمعلی: والأصح أنه يجب على العامي وغيره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين. (خلاصۃ التحقیق/ ۶)

وقالوا: المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان آثم يستوجب التعزیر فبلا اجتهاد وبرهان أولى. (فتح القدیر، کتاب أدب القاضي، مکتبہ زکریا ۷/ ۲۳۸، دارالفکر ۷/ ۲۵۷، کوئٹہ ۶/ ۳۶۰، البحر الرائق، کتاب القضاء، قبیل فصل فی المفتی، کوئٹہ ۶/ ۲۶۶، زکریا ۶/ ۴۴۷، خلاصۃ التحقيق فی بیان حکم التقليد والتلفیق/ ۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۳۴/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/۲/۱۴۲۵ھ

عارضی طور پر مذہب بدلنا

سوال [۳۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اس زمانہ سے لے کر قیامت تک کسی عالم، فاضل یا حافظ قرآن کے لئے عارضی یا کلی طور پر مسلک کا بدلنا کیسا ہے، جائز یا حرام؟ اگر کوئی عالم، فاضل یا حافظ قرآن اپنا مسلک بدل کر امامت کرے، تو اس کی امامت جائز ہوگی یا حرام؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حافظ و عالم کسی کے لئے بھی عارضی طور پر مذہب بدلنا جائز نہیں ہے، چاہے درجہ اجتہاد کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ اور اگر کوئی عالم درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہے اور مسائل شرعیہ کو قرآن و حدیث سے استنباط کر کے صحیح طریقہ پر پہنچنے پر قادر بھی ہے، تو وہ کلی طور پر اپنا مذہب بدل کر دوسرے مذہب کو اختیار کر سکتا ہے، جیسا کہ امام طحاویؒ نے مذہب شافعی کو بدل کر حنفیت کو اختیار کر لیا تھا، اب بھی اگر کسی کو امام طحاویؒ کا درجہ حاصل ہو جائے تو کلی طور پر اپنے اجتہاد کے ذریعہ سے دوسرے کے مذہب کو اختیار کر سکتا ہے نہ کہ عارضی طور پر۔ (مستفاد: اعلیٰ السنن، کراچی ۲/ ۶۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰/ ۸۴)

لہذا مذکورہ صورت میں اگر غیر مجتہد حنفی نے وقتی طور پر حصول زر کے لئے شافعییت اختیار کر کے امامت کی ہے اور شافعییت کے ایسے افعال بھی اختیار کئے، جن سے حنفی کے نزدیک نماز نہیں ہوتی ہے، تو جتنی نمازیں پڑھی ہیں، سب کا اعادہ واجب ہوگا۔

وقالوا: المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان آثم يستوجب التعزير فبلا اجتهاد وبرهان أولى. (فتح القدیر، کتاب أدب القاضي، مکتبہ زکریا ۷/ ۲۳۸، دارالفکر ۷/ ۲۵۷، کوئٹہ ۶/ ۳۶۰، البحر الرائق، کتاب القضاء، قیصل فصل في المفتي، کوئٹہ ۶/ ۲۶۶، زکریا ۶/ ۴۴۷، خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق/ ۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۴۴/۲۴)

محض پیسوں کی خاطر تبدیلی مسلک کا حکم

سوال [۳۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید جو کہ دیوبندی اور حنفی تھا، ۵۰۰۰ روپیہ ماہانہ تنخواہ پر امام تھا، اب زید کا ۸۰۰۰ روپیہ ماہانہ تنخواہ کی لالچ میں آ کر دیوبندی اور حنفی مسلک کو چھوڑ کر بریلوی یا غیر مقلدین کی مسجد میں امامت کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟ اسی طرح ہمارے ملک کے بہت سارے علماء وقراء جو اونچی تنخواہوں میں قطر وغیرہ جاتے ہیں اور حنفی ہونے کے باوجود آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ اور اگر امامت کا موقع مل جائے تو حنفی مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلک کے اعتبار سے نماز پڑھاتے ہیں۔ اور جب ہندوستان آتے ہیں، تو پھر حنفی مسلک کے اعتبار سے نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں، ان کا یہ فعل کس حد تک درست ہے؟

المستفتی: محمد رمضان، مکرانوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی شخص کا محض پیسوں یا دیگر خواہشات نفس کی بنا پر غیر مقلدیت یا بریلویت وغیرہ اختیار کرنا، یا اتباع نفس کی بنا پر تبدیل مذہب کرتے رہنا ناجائز اور حرام ہے۔ شریعت میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسالك/ ۶۸، فتاویٰ محمودیہ اربعہ/ ۲/ ۶۰۶)

قال الشيخ المناوي في شرح الجامع: وعلى غير المجتهد أن يقلد مذهبا معينا. (خلاصة التحقيق بحواله إيضاح المسالك/ ۶۸)

إن الحكم الملق بابل بالإجماع، وأن الرجوع عن التقليد بعد العمل بابل اتفاقا. (در مختار، مقدمة مطلب: في حكم التقليد والرجوع عنه، زكريا ۱/ ۱۷۷، کراچی ۱/ ۷۵)

ولا تتبع الرخص متبعاهوا؛ لأن ذلك من التلهي، وهو حرام بالنصوص والإجماع. (مقدمه إعلاء السنن کراچی ۲/ ۲۲۴)

وقالوا: المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان آثم، يستوجب التعزير فبلا اجتهاد وبرهان أولى. (فتح القدير، كتاب أدب القاضي، مكتبه زكريا ۷/ ۲۳۸، دار الفكر ۷/ ۲۵۷، كوئٹہ ۶/ ۳۶۰، البحر الرائق، كتاب القضاء، قبيل فصل في المفتي، كوئٹہ ۶/ ۲۶۶، زكريا ۶/ ۴۴۷، خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق/ ۲۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳ھ/ ۲۵/ ۱۴۳۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۶۹/۳۹)

غیر مقلدین کا حنفیوں کو صحاح ستہ کا دشمن بتانا

سوال [۳۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: غیر مقلدین کا یہ کہنا ہے کہ حنفی تو صحاح ستہ کے دشمن ہیں اور حدیث میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے؛ اسی لئے ان کا کوئی بھی مفتی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ بتانے اور فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور ان کی کتاب دیکھئے تو اس میں کسی حدیث کا حوالہ نہیں؟

المستفتی: محمد نظام الدین رانی نگر مرشد آباد، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی صحاح ستہ کے دشمن ہیں اور حدیث میں ان لوگوں کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ مداہنت فی الدین اور عناد کے علاوہ کچھ نہیں ہے، یا کہنے والا عقل سے پیدل ہے؛ اس لئے کہ حنفیوں کے یہاں صحاح ستہ پڑھے بغیر عالم ہونے کی سند بھی نہیں مل سکتی اور نہ ہی اسے علماء کی صف میں شامل ہونے کی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، ہندوستان، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش وغیرہ تمام ممالک میں حنفیوں کے بڑے بڑے مدارس اور جامعات ہیں، جن میں سب سے زیادہ صحاح ستہ کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے۔ اور ہر فن سے زیادہ اہتمام کے ساتھ حدیث کی یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، نیز حدیث کی یہ کتابیں ہر عالم کو پڑھانے کا حق بھی نہیں دیا جاتا ہے؛ بلکہ صرف ان علماء کو پڑھانے کا حق ہوتا ہے، جو حدیث، اصول حدیث، فقہ، تفسیر، ادب، بلاغت وغیرہ اہم علوم میں بھرپور تجربہ اور مہارت رکھتے ہوں اور حنفیہ کے یہاں صحاح ستہ کو جو عزت دی جاتی ہے، وہ غیر مقلدین کے یہاں تصور بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ حنفیہ کے یہاں بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، مسلم شریف مکمل اور ابوداؤد شریف مکمل شروع سے آخر تک پڑھائی جاتی ہیں، اس اہتمام کا غیر مقلدین کے یہاں تصور بھی نہیں ہے، پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ حنفیہ صحاح ستہ کے دشمن ہیں، یا حدیث میں ان کا دخل نہیں ہے، اللہ نے ایک زبان دے رکھی ہے، جس طرح چاہو کہو اور جیسے چاہو دیدہ ونی سے پیش آؤ، تمہاری زبان کو کون روک سکتا ہے، ان کی باتوں کو سننے والوں پر لازم ہے کہ سورہ حجرات کی اس آیت کریمہ پر عمل کریں کہ جب تمہارے پاس

کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس پر یقین کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کر لو، تاکہ تمہیں کوئی ندامت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ. [حجرات: ۶]

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مسلک حنفی کا کوئی مفتی ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ سے کوئی مسئلہ یا فتویٰ بتا نہیں سکتا، یہ بھی ان کی ناواقفیت کی دلیل ہے، فقہ کی کتابوں کے حوالہ سے جو فتویٰ دیا جاتا ہے، وہ فتویٰ قرآن و حدیث کے مخالف نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ قرآن و حدیث کا نچوڑ ہوتا ہے؛ اس لئے آسانی کے لئے فقہ کا جزئیہ لکھ دیا جاتا ہے، نیز یہ کہنا کہ قال رسول اللہ سے فتویٰ نہیں لکھا جاتا ہے، یہ بھی غلط ہے، جسے دیکھنا ہو ہمارے دارالافتاء کے فتاویٰ کے رجسٹروں کو اٹھا کر دیکھ لے، جن میں بے شمار مسائل کا جواب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیا گیا ہے؛ لیکن جو لوگ عناد پر اترے ہوئے ہیں، یا صحیح بات سمجھنا ہی نہیں چاہتے اور اپنے آپ کو ”صم بکم عمی“ کے مصداق بنا لیتے ہیں، ان کا ہم کیا علاج کر سکتے ہیں، بس اللہ سے دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۶۵۳-۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۹ھ

غیر مقلدین کے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ پر ایک اعتراض کا جواب

سوال [۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: غیر مقلدین کا اعتراض ہے کہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کوئی کتاب نہیں، اس اعتراض کا جواب وضاحت کے ساتھ مطلوب ہے۔

المستفتی: محمد نظام الدین رانی نگر، مرشد آباد، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ائمہ اربعہ میں سے کسی کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تصنیف ہمارے سامنے نہیں ہے، نہ امام احمد بن حنبلؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب اور نہ ہی امام مالکؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب ہے اور نہ ہی امام شافعیؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب اور نہ ہی امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب ہے۔ اور مسند احمد جو امام احمدؒ کی طرف منسوب ہے وہ حضرت امام احمدؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں؛ بلکہ بروایت احمد عبد اللہ بن احمد نے تصنیف فرمائی ہے، ایسا ہی موطا مالک، امام مالکؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں؛ بلکہ بروایت امام مالکؒ کیجی المصوری الاندلسیؒ کی مرتب کی ہوئی کتاب ہے۔ اور اسی طرح ”کتاب الام“ جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہے، وہ امام شافعیؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے؛ بلکہ بروایت امام شافعیؒ ربیع بن سلیمانؒ کی مرتب کی ہوئی ہے، اسی طرح کتاب الآثار امام محمد بن حسن شیبائیؒ نے بروایت امام اعظم ابوحنیفہؒ مرتب کی ہے، توجب ائمہ اربعہ جن کے مذاہب اور مسالک دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں سے کسی بھی امام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب منظر عام پر نہیں ہے، نہ امام مالک کے ہاتھ کی، نہ امام شافعی کے ہاتھ کی، نہ امام احمد بن حنبلؒ کی ہاتھ کی، نہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ کی، تو تنہا امام ابوحنیفہؒ پر کیوں اشکال ہو رہا ہے؟ اس اشکال کی کیا وجہ ہے؟ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ لکھنے والا مصنف قابل اقتداء ہے۔ اور پوری شریعت پر عبور رکھتا ہے۔ اور جس نے کتاب نہیں لکھی تو کتاب کا نہ لکھنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر عبور نہیں رکھتا، اس طرح کے اشکالات صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو علوم شریعت پر عبور نہیں رکھتے اور ائمہ مجتہدین اور صحابہ کے احوال سے واقف نہیں ہیں۔ اور یہ بات تمام امت پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے بڑے عالم سب سے زیادہ افضل خلیفہ المسلمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات ہے، نبوت

کے پہلے سال سے آخر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزاری اور تمام صحابہ میں سب سے افضل ترین صحابی ہیں، اب امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض کرنے والوں سے ہمارا سوال ہے کہ وہ بتائیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ذخیرہ حدیث میں کتنی حدیثیں مروی ہیں؟ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بہت نیچے درجہ کے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کتنی حدیثیں مروی ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف ۱۴۲ حدیثیں مروی ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ۵۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔

کان ابوبکر صدیق من أفضل الصحابة، وروى مائة واثنين وأربعين حديث. (جامع المسانيد، المكتبة التجارية ۱/ ۳۱)

أبو هريرة رضي الله عنه - اسمه عبد الرحمن بن صخر الدوسي الحافظ، له خمسة آلاف وثلاث مائة وأربعة وسبعون حديثا. (جامع المسانيد، المكتبة التجارية ۱/ ۳۴۳)

تو کیا اس کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بڑے عالم تھے اور علوم نبوت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فائق تھے؟ یہ ہمارا معترض سے سوال ہے، اگر معترض کا جواب یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بڑے عالم تھے اور علوم نبوت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فائق تھے، تو ہم ایسا کہنے والے معترض سے بڑا جاہل اور گمراہ کسی کو نہیں سمجھتے۔ اور اگر معترض کا جواب ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے نہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بڑے عالم ہیں اور نہ ہی علوم نبوت میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں تبحر حاصل ہے، تو پھر امام ابوحنیفہؒ کا اپنے ہاتھ سے کتاب نہ لکھنا، یا ان کی طرف سے زیادہ حدیثیں مروی نہ ہونا ان کے تبحر علم اور پورے قرآن کریم اور تمام ذخیرہ حدیث پر عبور نہ ہونے کی دلیل نہیں

ہے۔ اور جنہوں نے کتابیں لکھی ہیں، ان کا پورے قرآن اور تمام حدیثوں پر عبور رکھنے پر دلیل نہیں ہے، سوال نامہ میں معترض نے جو سوال کیا ہے، ایسا سوال صرف ایسے لوگوں کو پیدا ہو سکتا ہے جن کو علوم نبوت سے معمولی درجہ کی بھی مناسبت نہیں ہے، جو بات سن لی اس پر یقین کر لیا اور یہ سمجھ لیا کہ سارا علم مجھے حاصل ہو گیا ہے اور جو میں نے سمجھا اس کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے، یہ محض جہالت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۶۱)

غیر مقلدین کا فرقہ اہل سنت والجماعت میں ہے یا نہیں؟

سوال [۳۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: موجودہ دور کے اہل حدیث یعنی غیر مقلد جو اجماع کا انکار کرتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسری خرابیاں بھی ہیں، مثلاً بیس رکعت کی جگہ آٹھ رکعت تراویح کا قائل ہونا وغیرہ، تو کیا ایسے فرقہ کو اہل سنت والجماعت میں مانیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کو کیا نام دیں گے؟

المستفتی: عبدالباری گرام ڈگھی، گڈاجھار کھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مقلدین اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، فرق ضالہ میں شامل ہیں، ان کا اپنے آپ کے بارے میں اہل حدیث ہونے کا صرف دعویٰ ہے؛ کیوں کہ وہ اپنی من مانی اور من چاہی پر چلتے ہیں، جو حدیث شریف ان کی چاہت کے موافق ہے، اس پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں اور جو حدیث شریف ان کی مرضی کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس میں طرح طرح کی رخنہ اور خامیاں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عربی کی ایک عبارت بھی صحیح طریقہ سے پڑھنے

پر قادر نہیں ہوتے، پھر بھی اپنے آپ کو ائمہ سے بلند تر سمجھتے ہیں، اتنی بات ان کی گمراہی کے لئے کافی ہے۔

الدرس الخامس والتسعون في المذاهب المنتحلة إلى الإسلام
في زماننا: أهل الحق منهم أهل السنة والجماعة المنحصرين باجماع
من يعتد بهم في الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة، وأهل الهواء
منهم غير المقلدين الذين يدعون اتباع الحديث، وأناي لهم ذلك
وجهلة الصوفية، وأشياهم من المبتدعين، وإن كان بعضهم في زي
العلم. (مئة دروس للتهانوي/ ۱۳۹، بحوالہ غیر مقلدین کے چھپن اعتراضات کے جوابات/ ۶)
فأما هذه الطبقة الذين هم أهل الحديث والأثر، فإن الأكثرين
إنما كدهم الروايات وجمع الطرق، وطلب الغريب والشاذ من
الحديث الذي أكثره موضوع أو مغلوب لا يراعون المتون، ولا
يتفهمون المعاني، ولا يستنبطون سرها. الخ (عقد الجيد/ ۱۷ بحوالہ
محمود دہ میرٹھ ۴/ ۳۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۱۴)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۱۱/ ۱۴۳۳ھ

غیر مقلدین کی طرف سے خفیوں کے لئے چیلنج

سوال [۳۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے اطراف میں چاروں طرف غیر مقلدین کا غلبہ ہے، کلکتہ سے ایک رسالہ نکلتا ہے، اس میں تمام سوالات کے جوابات قرآن و حدیث سے دئے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ چیلنج کرتے ہیں کہ خفیوں کے جتنے مسائل ہیں، وہ سب ضعیف حدیثوں پر مبنی ہیں، کیا واقعی ایسا ہے؟

المستفتی: محمد نظام الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غیر مقلدین کا حنفیوں کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے جتنے مسائل ہیں وہ سب ضعیف احادیث پر مبنی ہیں، یہ دعویٰ بلا دلیل اور احناف پر غلط الزام ہے، جو تعصب اور عناد پر مبنی ہے، اگر بنظر انصاف احناف کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے حقیقت کا پتہ چلے گا کہ احناف کے مسائل کی بنیاد کن احادیث پر ہے، انشاء اللہ تمام مسائل صحیح احادیث کے موافق ملیں گے؛ البتہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق جو حدیث شریف مل رہی ہے وہ سند کے اعتبار سے ضعیف نظر آرہی ہے، تو یہ ہمارے اور آپ کے لئے تو ضعیف ہو سکتی ہے، مگر امام ابوحنیفہؒ کے لئے نہیں؛ اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور سلسلہ سند میں ضعیف رواۃ امام ابوحنیفہؒ کے بعد داخل ہوئے؛ اس لئے ضعف کا الزام امام ابوحنیفہؒ پر نہیں آتا۔

وقال الشعراني قد من الله علي بمطالعة مسانيد أبي حنيفة الثلاثة من نسخة صحيحة عليها خطوط الحفاظ، فرأيته أن لا يروى حديثاً إلا عن خيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون، كالأسد وعلقمة وعطاء وعكرمة، ومجاهد ومكحول والحسن البصري وأحزابهم، فكل الرواة الذين بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عدول ثقات اعلام خيار، وليس فيهم كذاب ولا متهم بالكذب. (مقدمه أوجز المسالك، قديم ۱ / ۵۹، دار القلم ۱ / ۱۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳ھ / ۲ / ۲۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶ / ۷۵۲)



۱۵ / باب الفرق الضالة

بریلوی، غیر مقلدین، جماعت اسلامی

سوال [۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بریلوی، غیر مقلدین اور جماعت اسلامی یہ تمام کے تمام الگ الگ فرقہ ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی اور ہر فرقہ ناری اور جہنمی ہوگا، مگر ایک فرقہ نجات پانے والا ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر گامزن ہوگا، تو اس حدیث کی رو سے ہم ان تمام فرقوں کو باطل فرقہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر باطل فرقہ کہہ سکتے ہیں تو ہم کھلم کھلا کیوں نہیں کہتے ہیں؟

المستفتی: شمس تبریز کٹیہاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غیر مقلدین اور فرقہ مودودی جو اپنے آپ کو جماعت اسلامی کہتے ہیں، یہ دونوں فرقہ باطلہ میں سے ہیں، اہل حق نے ان کو کھلم کھلا فرقہ باطلہ کہا ہے اور کہتے آئے ہیں، مودودی اور جماعت اسلامی کے خلاف اکابر و مشائخ نے کھلم کھلا ان کو فرقہ باطلہ قرار دینے کے لئے کتابیں لکھی ہیں، اسی طرح غیر مقلدین کے خلاف کانفرنسیں ہو رہی ہیں، زبانی اور تحریری طور پر ان کو کھلم کھلا فرقہ باطلہ کہا جا رہا ہے اور سائل کا یہ کہنا کہ ہم کھلم کھلا کیوں نہیں کہتے ہیں، اس کا فیصلہ سائل خود کرے کہ سائل کیوں نہیں کہتا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ: ليأتين على أمتي ما أتى على بني إسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان في أمتي من يصنع ذلك، وإن بني إسرائيل تفرقت

علی ثنتین وسبعین ملة، وتفترق أمتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار، إلا ملة واحدة، قال: ومن هی یا رسول اللہ؟ قال: ما أنا علیہ وأصحابی. (ترمذی، أبواب الایمان، باب افتراق هذه الأمة، النسخة الهندیة ۲/ ۹۳۱،

دارالسلام، رقم: ۲۶۴۱، المستدرک، مکتبہ نزار مصطفی الباز ۱/ ۸۹، رقم: ۴۴۴، المعجم الأوسط، دارالفکر ۳/ ۸۰، رقم: ۴۸۸۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱/۳

”ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون؟“ نامی کتاب کی چند گمراہ کن باتوں کا جواب

سوال [۳۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ”ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون؟“ مصنفہ محمود حسین منصور، ساکن تلوار شاہ نئی بستی بٹوال امر وہہ میں تحریر ہے، جن کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حیات نہیں ہیں اور اپنی قبر اطہر میں بھی موجود نہیں ہیں۔

(۲) قبر میں عذاب و راحت کچھ نہیں ہوتا ہے اور اس دنیاوی قبر میں سوال منکر نکیر بھی نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی منکر نکیر آتے ہیں۔

(۳) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء عظام کا خدا کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۴) اس تحریری کتاب کے علاوہ وہ کہتا ہے: اولیاء عظام تصوف وطریقت کچھ نہیں ہے؛ بلکہ یہ شخص مقتدی اولیاء عظام، مثلاً حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اسی قبیل کے اولیاء عظام کو گمراہ اور شیعہ بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انہیں لوگوں نے ہندوستان میں گمراہی اور بدعتیں جاری کی ہیں۔ اور بہت ہی

گمراہ کن باتیں کرتا ہے، جن کا لکھنا طوالت ہے۔ یہ شخص کچھ کتابیں اردو کی پڑھا ہوا ہے، نہ عالم ہے، نہ فاضل، عربی فارسی سے نا بلد ہے، اسی طرح کے خیالات رکھنے والے دو شخص مر گئے، جن کا آخری انجام لوگوں نے دیکھا کہ بہت برا ہوا (العیاذ باللہ) لہذا اس کتاب کا مطالعہ فرما کر اس کا جواب دیں اور مذکورہ بالا خیالات رکھنے والے کو شریعت میں کیا کہا جائے گا؟ اس سے تعلق رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ کتاب کیسی ہے؟

المستفتی: محمد حسین شاہد غوری، امر وہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں زندہ اور با حیات مع جسد اطہر موجود ہیں اور جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہے، وہ ضال مضل اور بہت بڑا گمراہ ہے۔ اور تمام مسلمانوں کو ایسے گمراہ شخص کی گمراہ کن باتوں سے اپنی حفاظت لازم ہے۔ اور تمام مسلمانوں کو اس کی گمراہی سے باخبر کر دینا چاہئے، تاکہ مسلمان اپنے ایمان و عقیدہ کی حفاظت کر سکیں۔

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون، إنهم أبقوا على هذه الحالة، ولم تسلب عنهم. الخ (تحية الإسلام/ ۳۶، بحوالہ تسکین الصدور، مطبع لاہور ۳۰۶) عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ: الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون. (مسند أبي يعلى الموصلي، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۲۱۶، رقم: ۳۴۱۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/ ۶۲، رقم: ۶۳۹۱، ۱۳/ ۲۹۹، رقم: ۶۸۸۸) عن أنس بن مالک أن رسول الله ﷺ قال: أتيت على موسى.

وفي رواية: مررت على موسى ليلة أسري بي عند الكتيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره. (مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى، النسخة الهندية، بيت الأفكار، رقم: ۲۳۷۵، نسائي، كتاب الصلوة، ذكر صلاة نبي الله موسى عليه السلام و ذكر الاختلاف على سليمان التيمي فيه، النسخة الهندية ۱/ ۱۸۵، دار السلام،

رقم: ۱۶۳۲، صحیح ابن حبان، کتاب الإسراء، ذکر الموضع الذي فيه رأى المصطفى ﷺ موسى عليه الصلاة والسلام يصلي في قبره، دارالفكر ۱/ ۹۵، رقم: ۵۰، المعجم الأوسط، دارالفكر ۶/ ۱۰، رقم: ۷۸۰۶)

(۲) یہ سخت ترین گمراہ کن عقیدہ ہے اور صحیح و صریح حدیث کا انکار ہے۔ صحیح حدیث میں قبر میں عذاب و راحت کے بارے میں صاف طور پر وضاحت آئی ہے۔

عن مسروق، قال: جاءت يهودية إلى عائشة تسألها، فقالت لعائشة: أعاذك الله من عذاب القبر، فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فسألته، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عذاب القبر حق، قالت عائشة: فما سمعته بعد يصلي صلاة إلا تعوذ فيها من عذاب القبر.

(مسند أبي داود الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۷۱، رقم: ۱۵۱۴، ومثله في بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، النسخة الهندية ۱/ ۱۸۳، رقم: ۱۳۵۶، ف: ۱۳۷۲، مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۷، بيت الأفكار، رقم: ۵۸۶)

(۳) یہ بھی سخت گمراہی ہے، اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ توسل جائز ہے۔
 إن التوسل بالنبي ﷺ جائز الخ. (تسكين الصدور، مطبع لاہور ۴۰۷)
 (۴) مذکورہ اولیاء عظام سب راہ راست پر تھے، جو ان کو گمراہ شیعہ بتاتا ہے، وہ خود گمراہ ہے۔

يجوز التوسل بسائر الصالحين كما قاله السبكي الخ. (وفاء الوفاء ۲/ ۴۲۲، بحوالہ تسكين الصدور، مطبع لاہور ۴۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۲/۱۱/۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۳۰ شوال ۱۴۱۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۸۷۰/۲۸)

”مجلس اشاعت التوحید والسنہ“

سوال [۳۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ کے علم میں ہے کہ احقر ”وفاق المدارس العربیہ پاکستان“ کا ذمہ دار ہے۔ ”وفاق المدارس العربیہ“ پاکستان میں اکابر علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے عقیدہ و مسلک سے منسوب مدارس عربیہ کا وفاق ہے۔ ”وفاق المدارس“ کے تحت یہاں نصاب تعلیم، امتحان، سند اور مدارس دینیہ کے متعلق امور کا ایک مستقل نظام ہے۔ ”وفاق المدارس“ نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ مدارس عربیہ کے الحاق ان مدارس کے عقیدہ، نصاب اور نظم مدرسہ پر بھی نظر رکھی جائے اور کوشش ہو کہ اکابر علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے عقیدہ و مسلک سے کہیں بھی انحراف نہ ہو؛ اس لئے وفاق المدارس کی سند جہاں سند یافتہ کے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی شہادت ہے، وہیں ارباب وفاق المدارس کی طرف سے سند یافتہ کے اکابر علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے عقیدہ و مسلک پر ہونے کی سند بھی ہے۔

”وفاق المدارس“ کے ساتھ ملحق علمائے دیوبند سے منسوب مدارس اپنے کئی سیاسی مذہبی، جماعتی عنوانات سے کام کر رہے ہیں، ان جماعتی عنوانات میں ایک عنوان ”اشاعت التوحید والسنہ“ بھی ہے۔

عصر حاضر کے کئی فتنوں نے جہاں مختلف طبقات کو اپنی گرفت میں لیا ہے، وہیں مدارس دینیہ بھی اس مسموم فضا سے متاثر ہو رہے ہیں۔ تحقیق کے عنوان سے فکری آزادی مختلف فتنوں کو جنم دے رہی ہے۔ ”اشاعت التوحید والسنہ“ کے جماعتی دعوتی مواد، اسلوب تربیت میں بھی فکری آزادی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

”اشاعت التوحید والسنہ“ نے اصول و فروع میں اہل سنت والجماعت سے ٹکراؤ کا راستہ اختیار کیا، جس کے نتیجہ میں جن مسائل میں انہوں نے اپنی رائے کا کھل کر اظہار کیا ہے، ان میں مشہور مسائل درج ذیل ہیں:

عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام، عقیدہ سماع صلاۃ و سلام عند القبر، عقیدہ استشفاع، توسل، قائلین سماع موتی کی تکفیر و تذلیل، ارضی قبر میں ثواب و عذاب، میت کے جسد عنصری کا ثواب و عذاب، میت کے جسد عنصری سے روح کا تعلق وغیرہ، ان مسائل پر اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم کی تحقیقات ”آب حیات“ مولفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم ناتو توی۔ ”تسکین الصدور“ مولفہ: امام اہل السنہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، ”مقام حیات“ مولفہ: مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم، ”ہدایت الحیران“ مولفہ: مولانا سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ مستقل کتب ان عنوانات پر ہیں، جب کہ علمائے دیوبند کے فتاویٰ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ بھی لاتعداد موجود ہیں، مگر ان حضرات نے ہمیشہ اکابر کی ان تحقیقات پر عدم اعتماد کی پالیسی اپنائی ہے۔

”اشاعت التوحید والسنہ“ سے متعلق یا اس سے منسوب مدارس کا ”وفاق المدارس العربیہ“ سے الحاق ہے۔ ”اشاعت التوحید والسنہ“ میں اصول و فروع میں فکری آزادی کے اس رجحان کی وجہ سے ”وفاق المدارس العربیہ“ کے ذمہ دار حضرات میں یہ تشویش عرصہ سے ہے اور یہ بات چل رہی ہے کہ اس طرح کے مدارس کا ”وفاق المدارس العربیہ“ سے الحاق ختم کر دیا جائے؛ چونکہ ہمارے تمام امور، عقیدہ، مسلک اور پالیسی وغیرہ اکابر علمائے دیوبند سے متعلق ہیں، مدرسہ شاہی مراد آباد اکابر علمائے دیوبند کا مرجع اور اولین مرکز ہے؛ اس لئے ہم نے خود فیصلہ کرنے کے بجائے آپ سے بھی رجوع کا معاملہ طے کیا ہے۔ امید ہے کہ آپ عنوان کی اہمیت کے پیش نظر جلد جواب مرحمت فرمائیں گے۔ والسلام

المستفتی: سلیم اللہ خان، صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان
امید ہے مزاج بعافیت ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو دینی خدمات کے لئے سلامت رکھے اور دارالعلوم سے بھی دن دگنی رات چگنی خدمت لیتا رہے اور حوادث سے محفوظ رکھے۔
آمین!

پاکستان میں اکابر اسلاف سے بد اعتمادی اور فکری آزادی کی فضا عرصہ سے ہے، بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم اس کی سرکوبی اور عوام و خواص کو اس سے بچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، مگر اس میں زیادہ مشکل اس وقت پیش آتی ہے، جب اس سے بے راہ روی کے داعی اپنے آپ کو اہل حق سے منسوب کرتے ہیں، اسی طرح کا معاملہ یہاں کے ایک جماعتی عنوان ”اشاعت التوحید والسنہ“ کا بھی ہے۔

”اشاعت التوحید والسنہ“ اکابر اہل سنت علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے عقائد سے انکار و تاویل کے راستہ پر چل رہی ہے، اس کے فکری ڈانڈے غیر مقلدیت سے ملتے جلتے ہیں، مگر یہ سارا کام یہ لوگ دیوبندیت کے نام پر کر رہے ہیں اور پاکستان میں دیوبند مدارس کے بورڈ ”وفاق المدارس العربیہ“ سے منسلک ہیں، ارباب وفاق المدارس عرصہ سے ان کو الگ کرنے کی سوچ رہے ہیں، مگر اب تو ان کی دعوت اور آزادی کی حد ہو گئی ہے۔ اکابر کے متفقہ عقائد کو کھلم کھلا کفر و شرک اور اکابر کا نام لے کر انہیں اور ان کی تعلیمات کو یہود و نصاریٰ اور بت پرستی قرار دیتے ہیں، ان حالات میں ”وفاق“ قطعاً ان کے دیوبندیت سے انتساب کو برداشت نہیں کرتا، مگر اس اہم فیصلہ کے لئے ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ دیوبندیت کے علمی مراکز سے بھی مشورہ لیا جائے۔ مدرسہ شاہی مراد آباد دیوبند کے اولین مراکز میں سے ہے؛ اس لئے ایک استفتاء کی صورت میں رائے لی جا رہی ہے، اس سلسلہ میں استفتاء اور استفتاء میں مذکور حوالہ جاتی کتب کے عکس ارسال خدمت ہیں۔

اس طرح فتنوں کے ضرر سے بچنے کے لئے ہم نے ایک حلف نامہ بھی مرتب کیا ہے، تاکہ دینی اداروں کو ایسے حضرات سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اس حلف نامہ کی بھی تصدیق فرمادیں، تاکہ آپ کی تائید سے اس کی اہمیت مزید ہو جائے۔

اس سلسلہ میں احقر کے معتمد مولانا ثار احمد لکھنوی صاحب دامت برکاتہم ہیں؛ اس لئے واپسی پتہ ان ہی کا استعمال فرمائیں۔ جواب میں پوری فائل ارسال نہ فرمائیں، اس پر ڈاک خرچ زیادہ ہے، فقط جواب ہی ارسال فرمادیں۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا، خاص کر

دیوبندیت کے مراکز میں اب سوال سے نئے داخلے ہوتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ رمضان المبارک سے پہلے ہم کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیراً

المستفتی: سلیم اللہ خان، صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان ۱۶/ رجب ۱۴۳۳ھ

جواب منجانب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وبالله التوفیق: آپ نے سوال کے ساتھ ”اشاعت التوحید والسنہ“ کے جو نظریات حوالے کے ساتھ ذکر کئے ہیں، یہ سب نظریات اکابر دیوبند اہل السنہ والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان، اکابر علماء دیوبند کے عقیدہ و مسلک سے منسوب مدارس عربیہ کا وفاق ہے، پس ان مدارس کے عقائد، افکار، نصاب تعلیم اور نظام پر نظر رکھنا ضروری ہے اور جماعت ”اشاعت التوحید والسنہ“ نے اپنے اکثر نظریات میں اعتزال کا راستہ اختیار کر رکھا ہے، غیر مقلدیت سے ملے ہوئے نظر آتے ہیں، لہذا مناسب یہ ہے کہ جماعت ”اشاعت التوحید والسنہ“ کو وفاق المدارس سے علیحدہ کر دیا جائے، ان کو شامل رکھنے میں بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے۔ باقی سوالات کے جوابات ضروری نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔ فقط واللہ اعلم

حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:	الجواب صحیح والحبیب مصیب:
مفتی دارالعلوم دیوبند	ابو القاسم نعمانی غفرلہ	کتبہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ	مہتمم دارالعلوم دیوبند	صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند
	۲۰/ ۱۱/ ۱۴۳۳ھ	۲۰/ ۱۱/ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح:	الجواب صحیح:	الجواب صحیح:
محمد نعمان سینا پوری غفرلہ	وقار علی غفرلہ	محمود حسین غفرلہ بلند شہری
	فخر الاسلام	

جواب منجانب: دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تفصیلی سوال نامہ میں پیش کردہ قطعی حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: ”مجلس اشاعت التوحید والسنہ“ کے عقائد و نظریات اہل سنت والجماعت اور علمائے حق (علمائے دیوبند) کے موقف کے بالکل برخلاف ہیں، بالخصوص اس فرقہ کے نامور مؤلفین نے اپنی کتابوں میں اکابر علمائے دیوبند: حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جس طرح دریدہ دہنی اور طعن و تشنیع کا اظہار کیا ہے، اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان لوگوں کا تعلق علمائے دیوبند سے نہیں ہے؛ بلکہ ان کا جوڑ تشدد اور گمراہ فرقہ غیر مقلدین سے نمایاں ہے۔ بریں بنا وفاق المدارس العربیہ پاکستان جو مسلک اہل حق علمائے دیوبند کا نمائندہ ادارہ ہے، اس ادارہ سے ”اشاعت التوحید والسنہ“ اور اس سے متاثر اداروں کا الحاق برقرار رکھنا ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳ھ/۱۱/۲۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۲۸/۴۰)

الجواب صحیح: اشہد رشیدی

مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد الہند

۱۴۳۳ھ/۱۱/۲۱

پرویزی عقائد رکھنے والے کا حکم

سوال [۳۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) منظور احمد ولد عبدالستار پرویزی عقائد و نظریات کو مانتا ہے اور اسی کی دعوت دیتا ہے، ضروریات دین، زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہے۔ منظور احمد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے حمایتیوں کی بابت کیا ارشاد ہے؟

(۲) منظور احمد کو مسجد، مدرسہ، عید گاہ یا کسی دینی، سماجی امور کا ذمہ دار بنانا کیسا ہے؟ اور بنانے والوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) زکوٰۃ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، جو اس کا انکار کرے گا وہ لامحالہ ایمان و اسلام کی دولت سے محروم ہو جائے گا، مگر غلام احمد پرویز بٹالوی اور اس کے ماننے والوں کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا انکار کیا کرتے ہیں اور سوال نامہ سے معلوم ہوا کہ نص قرآن قطعی کا بھی انکار کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں وہ ایمان کی دولت سے محروم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی فرضیت کا درجہ وہی مقرر فرمایا ہے جو صلاۃ کا ہے، قرآن کریم میں دسیوں مقامات پر: ”اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ“ جیسی آیات قرآنیہ کے ذریعہ سے دونوں کی فرضیت کو ایک درجہ میں بیان فرمایا ہے؛ لہذا جو زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہے، وہ اسلام سے خارج ہوگا اور اس کی حمایت بھی ناجائز اور حرام ہوگی۔

لو قيل لرجل: أد الزكاة، فقال: لا أدري، يكفر. (الفتاوی التاتار حانیۃ، کتاب أحكام المرتدین، الفصل الحادي عشر: فيما يتعلق بالصلاة والزكاة، زکریا ۷/ ۳۲۳، رقم: ۱۰۵۹۵)

ورد النصوص بأن ينكر الأحكام التي دلت عليها النصوص القطعية من الكتاب والسنة كافر. (شرح عقائد، مکتبہ نعیمیہ دیوبند ۱۶۶)

(۲) ایسا شخص مسجد و مدرسہ، اسی طرح کسی قسم کے دینی اور مذہبی اور سماجی امور کا ذمہ دار بننے کا حقدار نہیں ہے اور مسلمانوں کے لئے ایسے شخص کو کسی بھی معاملہ میں دینی امور کا ذمہ دار بنانا جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/ ۱۰۸، تا ۱۵۴) میں پرویزی فرقہ سے متعلق ایک عمدہ رسالہ موجود ہے، اس کو دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۲/۲۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۷۷۳)

فرقہ وارثی

سوال [۳۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بابا جان! میں چاہتا ہوں کہ آپ کا میں سچا پکا غلام بن جاؤ؛ لیکن میں کیسے بنوں یہ سب آپ کے کرم سے ہی ہو پائے گا، مجھ کو بابا جان کچھ نہیں چاہئے، اب سب ہی میرے مخالف ہیں، اب آپ یہ بتائیے میں کیا کروں، بس مجھ کو آپ کی رضا چاہئے، یہ مل گئی تو مجھ کو ہر کچھ مل گیا، آپ کی خوشی میں میری خوشی ہے، بس آپ مجھ کو اپنا غلام بنا لیجئے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا ایک ایک قدم آپ کی رضا کے مطابق چلے اور مجھ سے کوئی بھی غلطی ہوئی ہو اس کو معاف کر دیجئے، آپ کا بڑا کرم ہوگا۔ آپ کا پیارا عبد اللہ

(۱) حاجی وارث علی صاحب دیوہ والے کیا تبع شریعت بزرگ تھے؟

(۲) بزرگوں کے کس سلسلہ سے ان کا تعلق تھا؟

(۳) حاجی وارث علی کی طرف منسوب وارثی تحریک چل رہی ہے، جس کے اثرات ہمارے

علاقہ میں پھیل رہے ہیں، جس کی ایک جھلک استفتاء سے منسلک ہے، یہ عرض وارث تحریک سے متعلق شخص کی ہے۔ کیا وارث تحریک میں شرکت و معاونت جائز ہے؟ کیا ایسے شخص کے

پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ جو اس تحریک سے وابستہ ہو؟

المستفتی: ڈاکٹر عبد الحکیم چھبہ پور ٹانڈہ، امبیڈ کرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فرقہ وارثی کی پوری حقیقت سے ہم واقف نہیں ہیں؛

البتہ بارہ بنکی کے وارث علی شاہ کی خانقاہ سے جو لوگ تعلق رکھتے ہیں، ان کا لباس، ان کا رہن سہن، ان کے اعمال حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت سے میل نہیں کھاتے۔ اور ساتھ منسلک تحریر جس میں وارث علی شاہ سے مانگنے کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں، وہ نہایت خطرناک ہیں، اس میں بعض الفاظ ایمان کے لئے بھی خطرہ کا باعث ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربيعان ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۳۹۷)

فرقہ مہدویہ کا حکم

سوال [۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرقہ مہدویت جب کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام آچکے ہیں اور افغانستان میں موجود ہیں اور ہم لوگ ان کا دیدار کر چکے ہیں یا روپوش ہو چکے ہیں۔ آیا یہ فرقہ داخل از اسلام ہے یا خارج از اسلام ہے؟ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں۔ فقط

المستفتی: امیر خاں (سماجی کارکن) نمبر: 566 سینڈ میں خشتال نگر، کے جی ہلی، بنگلور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فرقہ مہدویہ سید محمد جوینپوری کو مہدی موعود، نبی اور رسول سے بھی افضل مانتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تسلیم کرتا ہے، ان عقائد باطلہ کی وجہ سے فرقہ مہدویہ کو اسلام سے خارج تسلیم کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (کتاب النوازل ۲/ ۹۹ تا ۱۰۳)

وقد ظهر في البلاد الهندية جماعة تسمى المهدوية، ولهم رياضات عملية، وكشوفات سفلية، وجهالات ظاهرية من جملتها أنهم يعتقدون أن المهدي الموعود هو شيخهم الذي ظهر، ومات ودفن في بعض بلاد خراسان وقد أفتوا بوجوب قتلهم على من يقدر من ولاية الأمر عليهم. (مرقاۃ المفاتیح، شرح ما یتعلق بالألفاظ الصوفیة كالقطب والغوث والأبدال، إمدادیہ ملتان ۱۰/ ۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۱۵/۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۰۳۵/۴۱)



۱۶ / باب في الشيعة

شیعہ کافر ہیں یا نہیں؟

سوال [۳۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شیعوں کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے، وہ مطلقاً کافر ہیں یا مسلمان؟

المستفتی: امام مسجد جامع دھنورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تمام اہل سنت والجماعت نے غالی شیعہ کو کافر قرار دیا ہے، ان کے ساتھ شادی کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۲۸۶، جدید ڈابھیل ۲/ ۲۲)

نعم لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها، أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي، أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (شامي، كتاب الجهاد، باب المرتد مطلب مهم في حكم سب الشيخين، ذكرى ۶/ ۳۷۸، کراچی ۴/ ۲۳۷)

وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان، يشير الشيخ رحمة الله إلى الرد على الروافض والنواصب، وقد أثنى الله تعالى على الصحابة هو ورسوله، ورضى عنهم ووعدهم الحسنی. (شرح العقيدة الطحاوية بيروت/ ۴۶۷)

وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين. (هندية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين ومنها ما يتعلق

بالانبیاء، قدیم ۲/ ۲۶۴، جدید زکریا دیوبند ۲/ ۲۷۷، الفتاوی التاتاریخانیہ، زکریا ۷/ ۳۶۴، رقم: ۱۰۶۹۴)

و حرم نکاح الوثنیۃ بالإجماع. (تحتہ فی الشامیۃ): و کل مذهب یکفر بہ معتقدہ. (شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مطلب مهم فی وطء السراری اللاتی یوخذن غنیمۃ، زکریا ۴/ ۱۲۵، کراچی ۳/ ۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ صفر ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۱۰/۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۱۴۱۳ھ

فرقہ اثنا عشریہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۳۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ (میں شیعوں کی معتبر کتابوں سے ان کے عقائد کفریہ نقل فرمائے ہیں۔ اور لکھتے ہیں: کہ فرقہ اثنا عشریہ اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر مسلمان نہیں؛ بلکہ کافر ہیں۔ اور اسی کتاب میں آٹھ سو حضرات اکابر علماء نے اس کی تائید میں کہ شیعہ اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر مسلمان نہیں؛ بلکہ کافر ہیں، دستخط کئے ہیں۔ اور ”فتاویٰ دارالعلوم“ میں ہے: سوال نمبر ۸۶۲: رنڈی کو پیشہ کر کے کھانا اچھا ہے، یا شیعہ سے نکاح کرنا اچھا ہے؟

الجواب: دونوں حرام و ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۷/ ۵۲۳)

اور حدیث شریف میں ہے، امام دارقطنی نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ تم اور تمہارے متبعین جنت میں ہیں، مگر ان میں سے وہ جو دعویٰ کریں گے تمہاری محبت کا، مگر زبان سے اسلام کی توہین کریں گے، پڑھیں گے قرآن، مگر قرآن ان کے حلق سے نہیں

اترے گا، ان کا لقب رافضی ہوگا، جس سے وہ مشہور ہوں گے، پس ایسے لوگوں سے تم جہاد کرنا؛ اس لئے کہ وہ مشرک ہوں گے، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نماز جمعہ اور جماعتوں میں حاضر نہیں ہوں گے اور اسلاف پر لعن طعن کریں گے۔ (تحفۃ اثنا عشریہ/ ۸۸) پس معلوم یہ کرنا ہے کہ:

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ”تحفۃ اثنا عشریہ“ میں شیعوں کے ۳ فرقے لکھے ہیں، اس وقت ہندوستان میں شیعوں کا کون سا فرقہ مسلمان ہے؟
(۲) فرقۃ اثنا عشریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ لڑکے سے سنی لڑکی کا اور سنی لڑکے کا فرقۃ اثنا عشریہ عقیدہ رکھنے والی شیعہ لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) کافی عرصہ ہو چکا ہے کہ سنی لڑکی عابدہ کا نکاح فرقۃ اثنا عشریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ لڑکے سے ہوا تھا اور اس کے بچے بھی ہیں، اب جب کہ معلوم ہو گیا ہے کہ فرقۃ اثنا عشریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ مسلمان نہیں؛ بلکہ کافر ہیں، تو اب عابدہ سنی کا نکاح فسخ ہو گیا ہے یا نہیں؟ اور عابدہ سنی لڑکے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ یا عابدہ شیعہ کے یہاں اپنی زندگی گزار دے گنہ گار تو نہ ہوگی؟

(۴) ہندوستان میں وہ کون لوگ ہیں اور کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ان کا لقب رافضی ہوگا اور وہ مشرک ہوں گے، اے علی! تم ان سے جہاد کرنا۔
(۵) رافضی کے معنی کیا ہیں؟

المستفتی: جلال الدین ادارہ اصلاح امت، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اس وقت ہندوستان میں جن لوگوں کا شیعہ ہونا مشہور ہے اور جن کے باطل عقائد کی بنا پر لوگ ان کو شیعہ کہتے ہیں، وہ سب فرقۃ اثنا عشریہ اور غالی شیعہ ہیں، جن پر کفر کا حکم صادر کیا گیا ہے۔

(۲) فرقۃ اثنا عشریہ لڑکے کے ساتھ سنی لڑکی کا اور سنی لڑکے کے ساتھ فرقۃ اثنا عشریہ

لڑکی کا نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر نکاح ہو چکا ہے تو اس کو ختم کر دینا اور فسخ کرنا واجب ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۴/۲۶۲، ۷/۲۶۵)

و حرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع. و تحتہ فی الشامی: و کل مذهب یکفر بہ معتقدہ. الخ (شامی کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مطلب مہم فی وطء السراری اللاتی یوخذن غیمۃ، کراچی ۳/ ۴۵، زکریا ۴/ ۱۲۵)

ولا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أو أنکر صحبۃ الصدیق أو اعتقد الألویۃ فی علی رضی اللہ عنہ، أو أن جبرئیل غلط فی الوحي، أو نحو ذلك من الکفر الصریح المخالف للقرآن. الخ (شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب مہم فی حکم سب الشیخین، کراچی ۴/ ۲۳۷، زکریا ۶/ ۳۷۸)

(۳) عابدہ سنی لڑکی پر لازم ہے کہ فوراً اس شیعہ سے جدا ہو کر آجائے اور کسی سنی لڑکے کے ساتھ نکاح کر کے باعصمت زندگی گزارے اور اس شیعہ سے طلاق لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے، نیز عدت گزارنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/۲۶۲، ۶/۲۶۵)

(۴) اغلب یہی ہے کہ یہی رافضی شیعہ مراد ہیں۔

(۵) ”رافضی“ کے معنی لغت میں: ”چھوڑ دینے والے“ کے ہیں۔ اور شیعہ کو رافضی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رہنما حضرت زید بن علی کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے۔

أن الرافضة تقول: إن علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی السحاب، فلا نخرج، وسموا رافضة من الرفض، وهو الترك، وسموا رافضة؛ لأنهم رفضوا زید بن علی، فترکوه. (نوی شرح مسلم، مقدمہ، باب بیان أن الاسناد من الدین، طبع ہندی ۱/ ۱۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۳/۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳/ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۴۴/۲۹)

شیعہ کافر ہیں؟

سوال [۳۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید کے دولڑکے عابد اور خالد اور ایک لڑکی عابدہ بالغ ہیں، خالد اور عابدہ نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا ہے، زید کا انتقال ہو گیا ہے، زید یعنی باپ کے ترکہ سے خالد اور عابدہ کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

(۲) شیعہ لوگ مسلمانوں کو ماتم کرنے کے لئے روپیہ دے کر ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے ہیں (اپنی تعداد زیادہ دکھانے کے لئے) تو مسلمانوں کا ماتم کرنا اور روپیہ لینا کیسا ہے؟

(۳) جب کہ علماء دین، مفتیانِ کرام نے شیعوں کو کافر، اسلام سے خارج قرار دے دیا ہے، تو سعودی حکومت شیعوں کے حج پر پابندی کیوں نہیں لگاتی؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

المستفتی: جلال الدین ادارہ اصلاح امت، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) شیعوں کے مختلف فرقے ہیں، جو فرقہ حضرت علیؑ میں اللہ تعالیٰ کو حلول مانتا ہو، یا ان کے نبی آخر الزماں ہونے کا معتقد ہو، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا کو جائز سمجھتا ہو، یا اس جیسے کفریہ اور شرکیہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے۔ صورت مسئلہ میں زید کا لڑکا خالد اور لڑکی عابدہ اگر اس طرح کا غالی شیعہ مذہب اختیار کر لیں، تو وہ مرتد کے حکم میں ہوں گے اور اپنے سنی باپ (زید) کی میراث سے محروم ہوں گے۔ اور اگر اس طرح کے کفریہ و شرکیہ عقائد نہ ہوں؛ بلکہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ میں افضل کہتے ہوں، تو وہ غالی شیعہ نہیں، تفضیلی شیعہ ہیں، وہ اسلام سے خارج نہیں؛ اس لئے انہیں باپ کے ترکہ سے حصہ ملے گا۔

لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ، أو أنکر صحبۃ الصدیق. الخ (شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین، زکریا ۶/ ۳۷۸، کراچی ۴/ ۳۷، عالمگیری، کتاب السیر، الباب التاسع، مطلب موجبات الکفر أنواع، مکتبہ زکریا قدیم ۲/ ۲۶۴، جدید ۲/ ۲۷۶)

المرتد لا یرث من مسلم، ولا من مرتد مثله. (الہندیۃ، کتاب الفرائض، الباب السادس فی میراث اهل الکفر، زکریا قدیم ۶/ ۴۵۵، جدید ۶/ ۴۴۷، إمداد الفتاویٰ ۴/ ۳۵۵)

(۲) اہل شیعہ کے ساتھ مروجہ ماتم کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز اور حرام ہے۔
وَأَمَّا إِتْخَاذُهُ مَاتَمًا لِأَجْلِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَمَا يَفْعَلُهُ الرُّوَافِضُ، فَهُوَ مِنْ عَمَلِ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا. الخ (مجالس الأبرار/ ۲۳۹)

ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح. الخ (الہندیۃ، کتاب الإجارة، الباب السادس عشر، مطلب الإجارة على المعاصي، جدید زکریا ۴/ ۴۸۶، قدیم ۴/ ۴۴۹، بہشتی زیور ۵/ ۵۰)

(۳) علماء اہل سنت والجماعت نے مکمل شیعہ کو نہیں؛ بلکہ بعض غالی شیعہ کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور بظاہر اس طرح کے غالی اور منافق شیعہ کا امتیاز ممکن نہیں؛ اس لئے حکومت سعودی نے ان پر حج کرنے کی پابندی نہیں لگائی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱/ ۲۷۷، جدید زکریا ۱/ ۳۲۸، جدید مطول ۱/ ۴۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/ ۳/ ۱۴۱۷ھ

کیا شیعہ اثنا عشریہ کافر ہیں؟ اور ان کے ذبیحہ کا حکم

سوال [۳۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ شیعہ کافر ہیں یا مسلمان؟ اور ان کے ہاتھ کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت سنی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یوسف چوکھیل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تمام فرقے کافر نہیں ہیں، ہاں شیعہ اثنا عشریہ جن کا عقیدہ تحریف قرآن، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرنا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام پر وحی لانے میں غلطی کا الزام لگانا ہے، وہ باجماع امت کافر اور مرتد ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مسلمان کے لئے کھانا حرام ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/۴۰۳)

نعم لا شک فی تکفیر من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها، أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي، أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للمقرآن. (شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد مطلب مهم فی حکم سب الشیخین، زکریا ۶/۳۷۸، کراچی

۴/ ۲۳۷، ہندیہ، زکریا قدیم ۲/ ۲۶۴، جدید ۲/ ۲۷۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/رجب ۱۴۱۸ھ

۱۵/۷/۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۸۲/۳۳)

شیعہ کے بارہ اماموں کے اسماء

سوال [۳۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شیعہ امامیہ، جن بارہ اماموں کو پانچویں کے مدعی ہیں، وہ کون کون ہیں اور ان کی ترتیب کیا ہے؟ یعنی ان کے نام بنام تعیین فرما دیں، اس دعویٰ کو اہل سنت والجماعت تسلیم کرتے ہیں یا تردید کرتے ہیں، مزید تردید پر ضرور روشنی ڈالیں۔

حدیث میں اہل سنت کے نزدیک جو بارہ اماموں کا ذکر ہے، اس سے متعلق سوال نہیں؛ بلکہ ان کے دعویٰ کے مطابق بارہ امام کون کون ہیں؟ اور اہل سنت کے یہاں وہ مسلم ہیں یا مردود؟
المستفتی: محمد خدا بخش گوبند پور، ۲۴/ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شیعہ امامیہ جن بارہ اماموں کو مانتے ہیں، وہ بالترتیب حسب ذیل ہیں: حضرت علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی زین العابدینؑ، محمد باقرؑ، جعفر صادقؑ، موسیٰ کاظمؑ، علی رضاؑ، محمد تقیؑ، علی نقیؑ، حسن عسکریؑ، محمد قاسم منتظرؑ۔ اور اہل سنت والجماعت اس کی تردید کرتے ہیں۔

لا کما زعمت الشيعة خصوصاً الإمامية منهم أن الإمام الحق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم علي ثم ابنه موسى الكاظم، ثم ابنه علي الرضا، ثم ابنه محمد التقي، ثم ابنه علي النقي، ثم ابنه الحسن العسكري، ثم ابنه محمد القاسم المنتظر المهدي. (شرح العقائد، مکتبہ نعیمیہ دیوبند ۱۵۴، ۱۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/ شعبان ۱۴۳۲ھ

۱۲/ ۸/ ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۴۰/۲۰)

بارہ خلفاء کے مصداق

سوال [۳۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صحیح مسلم جلد دوم، کتاب الامارت حدیث نمبر: ۸۴۷ سے لے کر ۸۵۷ تک لکھا ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: میرے بعد یہ دین بارہ خلیفوں تک برابر غالب اور محفوظ رہے گا۔ علماء دین ہمیں یہ بتلائیں کہ ان بارہ خلیفوں کے نام کیا ہیں؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: (مولانا) اللہ دئے، شہباز پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ خلفاء کے مصداق درحقیقت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی معلوم ہے۔ کمال قال النووی: واللہ أعلم بمراد نبیہ ﷺ۔ (نوی، کتاب الإمارة ۱۹/۲)

البتہ یہ حدیث شریف ترمذی شریف، کتاب الفتن، باب الخلفاء ۲/۴۵ اور ابوداؤد شریف، کتاب المہدی ۲/۲۳۲ میں بھی موجود ہے۔ حواشی اور شروحات میں کچھ عقلی استدالات سے لوگوں نے اپنے اپنے عقیدے کے مطابق مطالب نکالنے کی کوششیں کی ہیں، چنانچہ اہل شیعہ میں سے فرقہ اثنا عشریہ کہتا ہے کہ اس کا مصداق بارہ امام ہیں: حضرت علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی زین العابدینؑ، محمد باقرؑ، جعفر صادقؑ، موسیٰ کاظمؑ، علی رضاؑ، محمد تقیؑ، علی نقیؑ، حسن عسکریؑ، محمد بن الحسن المہدی المنتظرؑ۔ یہ ان کے عقیدہ باطلہ کے مطابق ہے۔ (بذل المجہود، کتاب الفتن، باب فی ذکر المہدی، قدیم ۵/۱۰۱، جدید دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۲/۳۲۳)

اہل سنت والجماعت میں سے بعض نے کہا کہ پے درپے بارہ خلفاء بنو امیہ مراد ہیں، چاہے وہ لوگ عادل ہوں یا جابر، مگر ان کی خلافت میں اسلام کی قوت و شوکت اور ترقی و زیادتی ہوتی رہی، دور صحابہ کے بعد بارہ خلفاء یہ ہیں: (۱) یزید بن معاویہ (۲) معاویہ بن یزید (۳) عبد الملک (۴) ولید (۵) سلیمان (۶) قمر بن عبد العزیز (۷) یزید بن عبد الملک (۸) ہشام (۹) ولید بن یزید (۱۰) یزید بن ولید بن عبد الملک (۱۱) ابراہیم بن ولید (۱۲) مروان بن محمد۔ (حاشیہ ترمذی، کتاب الفتن، باب الخلفاء ۲/۴۶)

اور بعض نے کہا کہ وہ خلفاء پے درپے نہیں ہوں گے؛ بلکہ خلفاء راشدین کی سیرت پر ہوں گے اور ان میں سے سب سے اخیر میں حضرت امام مہدی علیہ السلام ہوں گے، اسی کو صاحب 'بذل المجہود' نے حق کہا ہے۔

المراد بهم الذین هم علی سیرۃ الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم،

و آخرهم الإمام المهدي، وعندي هذا هو الحق. (بذل المجهود، کتاب المهدي، قدیم ۵/ ۱۰۱، دار البشائر الإسلامیہ ۱۲/ ۳۲۳)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کا مصداق اور نام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۴/۲۳)

شیعہ کا ذبیحہ، نماز جنازہ اور ان کے یہاں شادی کرنے کا حکم

سوال [۳۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شیعہ حضرات کے ہاتھ کا ذبیحہ ہم اہل سنت والجماعت کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲) کیا ہم ان کی شادی بیاہ میں شریک ہو سکتے ہیں؟

(۳) کیا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟

(۴) کچھ احباب نے ان کے یہاں اپنے بچوں کا نکاح کیا ہے، تو شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد عظیم لاجپت نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) شیعہ غالی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو الوہیت کا درجہ دیتے ہیں اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مذمت کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگاتے ہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں، اس کا کھانا جائز نہیں اور شیعہ تفضیلی جو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں، ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اور ہمارے ہندوستان میں اکثر شیعہ غالی ہیں۔ (مستفاد:

کفایت المفتی، قدیم ۱/ ۲۷۶، جدید زکریا ۱/ ۳۲۷، جدید مطول ۱/ ۴۳۵)

وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة، فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة، فإنه مبتدع لا كافر. الخ. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مطلب مهم في وطء السراى اللاتى يوخذن غنيمه، مكتبه زكريا ۴/ ۱۳۵، كراچى ۳/ ۴۶)

إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر. (شامي، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم في حكم سب الشيخين، زكريا ۶/ ۳۷۷، كراچى ۴/ ۲۳۷)

(۲) شیعہ عالمی کی شادی میں شرکت نہ کرنے سے فتنہ کا خطرہ ہو تو شرکت کی گنجائش ہے۔ الضرر یزال. الخ (الأشباه / ۱۳۹)

(۳) ان کے جنازہ میں شرکت سے گریز کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۳۰، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵/ ۳۴۳)

(۴) شیعہ عالمی سے نکاح جائز نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/ ۹۰)

إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر. الخ (شامي، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم في حكم سب الشيخين، زكريا ۶/ ۳۷۷، كراچى ۴/ ۲۳۷)

وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين. (هندية، كتاب السير، الباب التاسع، مطلب موجبات الكفر أنواع، زكريا جديد ۲/ ۲۷۷، قديم ۲/ ۲۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۰۶/۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۱/۱۴۲۵ھ

شیعہ روافض کے ساتھ کھانا پینا اور ان کے اموال مساجد وغیرہ میں صرف کرنا

سوال [۳۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: کہ اہل شیعہ کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل فرمائیں، مزید برآں ان کے مردوں پر نماز جنازہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان کے اموال سے مساجد وغیرہ کی تعمیر کی جاسکتی ہے؟ ایسے ہی متبرک مقامات میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ امید کہ حضرت والا قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب واضح فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد وسیم سینا پوری، متعلم مدرسہ ہذا، المتوطن شیخ پور، سینا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غالی شیعہ مثلاً فرقۃ اثنا عشریہ چار صحابہ کے ماسوائے تمام صحابہ کے مرتد ہونے وتحریف قرآن وعصمت ائمہ (جو ختم نبوت کو مستلزم ہے) کے عقیدہ کی بنیاد پر کافر مرتد ضال مضل وخارج از اسلام ہیں۔ (ماہنامہ الفرقان ٹمینی اور اثنا عشریہ صفر تا ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ ص: ۱۳۱، ایک اہم استفتاء از مولانا منظور نعمانی صاحب/ ۳)

إذا رأيت الرجل ينقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زنديق، وذلك أن القرآن حق والرسول حق، وما جاء به حق، وما أدى ذلك إلينا كل إلا الصحابة، فمن جرحهم إنما أراد إبطال الكتاب والسنة، فيكون الجرح به أليق والحكم عليه بالزندقة والضلالة أقوم وأحق. الخ (فتح المغیث/ ۳۷۵، مظاهر حق ۴/ ۶۵۵، فتاویٰ رحیمیہ، قدیم ۴/ ۴۴،

جدید زکریا ۳/ ۷۷)

كل كافر تاب فتوبته مقبولة في الدنيا والآخرة إلا جماعة الكافر بسب النبي وسب الشيخين أو أحدهما. الخ (مرقاۃ، باب مناقب الصحابة،

الفصل الأول، مكتبہ إمدادیہ ملتان ۱۱/ ۲۷۳، حاشیۃ بخاری شریف ۱/ ۵۱۵)

لہذا ان کی نماز جنازہ جائز نہیں ہوگی، نیز ان کے اموال کو خالص دینی کام و مذہبی معاملہ میں قبول نہ کیا جائے، اگر ضرورت ہو تو اولاً شیعہ کسی سنی کو مالک بنادے، پھر وہ سنی مسجد میں خرچ کر دیا کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ، قدیم ۶/ ۸۹، زکریا ۹/ ۱۰۱)

نیز ان کے ساتھ کھانا پینا بھی بند کر دینا ضروری ہے۔ ﴿وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ . [سورة الہود: ۱۱۳] فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۰/۲۴)

شیعوں کے مکان پر قرآن خوانی میں شرکت اور شیرینی کھانا

سوال [۳۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ شیعہ حضرات (جو بظاہر صحابہ کرام کو مطعون نہیں کرتے اور اعلانیہ تبراً بازی بھی سننے میں نہیں آتی، ایسے شیعہ حضرات کے مکان پر قرآن خوانی میں شرکت کرنا اور ان کے یہاں سے ملنے والی شیرینی وغیرہ کھانا از روئے شرع جائز ہے؟ المستفتی: سید ظفر علی حسنی دتیا، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہندوستان میں رہنے والے جتنے بھی شیعہ ہیں، تقریباً سبھی اثنا عشریہ اور شیعہ غالی ہیں، جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کرتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی شیعہ تفضیلی ہو اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے۔ اور شیعوں میں ایک عمل تقیہ کا ہے، یعنی سنیوں کو دھوکہ دے کر کامیابی حاصل کرنے کا؛ اس لئے سوال نامہ میں درج کردہ کوئی بھی عمل شیعوں کے یہاں جا کر کرنے سے ہر سنی کو گریز کرنا چاہئے، اب رہی دوسری بات کہ قرآن خوانی کر کے شیرینی وغیرہ تقسیم کر کے کھانے کا حکم کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ کھانا اور شیرینی وغیرہ کے لوازمات کے ساتھ قرآن خوانی ممنوع ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱/ ۲۷، ۵/ ۱۹۸، جدید زکریا ۱/ ۳۲، جدید زکریا مطول ۱/ ۴۳۶، محمودیہ جدید ڈابھیل ۲/ ۵۳، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۰، ۵/ ۲۹۷، رحیمیہ قدیم ۶/ ۱۸۲، جدید زکریا ۷/ ۱۰۷، دینی مسائل اور ان کا حل/ ۹۳)

الرافضی إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما - والعياذ بالله - فهو

کافر، وإن کان یفضل علیا کرم اللہ وجہہ علی أبی بکر رضی اللہ عنہ لا یكون کافرا، إلا أنه مبتدع. (ہندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع، مطلب موجبات الکفر أنواع، جدید زکریا ۲/ ۲۷۶، قدیم ۲/ ۲۶۴، شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین، کراچی ۴/ ۲۳۷، زکریا ۶/ ۳۷۷)

یکرہ اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختیم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص، والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل یکرہ، وقال: هذه الأفعال کلها للسمعة والریاء، فیتحرز عنها؛ لأنهم لا یریدون بها وجه اللہ تعالیٰ. (شامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنائزۃ، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، کراچی ۲/ ۲۴۰، زکریا ۳/ ۴۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ رجب ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۸۳/۳۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۷/ ۱۴۳۰ھ

تعزیه بنانے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

سوال [۳۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے کہا: تعزیه بنانا اور اس میں شرکت کرنا شرک ہے، جو اس کام کو کرے گا وہ شرک کا مرتکب ہوگا۔ اور شرک کرنے کے بعد ایمان سے خارج ہو گیا اور ایمان سے خارج ہونے سے بیوی حرام ہوگئی، اس حالت میں جو بچے ہوں گے، وہ حرام ہوں گے، اصلیت کیا ہے؟ واقعہ حدیث سے ثابت ہے؟ مدلل حوالہ کے ساتھ جواب عطا فرمائیں۔

المستفتی: خلیق الزماں ایڈوکیٹ مسلم کالج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تعزیه بنانے اور تعزیه داری میں شرکت کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) تعزیر کے اندر غیبی اور خدائی طاقت و تاثیر کے اعتقاد سے بناتے ہیں اور شرکت کرتے ہیں اور اس اعتقاد سے منتهیں اور مرادیں مانگتے ہیں، تو یہ شرک اعتقادی ہے، اس کی وجہ سے ایمان سے خارج ہو جاتے ہیں، بیوی حرام ہو جاتی ہے، تجدید ایمان و تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۶/ ۸۸)

قَالَ اتَّعْبِدُونَ مَا تَنْحِتُونَ. وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ. [سورة

الصفات، آیت: ۹۵، ۹۶]

ما یكون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح، واولاده اولاد زنا، وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة، وتجديد النکاح الخ. (درمختار مع الشامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب: لا یقتل إذا ارتد، زکریا ۶/ ۳۹۰، کراچی ۴/ ۲۴۶)

(۲) محض ظاہری تعظیم کے طور پر رسماً اور رواجاً بناتے ہیں اور شرکت و سجدہ و تعظیم کرتے ہیں، نیز خدائی طاقت و تاثیر کا اعتقاد بھی نہیں ہے، تو یہ شرک عملی ہے، اس کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتے، بیوی حرام نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کی وجہ سے فاسق ہوتے ہیں، اگر زید کی مراد تعزیر کی پہلی صورت ہے، تو اس کا قول صحیح ہے۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو اس کا قول غلط ہے، نیز اگر مراد آباد کے لوگ تعزیر داری کی دوسری صورت کرتے ہیں، تو وہ لوگ شرک اعتقادی کے مرتکب نہیں ہیں، ان کی بیویاں حرام نہیں ہوں گی؛ بلکہ سب فاسق اور مستحق لعنت ہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ، زکریا دیوبند ۶/ ۸۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۸۸، جدید ڈابھیل ۲/ ۴۳، فتاویٰ رجیمیہ قدیم ۲/ ۳۴۳، جدید زکریا ۲/ ۷۰)

لعن الله من زار بلا مزار، ولعن الله من زار شجرا بلا دمع، ومرتبه گفتن و خواندن و شنیدن (إلى قوله) و فریاد و نوحه كه آن و سفیه كویى نمودن و جرح خوردن همه حرام است الخ (فتاویٰ عزیزی ۱/ ۱۴۷، ۱، هكذا فتاویٰ إحياء العلوم/ ۱۴۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ محرم ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۱۰۶۵)

۱۷ / باب فی القادیانی

مسلمان کے لئے قادیانیوں سے میل جول رکھنا اور ان کی تقریبات میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

سوال [۳۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا فرقہ قادیانی اسلام میں داخل ہے یا نہیں؟ ان سے کسی قسم کا میل جول، لین دین رکھنا، شادیوں میں خوشیوں میں شریک ہونا یا شریک کرنا، چاہے ان سے کسی قسم کا رشتہ ہو یا نہ ہو کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قادیانی فرقہ اپنے عقائد باطلہ کی بنا پر کافر مرتد خارج از اسلام ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ کراچی ۲/ ۲۲۱، دیوبند ۲/ ۲۳۶، کفایت المفتی، قدیم ۱/ ۳۱۰، جدید زکریا ۱/ ۳۵۹، جدید زکریا مطول ۱/ ۴۶۱، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۶۸، فتاویٰ دارالعلوم ۱۲/ ۳۳۴)

والکفر شرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضروریہ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، زکریا ۶/ ۳۵۶، کراچی ۴/ ۲۲۳، الأشباہ ۱/ ۲۹۲)

نیز ان کے ساتھ شادیوں اور خوشیوں میں شرکت اور ان کے ساتھ رشتہ داری ناجائز اور حرام ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ کراچی ۲/ ۲۲۳، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۶۳، محمودیہ قدیم ۵/ ۳۰۸، ۱/ ۴۸، جدید ڈابھیل ۲/ ۱۳۰، شرح فقہ اکبر، مکتبہ اشرفی دیوبند: ۱۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۱۰۱۹)

مؤمنہ عورت کے لئے قادیانی شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں ہے

سوال [۳۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قادیانی کی بیوی کے نام زید نے زمین رہن رکھی ہے (جو خود حرام ہے) اس بات پر کہ وہ مؤمنہ ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یا تو زنا کا دروازہ کھول رہا ہے اور حرام کاری ہو رہی ہے، یا کوئی بات نہیں کیسا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر شوہر قادیانی ہے اور بیوی مؤمنہ ہے تو دونوں میں تفریق اور علیحدگی واجب ہے، ورنہ آپس کی ازدواجی زندگی حرام کاری اور زنا کاری میں شمار ہوگی۔ اور اولاد کو اولاد زنا کہا جائے گا۔

ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح، وأولاده أولاد زنا.
النخ (شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب: لا یقتل إذا ارتد، زکریا ۶/ ۳۹۰، کراچی ۴/ ۲۴۶، ۲۴۷/ ۴، ۲۴۸/ ۲)

وطؤه مع امرأته زنا، والولد المتولد في هذه الحالة يكون ولد الزنا. (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب أحکام المرتدین، الفصل الأول، مکتبہ زکریا ۷/ ۲۸۴، رقم: ۱۰۴۹۵، المحيط البرہانی، کتاب السیر، الفصل الثانی والأربعون، المجلس العلمی ۷/ ۳۹۹، رقم: ۹۱۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۹/۲۴)

مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت، معراج جسمانی کا منکر ہے؟

سوال [۳۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: کہ مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور معراج جسمانی کے بھی منکر ہیں، ان دونوں باتوں کا کیا جواب ہے، کیا اور پارٹی بھی ختم نبوت کی منکر ہے۔

المستفتی: غلام حسین انجینئر ۶۶ کھالا پار، ضلع مظفر نگر (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ختم نبوت کا منکر نص قطعی کے انکار کی بناء پر کا فر مرتد خارج از اسلام ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. [الأحزاب: ۴۰]

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فأنا موضع اللبنة، جئت فختمت الأنبياء عليهم السلام. الحديث (مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، النسخة الهندية ۲/ ۲۴۸، بيت الأفكار، رقم: ۲۲۸۷، وفي البخاري: وأنا خاتم النبيين الخ، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين، النسخة الهندية ۱/ ۵۰۱، رقم: ۳۴۱۰، ف: ۳۵۳۵، وفي صحيح ابن حبان: ختم بي الرسل، صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، ما ذكر تمثيل المصطفى ﷺ مع الأنبياء بالقصر المبني ۶/ ۸۳، رقم: ۶۴۱۵، مشكوة ۲/ ۵۱۱، نبراس/ ۲۷۹)

وفي رواية: ختم بي الأنبياء. (مسند أبي داؤد الطيالسي، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۶۷، رقم: ۱۸۹۴)

معراج جسمانی مسجد حرام سے بیت المقدس تک نص قطعی سے ثابت ہے، اس کا منکر کا فر ہے، بیت المقدس سے آسمان تک حدیث مشہور سے ثابت ہے، اس کا منکر فاسق ہے، آسمان سے جنت و عرش الہی وغیرہ تک اخبار آحاد سے ثابت ہے، اس کا منکر گنہگار ہوگا، تو بہ لازم ہے۔

فالإسراء وهو من المسجد الحرام إلى بيت المقدس قطعي، أي يقيني ثبت بالكتاب، أي القرآن، ويكفر منكره، والمعراج من الأرض

إلى السماء مشهور، أي ثابت بالحديث المشهور، فلا يكفر منكروه، بل يفسق، ومن السماء إلى الجنة أو العرش أو غير ذلك أحاد أي مروى بخبر الآحاد، ويأثم منكروه. الخ (نبراس شرح عقائد / ۲۹۵)

ہاں اور پارٹی بھی ختم نبوت کی منکر گزری ہے، مثلاً یمامہ کے قبیلہ بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اور یمن میں اسود عنسی وغیرہ۔

وكفر من كفر من العرب، وهذه الفرقة طائفتان: إحداهما صاحب مسيلمة من بني حنيفة وغيرهم الذين صدقوه على دعواه في النبوة، وأصحاب أسود العنسي ومن كان من مستجبيه من أهل اليمن وغيرهم، وهذه الفرقة بأسرها منكرة لنبوة سيدنا محمد ﷺ مدعية للنبوة لغيره. (بذل المجهود، كتاب الزكوة، مكتبه يحيى سهارنپور ۳/ ۲، دار البشائر الإسلامية، بيروت ۶/ ۲۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶/ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۶/۲۳)



۱۸ / باب فی البریلویۃ

بریلوی فرقہ کی ابتداء کب ہوئی؟

سوال [۳۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل ہماری طرف دیوبندی اور بریلوی مسئلہ بہت طول پر ہے، تو اس کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اور یہ جو اعلیٰ حضرت ہیں یہ کس مدرسہ کے طالب علم تھے؟ اور کیا مدرسہ بریلوی کا پرانا ہے یا مدرسہ دارالعلوم پرانا ہے؟ یہ رضا خانی حضرات یہ مسئلہ بہت ابھارتے ہیں کہ مدرسہ بریلی والوں کا پرانا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ دیوبندی کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی، تو کیا یہ حضرات حق پر ہیں۔

(نوٹ) کسی ایسی کتاب کا نام تحریر فرمادیں جس سے ان رضا خانیوں کو کچھ جواب دیا جاسکے۔
المستفتی: نسیم احمد موضع بیلنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بریلوی مہم کا آغاز اس وقت ہوا جس وقت ندوۃ العلماء میں مختلف مکاتب فکر مشاہیر علماء کو مدعو کیا گیا تھا، اس میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کسی بات پر ناراض ہو گئے اور جلسہ سے اٹھ کر چلے گئے، اسی وقت سے مولانا احمد رضا صاحب اور بریلویوں نے علماء دیوبند پر طرح طرح کے اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ سوال میں پوچھا گیا ہے کہ دیوبندیوں کا مدرسہ پرانا ہے یا بریلویوں کا؟ تو جواب یہ ہے کہ دیوبندیوں کا مدرسہ پرانا ہے؛ اس لئے کہ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب انجمن ندوۃ سے ناراض ہو کر واپس آئے تھے، اس وقت ان کا کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ یہ واقعہ ۱۳۱۲ھ کا ہے۔ (سوانح مولانا محمد علی مونگیریؒ) اور دارالعلوم دیوبند کا قیام

۱۲۸۳ھ میں ہوا، جس وقت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی عمر صرف گیارہ سال تھی اور ان کی پیدائش ۱۲۷۲ھ میں ہوئی ہے اور قیام دارالعلوم کے صرف چھ ماہ کے بعد مظاہر علوم سہارنپور کا قیام عمل میں آیا، پھر ۱۲۹۶ھ میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کا قیام عمل میں آیا جو اس واقعہ سے بہت پہلے قائم ہو چکے تھے، بریلویوں کا کوئی مدرسہ اس وقت تک وجود میں نہیں آیا تھا۔ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنے والد مولانا نقی علی صاحب سے ہی تعلیم حاصل کی ہے۔ ”نزہۃ الخواطر ۸/۴۲“ میں ان کے تفصیلی حالات موجود ہیں۔ (مستفاد: محاضرات در رضا خانیت ۱/۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۶/۱۴۱۸ھ

ایک بریلوی طالب علم کے نازیبا جملے کا جواب

سوال [۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ علماء بریلی کو ماننے والے اور خیالات رکھنے والے ندوۃ العلماء اور دیوبند کے مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد جب وہ لڑکے کسی مدرسہ یا مسجد میں امامت کرتے ہیں، تو وہ لڑکے کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی، اسی طرح سے ہم ندوہ اور دیوبند کے مدرسہ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اہل ندوہ اور دیوبند کو کافر کہتے ہیں، ایسے لڑکوں کو کیا کہا جائے؟

المستفتی: افروز عالم قاری نذیر اشرف کھجور والی مسجد
پرانہ چبوترہ، وزیر باغ، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی گود میں

پرورش نہیں پائی؛ بلکہ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ جن کے بارے میں حدیث میں بڑی فضیلتیں آئی ہیں، ان کی گود میں پرورش پائی ہے، فرعون کی تربیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی تعلق نہیں رہا، ایسے ہی دارالعلوم دیوبند میں طلبہ کو تعلیم و تربیت دینے والے وہ اساتذہ کرام ہوتے ہیں، جو حدیث و فقہ اور تفسیر کا درس دیتے ہیں، اسی طرح ندوۃ العلماء میں تربیت دینے والے وہ اساتذہ ہوتے ہیں، جو حدیث و فقہ اور ادب کا درس دیتے ہیں، اگر سوال نامہ میں درج کردہ دھوکہ باز شخص اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں تربیت پائی ہے، تو مسلمانوں کو آگاہ ہو جانا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے تربیت نہیں پائی؛ بلکہ اس خاتون جنت سے تربیت پائی ہے، جن کے بارے میں احادیث شریفہ میں حیرت انگیز انداز سے فضیلت بیان کی گئی ہے، یعنی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جیسے اہل حق میں سے تھیں، اسی طرح دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کے طلبہ بھی ان ہی اساتذہ سے تربیت پاتے ہیں، جو اہل حق میں سے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے؛ اس لئے اس دھوکہ بازی کی ظاہری دلیل اسی کے سر لوٹ جاتی ہے۔

فلما فتحته رآته عليه السلام، فأحبته وأعلمت فرعون وطلبت منه أن يتخذه ولداً، وقالت: قرّة عين لي ولك لا تقتلوه، فقال لها: يكون لك وأما أنا فلا حاجة لي فيه. (روح المعاني، سورة طه: ۳۹، مکتبہ زکریا ۲۷۷/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۸/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ شعبان ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۱۹/۳۷)

دیوبندیوں اور بریلویوں کے عقائد میں کیا کیا فرق ہیں؟

سوال [۳۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر عیب و نقصان، کذب اور ظلم بلکہ ہر برائی سے پاک و منزہ ہے، اس کی ذات و صفات میں کوئی عیب اور کسی طرح کا نقصان ہرگز ممکن نہیں۔ (قرآن کریم و احادیث کریمہ)

(۱) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے، ظلم کر سکتا ہے، جو کچھ گندے گھنوںے کام بندے کر سکتے ہیں وہ سب گندے گھنوںے کام کرنا اللہ کے لئے کوئی عیب نہیں، نہ ان کاموں کے کرنے کی وجہ سے اس کی ذات میں نقصان آ سکتا ہے۔ (دیکھئے براہین قاطعہ، مصنفہ مولوی خلیل احمد)

(۲) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عز و جل نے اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ علم عطا کیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے کم اور جملہ مخلوقات الہیہ کے علم سے زیادہ ہے، جو شخص مخلوق کے کسی علم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے زیادہ بتائے وہ مرتد ہے اور اس کی بیوی نکاح سے خارج ہے۔ (قرآن کریم و احادیث شریفہ، کتاب الشفاء، نسیم الریاض)

(۳) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے شیطان اور ملک الموت کا علم زیادہ ہے، شیطان اور ملک الموت کے لئے محیط زمین کی وسعت علم دلیل شرعی سے ثابت ہے اور فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کا ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت ہوتا ہے۔ (دیکھئے براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد ایڈیٹوری/۱۵)

(۴) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی نہیں؛ بلکہ تمام مؤمنین و کفار کی عاقبت کا حال جانتے ہیں اور زمین و آسمان کا کوئی گوشہ نگاہ رسالت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ (قرآن کریم و احادیث کریمہ)

(۵) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے انجام کی خبر ہے نہ دیوار کے پیچھے کی۔ (دیکھئے براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی/ ۵۱، ۱۶، ۱۷، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ)

(۶) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، یعنی سب سے آخری نبی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اب کوئی نیا نبی ہرگز نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں جو لفظ خاتم النبیین وارد ہوا ہے، اس کے معنی منقول متواتر آخر النبی ہیں، جو شخص اس کو عوام کا خیال قرار دیتا ہے، وہ شخص قرآن کریم کے معنی منقول متواتر کا منکر ہے۔ (قرآن کریم و احادیث شریفہ)

(۷) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معنی میں خاتم النبیین سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں، عوام یعنی نا سمجھ لوگوں کا خیال ہے، سمجھ دار لوگوں کے نزدیک اس میں کوئی فضیلت نہیں، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے سے حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ (ماخوذ از تحذیر الناس/ ۳، سطر ۴، ۵، ۶، مصنفہ مولوی محمد قاسم)

(۸) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو بعض غیبی چیزوں کا علم عطا کیا ہے وہ اس قدر وسیع و جلیل و عظیم ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کا علم رسول اللہ کے علم کے ساتھ مقدار یا کیفیت میں کسی طرح مشابہ نہیں ہو سکتا۔ (قصیدہ بردہ مبارکہ للعلامة البوصیری رضی اللہ عنہ)

(۹) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بعض غیبی چیزوں کا علم حاصل ہے، ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیت نہیں، ایسا علم غیب تو تمام لوگوں کو بلکہ ہر پاگل کو بلکہ تمام جانوروں چوپایوں کو بھی حاصل ہے، چنانچہ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم تو زید و عمر و بکر ہر صبی و مجنون؛ بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان / ۸)

تبلیغی جماعت کے بانی جنہوں نے تبلیغی جماعت قائم کی مولوی محمد الیاس ہیں، وہ کہتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ و نماز ہے، خدا کی قسم یہ تحریک صلوٰۃ و نماز نہیں۔ ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، مجھے ایک ایسی قوم پیدا کرنی ہے (جو دینی دعوت ہو) اور کہا مولانا اشرف علی تھانوی نے: بہت بڑا کام کیا ہے، بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے۔ اور یہ ہیں مولوی اشرف علی صاحب کی تعلیمات جو آپ نے پڑھیں۔ (ملفوظات الیاس / ۵۷)

مرتبہ: فقیر مولوی سید شاہد علی رضوی، شیخ الحدیث و ناظم جامعہ اسلامیہ گنج قدیم رامپور شائع کردہ: انجمن اظہار حق، جمال نگر رامپور (یوپی)

مورخہ ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۹۷ء

نیوتان پرنٹنگ پریس باغیچہ چھوٹے میاں، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس پرچہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت اشرف علی صاحب تھانویؒ کی طرف اور ان کی کتابوں کا نام لے

کرجن باتوں کو جس طریقہ سے پیش کیا گیا ہے، ان کی کیا حقیقت ہے، ان اکابر کی کتابوں کو براہ راست دیکھنے سے پتہ چل سکتا ہے، ان کتابوں کو دیکھنے سے قبل کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، دشمنوں کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہمیشہ رہا ہے، اس سے انشاء اللہ تعالیٰ دین اسلام کی تبلیغ کرنے والوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور مذکورہ اکابر اور بزرگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں، قرآن کریم کی ہر آیت کو حق مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کا جو بھی علم ہوا ہے، وحی الہی کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے، بغیر وحی کے حاصل نہیں ہوا، ہمارے ان تمام اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، علم غیب اس کو کہتے ہیں جو بلا کسی واسطہ سے اور بلا کسی کنکشن اور بلا کسی رابطہ سے حاصل ہوتا ہو اور بلا کسی فرشتہ اور بلا کسی وحی کے حاصل ہوتا ہو۔ اور جو علم کسی واسطہ اور وحی کے توسط سے حاصل ہوتا ہے، اس کو علم غیب نہیں کہتے ہیں، یہی مذکورہ بزرگوں اور اکابر کا عقیدہ ہے، جو ان حضرات کی کتابوں کو براہ راست دیکھنے کے بعد معلوم ہوگا، باقی جھوٹا الزام لگانے والے خود ان الزامات کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس پرچہ میں جو الزامات لگائے گئے ہیں، ان سب کے جوابات دیئے جا چکے ہیں، ”بوارق الغیب“ اور ”مطالعہ بریلویت“ وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۸ھ / ۶ / ۱۹

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۶۲)



۱۹ / باب فی المودودیۃ و غیرہا

کیا جماعتِ اسلامی اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

سوال [۳۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جماعتِ اسلامی کے لوگ صحیح العقیدہ حنفی اور متبعِ اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

المستفتی: ضیاء الرحمن اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جماعتِ اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلام کی ایسی تشریح کی ہے، جو عام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے، ان کے نزدیک پورے اسلام کو نہ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت نے سمجھا اور نہ تابعین تبع تابعین، محدثین، فقہاء کرام نے سمجھا، نیز ان کے نزدیک خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام پر بھی جاہلیت اور غیر اسلامی جذبے حملے کرتے تھے۔ نعوذ باللہ۔ اب آپ خود اندازہ کر لیں کہ ان کا عقیدہ اہل سنت والجماعت اور متبعِ مسلک حنفی کے خلاف ہے یا صحیح ہے؟ ایسے عقائد کا حامل شخص کم از کم فاسق ہے؛ لہذا اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۵۶، جدید ڈائجیل ۲/ ۱۴۳، کفایت المفتی قدیم ۱/ ۳۲۰، جدید زکریا ۱/ ۳۶۸، جدید زکریا مطول ۱/ ۵۴۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۵/ ۱۴۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰۲۰/۳۱)

مودودی مسلک کی حقیقت

سوال [۳۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مودودی صاحب کی ایجاد کردہ جماعت اسلامی کے عقائد پر چلنے والے اور ماننے والے کے ایمان میں کوئی نقصان آئے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسماعیل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مودودی صاحب اور ان کے پیروکار لوگ گمراہ، فاسق اور امت کے سواد اعظم اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلد نہیں ہیں، شریعت، مسائل اور قرآن کو ماہر فن محدث، فقیہ اور معتبر علماء کو استاذ بنائے بغیر خود سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں حضرات صحابہ اور حضرات انبیاء کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے صحابہ کی عظمت شان کو مجروح کر دیا، فقہاء اور مسائل فقہیہ کا مذاق اڑایا؛ اس لئے یہ گمراہ کن جماعت ہے، ان کے عقائد بھی اضطراری حالت میں ہیں؛ لیکن ان کو ہم ایمان سے خارج نہیں سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کے یہاں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، وہ اللہ کے علم میں ہے، وہ اسلام کے فرقہ باطلہ میں سے ایک فرقہ ہے، انہوں نے حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت خالد بن ولید وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خاص طور پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے، جو خلافت و ملوکیت اور تجدید حیات دین اور تفہیم القرآن کے مختلف مضامین اور مختلف عبارات سے واضح ہے، نیز حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر پر بھی نازیبہ جملہ استعمال کیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۴/۳۳، جدید زکریا ۳/۷۰، کفایت المفتی قدیم ۱/۳۲۰، جدید زکریا ۱/۳۶۸، جدید زکریا مطول ۱/۵۴۶، فتاویٰ شیخ الاسلام ۱۹۲، محمودیہ قدیم ۱۲/۷۷، جدید ڈائجیل ۲/۱۵۷، احسن الفتاویٰ ۱/۲۲۹)

فمن نسبہ أو واحدا من الصحابة إلى الكذب، فهو خارج عن الشريعة، وقد لعن رسول الله ﷺ من سب أصحابه، عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله

علی شرکم۔ (قرطبی، سورۃ الفتح: ۲۹، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ ۱۶/ ۲۹۸، دار احیاء التراث العلمی ۱۶/ ۱۹۶)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شرکم۔ (ترمذی، أبواب المناقب، باب ما جاء فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم، طبع هندي ۲/ ۲۲۵، دار السلام، رقم: ۳۸۶۶)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه۔ (بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم لو كنت متخذا خليلا النسخة الهندية ۱/ ۵۱۸، رقم: ۳۵۴۱، ف: ۳۶۷۳، مسلم، کتاب الفضائل، باب تحريم سب الصحابة، النسخة الهندية ۲/ ۳۱۰، بيت الأفكار، رقم: ۲۵۴۰، ۲۵۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/ ۲۲۳ھ

کیا جماعت اسلامی راہ راست پر ہیں؟

سوال [۳۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جماعت اسلامی کے لوگ کس حد تک راہ راست پر ہیں، نیز عقیدہ وہ کیسے ہیں، اگر باطل ہیں تو دلیل سے مبرہن فرمائیں؟

المستفتی: محمد اسلم ۲۴ پرگنہ، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی کی ایجاد کردہ ہے، شروع شروع میں بڑے بڑے علماء بھی دھوکہ میں آکر کے اس جماعت میں شامل ہو گئے

تھے، جیسا کہ مولانا منظور احمد نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن ندویؒ ہیں، پھر بعد میں اس جماعت کے گمراہ کن حالات پر واقفیت کے بعد ان حضرات نے توبہ کر لی تھی، وہ حضرات صحابہ کو معیار حق نہیں مانتے اور بہت سے انبیاء کو معصوم بھی نہیں مانتے، صحابہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے میں دریغ نہیں کرتے، کہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی غلط تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ زبان درازی کرتی تھیں، کیا مودودی صاحب اپنی ماں کے بارے میں لکھ سکتے ہیں کہ وہ زبان درازی کرتی ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، حضرت خالد بن ولید، حضرت مغیرہ بن شعبہ وغیرہ صحابہ کی شان میں سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی شان میں تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ ان پر جذبہ جاہلیت غالب آ گیا تھا، ان کی کتاب ”احیاء دین“ میں بہت سی ایسی باتیں ملیں گی۔ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں۔ عقائد میں ایک طرف مضبوط نہیں ہیں، ان کی بعض چیزیں شیعوں کے بعض غیر مقلدین کے اور بعض معتزلہ کے مشابہ ہیں، جس بنا پر ایسا مخلوط اور کھچڑا ہو گیا ہے کہ جو شخص مودودی کے مسلک پر چلے گا وہ اپنے دین کی حفاظت کبھی نہیں کر سکتا ہے؛ اس لئے تمام علماء حق نے مودودی صاحب اور ان کے مسلک کو گمراہ کن قرار دیا ہے۔ اور مودودی مذہب سے اگر مزید واقفیت حاصل کرنا ہے تو حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے: (۱) مودودی مذہب، تالیف مولانا قاضی مظہر حسین صاحب پاکستان (۲) فتنہ مودودیت، تالیف شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب (۳) تحفہ مودودی، تالیف مولانا عبد الجبار صاحب۔ نیز فتاویٰ محمودیہ قدیم از ۱/ ۲۲۵ تا ۳/ ۷۶، جدید ڈبھیل ۲/ ۱۴۲، ۲۹۴۔ اور احسن الفتاویٰ از ۱/ ۲۹۹ تا ۳۴۰ وغیرہ میں بھی کچھ وضاحت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/ ۷/ ۱۴۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ رجب ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۴۷۹)

مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا حکم

سوال [۳۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی کے بارے میں نزاع چل رہا ہے۔ زید کہتا ہے کہ مولوی ابوالاعلیٰ کے مقابلہ میں کسی بھی عالم نے دین کا کام نہیں کیا اور یہی جماعت حق پر ہے، باقی سب باطل ہیں بکر کہتا ہے کہ ابوالاعلیٰ نے صحابہ کی شان میں گستاخیاں کیں، قرآن پاک میں متعدد آیات کے ترجمہ میں تحریف کی، جس کی وجہ سے حضرت مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے مسلمانوں کو اس جماعت سے الگ رہنے کا فتویٰ دیا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا واقعی مسلمانوں کو اس جماعت سے الگ رہنا چاہئے، بیان فرمائیں، تاکہ مسلمان نزاع سے بچ سکیں۔ اور زید کے بارے میں شرعی حکم بیان فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد اسلم ہر تھلاراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ابوالاعلیٰ مودودی چودھویں صدی کی پیداوار ہیں، جو سب کو معلوم ہے، تو زید سے معلوم کیا جائے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۱۳۰۰ سال تک کسی نے دین کا کام نہیں کیا ہے؟ اور ۱۳۰۰ سال کے بعد ہی جماعت حقہ (جماعت اسلامی) پیدا ہوئی ہے؟ ۱۳۰۰ سال کے بعد براہ راست مودودی صاحب پر وحی نازل ہوئی ہے؟ یہ دین مودودی صاحب تک کیسے پہنچا؟ کہاں سے آیا ہے؟ جب کہ اس سے پہلے کی جماعتیں اور علماء سب باطل ہیں؟ قرآن کریم کی تفسیر و مطلب میں رائے زنی کر کے حضرات انبیاء علیہم السلام پر ناپاک الزامات لگائے ہیں، جس کی وجہ سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور دیگر علماء حقہ نے مسلمانوں کو اس گمراہ کن جماعت سے الگ رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ان کے عقیدے میں حضرات انبیاء علیہم السلام معیار و کمال پر قائم و برقرار نہیں رہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ۲/ ۳۲۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جلد بازی کا الزام۔ (ترجمان القرآن ۲۹/۵ عدد بحوالہ فتاویٰ رحمیہ قدیم ۴/۱۹، جدید زکریا ۳/۶۰)

حضرت داؤد علیہ السلام پر خواہشات نفسانی کا الزام ”تفہیم القرآن ۴/۳۲۷“ حضرت یونس علیہ السلام پر پیغمبر و رسالت میں کوتاہی اور بے صبری کا الزام۔ (تفہیم القرآن ۳۱۲/۲)

حضرت نوح علیہ السلام پر جذبہ جاہلیت کا الزام۔ (تفہیم القرآن ۲/۳۴۴) زید کو اپنے عقائد فاسدہ کی بنا پر فاسق کہا جائے گا۔

من لم یقر ببعض الأنبياء عليهم السلام، أو عاب نبيا بشيء - إلى - فقد كفر. (الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب أحكام المرتدین، الفصل السابع فیما یعود إلى الأنبياء، مکتبہ زکریا ۷/۳۰۰، رقم: ۱۰۵۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/ صفر ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۴۹/۲۵)

جماعت اسلامی

سوال [۳۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ فی زمانہ جو فرقہ جماعت اسلامی کے نام سے جانا جاتا ہے، جسے مودودی جماعت بھی کہتے ہیں، جس کے ممبران اور یجنل اسلام، دعوت اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے انتہائی پرجوش و مستعد نظر آتے ہیں، زید کہتا ہے کہ یہ لوگ عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ رکھتے ہیں؛ لہذا کافر ہیں، خارج از اسلام ہیں، جب کہ عمر کا کہنا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے؛ بلکہ یہ لوگ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے تحت خالص اسلامی اصولوں کی پابندی کے ساتھ طریقہ رسول کے مطابق دینی خدمات کے لئے جدوجہد کرتے ہیں؛ لہذا خواہ مخواہ بلا وجہ اسلام کے مخلص مبلغین و مجاہدین کو بدعقیدہ و کافر بتا کر

مخالفت کرنا دین کے کام میں روڑا اٹکانا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا بقول زید حقائق کے اعتبار سے واقعی یہ لوگ شرعاً کافر و مرتد ہیں؟ اگر ہیں تو نمونے کے طور پر چند بنیادی کفریات سے مطلع فرمائیں۔

(۲) کیا ایسا کافر و مرتد بیٹا اپنے سنی صحیح العقیدہ باپ کی جائیداد و میراث میں شرعاً حقدار ہے؟ یا شریعت مطہرہ نے اسے عاق قرار دیا ہے؟

(۳) اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ باپ اپنے بیٹے کو کسی باطل عقائد و نظریات والی جماعت میں شامل ہو جانے پر اپنی فرزندگی سے خارج کر دے اور اپنی جائیداد و میراث سے اس کا حصہ بھی نہ دے تو اس سنی باپ کا شرعی فعل کیسا ہے؟

(۴) ان سنی اور صحیح العقیدہ آباء و اجداد سرپرستوں و ذمہ داروں کے لئے شریعت مطہرہ کیا حکم فرماتی ہے؟ جن کے بیٹے اور ماتحت افراد آئے دن باطل جماعتوں میں شامل ہو کر سرگرم عملی و اعتقادی حمایت میں مصروف ہیں، آیا ان رشتہ داروں و قریبی تعلق داروں سے رشتہ ہائے دینی و دنیوی قائم رکھیں اور ان کے جملہ حقوق جو دین و شریعت میں ایک مسلمان کے ہیں ادا کریں یا نہیں؟ اور جملہ سہولیات بدستور مہیا کرتے رہنا درست ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد نذر اسلامی اکبر پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) جماعت اسلامی اور مودودی فرقہ کے لوگ کافر تو نہیں؛ البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیوں کے ارتکاب کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے دائرہ سے خارج اور فاسق ہیں، جیسا کہ ان کے بانی مولانا مودودی کی تصنیفات سے واضح ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ، زکریا ۱/۳۲۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/۳۲، جدید ڈائجیل ۲/۲۸۰، فتاویٰ شیخ الاسلام/۱۵۲، کفایت المفتی قدیم ۱/۳۲۰، جدید زکریا/۱۱/۳۶۸، جدید زکریا مطول/۱/۵۶۶)

(۲) جب جماعت اسلامی میں شامل ہونے کی وجہ سے بیٹا نہ کافر ہے نہ مرتد ہے؛ بلکہ صرف فاسق ہے۔ اور فاسق وراثت سے محروم نہیں ہوتا ہے؛ لہذا بیٹا باپ کی میراث کا پورا پورا حق دار ہے۔

(۳) شریعت میں عاق کرنے کا اعتبار نہیں ہے؛ البتہ یہ کر سکتا ہے کہ اپنی زندگی میں دوسرے ورثاء کو ہبہ کر کے باقاعدہ قابض وخیل بنادے، تو مرنے کے بعد چونکہ باپ کی ملکیت میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے؛ اس لئے اس کو میراث میں کوئی چیز نہیں مل پاتی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری شکل نہیں ہے۔

ولو كان ولده فاسقا، وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير، ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه، كذا في الخلاصة. (ہندیہ، کتاب الہبۃ، الباب السادس: فی الہبۃ للصغیر، مکتبہ زکریا قدیم ۴/ ۳۹۱، جدید ۴/ ۴۱۶، إمداد الفتاویٰ، زکریا دیوبند ۳/ ۴۷۱)

(۲) اگر سنی صحیح العقیدہ آباء و اجداد اور سرپرست حضرات جن کے بیٹے اور ماتحت افراد باطل جماعتوں میں شامل ہو کر ان کی حمایت کرتے ہیں اور یہ لوگ ان کو روکتے نہیں؛ بلکہ ان کے اس فعل سے خوش ہوتے ہیں، تو ان لوگوں کے متعلق شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ ان کو صحیح راستہ کی تبلیغ کی جائے اور ارشاد باری: اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ. [النحل: ۱۲۵] کی ہدایت کے مطابق نرمی اور حکمت عملی سے صحیح مسلک ان کے سامنے واضح کیا جائے، تعلقات ختم کرنے کا طریقہ مناسب نہیں ہے اور بدعقیدگی سے انہیں روکنے کی کوشش کی جائے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/ ۳۲۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۳۷)

ابوالاعلیٰ مودودی کی کتابیں پڑھنا

سوال [۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر ”تفہیم القرآن“ وغیرہ جو بھی ان کی تصنیف کردہ کتب ہیں، جو کہ رائج ہیں پڑھنے میں آتی ہیں، مع کتب کی تفصیل کے بیان فرمادیں کہ ان کا پڑھنا، دیکھنا، سننا رکھنا کیسا ہے؟ ان کو پڑھ، دیکھ، سن رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد حنیف گاؤں بیر پور تھان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ابوالاعلیٰ مودودی نے جو کتابیں لکھ کر شائع کر دی ہیں، ان میں سے اکثر کتابیں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں، وہ کسی امام اور مجتہد کے متبع اور پابند نہیں ہیں، معتزلہ اور خوارج کی باتیں کرتے ہیں؛ اس لئے ان کی کتابوں کا مطالعہ عام لوگوں کے لئے سخت مضر اور زہر انداز ہے، پیغمبروں اور حضرات صحابہ اور اولیاء اللہ پر سخت ترین تنقیدیں کی ہیں، ان میں سے سخت ترین مضر اور نقصان دہ کتاب ”خلافت و ملوکیت“، ”معرکہ اسلام و جاہلیت“ اور ”رسائل و مسائل“ اور ”ترجمان القرآن“ وغیرہ ہیں؛ اس لئے مودودی کی تمام کتابوں سے احتراز ہی میں خیر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۸/۲۳)

جماعت اسلامی اور اس سے تعلق رکھنے والے کا حکم

سوال [۳۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اڑیسہ کے مقامی علماء ومفتیان کرام جماعت اسلامی فرقہ مودودی کو گمراہ اور بدعقیدہ قرار دیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک قرار دیتے ہیں، نیز علماء ومفتیان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، شیخ الحدیث مظاہر علوم الحاج مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، نائب امیر شریعت بہار حضرت مولانا عبدالصمد صاحب، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا علامہ کفایت اللہ صاحب، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی محمود صاحب گنگوہی، حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب رومی، مدرسہ امینہ دہلی فتح پوری مفتیان ندوۃ العلماء لکھنؤ، عرب وعجم کے عالم ربانی سید ابوالحسن صاحب ندوی جلال آباد سہارنپور، دہلی، آگرہ، دیوبند اور پورے عالم اسلام کے علماء کرام کی مجلس رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ غرضیکہ تمام مراکز کے علماء ومفتیان کرام فرقہ مودودی جماعت اسلامی کو گمراہ اور بدعقیدہ قرار دے کر اس جماعت سے علاحدہ رہنے اور اس سے پرہیز کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

(۲) کیا سید ابوالاعلیٰ مودودی بانی فرقہ توہین صحابہ اور استخفاف حدیث کے جرم عظیم کے مرتکب ہیں؟

(۳) مسلمانوں کو اس جماعت کا ممبر بننا، اس کا تعاون لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد ثناء اللہ قاسمی مفتی ومہتمم مدرسہ باب العلوم جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۳، ۲، ۱) یہ گمراہ کن فرقہ اصحاب بیعتہ الرضوان اور اصحاب بدر اور اصحاب بیعتہ الشجرہ سب سے ناراض ہے، جو ان کی کتابوں، تحریرات و تقریرات سے واضح ہے؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ رضا مندی کا اعلان فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. [الفتح: ۱۸]

اس لئے یہ فرقہ فاسق اور توہین صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرتکب ہے، مسلمانوں کو اس جماعت کا ممبر بننا، اس کا تعاون کرنا سب ناجائز ہے؛ البتہ تعاون لینے میں موقع محل کی تفصیل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۳۸)

جماعت اسلامی اور ڈاکٹر اسرار پاکستانی کی تحریک کا شرعی حکم

سوال [۳۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: (۱) کیا جماعت اسلامی اور مولانا ڈاکٹر اسرار پاکستانی کی ”تحریک دعوت رجوع الی القرآن والسنة“ کے عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں یا ان کے خلاف؟

(۲) کیا یہ دونوں جماعتیں گمراہ فرقے ہیں یا فرقہ ہدایت؟

(۳) جماعت اسلامی، تحریک دعوت رجوع الی القرآن والسنة کے اراکین اور ان سے جو لوگ جڑے ہوئے ہوں ان کے پیچھے نماز صحیح طریقے پر ادا ہوگی یا نہیں؟ ان کو مسجد کا امام بنایا جائے یا نہیں؟

(۴) ان دونوں جماعتوں کے پروگرام اور جلسوں میں شرکت کرنا اور ان کی تقریریں سننا یا ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟

(۵) ہم اہل سنت والجماعت اپنی مسجدوں میں ان کے پروگرام کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ خطرہ ہو کہ عوام الناس ان کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے انہیں کے طریقہ کار کو صحیح سمجھنے لگے اور انہیں کے پیروکار بن جائیں؟

(۶) معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر اسرار صاحب اور مودودی صاحب، دونوں شروع میں ایک ہی ساتھ ایک ہی پلیٹ فارم پر تھے، دونوں کے افکار اور نظریات اور عقائد ایک ہی تھے،

پھر کسی بنا پر دونوں میں اختلاف ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے ڈاکٹر اسرار صاحب نے مودودی صاحب سے الگ ہو کر اپنی دوسری جماعت بنائی تھی، جو آج ”تحریک دعوت رجوع الی القرآن والسنة“ کے نام سے اپنا کام کر رہی ہے۔

المستفتی: خلیفہ محمد کمال، دریانگج، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کے نظریات سے شروع ہی سے علماء حق کو سخت اختلاف رہا ہے، مودودی صاحب کی تصنیفات میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ناروا کلمات اور فقہ اسلامی اور تصوف پر حقارت آمیز تبصروں کی بہتات ہے، مودودی صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو معیار حق ماننے سے انکاری ہیں، جس کا اندازہ ان کی کتابوں بالخصوص ”تفہیم القرآن“، ”تفہیمات“ اور ”خلافت و ملوکیت“ وغیرہ کے مطالعہ سے آسانی لگایا جاسکتا ہے، جماعت اسلامی سے وابستہ سبھی اراکین بھی کم و بیش وہی نظریات رکھتے ہیں جو مودودی صاحب کے ہیں۔ اور ان کی صریح غلطیوں کو غلطی ماننے پر تیار نہیں، اس جماعت کا اصل نشانہ یہ ہے کہ عوام کو علماء سے دور کر دیا جائے اور دین کو نئے رنگ میں ڈھال دیا جائے، اس جماعت کے نظریات اہل سنت والجماعت سے بالکل جدا گانہ اور ان کا طریقہ سلف صالحین سے الگ ہے، اس لئے ان کے پروگراموں میں شرکت کرنا، یا ان کے پروگرام اپنی مساجد میں کرنا گمراہی کا سبب ہے، اس سے اجتناب لازم ہے۔ اور ڈاکٹر اسرار صاحب پاکستانی کے بارے میں ہمیں زیادہ معلومات نہیں، بغیر تحقیق کے ان کی تائید نہیں کی جاسکتی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈیہیل ۱۴۲/۲ تا ۲۹۴، فتاویٰ عثمانی ۱/ ۲۱۴ تا ۲۱۷، کفایت المفتی، جدید زکریا ۱/ ۳۶۹، جدید زکریا مطول ۱/ ۵۴۶،

احسن الفتاویٰ ۱/ ۴۹۹ تا ۵۰۲، نظام الفتاویٰ ۱/ ۲۱۴ تا ۲۱۹، فتاویٰ رحیمیہ، جدید زکریا ۳/ ۸۰ تا ۱۰۷)

إن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة، وتفرق أمتي
على ثلاث وسبعين ملة، كلهم في النار، إلا ملة واحدة، قالوا: من هي
يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي. (ترمذي، أبواب الإیمان، باب افتراق
هذه الأمة، النسخة الهندية ۲/ ۹۳، دارالسلام، رقم: ۲۶۴۱، المعجم الأوسط، دارالفکر
۳/ ۳۸۰، رقم: ۴۸۸۶، ۷۸۴۰، المستدرک، مکتبه نزار مصطفى الباز ۱/ ۱۸۹، رقم: ۴۴۴)
عن ابن عمر رض قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: إذا رأيتم الذين يسبون
أصحابي فقولوا: لعنة الله على شرکم. (ترمذي، أبواب المناقب، باب ماجاء
فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۵، دارالسلام، رقم: ۳۸۶۶)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۶/۱۴۳۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۱۶۰)



۲۰ / باب ما یتعلق بأهل الكتاب

کیا شریعت عیسوی میں خنزیر حلال تھا؟

سوال [۳۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا شریعت عیسوی میں خنزیر حلال تھا؟ اس کا گوشت استعمال ہوتا تھا؟
المستفتی: محمد راغب نینالی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شریعت عیسوی میں خنزیر حرام تھا؛ لیکن نصرانیوں نے بعد میں شریعت عیسوی کی مخالفت کرتے ہوئے اسے حلال کہا۔ اور اس کے گوشت کو استعمال کیا۔

قال ابن بطال: دليل على أن الخنزير حرام في شريعة عيسى عليه السلام، وقتله له تكذيب للنصارى، أنه حلال في شريعتهم. (عمدة القاري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، مكتبة دار إحياء التراث ۱۲ / ۳۵، زكريا ۸ / ۵۴۲، تحت رقم الحديث: ۲۲۲۲)

وفيه: توبيخ عظيم للنصارى الذين يدعون أنهم على طريقة عيسى، ثم يستحلون أكل الخنزير ويبالغون في محبته. (فتح الباري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، دار الفكر ۴ / ۴۸۳، أشرفيه ديوبند ۴ / ۵۲۱، تحت رقم الحديث: ۲۲۲۲، البداية والنهاية، دار الفكر ۲ / ۱۵۰)

ثم إن الخنزير كان حراماً في التوراة، والنصارى ينكرون حرمة، قلت: وليس في الإنجيل حل الخنزير أصلاً، بل حرام في شريعة عيسى عليه الصلاة والسلام أيضاً، ولذا يقتله بعد نزوله، وكان قتله عند ذهابه إلى بيت المقدس أيضاً، فكيف قالوا بحله؟ (فيض الباري للعلامة أنور شاه)

الکشمیری، باب کیف کان بدء الوحي؟ تحقیق کون عیسیٰ علیہ السلام ناسخا

للدين الموسوي، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۱/ ۳۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳ھ/۷/۷

۱۴۲۳ھ/۷/۷

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۷۰)

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر حلال تھا؟

سوال [۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید نے یہ کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر کا گوشت کھانا جائز تھا۔ زید مولوی بھی ہے اور حافظ قرآن بھی ہے۔ کیا مولانا کا کہنا درست ہے یا غلط ہے؟ بحوالہ قرآن و حدیث کے روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

المستفتی: قاری شمس عالم مدرسہ حبیبیہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”نور الانوار“ ص: ۳، حاشیہ ۱ میں مولانا صاحب

کے قول کی طرح غایت البیان کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ: امم ماضیہ میں خنزیر حلال تھا، نیز شراب تو شروع اسلام میں مسلمانوں کے لئے بھی جائز تھی، بعد میں ممانعت نازل ہوئی ہے۔

إن الخمر والخنزیر کانا حلالین فی الأمم الماضیة، و کذلک

فی حق هذه الأمة فی ابتداء الإسلام. الخ (حاشیة نور الأنوار/ ۳)

لیکن صحیح بات یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی خنزیر حرام تھا، نصاریٰ نے اپنی شریعت میں تحریف کر کے خنزیر کے حلال ہونے کو عام کیا ہے؛ لہذا مولانا صاحب کی بات ”نور الانوار“ وغیرہ کی عبارت کے مطابق صحیح ہے، مگر حقیقت اس کے خلاف ہے، جیسا کہ ”عمدة القاری“ اور ”فتح الباری“ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

قال ابن بطال: دلیل علی أن الخنزیر حرام فی شریعة عیسیٰ علیہ السلام، وقتله له تکذیب للنصارى، أنه حلال فی شریعتهم. (عمدة القاری، کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، دار إحياء التراث العربی ۱۲/ ۳۵، زکریا ۸/ ۵۴۲، تحت رقم الحدیث: ۲۲۲۲)

وفیه: تویخ عظیم للنصارى الذین یدعون أنهم علی طریقة عیسیٰ، ثم یمسحون أكل الخنزیر ویبالغون فی محبته. (فتح الباری، کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، دارالفکر ۴/ ۴۸۳، أشرفیه دیوبند ۴/ ۵۲۱، تحت رقم الحدیث: ۲۲۲۲، البدایة والنهاية، دارالفکر ۲/ ۱۵۰)

وفي نور الأنوار: أن الخنزیر كان حلالا فی الشریعة العیسویة، قلت: کلا، بل ذلك من اجتهاد علمائهم، فإنهم اختلفوا فی تفسیر ذی الظفر، فقال اليهود: إن الخنزیر منه، وإن کره أهل الإنجیل فأحلوه. (فیض الباری، کتاب التفسیر، باب قوله: وعلى الذین هادوا حرما کل ذی ظفر، مکتبه رشیدیہ کوئٹہ ۴/ ۱۸۲، رقم: ۴۶۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۱۱۴)

اہل کتاب سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا حکم

سوال [۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ اور عیسائی) کی لڑکیوں سے مسلمان کا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ (۲) ان کا ذبیحہ کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: جلیل حسن نواب پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہودیوں میں جو برائیاں آج ہیں، وہی برائیاں دور نبوت اور نزول قرآن کے زمانہ میں بھی موجود تھیں۔ اور یہودیوں کا جو آج عقیدہ ہے وہی عقیدہ دور نبوت میں بھی تھا، اسی وجہ سے اللہ نے ان کے کفر و شرک کے متعلق قرآن میں بہت سی آیات نازل کیں: **وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ**۔ [سورۃ التوبہ، آیت: ۳۰]

اور اس کے باوجود ان کے ذبیحہ کی حلت اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت قرآنی آیتوں کے ذریعہ سے دی گئی ہے۔ اور ”نصاری“ سے عیسائی مراد ہیں۔ اور عیسائیوں کا حال جو دور نبوت میں تھا، اسی طرح کا حال آج بھی ان عیسائیوں میں موجود ہے، جو دنیا کے اندر عیسائیت پھیلا رہے ہیں اور ان ہی عیسائیوں کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا: کہ ان کی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے؛ البتہ آج کے عیسائیوں میں ذبیحہ کا اہتمام نہیں، یہودیوں میں ذبیحہ کا اہتمام ہے اور عیسائیوں و نصاریٰ میں سے کثیر تعداد میں ایسے ہیں جو عیسائیت کے نظریہ سے ہٹے ہوئے ہیں اور دہریہ بنے ہوئے ہیں، ایسے عیسائیوں کو چھوڑ کر بقیہ عیسائی جو عیسائیت پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں، وہ اسی حالت میں باقی ہیں، جس پر دور نبوت کے نصاریٰ قائم تھے، تو ایسے عیسائیوں کی عورتوں سے اور یہودیوں کی عورتوں سے نہص قرآنی نکاح جائز اور درست ہے؛ لیکن ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کے بعد جو اولادیں پیدا ہوتی ہیں، ان کی پرورش اور عقیدہ کی وجہ سے ان ہی کے ہم نوا بن جاتی ہیں، جس سے مسلمانوں کی اولاد کے عقیدے اور ان کی تربیت اسلامی طریقہ پر نہیں ہوتی؛ اسی لئے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی عورت سے نکاح سے ممانعت فرمائی؛ لہذا ان برائیوں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو یہود و عیسائیوں کی عورتوں سے نکاح کرنے سے دور رہنا چاہئے؛ لیکن اگر کوئی کر لیتا ہے تو کراہت تحریمی کے ساتھ جائز ہے۔

عن حذيفة بن اليمان رضى الله عنه أنه تزوج يهودية بالمدائن،

فکتب إلیه عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: أن خل سبیلها، فکتب إلیه: أحرام هی یا امیر المؤمنین؟ فکتب إلیه: أعزم علیک أن لا تضع کتابی حتی تخلی سبیلها، فإنی أخاف أن یقتدی بک المسلمون، فیختاروا نساء أهل الذمة لجماء لهن، وکفی بذلك فتنة لنساء المسلمين.
(کتاب الآثار للإمام محمد، کراچی ۷۳، ۷۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۶۶/۳۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتیوں کی تعداد اور ان کی شریعت میں خنزیر کا حکم

سوال [۳۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے یہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر جائز تھا۔ زید مولوی بھی ہے اور حافظ قرآن بھی ہے۔ آپ تحریر فرمائیں بحوالہ حدیث اور بحوالہ قرآن کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا یا نہیں؟ اور آپ کے امتیوں کا شمار کیا ہے؟ آپ پر کتنے ایمان لائے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: شبیر احمد انصاری، محلّہ نئی بستی قصبہ نزولی، تحصیل چندوسی، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس سلسلہ میں کوئی آیت قرآنیہ اور حدیث شریف نظر سے نہیں گذری؛ البتہ ”نور الانوار“ کے حاشیہ میں ”غایت البیان“ کے حوالہ سے جائز نقل فرمایا ہے۔ إن الخمر والخنزیر کانا حلالین فی الأمم الماضیة، وكذلك فی حق هذه الأمة فی ابتداء الإسلام. الخ (حاشیۃ نور الانوار/ ۳) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ شریعت عیسوی میں بھی خنزیر حرام تھا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے پیروکاروں نے دین عیسوی میں تحریف کر کے اسے جائز قرار دیا، جیسا کہ ”فیض الباری“ کی عبارت میں اس کی تائید اور ”نور الانوار“ کی تردید موجود ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وفي نور الأنوار: أن الخنزير كان حلالا في الشريعة العيسوية، قلت: كلا، بل ذلك من اجتهاد علمائهم. (فيض الباري، كتاب التفسير، باب قوله: "وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذی ظفر" مكتبه رشیدیہ کوئٹہ ۴/ ۱۸۲، رقم: ۴۶۳۰)

ثم إن الخنزير كان حراما في التوراة، والنصارى ينكرون حرمة، قلت: وليس في الإنجيل حل الخنزير أصلا بل هو حرام في شريعة عيسى عليه الصلاة والسلام أيضا. (فيض الباري، باب كيف كان بدء الوحي؟ تحقيق كون عيسى عليه السلام ناسخا للدين الموسوي، مكتبه رشیدیہ کوئٹہ ۱/ ۳۱، ومثله في عمدة القاري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، مكتبه دارالريان للتراث بيروت ۱۲/ ۳۵، جديد زكريا ۸/ ۵۴۰، فتح الباري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، مكتبه دارالريان بيروت ۴/ ۴۸۳)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتیوں کی تعداد کتنی تھیں؟ صحیح طور پر احقر کو معلوم نہیں ہے؛ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی امت (حواریین) سے مدد کا مطالبہ کیا، تو اس وقت جو حواری دین عیسوی کی تبلیغ کے لئے آگے بڑھے، وہ بارہ افراد تھے اور یہ وہی حضرات تھے، جو آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے، جیسا کہ سورہ صف میں اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے:

كما قال عيسى بن مريم للحواريين من أنصاري إلى الله؟ أي إلى نصر دينه، قال الحواريون: وهم أول من آمن به وكانوا اثنا عشر رجلا، كما مر هنا. (تفسير مظہری زکریا قدیم ۹/ ۲۷۴، جدید ۹/ ۲۶۷، سورة الصف)

والحواريون أصفیاءہ علیہ السلام..... وهم أول من آمن به وكانوا اثني عشر رجلا فرقهم على ما في البحر عيسى عليه السلام في البلاد. (روح المعاني ۱۶/ ۱۳۵، زکریا سورة الصف: ۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۱۱۵)

کیا دور حاضر کے انگریز اہل کتاب ہیں؟

سوال [۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہ بتلائیں کہ آج کل جو لوگ اپنے آپ کو اہل کتاب کہلاتے ہیں، جیسے انگریز، تو ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ کیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاتھ کے ذبیحہ کا استعمال ان کی لڑکیوں سے شادی وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان کے بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے جواب نفی میں ہو تو یہ بھی تحریر فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ لوگ بدعقیدہ تھے؟ جس زمانہ میں قرآن نازل ہو رہا تھا اور ان کے ساتھ شادی بیاہ کو جائز بتلایا جا رہا تھا۔

المستفتی: حضرت مولانا عبدالناصر صاحب مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: انگریز برطانیہ (انگلستان) کے باشندوں کو کہا جاتا ہے، ان میں عیسائی، کرچن زیادہ تر ہیں۔ اور آج کل بہت سے وہ اہل کتاب موجود ہیں جو نزول قرآن کے زمانہ میں موجود تھے، جیسا کہ ہندوستان اور بیرون ہند میں عیسائیوں کی کوشش ہے کہ دوسری قوموں کو عیسائی مذہب میں داخل کیا جائے، جگہ جگہ ان کے مذہبی اسکولوں کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے، یہ لوگ نصرانیت کو مانتے ہیں اور اسی کی ترقی چاہتے ہیں، تو ایسے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا اگرچہ قرآن کی رو سے حلال ہے، مگر اس کے پیچھے بہت سے مفاسد ہیں، جن کی بنا پر شریعت ان سے نکاح کی اجازت نہیں دیتی، ان مفاسد میں سے ایک اہم مفسدہ وہ بھی ہے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے، کہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں ایک یہودیہ عورت سے نکاح کر لیا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہلوا بھیجا کہ اسے چھوڑ دو، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں حلال کو حرام نہیں کر رہا ہوں؛ بلکہ آپ

جیسے حضرات اگر ان کی عورتوں سے نکاح کریں گے، تو آپ لوگوں کی اقتداء میں ہر عام و خاص مسلمان اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا شروع کر دیں گے؛ کیوں کہ ان کی عورتیں زیادہ حسین و جمیل ہوتی ہیں۔ اور ان کی عادات اور تربیت نہایت گندی ہوتی ہے، تو مسلمانوں کی اولاد ان کی تربیت میں رہ کر انہیں کی طرح ہو جائیں گی، تو آہستہ آہستہ چند نسلوں کے بعد مسلمانوں کا معاشرہ اور عقائد سب یہود و نصاریٰ کی طرح خراب ہو جائیں گے؛ اس لئے ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے؛ لہذا آپ اسے فوراً چھوڑ دیں، اسی وجہ سے باتفاق فقہاء ان سے نکاح کو کم از کم مکروہ کہا گیا ہے؛ اس لئے موجودہ اہل کتاب میں سے جو اپنے مذہب میں پختہ ہوں ان کی عورتوں سے بھی نکاح کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔

عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ انة تزوج یهودیۃ بالمدائن، فکتب إلیہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: أن خل سبیلہا، فکتب إلیہ: أحرام ہی یا امیر المؤمنین؟ فکتب إلیہ: أعزم علیک أن لا تضع کتابی حتی تخلی سبیلہا، فانی أخاف أن یقتدی بک المسلمون، فیختاروا نساء أهل الذمة لجمالهن، وکفی بذلک فتنۃ لنساء المسلمین. قال محمد: وبہ نأخذ، لا نراہ حراما، ولكن نری یختار علیهن نساء المسلمین وهو قول أبی حنیفۃ. (کتاب الآثار للإمام محمد، کراچی ۲۵۸)

ومحمد قال: أخبرنا أبو حنیفۃ، قال: حدثنا حماد عن إبراهيم، قال: لا یخص المسلم بالیہودیۃ ولا بالنصرانیۃ، ولا یخص إلا بالحرۃ. (کتاب الآثار للإمام محمد، کراچی ۲۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ

۱۴۲۰/۱۱/۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۶۳۶۵)





(۲) کتاب السیر والتاریخ

(۱) باب ما یتعلق بالانبیاء و اتباعهم

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ☆ عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

حضور کی ولادت باسعادت کس دن ہوئی؟

سوال [۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول کی کس تاریخ کو ہوئی؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت میں پہلے سے مورخین و اہل سیر میں اختلاف ہے، دو شنبہ کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تو متفق علیہ ہے، مگر تاریخ کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں، ۲/۳/۸/۱۲/۱۰/۹ از روئے حساب پیر کا دن ۹ ربیع الاول کے علاوہ کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا نیز ۹ کا عدد ایک ایسا عدد ہے جو ہر عدد کا مرجع ہے، اس لئے کہ جب کسی عدد کو ۹ سے ضرب دیں گے تو حاصل عدد وہی نکلے گا، مثلاً: ۲۰ × ۹ = ۱۸، اس میں ۱-۱ اور ۸- ہے اس کا حاصل ۹ ہے اسی طرح ۳ × ۹ = ۲۷، حاصل ۹ ہے، ۲۰ × ۹ = ۳۶، اس کا حاصل بھی ۹ ہے وغیرہ وغیرہ، اور حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کائنات کے حاصل ہیں اور تاریخ کے اعتبار سے پیر کا دن ۹ ربیع الاول ہوتا ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہونا زیادہ رائج ہے۔
(مستفاد: کفایت المفتی جدید ۱/ ۱۸۷، قدیم ۱/ ۱۳۸، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۲۶، ۲۲۷)

ولد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بشعب بنی ہاشم بمکہ فی صبیحة یوم الإثنين التاسع من شهر ربيع الأول لأوّل عام من حادثۃ الفیل .
(الرحیق المختوم ص: ۶۱، بحوالہ نتائج الأفہام فی تقویم العرب قبل الاسلام ص: ۳۵۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ ولادت

سوال [۳۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کون سی تاریخ میں جلوہ گر ہوئے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو یا اور کسی تاریخ میں پیدا ہوئے اور معتبر کون سا قول ہے جو جمہور کا قول ہے اس کو بیان فرمائیں۔

المستفتی: محمد صدیق، دولت باغ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت عام الفیل ۵۰۰ھ ماہ ربیع الاول میں پیر کے دن ہوئی اتنی بات میں جمہور کا اتفاق ہے لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ ولادت شریفہ کا یہ دن ماہ ربیع الاول کی کس تاریخ میں پیش آیا۔ اس سلسلہ میں کتب سیر میں مختلف اقوال ہیں بعض میں ۲۲ و ربیع الاول بعض میں ۸ آٹھ ربیع الاول بعض میں ۱۰ دس ربیع الاول بعض میں ۷ اترہ ربیع الاول، بعض میں ۲۲ رباعیس ربیع الاول اور ایک قول ۱۲ بارہ ربیع الاول کا بھی ہے، یہ سارے اقوال البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۲/ ۲۶۰ سے ۲۶۲ تک میں موجود ہیں، اور ان اقوال میں سے آٹھ ربیع الاول کے قول کو اکثر لوگوں نے زیادہ رائج کہا ہے، اور اسد الغابہ، دار الفکر ۱/ ۲۱ میں دو ربیع الاول، آٹھ ربیع الاول اور دس ربیع الاول کا قول موجود ہے اور ان میں سے آٹھ ربیع

الاول والے قول کو رائج کہا ہے اور طبقات ابن سعد میں ۱۰/۲ ربيع الاول اور ۲/۲ ربيع الاول کے دو اقوال نقل کئے گئے ہیں، مفتی کفایت اللہ صاحب نے ۹ ربيع الاول کے قول کو از روئے حساب زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ثابت فرمایا ہے، اسی کو علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان نے رائج قرار دیا ہے، اور قاضی زین العابدین صاحب نے سیرت طیبہ ص ۵۰ کے حاشیہ میں ۹ ربيع الاول کے قول کو تسلیم کیا ہے اور ہمیں بھی ۹ ربيع الاول کا قول زیادہ رائج معلوم ہوتا ہے اور یہی از روئے حساب زیادہ رائج ہے اس لئے کہ ۹ نو کا عدد ایک ایسا عدد ہے کہ اس کو کسی بھی عدد میں ضرب دیا جائے تو حاصل عدد ۹ نو ہی نکلتا ہے مثلاً: ۹ کو ۲ میں ضرب دیا جائے تو اٹھارہ ہوتا ہے اور اٹھارہ میں ایک اور آٹھ کا عدد ہے جس کا حاصل نو ہے اسی طرح نو کو تین میں ضرب دیا جائے تو ستائیس ہوتا ہے اور ستائیس میں دو اور سات ہے جس کا حاصل نو ہے اسی طرح نو کو چار میں ضرب دیا تو چھتیس ہوتا ہے، جس میں تین اور چھ ہے جس کا حاصل عدد نو ہے، اسی طرح کسی بھی عدد میں ضرب دیا جائے تو حاصل عدد نو ہی نکلے گا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری کائنات کے حاصل ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ربيع الاول کی نو تاریخ میں ہونا زیادہ رائج ہے، جواز روئے حساب پیش کیا گیا ہے البتہ بارہ ربيع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ پیش آیا ہے یہی جمہور کا قول بھی ہے۔ (مستفاد انوار نبوت ص ۲۴، أصح السير ۶، کفایت المفتی جدید ۱/۱۸۷، قدیم ۱/۱۳۸، جدید زکریا مطول ۲/۲۲۶، ۲۲۷، رحمة للعالمین ص: ۶۲،

سیرت طیبہ ص: ۵۰، الرحيق المختوم ص: ۶۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵ھ/۴/۱۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ ربيع الاول ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰/۱۱۴۹۶)

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قاسم رزق اللہ بھی تھا

سوال [۳۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام مبارک قاسم رزق اللہ

ہے کیا یہ صحیح ہے کہ حضور ﷺ قاسم ہیں، جواب سے مستفیض فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: انیس احمد، ڈیگر پور، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہاں آپ ﷺ کے ۱۹۹ اسماء مبارکہ ہیں وہیں ایک نام مبارک قاسم بھی ہے، اور بخاری شریف میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رزق اللہ میں تقسیم کرتا ہوں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنما أنا قاسم وخازن واللہ يعطی. (بخاری شریف، کتاب الجہاد، باب قول اللہ تعالیٰ: فأَن للہ خمسہ وللرسول (الانفال: ۴-ج ۱/۴۳۹، رقم: ۳۱۱۴)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین وإنما أنا قاسم واللہ يعطی. (بخاری شریف کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین، النسخۃ الہندیۃ ۱/۱۶، رقم: ۷۰)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنما أنا خازن فمن أعطیتہ عن طیب نفس فیبارک لہ فیہ. (مسلم شریف کتاب الزکوۃ، باب النہی عن المسأله، النسخۃ الہندیۃ ۱/۳۳۳، بیت الافکار رقم: ۱۰۳۷)

وفی روایۃ إنما بعثت قاسماً أقسم بینکم. (مسلم شریف، کتاب الآداب، باب النہی عن التکنی بأبی القاسم الخ، النسخۃ الہندیۃ ۲/۲۰۶، بیت الافکار رقم: ۲۱۳۳، مسند البزار، مکتبہ العلوم والحکم ۱/۱۷۴، رقم: ۷۷۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰/ رجب ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۷۶/۲۶)

کتنی عورتوں نے حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلایا

سوال [۳۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم چھوڑ کر جو عورتیں گئیں تھیں ان کے کیا نام تھے اور وہ کس خاندان سے تعلق رکھتی تھیں؟

المستفتی: وکیل احمد، سکندر پوری، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۹ عورتوں نے دودھ پلایا

ہے اگر آپ کا مقصد انہی عورتوں کے بارے میں پوچھنا ہے تو ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب خاندان بنو

نجار۔ (سیرت مبارکہ ص: ۱۷۶)

(۲) حضرت حلیمہ بنت ابی ذویب بنو سعد۔ (سیرت محمدیہ/ ۳۲، سیرت مبارکہ ص: ۱۷۸)

(۳) حضرت ثویبہ جاریہ عہدہ ابی اہب۔ (سیرت محمدیہ/ ۳۲، سیرت مبارکہ ص: ۱۷۸)

(۵) حضرت ام ایمن، قبیلہ بنو سلیم۔ (سیرت محمدیہ/ ۳۲، سیرت مبارکہ ص: ۱۷۸)

(۶) حضرت خولہ بنت الممذر۔ (سیرت محمدیہ/ ۳۲، سیرت مبارکہ ص: ۱۷۸)

(۷) عاتکہ بنو سلیم۔

(۸) عاتکہ بنو سلیم۔

(۹) عاتکہ بنو سلیم۔ (سیرت محمدیہ ص: ۳۲)

ثلث نسوة من أبكار بنو سليم (وقوله) وهؤلاء النسوة الأبكار كل واحدة

منهن تسمى عاتكة الخ. (سیرت محمدیہ ص: ۳۲، الطبقات الكبرى لابن سعد ذکر من

أرضع رسول الله صلى الله عليه وسلم وتسميته إخوته وأخواته من الرضاعة ۲/ ۸۷-۹۳، مکتبہ

دار الكتب العلمية بيروت، البدايه والنهائيه لابن الفداء الحافظ ابن كثير ذكر حواضنه ومراضعه

عليه السلاة والسلام ۲/ ۲۷۲-۲۷۹، دار الفكر) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۹/ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۰۳/۲۴)

آپ ﷺ کی نبوت و وفات کس مہینے میں ہوئی؟

سوال [۳۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کب ملی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور وفات کس مہینے میں ہوئی؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماہ رمضان میں ۲۱ رمضان المبارک بروز پیر کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ (رحمۃ اللعالمین ۱/۶۲)
یکم ربیع الاول بروز پیر غار ثور سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کا سفر شروع کیا۔ (انوار نبوت ۱۰۳)
بارہ ربیع الاول گیارہ ہجری بروز پیر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام چاشت کے وقت رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

قال ابو عمر: بعثہ اللہ عزوجل نبیاً یوم الإثنين لثمان من ربیع الأول.
(اسد الغابہ، دار الفکر ۱/۲۵)

وكان قدوم رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المدينة في قول ابن إسحاق يوم الإثنين لاثنتي عشرة خلت من ربیع الأول. (اسد الغابہ ۱/۲۸،
مکتبہ دار الفکر بیروت)

عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت: توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الإثنين لثنتي عشرة ليلة خلت من ربیع الأول. (البداية والنهاية
دار الفکر ۵/۲۵۶، تاریخ طبری بیروت ۲/۴۱۱)

وقبض يوم الإثنين ضحی فی الوقت الذی دخل فیہ المدينة لاثنتي عشرة خلت من ربیع الأول. (اسد الغابہ ۱/۴۱، مکتبہ دار الفکر بیروت)

عن عائشة قالت: توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يوم الإثنين لاثنتي عشرة خلت من ربیع الأول. (الطبقات الكبرى لابن سعد دار

الکتب العلمیۃ، ذکر کم مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والیوم الذی توفی فیہ
۲/ ۲۰۹ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۸/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۴۴/۲۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے کی دلیل

سوال [۳۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن و احادیث مبارکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بے شمار دلائل ملتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا یہی دلائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے کے بھی ہیں، یا اس کے علاوہ کوئی اور دلائل ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے پر دال ہیں؟ اگر ان دلائل کے علاوہ کوئی دوسری دلیل ہے تو اس کو جواب میں تحریر فرمائیے واضح رہے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین و الرسل ہونے میں کوئی شک و تردد نہیں ہے، بلکہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے کے دلائل معلوم کرنا ہے؟

المستفتی: محمد عبدالستار، چلپائی گوڑی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء اور خاتم النبیین ہونے کے دلائل قرآن مقدس اور احادیث شریفہ میں موجود ہیں، اسی طرح خاتم الرسل ہونے کی بھی صراحت احادیث میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ: **إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدى ولا نبي، الحديث:** (ترمذی شریف، کتاب الروایا، باب ذهب النبوة، النسخة الهندية ۲/ ۵۳، دار السلام رقم: ۳۲۷۲، مسند احمد ۳/ ۲۶۷، رقم: ۷۷۳)

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مثلي ومثل الأنبياء كمثلي قصر أحسن بنيانه إلا موضع تلك اللبنة فكنت أنا سدوت

موضع اللبنة ختم بي البنيان وختم بي الرسل . (مشکوٰۃ المصابيح، النسخة الهندية

۵۱۱/۲، صحيح ابن حبان، دار الفكر ۶/۸۳، رقم: ۶۴۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ

۱۴۳۶/۶/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۰۷۳/۴)

کیا حضور ﷺ کو مرض الوفات میں تکلیف ہوئی تھی؟

سوال [۳۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کسی

حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں تھے، تو آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت آپ کو بہت تکلیف ہوئی تھی؟ ایسی کوئی حدیث ہو تو بحوالہ تحریر فرمادیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتی: مہدی حسن، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الوفات میں بہت

زیادہ تکلیف ہوئی تھی، آپ نے خود سے کچھ پہلے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ خیر کے زہر آلود بکرے میں سے ایک لقمہ جو کھایا تھا، اس کا زہر اس وقت ستارہا ہے، اور اس قدر تکلیف ہو رہی ہے، اور ایسا لگ رہا ہے کہ میری گردن کی شہ رگ کو کاٹ دیا گیا ہے، زندہ آدمی کی شہ رگ کو کاٹنے سے جو تکلیف ہوتی ہے، وہی اور اسی طرح کی تکلیف ہو رہی ہے، اس سے متعلق حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن الزہری قال عروۃ قالت: عائشة رضی اللہ عنہا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی مات فیہ یا عائشة ما أزال

أجد ألم الطعام الذى أكلت بخير فهذا أوان وجدت انقطاع أبهري من ذلك السمّ. (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته، النسخة الهندية ۶۳۷/۲، رقم: ۴۲۵۰، ف: ۴۴۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۸/۴۱)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۲/۱۱ھ

آپ ﷺ کے اجداد کے عرب مستعربہ میں سے ہونے کی تحقیق

سوال [۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سبجانہ کے بارے میں آنحضور کا تسلی بخش جواب دست یاب ہوا کافی خوشی ہوئی ایک اور بات دریافت طلب یہ ہے کہ تقریر حاوی ص: ۱۵ پر لکھا ہے کہ فحطان عرب عاربہ اور عدنان عرب مستعربہ میں سے ہیں اور جامع اللغات ص: ۵۲۲، اردو میں لکھا ہے کہ فحطان نوح علیہ السلام کے پڑپوتے کا نام ہے اور عدنان آنحضرت ﷺ کے اجداد میں سے ایک فصیح و بلیغ شخص کا نام ہے، (ص: ۴۷۳) دریافت طلب بات یہ ہے کہ عدنان جب نبی ﷺ کے اجداد میں سے ہیں تو انھیں عرب عاربہ یعنی پیدائشی عرب ہونے چاہئے اور فحطان پڑپوتے نوح علیہ السلام کو عرب مستعربہ میں سے یعنی باہر سے آکر مقیم ہونے والوں میں سے ہونے چاہئے، براہ کرم مع حوالہ تسلی بخش جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔

نیز ایک کتاب عالمی تاریخ کے صفحہ ۲۲ پر ہے کہ عدنان اکسویں پشت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔

نوٹ: سابق خط سے متعدد استاذوں کو تسلی ہوئی۔

المستفتی: اعجاز احمد اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تقریر حاوی اور جامع اللغات دونوں میں صحیح

لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد عرب مستعربہ ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اصلی عربی نہیں ہیں بلکہ باہر سے تشریف لائے تھے اس لئے قبیلہ عدنان عرب مستعربہ ہیں، اور قحطان حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا ہے، سب سے پہلے طوفان نوح علیہ السلام کے بعد عرب کی آبادی اولاد قحطان سے ہوئی ہے اس لئے قبیلہ قحطان عرب العرباء ہوا ہے تو کوئی اشکال کی بات نہیں اب دونوں کو کمال فصاحت و بلاغت کے لئے بولتے ہیں۔ (شیخ زادہ ۵/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۸/ ذی القعدہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۸۴/۲۵)

بناء کعبہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیہوش ہونا

سوال [۳۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ آپ کی عمر شریف ۳۵ یا ۲۵ برس کی تھی تعمیر کعبہ کے وقت خواجہ ابوطالب کے کہنے سے جبکہ کندھے پر پتھر لے کر چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی کہ اپنا تہبند کھول کر کندھے پر رکھ لو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایسا کیا تو بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تھے کیا یہ واقعہ درست ہے؟ واضح فرمائیں۔

المستفتی: شبیر احمد، فتح گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جی ہاں واقعہ درست اور صحیح ہے، سیرۃ مصطفیٰ ص: ۱۱۳، میں بھرم ۳۵ سال کا واقعہ نقل فرمایا ہے اور صحیح بخاری اور مسلم میں یہ واقعہ موجود ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خواجہ ابوطالب کے بجائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نقل فرمایا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال: لما بنيت الكعبة ذهب النبي صلى الله

علیہ وسلم وعباس ینقلان الحجارۃ فقال العباس للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: إجعل إزارک علی رقبته فخر إلی الارض وطمحت عیناه إلی السماء فقال أرنی إزاری فشدہ علیہ. (بخاری شریف، کتاب الحج، باب فضل مکہ وبنیانہ، النسخۃ الہندیۃ ۱۱/ ۲۱۵ رقم: ۱۵۵۸، ف: ۱۵۸۲، مسلم شریف کتاب الحيض، باب الاعتناء بحفظ العورة، النسخۃ الہندیۃ ۱/ ۱۵۴، بیت الأفكار رقم: ۳۴۰) وفي طبقات ابن سعد من حدیث الزہری عن محمد بن جبیر بن مطعم دخل حدیث بعضهم فی حدیث بعض قالوا: بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینقل معهم الحجارۃ یعنی للبيت وهو یومئذ ابن خمس وثلاثین سنۃ الخ. (عمدۃ القاری، کتاب الحج باب فضل مکہ وبنیانہ مکتبہ زکریا ۷/ ۱۳۰، تحت رقم الحدیث: ۱۵۸۲)

فبینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ینقل معهم وهو یومئذ ابن خمس وثلاثین سنۃ وكانوا یضعون أزرهم علی عواتقهم، ویحملون الحجارۃ ففعل ذلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ. (الطبقات الکبری دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۶، ذکر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدم قریش الکعبۃ وبناءہا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ ابن خمس وثلاثین سنۃ تاریخ طبری ۲/ ۲۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۶۳/۲۶)

شب معراج سے قبل حضور کون سی نماز پڑھتے تھے؟

سوال [۳۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب

معراج سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی نماز پڑھتے تھے اور کتنے وقت کی؟ زید کہتا ہے باضابطہ نماز تو معراج میں ملی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس وقت نماز فرض تو نہیں تھی لیکن نوافل پڑھتے تھے اور نوافل کے لئے وقت اور تعداد متعین نہیں ہے، البتہ صلوٰۃ الفجر و صلوٰۃ العصر کا پڑھنا بعض روایات سے ثابت ہے۔

أقول: ان صلاة الصبح والعصر كان يؤديها النبي صلى الله عليه وسلم قبل ليلة الإسراء فلا حاجة إلى تعليمها، وقد ذهب بعض العلماء إلى فرضية الفجر والعصر قبل ليلة الإسراء، وكثير من آيات القرآن دالة على هاتين الصلاتين وفي الصحيحين أنه عليه السلام صلى بالنخلة حين ذهب عامداً إلى عكاظ واستمع له الجن وجهر بالقراءة واتفق العلماء على أنه عليه السلام كان يصلي الفجر الخ. (العرف الشذي على هامش الترمذي، كتاب الصلوة، باب ماجاء في مواقيت الصلوة ۱/ ۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳/ ربيع الثانی ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۱/ ۳۶۸۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ماہ کے معمولات

سوال [۳۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ماہ کے کیا معمولات تھے؟ احادیث و سیر کی روشنی میں مطلع فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ماہ کے معمولات پورا قرآن کریم، احادیث شریفہ اور سیرت پاک ہی ہے۔

قالت: سألت عائشة! فقلت: أخبريني عن خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقالت: كان خلقه القرآن (مسند أحمد ۶/ ۱۳۶، رقم: ۲۵۸۱۶،

المعجم الأوسط، دار الفكر ۱/ ۳۰، رقم: ۷۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲ سوال ۱۴۱۴ھ

۲۲/۱۰/۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱/ ۳۶۷۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کئے ہیں؟

سوال [۳۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی میں کتنے حج کئے ہیں کیونکہ ایک صاحب نے دعویٰ کے ساتھ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا ہے۔

المستفتی: ہارون رشید قاسمی، مندسور، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل ہر سال حج فرمایا کرتے تھے اور موسم حج ہی اہل مدینہ کو دعوت دینے کا سبب بنا تھا؛ البتہ ہجرت کے بعد صرف ایک حج فرمایا تھا شاید جن صاحب نے ایک حج بتلایا ہے ان کی مراد ہجرت کے بعد کا حج ہوا اگر یہی بات ہے تو ان کی بات بھی صحیح ہے۔

قال ابن الأثير: كان عليه الصلوة والسلام يحج كل سنة قبل أن يهاجر ويوافقه قول ابن الجوزي حج حجاج لا يعلم عددها الخ. (مرقات كتاب المناسك، الفصل الاول مطبع ملتان ۵/ ۲۶۳)

حجته بعد الهجرة إلى المدينة واحدة، وأما قبل الهجرة وبعد النبوة فواحدة أيضا وأما قبل النبوة فالحج ثابتة بدون تعيين العدد الخ. (العرف الشذي على هامش الترمذي، كتاب المناسك باب ما جاء كم حج النبي ﷺ ۱/ ۱۷۱)

وقال ابن حزم: حج واعتمر قبل النبوة وبعدها وقبل الهجرة وبعدها حججا وعمرا لا يعلمها إلا الله كذا في الخميس قلت: لكنهم لا خلاف بينهم في أنه صلى الله عليه وسلم لم يحج بعد الهجرة إلا مرة واحدة. (الكوكب الدرري مكتبة يحيى سهارنپور ۱/ ۲۷۲، كتاب المناسك، باب كم حج النبي صلى الله عليه وسلم) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۹/۳/۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۲۵/۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مکھی بیٹھتی تھی یا نہیں؟

سوال [۳۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی بیٹھتی تھی یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب، غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی بیٹھنے سے متعلق ہمیں کوئی صریح مستند روایت نہیں ملی سکی، البتہ علامہ سیوطیؒ نے قاضی عیاضؒ کی ”شفاء“ کے حوالہ سے الخصائص الکبریٰ میں یہ نقل کیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

ذكر القاضي عياض في الشفاء في مولده أن خصائصه صلى الله عليه وسلم أنه كان لا ينزل عليه الذباب وذكره ابن سبع في الخصائص بلفظ أن لم يقع على ثيابه ذباب قط زاد أن من خصائصه أن القمل لم يكن يؤذيه . (الخصائص الكبرى ، باب

ملا ینزل الذباب علی ثیابه ۶۸/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی غفرلہ
 ۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
 (الف توئی نمبر ۱۳۰۱۰/۲)
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۶/۶/۱۴۳۶ھ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی یا چھینک آتی تھی؟

سوال [۳۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی آتی تھی یا نہیں؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آتی تھی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حدیث میں کیا صراحت وارد ہوئی ہے، واضح فرمائیے؟

المستفتی: محمدناظر، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی نہیں آتی تھی، حضرت یزید بن اصم کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آتی تھی، مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت یزید بن اصم کی مرسل روایت مذکور ہے، اور اس کی وجہ یہی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی غالب نہیں ہو سکا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی بھی نہیں آتی تھی، چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے ”فتح الباری“ میں حدیث: ۶۲۲۶ کی تشریح کے آخر میں ابن سبع کی شفاء کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی بھی نہیں آتی تھی، اس لئے کہ انگریزی بھی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، روایات ملاحظہ فرمائیے:

عن یزید بن الأصم قال: ما تشاء رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلاة قط. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الصلاة، باب في التشاء في الصلاة، مؤسسه علوم القرآن ۵/۳۱۷، رقم: ۸۰۶۵)

ومن الخصائص النبویة ما أخرجه ابن أبي شيبة والبخاري في "التاريخ" من مرسل يزيد بن الأصم قال: مات شاء ب النبي صلى الله عليه وسلم قط، وأخرج الخطابي من طريق مسلمة بن عبد الملك بن مروان قال: مات شاء ب نبي قط، ومسلمة أدرك بعض الصحابة وهو صدوق، ويؤيد ذلك ما ثبت أن التشاء ب من الشيطان ووقع في الشفاء لابن سبع: أنه صلى الله عليه وسلم كان لا يتمطى، لأنه من الشيطان. (فتح الباری، کتاب الأدب، باب إذا تشاء ب فليضع يده على فيه،

دارالفکر ۱۰/ ۶۱۳، رقم: ۵۹۸۵، ف: ۶۲۲۶، اشرفیہ دیوبند ۱۰/ ۷۴۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آیا کرتی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے، اور چھینک آنا اللہ کی طرف سے ایک رحمت ہوتی ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چھینک آتی تھی، روایات ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا عطس غطى وجهه بيده أو ثوبه وغضّ بها صوته. (ترمذي شريف، كتاب الأدب، باب ماجاء في خفض الصوت وتخميم الوجه عند العطاس، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۳، دارالسلام رقم: ۲۷۴۵)

عن أبي هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس وضع يده أو ثوبه على فيه وخفض أو غضّ بها صوته. (ابو داؤد شريف، كتاب الأدب، باب في العطاس، النسخة الهندية ۲/ ۶۸، دارالسلام رقم: ۵۰۲۹)

عن أبي هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس غضّ صوته وخمر وجهه. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب كراهية رفع الصوت الشديد بالعطاس، دار الحديث القاهرة ۲/ ۵۸۸، رقم: ۳۵۷۹،

دارالکتب العلمیۃ ۳/ ۲۰۵، رقم: ۳۶۷۱

عن ابي هريرة رضى الله عنه، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس أمسك يده أو ثوبه على فيه ثم خفض بها صوته. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب كراهية رفع الصوت الشديد بالعطاس، دارالحديث القاهرة ۲/ ۵۸۹، رقم: ۳۵۸۰، دارالکتب العلمیۃ ۳/ ۲۰۵، رقم: ۳۶۷۲، شعب الإيمان للبيهقي، باب فی تشمیت العاطس فصل فی خفض الصوت بالعطاس

۷/ ۳۱، ۳۲، رقم: ۹۳۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۶/۶/۲۳ء

کتبہ: شبیر احمد قاسمی غفرلہ
۲۳ جمادی الثانی۱۴۳۶ء
(الف فتویٰ نمبر ۱۳۰۱۷/۴)

وہ کون لوگ ہیں، جنہیں کبھی احتلام نہیں ہوتا

سوال [۳۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ کون لوگ ہیں جنہیں کبھی احتلام نہیں ہوتا ہے؟ جواب بحوالہ تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟

المستفتی: حبیب اللہ، بھگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: احتلام کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔

(۱) شیطان کے وسوسے اور اس کے اثرات کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شیطانی اثرات اور شیطانی وسوسے سے محفوظ رکھا گیا ہے، اس لئے شیطانی اثرات کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو احتلام نہیں ہوتا ہے۔

(۲) جسمانی طاقت یا کمزوری کی وجہ سے بغیر شیطانی اثرات کے اور بغیر خواب دیکھے غیر اختیاری طور پر بھی احتلام ہو جاتا ہے، اس دوسری شکل میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی اس کا امکان ہے، جس میں شیطانی اثرات کا کوئی دخل نہیں

ہوتا، لہذا حاصل یہ نکلا کہ شیطانی اثرات کے ذریعہ جو احتلام ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو محفوظ رکھا ہے، اس سے متعلق جزئیہ ملاحظہ فرمائیے:

إن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام سالمون من الإحتلام لأنه علامة تأتي الشيطان في حال المنام قال ابن حجر: وإنما احتاجت عائشة لقولها من غير حلم مع أن الأنبياء لا يحتلمون لأن هذا النفي ليس على إطلاقه بل المراد أنهم لا يحتلمون برؤية جماع لأن ذلك من تلاعب الشيطان بالنائم وهم معصومون عن ذلك وأما الإحتلام بمعنى نزول المنى في النوم من غير رؤية وقاع فهو غير مستحيل عليهم لأنه ينشأ عن نحو امتلاء البدن فهو من الأمور الخلقية أو العادية التي يستوى فيها الأنبياء وغيرهم. (مرقاۃ المفاتیح، الصوم، تحت الفصل الأول، مكتبہ امدادیہ ملتان ۴/ ۲۶۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی غفرلہ

۲ ربیع الاول ۱۴۳۶ء

(الف فتویٰ نمبر ۴۱/ ۱۱۹۴۶)

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۳/ ۱۴۳۶ء

سرور کائنات کے دندان مبارک کون سی جنگ میں شہید ہوئے؟

سوال [۳۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کآقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک جنگ بدر میں شہید ہوئے یا جنگ احد میں شہید ہوئے تھے؟ تحریر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی؟

المستفتی: عبد الحمید ولد عبد الغفور انصاری، پاکپڑہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک جنگ

احد میں شہید ہوئے ہیں۔

عن انس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كسرت رباعيته يوم

أحد، وشج في رأسه الحديث. (مسلم شریف، کتاب الجہاد والسير: باب غزوة أحد، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۸، بيت الافكار رقم: ۱۷۹۱، سنن ترمذي ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، النسخة الهندية ۲/ ۱۲۹، دارالسلام رقم: ۳۰۰۲، صحيح ابن حبان، باب كتب النبي، ذكر ما أصيب من وجه المصطفى عند اظهاره.... دارالفکر ۶/ ۱۴۸، رقم: ۶۵۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ
الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۹۰۶

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۱۱/۲۹ھ

نبی اکرم ﷺ کو زہر دینے والی عورت اور اصحاب کہف سے متعلق سوال

سوال [۳۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ یہودیہ عورت جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں زہر دیا تھا اس کا نام کیا تھا، اور وہ ایمان لائی تھی یا نہیں؟ دوسرے اصحاب کہف کون تھے ان کا نام و نسب کیا تھا؟ اور ان کے کتے کا رنگ کیسا تھا اور یہ تابعی تھے یا تبع تابعی تھے ان کا اصل نام لکھ کر غور و فکر سے جواب دیں۔ نوازش و مہربانی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس یہودی عورت نے غزوہ خیبر کے موقع پر کھانے میں زہر دیا تھا اس کا نام زینب بنت الحارث تھا، وہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی اور وہ بعد میں ایمان لے آئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حق معاف فرما دیا تھا، لیکن جب زہر کی وجہ سے صحابی حضرت براء بن معرورؓ کا انتقال ہو گیا، تو اس کو قتل کر دیا گیا۔

فیہا سم أهدتها لہ زینب بنت الحارث الیہودیۃ امرأة سلام بن مشکم، قال الزرکشی: وروی معمر فی جامعہ أنها أسلمت. (بخاری شریف

وهذه المرأة اليهودية الفاعلة للسم اسمها زينب بنت الحارث أخت

مرحب اليهودي . (نووی علیہم مسلم، کتاب السلام، باب السم علی حاشیۃ مسلم

ہندی ۲/ ۲۲۲، تحت رقم: ۲۱۹۰)

اصحاب کہف موحد تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر ایمان رکھتے تھے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: مکسلمینا، تملیخا، مرطونس، بینونس، سارینونس، ذونواس، کشفیطونوس، ان کے کتے کے رنگ کے متعلق بہت اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ سفید تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ پیلا تھا، تیسرا قول یہ ہے کہ وہ گندمی رنگ کا تھا، چوتھا قول یہ ہے کہ وہ سفید سرخی مائل تھا، پانچواں قول یہ ہے کہ وہ آسمانی رنگ کا تھا، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

قال محمد بن اسحق ومحمد بن یسار: وفيهم بقايا على دين المسيح

متمسكون بعبادة الله وتوحيدہ. (تفسیر خازن ۳/ ۱۸۶، تفسیر معالم التنزیل ۴/ ۱۵۶)

روی عن ابن عباس أنه قال هم مكسلمينا، تمليخا، ومرطونس،

وینونوس، وسارینونوس، وذونواس، وکشفیطونوس. (تفسیر الخازن:

سورة الكهف ۳/ ۱۹۵)

قال ابن عباس كان كلبا أئمر وقيل كان أصفر، وقيل كان شديد

الصفرة يضرب إلى حمرة. (تفسیر الخازن، سورة الكهف ۳/ ۱۶۲، حاشیۃ جلالین

۲/ ۲۴۳، تفسیر مظہری، زکریا قدیم ۶/ ۲۶، جدید ۵/ ۳۷۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۲۱/۱/۲۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱/ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴/ ۶۴۶۳)

حضور ﷺ کے راستہ میں امّ جمیل عوراء بنت حرب کا کانٹا ڈالنا

سوال [۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے اور گھر کا کوڑا کون ڈالا کرتا تھا کسی عورت کے بارے میں سنا تھا کیا یہ بات سچ ہے، اس عورت کا نام کیا تھا؟ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد نعمان خان، سنبھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے اور کوڑا بولہب کی بیوی ام جمیل عوراء بنت حرب ڈالا کرتی تھی۔

أخرج ابن جرير عن ابن اسحاق عن رجل من همدان يقال له يزيد أن امرأة أبي لهب كانت تلقى في طريق النبي صلى الله عليه وسلم الشوكة والعصاة لتعقرهم. (تفسير مظهری زکریا جدید ۱۰/۵۳، قدید ۱۰/۳۶۸، روح المعانی زکریا ۱۶/۴۷۲)

أن امرأته أم جميل بنت حرب أخت أبي سفيان قال الضحاك: كانت تنشر السعدان على طريق رسول الله صلى الله عليه وسلم فيطؤوه كما يطاء أحدكم الحرير. (عمدة القاری زکریا ۱۳/۵۲۲، داراحیاء التراث العربی ۲۰/۸، تحت رقم الحديث: ۴۹۷۳، حاشیة بخاری شریف ۲/۷۴۳، تحت تبیت ۲/۷۳۹، تحت سورة الضحیٰ)

عبد الرحمن بن أبي زياد عن أبيه قال: سمعت ربيعة بن عباد الدلی، وهو يقول: أما ما أسمعكم تقولون: إن قريشا كانت تنال من رسول الله صلى الله عليه وسلم فإني أكثر ما رأيت أن منزله كان بين منزل أبي لهب وعقبة بن أبي معيط، فكان ينقلب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى بيته فيجد الأرحام، والدماء، والأنجاث قد تصدت على بابه، فينحى ذلك

بسبب قوسہ وبقول: بسئس الجوار هذا يا معشر قريش. (المعجم الاوسط للطبرانی، دارالفکر ۶/ ۳۷۵، رقم: ۹۱۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(فتویٰ نمبر ۴۰/ ۱۱۴۲۳)

حضرت میمونہؓ کا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ کیسے ہوا جبکہ آپ مکہ ہی میں تھی؟

سوال [۳۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمرۃ القضاء کے سفر میں ہوا تو ان کا نکاح کس نے پڑھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح لے کر کس کو بھیجا تھا یہ نکاح حد و حرم سے دس کلومیٹر دور اور مسجد حرام سے ۱۶ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہوا ہے۔ حضرت میمونہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھیں، بلکہ وہ مکہ ہی میں تھیں، اس وقت تک انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور مکہ ہی میں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا، انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، تو جب وہ مکہ ہی میں تھیں، تو مقام سرف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ان کا نکاح کیسے ہوا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت

عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح لیکر حضرت میمونہؓ کے پاس مکہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب کو بھیجا تھا، اور حضرت میمونہؓ نے اپنے نکاح کا معاملہ اپنی بہن ام الفضلؓ کے سپرد کر دیا تھا، پھر ام الفضلؓ نے اپنے شوہر حضرت عباسؓ کو یہ معاملہ نکاح سپرد کر دیا تھا، اس کے بعد حضرت عباسؓ نے مقام سرف تشریف لے کر حضرت میمونہؓ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا تھا، جبکہ حضرت میمونہؓ مکہ ہی میں مقیم تھیں۔

وتزوجها رسول الله في ذى القعدة سنة سبع لما اعتمر عمره القضاء فيقال: أرسل جعفر بن أبي طالب يخطبها فأذنت للعباس فزوجه منه ويقال إن العباس وصفها له فقال قد تأيمت من أبي دهم فتزوجها. (الإصابة، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۶۳۹)

تزوجها رسول الله بعد زوجها سنة سبع في عمره القضاء في ذى القعدة فأرسل رسول الله جعفر بن أبي طالب إليها فخطبها فجعلت أمرها إلى العباس بن عبد المطلب فزوجه من رسول الله وقيل: بل العباس قال: لرسول الله إن ميمونة بنت الحارث قد تأيمت من أبي دهم بن عبد العزى هل لك أن تزوجه؟ فتزوجها رسول الله. (اسد الغابه، دار الفكر ۶/ ۲۷۳)

عن ابن عباس أن رسول الله تزوج ميمونة بنت الحارث في سفره ذلك وهو حرام وكان الذي زوجها إياها العباس بن عبد المطلب، قال ابن هشام: كانت جعلت أمرها إلى أختها أم الفضل فجعلت أم الفضل أمرها إلى زوجها العباس فزوجه رسول الله وأصدقها عنه أربع مئة درهم. (البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۴/ ۷۶، ومثله فی الاستیعاب رقم الترجمة ۳۵۳۳ باب النساء وكناهن ۴/ ۶۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(فتویٰ رجسٹر خاص ۱۱۳۹۳/۲۰)

عہد نبوی کے جھنڈے کی کیفیت

سوال [۳۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسلامی جھنڈے کا نشان کیا تھا، حضور اقدس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

اسلامی جھنڈا کس طرح کا تھا، دور حاضر میں مسلمانوں کی مختلف تنظیمیں ہیں ان کے الگ الگ جھنڈے ہیں، ان کا جدا گانہ رنگ کیوں ہے؟ جیسے جمعیۃ علماء ہند، مسلم لیگ، جماعت اسلامی ہند، جماعت الملحدیث، اس کی وجہ بیان فرمائیں؟ اور کیا اچھا ہوتا سب کا ایک ہی اسلامی جھنڈا ہوتا، مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: نفیس، بھوجپور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اسلامی جھنڈے کا رنگ کالے اور سفید دھاریوں سے مرکب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو جھنڈا تھا وہ سفید اور کالی دھاریوں سے مرکب تھا، اور دور حاضر میں جمعیۃ علماء ہند کا جو جھنڈا ہے وہی اسلامی جھنڈے کا رنگ ہے، اس کے علاوہ مختلف تنظیموں کے مختلف جھنڈے یہ نظریاتی اختلاف کی بنیاد پر ہیں، اور وہ اپنی اپنی شناخت بتانے کے لئے مختلف رنگ کے جھنڈے کو پسند کرتے ہیں۔

عن ابن عباس أن رأیة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت سوداء ولواءه أبيض. (سنن ابن ماجه، باب الرايات والالوية، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۲، رقم: ۲۸۱۸، سنن ترمذی، باب ماجاء فی الرايات، النسخة الهندية ۱/ ۲۹۶، دارالسلام رقم: ۱۶۸۱، المعجم الكبير، دار احیاء التراث العربی ۲/ ۲۲، رقم: ۱۱۶۱، سنن کبریٰ للبيهقي، دارالفکر ۱۰/ ۵۸، رقم: ۱۳۳۳۶، کتاب قسم: والغنیمۃ الفی باب ماجاء فی عقد الالوية والرايات)

عن ابن عباس قال: كانت رأیة رسول الله صلى الله عليه وسلم سوداء ولواءه أبيض مكتوب عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله. (المعجم الأوسط، دارالفکر ۱/ ۷۸، رقم: ۲۱۹)

كانت سوداء من نمرة: وهي من بردة من صوف يلبسها الأعراب فيها تخطيط من سوداء وبيضاء ولذلك سميت نمرة تشبيها بالنمرة.

(تحفة الأحوذی مطبوعه ملتان ۳/ ۲۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۳۰/۱۲۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۶۲/۵)

گنبد حضریٰ کی جالی پر لگے نشان کی حقیقت

سوال [۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد حضریٰ پر بالکل اوپر ایک ابھری ہوئی جالی سی نظر آتی ہے، یہ کیسا نشان ہے، کیا اس کے متعلق تاریخ میں کوئی تذکرہ ہے، یا کسی واقعہ کے پس منظر میں اسے بنایا گیا ہے، اس سے متعلق انٹرنیٹ کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو یہ لکھا ہے کہ ”کسی دشمن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہونچانا چاہا تھا، اس نے اوپر سے حملہ کیا تھا، تو اللہ نے اسے جلادیا تھا، پھر عبرت کے لئے اس کی لاش کو وہیں پر چپکا کر بند کر دیا گیا اسی وجہ سے وہ حصہ گنبد پر ابھرا ہوا نظر آتا ہے“ اسلامی تاریخ میں کیا ایسا کوئی واقعہ پیش آیا ہے، صحیح کیا ہے، امید کہ جواب سے نوازیں گے؟

المستفتی: حافظ اکرام، پکاباغ، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گنبد حضریٰ کے اوپر جو جالی ہے، اس کے بارے میں اسلامی تاریخ میں کسی قسم کا ذکر نہیں ہے، اس کو ہم گنبد حضریٰ کا روشن دان سمجھتے ہیں اور انٹرنیٹ کے ذریعہ سے جو واقعہ سوال نامہ میں پیش کیا گیا ہے، وہ بے ثبوت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۱/۴/۱۴۳۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۸/۴)

کتنے غزوات میں اقام کی نوبت آئی؟

سوال [۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زمانہ رسالت میں جو غزوات و جنگیں ہوئی ہیں ان میں کون کون سی جنگ میں پہل اور اقام کی نوبت آئی اور کتنی میں نہیں، احادیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتی: محمد رضوان بڑھاپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دور رسالت میں اقامی و جارحانہ اور مدافعانہ دونوں طرح کی جنگیں ہوئی ہیں، ذیل میں صرف مشہور اور بڑے غزوات کی نشاندہی کی جارہی ہے، اقامی اور جارحانہ جنگ میں غزوہ فتح مکہ، غزوہ خیبر، غزوہ تبوک، غزوہ طائف، غزوہ بنی نضیر، غزوہ بنی قریظہ، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ بنی مصطلق، غزوہ موتہ، ہیں اور دفاعی جنگ میں غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق، غزوہ حنین ہیں تفصیل کیلئے البدایہ والنہایہ، زرقانی، اصح السیر وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۹ / رجب ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۷/۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵/۶۸۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے صاحبزادے تھے

سوال [۳۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے صاحبزادے تھے، چار نام سننے میں آتے ہیں، (۱) طیب (۲) طاہر (۳) قاسم (۴) عبد اللہ یہ چاروں صاحبزادے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اور انہی کے متعلق سوال ہے، نہ کہ حضرت ابراہیم کے بارے میں جو ماریہ قبٹیہؓ کے لطن سے پیدا ہوئے، یہ چار الگ الگ صاحبزادے ہیں، یا کسی کا نام ڈبل ہے،

اس کو واضح کر کے بیان فرمادیں، نوازش ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں، ان کی تعداد کے سلسلے میں اختلاف ہے، چنانچہ اسد الغابہ ۶/۸۱ میں ابو الاسود محمد بن عبد الرحمن کے طریق سے منقول ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے چار صاحب زادے پیدا ہوئے۔ (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت طاہر (۳) حضرت طیب (۴) حضرت عبداللہ اور اسد الغابہ ۶/۸۱ ہی میں حضرت کلبی کی روایت میں منقول ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے صرف دو صاحب زادے کی ولادت ہوئی، (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت عبداللہ اور عبداللہ ہی کو طیب اور طاہر کہا جاتا ہے، دین اسلام آنے کے بعد پیدا ہونے کی وجہ سے، اور حضرت کلبی نے اسی روایت کی تصحیح بھی فرمائی ہے، اور چار صاحب زادے والی روایت کے بارے میں تخلیط کا دعویٰ کیا ہے، اور یہی البدایہ والنہایہ میں بھی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: ولدت خدیجۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلامین وأربع نسوة القاسم وعبداللہ، فاطمہ وأم کلثوم وزینب ورقیۃ، وقال الزبیر بن بکار عبد اللہ هو الطیب وهو الطاهر سمي بذلك لأنه ولد بعد النبوة فما تو قبل البعثة، وفي هامشه في أولاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ خلاف فذكر بعضهم ثلاثة بنين، القاسم والطاهر، والطیب وقال آخرون ما نعلمها ولدت غلاماً إلا القاسم والأرجح أن الطاهر والطیب لقبان لعبد اللہ وقال: ابن سعد إن عبد اللہ ولد في الإسلام فسمى الطیب والطاهر. (البدایہ والنہایہ، دار احیاء التراث العربی ۲/۲۳۶،

قال الکلبی: عبد الله وكان يقال له: الطيب والطاهر قال وهذا هو الصحيح وغيره تخليط . (أسد الغابه، دارالفکر ۶/ ۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حضرت آدم علیہ السلام نے کس درخت کا دانہ کھایا تھا؟

سوال [۳۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کس درخت کا دانہ نوش فرمایا تھا، جس سے اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر جنت سے نکال دیا تھا، جبکہ قرآن کریم میں صرف شجر ممنوعہ لکھا ہے؟

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت آدم علیہ السلام نے جس درخت کا دانہ نوش فرمایا تھا اس کی کوئی تعیین نہ قرآن کریم نے کی ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہے، مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں کسی نے گندم، کسی نے انگور اور کسی نے انجیر وغیرہ وغیرہ کہا ہے اس لئے اس کے بارے میں کوئی قطعی بات کہنا بہت دشوار ہے۔ (مستفاد معارف القرآن، اثر فی بکڈ پو/ ۱۳۳)

ووقع خلاف فی هذه الشجرة فقیل الحنطة وقیل النخلة وقیل شجرة الکافور... قیل التین الخ. (روح المعانی زکریا ۱/ ۳۷۳)

والشجرة هی الحنطة، أو الکرم، أو التین، أو شجرة من أكل منها أحدث، والأولی أن لا تعین من غیر قاطع کما لم تعین فی الآیة لعدم توقف ما هو المقصود علیه. (تفسیر البیضاوی ۱/ ۷۲ تحت تفسیر الآیة/ ۳۵، ولا تقربا هذه الشجرة)

واختلف أهل العلم فی تعیین هذه الشجرة فقیل: هی الکرم، وقیل: هی السنبلة، قاله ابن عباس: وله عنه طرق صحیحة وقیل التین، وقیل

الحنطة، وقيل اللوز، وقيل النخلة، وقيل هي شجرة القلم، وقيل الكافور، وقيل الأترج وقيل هي شبه البر وتسمى الدعة وهذا مروي عن جماعة من الصحابة فمن بعدهم وقيل ليس في ظاهر الكلام ما يدل على التبيين إذ لا حاجة إليه لأنه ليس المقصود تعرف عين تلك الشجرة وما لا يكون مقصوداً لا يجب بيانه (فتح البيان ۱/ ۳۵ تحت تفسير الآية ۳۵ ولا تقر با هذه الشجرة البقره) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱/ ۳۷۰۶)

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۵/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ

حضرت آدم کی توبہ کہاں اور کتنی مدت کے بعد قبول ہوئی؟

سوال [۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ آسمان پر قبول ہوئی یا زمین پر آنے کے بعد، اور کتنی مدت تک گریہ وزاری کرنے کے بعد توبہ قبول ہوئی؟ تفصیل سے جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد علی ڈھکیہ جمعہ، کندرکی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تاریخ الامم والملوک کے اندر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ زمین پر قبول ہوئی اور دو سو سال گریہ وزاری کرنے کے بعد قبول ہوئی ہے۔
عن ابن عباس قال: نزل آدم معه حين أهبط من الجنة الحجر الأسود (إلى قوله) وبكى آدم وحواء على ما فاتهما يعني من نعيم الجنة مأتى سنة ولم يأكلا ولم يشربا أربعين يوماً ثم أكلا وشربا وهما يومئذ على بوز الجبل الذي أهبط عليه آدم ولم يقرب حواء مائة سنة الخ. (تاريخ الأمم والملوك للطبري ۱/ ۶۶)
وقلنا أهبطوا أي أنزلوا إلى الأرض يعني آدم وحواء وإبليس والحية

فہبط آدم بسرندیپ من أرض الهند -إلیٰ -فتلقى آدم من ربه كلمات أي كانت سبب توبته . (تفسیر الخازن ۱/ ۳۹ تحت الآیۃ البقرہ ۳۶-۳۸)

وقال الأوزاعي: عن حسان هو بن عطية مكث آدم في الجنة مائة عام وفي رواية ستين عاما وبكى على الجنة سبعين عاما وعلى خطيئته سبعين عاما وعلى ولده حين قتل أربعين عاماً رواه بن عساكر (البداية والنهاية دارالفکر ۱/ ۸۰)

عن ابن عباس أن آدم عليه السلام طلب التوبة مأتى سنة حتى آتاه الله الكلمات (الدر المنثور ۱/ ۱۸۸، دارالکتب العلمیۃ) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۵۵)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے موقع پر مذبحہ دنبہ کے گوشت کو کیا کیا گیا تھا؟

سوال [۳۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے جس ذنبہ کو قربان کیا تھا، اس کے گوشت کو کیا کیا گیا تھا؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس ذنبہ کی قربانی کی تھی اس کے گوشت کو درندوں پرندوں نے کھا لیا تھا؛ اس لئے کہ وہ جانور جنت سے آیا ہوا تھا، اور جنت کی چیزوں پر آگ اثر نہیں کر سکتی وہ ہانڈی میں پک نہیں سکتی اور انسان بغیر پکے کھا نہیں سکتا؛ اس لئے اسے یونہی چھوڑ دیا گیا تھا۔

ومن المعلوم المقرر أن كل ما هو من الجنة لا تؤثر فيه النار فلم يطبخ

لحم الكبش بل أكلته السباع والطيور. (جمل شرح تفسیر جلالین شریف ۳۴۹/۶،

تفسیر فتح البیان تحت الآیۃ وفدیناه بذبح عظیم ۷/۷۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۳/۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵/۶۵۵۷)

حضرت ابراہیمؑ کے دنبہ کی قربانی کا گوشت کیا ہوا؟

سوال [۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دنبہ قربان کیا تھا اس کا گوشت کیا ہوا تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تفسیر فتح البیان کے اندر نقل کیا گیا ہے کہ اس کا

گوشت درندے اور پرندے کھا گئے تھے، اسے آگ سے جلایا نہیں گیا تھا کیونکہ جنت کی اشیاء پر آگ اثر نہیں کرتی، اور شریعت اسلامی سے قبل قربانی کا گوشت جلا دیا جاتا تھا لیکن مذکورہ قربانی کا گوشت جلایا نہیں گیا ہے۔

وقال ابن عباس: والذي نفسي بيده لقد كان أول الإسلام وإن

رأس الكبش معلق بقرنيه في ميزاب الكعبة وقد يبس انتهى ومن المعلوم

المقرر أن كل ماهو من الجنة لا تؤثر فيه النار فلم يطبخ لحم الكبش بل

أكلته السباع والطيور. (تفسیر فتح البیان تحت الآیۃ، وفدیناه بذبح عظیم ۷/۷۴)

ومن المعلوم المقرر أن كل ماهو من الجنة لا تؤثر فيه النار فلم

يطبخ لحم الكبش بل أكلته السباع والطيور. (جمل شرح جلالین

۳۴۹/۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۷۸۹)

حضرت ایوب علیہ السلام کا مرض کیا تھا؟

سوال [۳۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) حضرت ایوب علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے

کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) اگر کیڑے پڑ گئے تھے تو پورے جسم میں پڑے تھے یا جسم کے بعض اعضاء میں؟

(۳) اگر کیڑے تھے تو ان کیڑوں کا طول و عرض یعنی ان حجم کیا تھا؟

المستفی: بندہ محبوب عالم رامپوری

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

جسد مبارک میں کیڑے پڑنے کی روایات معتبر نہیں ہیں، جن روایات و آثار سے کیڑے پڑنے اور جسم اطہر میں پھوڑے پھنسی وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے، ان پر محققین نے رد کیا ہے:

کیونکہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشری بیماری لاحق ہونا تو ثابت ہے؛ لیکن ایسی بیماری کا لاحق ہونا جس سے انسانی طبع نفرت کرتی ہو، نصوص شرعیہ کے خلاف ہے؛ بلکہ صحیح

روایات اور آیت قرآنی سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق ہوا تھا۔ (۲، ۳) جب کیڑے کی روایات ہی معتبر نہیں تو پورے بدن میں کیڑے پڑنے اور کیڑوں کی لمبائی چوڑائی اور حجم کا کوئی

سوال پیدا نہیں ہوتا ہے۔ (مستفاد معارف القرآن، ۵۲۲)

قال الطبرسی: قال أهل التحقيق أنه لا يجوز أن يكون بصفة

يستقذره الناس عليها لأن في ذلك تنفيراً إلى - ولعلك تختار القول

بحفظهم بما تعافه النفوس ويؤدي إلى الاستقذار والنفرة مطلقاً وحينئذ فلا

بدمن القول بأن ما ابتلى به أيوب عليه الصلوٰۃ والسلام لم يصل إلى حد

الاستقذار والنفرة كما يشعر به ماروى عن قتادة ونقله القصاص فى كتبهم،
وذكر بعضهم أن داءه كان الجدرى ولا أعتقد صحة ذلك والله
أعلم. (تفسير روح المعاني تحت الآية انى مسني الشيطان بنصب وعذاب اركض برجلك
سورة ص ۴۲، ۴۳، زكريا ۱۳/ ۳۰۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۴۲/۲۶)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا نام

سوال [۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو لفظ ہود کے نام سے پکارا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو
نصاری کے نام سے پکارا گیا ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو لفظ امت
محمدیہ کے نام سے پکارا گیا ہے، تو حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کو کس نام سے پکارا گیا ہے؟
المستفتی: محمد عبدالملک، ٹانڈہ رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کو بنی اسرائیل کہتے
ہیں؛ اس لئے کہ داؤد علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، ان کی
طرف منسوب کر کے بنی اسرائیل کہتے ہیں، الگ سے کوئی لقب ان کی امت کو نہیں دیا گیا،
حضرت داؤد علیہ السلام نے زمانہ کوچہ پر تقسیم کر دیا تھا، ایک دن وہ عورتوں میں گزار
دیتے، ایک دن خالص اللہ کی عبادت میں گزار دیتے، ایک دن بنی اسرائیل کے فیصلے وغیرہ
کرنے میں گزار دیتے، اور ایک دن بنی اسرائیل میں پند و نصائح کرتے تھے۔

عن الحسن داؤد جزأ الدهر أربعة أجزاء: يوماً للنساء، و يوماً لعبادته

ویوماً لقضاء بنی اسرائیل، ویوماً لبنی اسرائیل یذاکرهم ویذاکرونه ویبکیهم وییکونہ. (تاریخ طبری ۱/ ۲۸۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

۱۴۲۱/۲/۲۷ھ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۰۷)

۱۴۲۱/۲/۲۷ھ

عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے نام سے کیسے مشہور ہوگئی؟

سوال [۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن

شریف میں سورہ یوسف میں عزیز کی بیوی لکھا ہے، زلیخا نام کیسے مشہور ہوگیا؟

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عزیز مصر کی بیوی کا نام مفسرین نے زلیخا لکھا

ہے؛ اسلئے زلیخا نام سے مشہور ہوگئی اور بعض محدثین و مفسرین نے کہا ہے، ان کا نام زلیخا بنت تملیخا ہے، اور بعض نے کہا کہ راعیل بنت رعاہیل نام ہے اور زلیخا ان کا لقب ہے، اور بعض نے کہا کہ زلیخا نام ہے اور راعیل لقب ہے۔

(لامرأة) راعیل بنت رعاہیل وهو المروى عن مجاهد وقال السدي:

زلیخا بنت تملیخا، وقيل: اسمها راعيل ولقبها زلیخا، وقيل: بالعكس الخ

(تفسیر روح المعانی زکریا ۷/ ۳۱۱ تحت تفسیر سورہ یوسف الآية / ۲۱)

وقالوا اسم تلك المرأة زلیخا وقيل راعيل (تفسیر الرازی تحت سورة

یوسف الآية: ۲۱ جلد ۱۸ / ۴۳۵)

وقال ابن إسحاق إطفير بن رويحب اشتراه لامرأته راعيل

ذكره الماوردي: وقيل كان اسمها زلیخا. (تفسیر قرطبی تحت سورة

سویف، رقم الآیه ۲۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۵۸/۹

وقال الذی اشتراه من مصر یعنی قطفیر لامرأته اسمها راعیل وقیل
زلیخا (تفسیر مظهری تحت سورة یوسف رقم الآیه ۲۱، زکریا قدیم ۱۵۱/۵،
جدیدہ ۲۰/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱/ ۳۷۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/ ۱۱/ ۱۴۱۲ھ

حضرت آمنہؓ، حضرت مریمؑ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو
حیض و نفاس آتا تھا یا نہیں؟

سوال [۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
حضرت آمنہ، حضرت مریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن کو حیض یا نفاس آتا تھا یا نہیں،
مہربانی فرما کر دلیل کے ساتھ جواب سے نوازیں، بہت بہت مہربانی ہوگی۔

المستفتی: اسرائیل، مرشد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت آمنہ کے بارے میں احقر کو معلوم نہیں
حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں کتب تفسیر میں دو قول ملتے ہیں،
(۱) استقر رحمہا سے قبل دو مرتبہ حیض آیا تھا۔
(۲) اللہ تعالیٰ نے ان کو حیض وغیرہ سے پاک صاف رکھا تھا۔

وقد کان حاضت حیضتین قبل أن تحمل (قولہ) قیل إنها علیہا
السلام لم تکن حیض أصلاً بل كانت مطهرة من الحيض الخ. (روح

المعانی، زکریا ۱۶/ ۷۹)

صحیح اور رائج قول یہی ہے کہ حیض آیا کرتا تھا۔

فیذا حاضت تحولت إلى بیت خالتها حتی إذا طهرت عادت إلى المسجد فبینما هی تغتسل من الحيض قد تجرت إذ عرض لها جبرائیل فی صورة شاب أمر د و ضیئ الوجه الخ. (تفسیر خازن ۳/ ۲۱۷)

وكان لا یدخل علیها إلا زکریا حتی کبرت ، فكانت إذا حاضت أخرجها إلى منزله فتکون عند خالتها، وكانت خالتها امرأة زکریا فی قول الکلبی ، قال مقاتل : كانت أختها امرأة زکریا ، وكانت إذا طهرت من حیضتها واغتسلت ردها إلى المحراب . وقال بعضهم : كانت لا تحيض وكانت مطهرة من الحيض . (روح المعانی تحت تفسیر كلما دخل علیها زکریا المحراب، البقره زکریا ۴/ ۷۱)

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کسی معتبر و مستند کتاب میں نظر نہیں آیا؛ البتہ فضائل حسنین میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حیض و نفاس سے پاک و صاف تھیں۔
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا را حیض و نفاس بنود بنا بر آں مرضیہ رازہرہ گویند الخ۔
(فضائل حسنین ص: ۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۸/۲۴)

حضرت ہاجرہ و سارہ علیہما السلام کے والدین کا نام

سوال [۳۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت

ہاجرہ علیہا السلام کی والدہ ماجدہ کا کیا نام تھا؟ اور والد ماجد کا کیا نام تھا؟ - اور حضرت سارہ علیہا السلام کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد کا کیا نام تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: احقر کے پاس جو کتابیں موجود ہیں ان میں سے آپ کے مطالبہ شدہ تمام اسماء نہیں مل سکے جو کچھ دستیاب ہوئے وہ خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، حضرت ہاجرہؓ شہزادی تھیں اس زمانے میں مصر کے بادشاہ جن کا اصلی نام زقیون اور شاہی نام طیطوس تھا، ان کی صاحبزادی تھیں۔ (رحمۃ للعالمین ۲۱/۱، قصص القرآن ۲۱۲/۱)

حضرت ہاجرہؓ کی والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہ حضرت لوطؑ کی بہن تھیں ان کے والد ماجد کا نام ہاران بن تارخ تھا۔ (مستفاد: تفسیر روح المعانی ۸/۱۶۸)

ان کی والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

وآمنت به سارة وهى ابنة عمه وهى سارة بنت هاران الأكبر عم إبراهيم. (تاریخ طبری ۱/۱۸۴)

أمن لوط بإبراهيم وكان ابن أخته وآمنت به سارة وكانت بنت عمه، وقال إنى مهاجر إلى ربي... قال قتادة: هاجر من كوتا وهى قرية من سواد الكوفة إلى حران ثم إلى الشام ومعه ابن أخيه لوط بن هاران بن تارخ وامراته سارة. (تفسیر قرطبی ۳۳۹/۱۳ تحت تفسیر سورة العنکبوت آیت ۲۶-۳۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۰۳/۲)

حضورؐ نے کن کن صحابہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی؟

سوال [۴۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بغیر نماز جنازہ کے کن کن صحابہ کرام کو دفن کیا ہے

؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی۔

المستفتی: محمد صاحب خان، دھره دون

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: احقر کو معلوم نہیں؛ ہاں البتہ حدیث شریف میں اتنی بات وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے قرضدار کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جس کے قرض کی ادائیگی کے لئے متروکہ مال نہیں ہوتا تھا، باقی بلاوجہ کسی کی نماز جنازہ کا بالقصد نہ پڑھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

عبد اللہ بن ابی قتادہ یحدث عن أبیه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى برجل من الأنصار ليصلي عليه فقال النبي صلى الله عليه وسلم: صلوا على صاحبكم فإن عليه ديناً قال أبو قتادة: هو علي قال النبي صلى الله عليه وسلم: بالوفاء قال: بالوفاء فصلى عليه (سنن نسائي، النسخة الهندية ۲/۲۷۸، رقم: ۱۹۶۲، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی من علیہ دین) فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ / رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۹۴/۱۰)

(۲): باب ما یتعلق بالصحابۃ و غیرہم

حضرات شیخین کی قبریں روضۂ اقدس میں کس رخ پر ہیں؟

سوال [۴۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبریں روضۂ اقدس میں کس رخ میں بنی ہیں، مدینہ منورہ میں قبلہ دھن کی طرف ہے تو قبریں پورب کچھم رخ پر ہوتی ہیں، یاد دھن اتر سمت میں اگر کوئی نقشہ وغیرہ کتابوں میں ہو تو حوالہ تحریر فرمادیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: حافظ محمد اکرم، پکاباغ، سینٹاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین (حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ) کی قبریں روضۂ اطہر میں گنبد حضری کے اندر موجود ہیں، اور رخ اس طرح ہے کہ سر مبارک مغرب کی جانب اور قد میں شریفین مشرق کی جانب ہیں، اور چہرہ مبارک جانب جنوب قبلہ کی طرف ہے، اور گنبد حضری کی دیوار اور جالی کے درمیان میں جو فاصلہ ہے، اس فاصلہ کے فرش پر گول دائرہ کے ساتھ نشان بنا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے محاذ پر سب سے پہلا نشان ہے، پھر ایک ذراع مشرق کی طرف ہٹ کر دوسرا نشان ہے، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی سیدھ میں ہے، پھر تقریباً ایک ذراع مشرق کی جانب ہٹ کر کے تیسرا نشان ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کی سیدھ پر ہے، جو حجاج کرام جاتے ہیں، وہ جالی کے پاس سے ان نشانات کا معائنہ کر سکتے ہیں، ہم نے ان تینوں گول دائروں کے نشانات کو خوب اچھی طرح دیکھا

ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۸۳/۴)

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۴/۱۴۳۶ھ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کا سبب اور آپ کی نماز جنازہ پڑھانے والے صحابی رسول

سوال [۴۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کیسے ہوئی اور آپؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟
المستفتی: انعام الحق، سینا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا اصل سبب تو یہ تھا کہ آپؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اس قدر صدمہ تھا کہ آپؓ اندر ہی اندر گھٹتے رہے اور برابر لاغر کمزور ہوتے گئے یہی اندورنی کڑھن اور تکلیف آپؓ کی وفات کا سبب بنا اور ظاہری طور پر یہ سبب بنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۷ جمادی الاخریٰ بروز پیر کو غسل کیا اور اس دن سردی بہت تھی چنانچہ پندرہ دن آپؓ کو بخار رہا اور اسی مرض میں منگل کی رات ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں آپؓ کی وفات ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

توفي عشي يوم الإثنين وقيل يوم الثلاثاء - لثمان بقين من جمادی
الآخرة وصلى عليه عمر بن الخطاب. (اسد الغابہ، دار الفکر ۳/۲۲۹)

وقال زياد بن حنظلة: كان سبب موت أبي بكر الكمد على رسول
الله ومثله: قال عبد الله بن عمر (اسد الغابہ، دار الفکر ۳/۲۳۱)

عن عائشة قالت : کان أول مرض أبی بکر رضی اللہ عنہ أنه اغتسل
یوم الإثنين لسبع خلون من جمادی الآخرۃ - وکان یوماً بارداً فحَمَّ خمسۃ
عشر یوماً لایخرج إلى صلوٰۃ وکان یأمر عمر یصلی بالناس - وتوفي مساء
لیلۃ الثلاثاء لثمان لیل بقیین من جمادی الآخرۃ سنۃ ثلاث عشرۃ (اسد الغابہ،
دارالفکر ۳/ ۲۳۰، تاریخ الطبری ۲/ ۴۸-۳-۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/۲۰۲۱

(فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/ ۱۱۴۴۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارنے والا کون شخص تھا؟

سوال [۴۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارنے والا کون شخص تھا، وہ مسلمان تھا یا کافر؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارنے والا حضرت
مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک مجوسی کافر غلام تھا، جس کا نام ابولؤلؤ فیروز تھا۔

ضربہ أبو لؤلؤۃ فیروز المجوسی ، وهو قائم یصلی فی
المحراب صلاۃ الصبح من یوم الأربعاء ، لأربع بقیین من ذی الحجة
من هذه السنۃ بخنجر ذات طرفین . (البدایہ والنہایہ بیروت تحت أحوال
”عمر بن الخطاب“ دارالفکر ۷/ ۱۳۷)

ووجأه أبو لؤلؤۃ فی کتفه فی خاصرته . (أسد الغابہ أحوال عمر بن
الخطاب، دارالفکر ۳/ ۶۷۵-رقم ۳۸۲۴)

قتل عمر رضی اللہ عنہ سنۃ ثلاث وعشرين من ذی الحجة طعنہ أبو

لؤلؤة فیروز غلام المغیره بن شعبه. (الاستیعاب تحت ترجمة عمر بن الخطاب

رقم الترجمة ۱۸۹۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/ ۱۱۴۲۷)

حضرت عمرؓ کو کس نے شہید کیا؟

سوال [۴۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا ہے؟ اور وہ کس خاندان کا ہے؟

المستفتی: اکرام الدین، سیتا مڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا ابو لؤلؤ تھا، جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔

هو أبو لؤلؤة غلام المغیره بن شعبه الخ. (البدایہ والنہایہ، تحت ترجمة عمر بن الخطاب، دارالفکر بیروت ۷/ ۱۳۷)

ووجاء أبو لؤلؤة فی کتفه فی خاصرته. (اسد الغابۃ، تحت ترجمة عمر بن الخطاب دارالفکر ۳/ ۶۷۵ رقم الترجمة ۳۸۲۴)

قال أبو عمر: قتل عمر رضی اللہ عنہ سنۃ ثلاث وعشرين من ذی الحجة، طعنه أبو لؤلؤة فیروز غلام المغیره بن شعبه لثلاث بقین من ذی الحجة. (الاستیعاب، تحت ترجمة عمر بن الخطاب رقم الترجمة ۱۸۹۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴/ ۱۰/ ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۵۰۰۵)

حضرت عاتکہؓ سے حضرت عمرؓ نے کب نکاح کیا؟

سوال [۴۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ جس فجر کی نماز پڑھانے کے دروان پیش آیا تھا اس نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا شریک تھیں یا نہیں؟ نیز حضرت عاتکہؓ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کب شادی کی اور شادی مدینہ میں کی یا مکہ میں، اور حضرت عاتکہؓ کے لطن سے کتنی اولادیں تھیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، حضرت عمرؓ کا نکاح حضرت عاتکہؓ سے مدینہ میں سن ۱۲ھ میں ہوا اور ان کے لطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جن کا نام عیاض تھا۔

تزوج عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل و كانت قبله عند عبد الله بن مليكة ولما قتل عمر تزوجها بعده الزبير بن العوام ويقال هي أم ابنه عياض (تاریخ الطبری بیروت ۲/ ۵۶۳، البدایہ والنہایہ، دارالفکر ۱۰۱/۷)

فتزوجها عمر بن الخطاب سنة اثنتي عشرة، فأولم عليها، فدعا جمعا فيهم على بن أبي طالب، فقال: يا أمير المؤمنين! دعني أكلم عاتكة قال: إفعل (اسعد الغابه، دارالفکر ۱۸۴/۶)

ثم تزوجها عمرو و ذكر أبو عمر في التمهيد أن عمر لما خطبها شرطت عليه ألا يضربها ولا يمنعها من الحق ولا من الصلاة في المسجد النبوي. (الإصابة دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۵۷۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵/۱/۱۶ھ

(فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/۱۴۴۳ھ)

کیا حضرت عمرؓ نے بیوی کو مسجد سے روکنے کے لئے رات میں دوپٹہ کھینچا تھا؟

سوال: [۴۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم نے ۱۹۸۶ء میں ترمذی پڑھاتے وقت حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ ارشاد فرمایا تھا، کہ انہوں نے اپنی بیوی کو مسجد جانے سے روکنے کیلئے رات کے وقت چھپ کر دوپٹہ کھینچ لیا تھا، الخ ہمارے پاس ترمذی کی کاپی ہے، اس میں یہ واقعہ ہے، لیکن کسی کتاب میں یہ واقعہ نہیں مل رہا ہے، جبکہ سیر کی بعض کتب میں یہ واقعہ حضرت زبیرؓ کا مل رہا ہے، اگر آں محترم کے علم میں حضرت پالن پوری کے بیان کردہ واقعہ کا تذکرہ کسی کتاب میں ہو تو واضح فرمادیں؟

المستفتی: عبدالرشید، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا واقعہ جس میں انہوں نے حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر کے مذکورہ بات بیان کی ہو، احقر کے علم میں نہیں ہے، اس لئے بہتر ہے کہ اس معاملہ میں حضرت ہی سے رجوع کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴ھ/۵/۱۳

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۹/۱۱)

حضرت عثمانؓ کے قتل کا سبب کیا بنا؟

سوال: [۴۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ کیسے اور کیوں پیش آیا؟

المستفتی: محمد قاسم، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی نرم دل انسان تھے اور لوگوں کے ساتھ احسان کر کے خوش کرنے کے عادی تھے، اس نرمی کی وجہ سے آپ کے دور خلافت میں اکثر شہروں کے امیر آپ کے رشتے دار ہو گئے، اور اگر کوئی امیر کی شکایت کرتا تو حضرت اس کو معزول بھی کر دیتے تھے، چنانچہ مصر والوں نے اپنے امیر عبداللہ بن سعد بن سرح کی حضرت سے شکایت کی، تو حضرت نے عبداللہ بن سعد کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر فرما دیا، لیکن مصری قافلہ محمد بن ابی بکر کے ساتھ مصر واپس جا رہا تھا، راستے میں ان کو ایک قاصد ملا جو امیر المؤمنین کی طرف سے خط لے کر مصر جا رہا تھا، اس خط میں عبداللہ بن سعد کی برقراری اور شکایت کرنے والوں کے خلاف کاروائی کی بات تحریر تھی، اس متضاد پیغام کو دیکھ کر یہ قافلہ مدینہ واپس آ گیا، اور حضرت عثمانؓ سے اس تحریر اور وعدہ خلائی کے متعلق دریافت کیا، تو حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کر کہا کہ نہ تو میں نے یہ تحریر لکھی ہے اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے، جس پر ان لوگوں نے کہا کہ اس تحریر پر آپ کی مہر ہے معلوم ہوا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں یا آپ کے کاتب نے خیانت کی ہے، اور دونوں صورتوں میں آپ خلافت کے اہل نہیں، اس لئے آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق دست برداری سے انکار کر دیا، جس بنا پر ان لوگوں نے مزید کچھ اور لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر امیر المؤمنین کے خلاف احتجاج شروع کر دیا، اور ان کا زور اس قدر زیادہ ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کو ان کے مکان میں محصور کر دیا گیا اور جب محاصرہ کو تقریباً دو مہینے گزر گئے تو ایک دن یہ باغی مکان کا دروازہ جلا کر مکان میں گھس آئے، حضرت عثمانؓ تلاوت میں مشغول تھے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے ”إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ الْخ“ (آل عمران - ۱۷۳) (مکہ

والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلے کے لئے سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور وہ بولے کہ کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کار ساز ہے (ان لوگوں نے مکان میں داخل ہوتے ہی حضرت عثمانؓ پر شدت کے ساتھ حملہ کر دیا آپ کے لہو کا پہلا قطرہ قرآن کریم کی اس آیت پر پڑا ”فسی کفیکہم اللہ وہو السميع العليم“ (البقرۃ ۱۳۷) انہی میں سے ایک ملعون نے تلوار پیٹ میں اتا ردی اور آپ سرخ رو ہو کر بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

وكان سبب قتله أن أمراء الأمصار كانوا من أقاربه وكان من حج منهم يشكو من أميره، وكان عثمان لئن العريكة كثير الإحسان والحلم فكان يستبدل ببعض أمرائه فيرضيهم، ثم يعيده بعد إلى أن رحل أهل مصر يشكون من ابن أبي سرح وكتب له كتاباً بتولية محمد بن أبي بكر الصديق فرفضوا بذلك الخ (الإصابة، دار الكتب العلمية ۱۲۳۹/۲، البدايه والنهائيه، دار الفكر ۱۳۴۷/۱، اسد الغابہ، دار الفكر ۴۹۰/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

فتویٰ رجسٹر خاص ۱۱۴۲۵/۴۰

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل کون؟

سوال [۴۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا کون شخص تھا، اس کا نام کیا تھا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

المستفتی: محمد وسیم، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا ”سودان بن حمران“ نامی شخص تھا، اور آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کے بارے میں مختلف اقوال سامنے آتے ہیں (۱) حضرت جبیر بن مطعمؓ (۲) حضرت حکیم بن حزامؓ (۳) مروان بن الحکم (۴) زبیر بن العوامؓ (۵) مسور بن مخرمہ۔

ثم تقدم سودان بن حمران بالسيف وضرب عثمان فقتله (البداية والنهاية ، دارالفکر ۱۳۴/۷)

وكان الذى قتله سودان بن حمران (الاستيعاب تحت ترجمة عثمان بن عفان رقم الترجمة ۱۷۹۷، ۳/ ۱۶۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

وضربه سودان بن حمران المرادي بعد ما خر لجنبه فقتله .
(الطبقات الكبرى لابن سعد ، تحت تذكرة الطبقة الاولى على السابقيه رقم الترجمة: ۱۴ ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ، ۳/ ۵۴، البداية والنهاية دارالفکر ۱۸۵/۷)

وصلی علیہ جبیر بن مطعم ، وقیل : زبیر بن العوام، وقیل : حکیم بن حزام، وقیل : مروان بن الحکم ، وقیل : مسور بن مخرمۃ (البداية والنهاية، دارالفکر بیروت ۱۳۴/۷، اسد الغابہ، دارالفکر ۴۹۱/۳، تاریخ الطبری ۶۸۹/۲، الطبقات الكبرى لابن سعد دارالکتب العلمیۃ ۵۷/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

(فتویٰ رجسٹر خاص ۱۱۳۴۰/۴۰)

حضرت عثمانؓ کے دور میں جمعہ کی اذانیں کہاں دی جاتی تھیں؟

سوال [۴۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے حضرت عمرؓ کے دور تک جمعہ کی ایک ہی اذان خطبہ والی ہوتی تھی، حضرت عثمانؓ کے دور میں پہلی اذان کا اضافہ ہوا۔ سوال یہ ہے کہ وہ خطبہ والی

اذان اور خطبہ سے پہلے والی اذان ان حضرات کے دور میں کہاں ہوتی تھیں تفصیل سے مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: مولانا محمد عارف صاحب، سیٹری بریلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عمرؓ کے آخری زمانہ تک جمعہ کے لئے

صرف ایک اذان ہوا کرتی تھی، اور یہ اذان امام کے ممبر پر بیٹھنے کے بعد امام کے روبرو مسجد نبوی کے دروازہ پر دی جاتی تھی، جسے مسجد کے اندر کے لوگ بھی سنتے تھے اور باہر آبادی کے لوگ بھی سنتے تھے جیسا کہ حضرت سائب بن یزیدؓ کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔

عن سائب بن یزید قال: کان يؤذن بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وأبى بكر وعمر.

(ابو داؤد شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب النداء يوم الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۵، دار السلام)

رقم: (۱۰۸۸)

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اور صرف خطبہ والی اذان سب لوگوں کے جمعہ میں شرکت کے لئے کافی نہ رہی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اذان کا اضافہ فرمایا جو آج کل کے زمانہ میں خطبہ کی اذان سے پندرہ منٹ پہلے اور بعض جگہ آدھا گھنٹہ پہلے دی جاتی ہے، اور اس اذان کا سلسلہ مسجد نبوی سے باہر مقام ”زوراء“ سے ہوا ہے، جہاں سے اذان کی آواز سب جگہ پہنچ جایا کرتی تھی، اور پھر خطبہ کی اذان امام کے سامنے ممبر کے پاس دئے جانے کا سلسلہ شروع ہوا۔

عن السائب بن یزید قال: کان النداء يوم الجمعة: أوله إذا

جلس الإمام على المنبر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وعمر فلما كان عثمان و كثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء. (بخاری شریف کتاب الجمعة، باب لا یقیم الرجل أخاه يوم الجمعة ویقعد

فی مکانہ، النسخۃ الہندیہ ۱/ ۱۲۴، رقم: ۹۰۲، ف: ۹۱۲)

وإذا صعد الإمام المنبر جلس وأذن المؤذنون بين يدي المنبر
بذلك جرى التوارث. (ہدایۃ، کتاب الصلوۃ، باب الجمعة، اشرفی ۱/ ۱۷۱،
شامی، زکریا کتاب الصلوۃ، باب الجمعة ۳/ ۳۸، کراچی ۲/ ۱۶۱، البحر الرائق،
کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ الجمعة، کوئٹہ ۲/ ۱۵۷، زکریا ۲/ ۲۷۴، الفقہ علی
المذاهب الاربعۃ، دارالفکر ۱/ ۳۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۸۸/۷)
الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۶/۱۳ھ

حضرت علیؑ کی شہادت کیسے ہوئی؟

سوال [۴۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی سازش کیسے رچی گئی؟ آپ پر حملہ کرنے والا مسلمان تھا یا
کافر؟ اس کا نام کیا تھا؟ اور آپ کو شہید کہاں کیا گیا، اور آپ کا مزار کہاں ہے؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں
خوارج کو شکست ہوگئی اور وہ بہت کم تعداد میں رہ گئے، تو ان میں سے تین شخص
”عبدالرحمن بن جحیم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تمیمی“ مکہ میں جمع ہوئے اور عہد کیا
کہ حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قتل کر کے
لوگوں کو ان سے نجات دیں گے، چنانچہ عبدالرحمن بن جحیم نے حضرت علیؑ کو شہید کرنے کی
ذمہ داری لی، اور کوفہ چلا گیا، اور ایک دن نماز فجر کے لیے مسجد آتے ہوئے اس نے تلوار
سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر زوردار حملہ کیا، جس میں آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو

گئے، اور یہی زخم آپ کی وفات کا سبب بنا، وفات کے بعد آپ کو کوفہ ہی میں رات کے وقت کسی نامعلوم مقام پر دفن کر دیا گیا، بعض حضرات نے دارالامارہ وغیرہ مقامات کی تعین کی ہے لیکن یہ قطعی اور یقینی نہیں ہے۔

إن ثلاثة من الخوارج وهم عبد الرحمن بن عمرو المعروف بابن ملجم الحميري..... والبرک بن عبد الله التميمي وعمرو بن بكر التميمي: اجتمعوا فتذاكروا قتل علي إخوانهم من أهل النهروان..... وقالوا: فأتينا أئمة الضلال فقتلناهم فأرحنا منهم البلاد وأخذنا منهم ثار إخواننا؟ فقال ابن الملجم: أما أنا فأكفيكم علي بن أبي طالب..... فلما خرج جعل ينهض الناس من النوم إلى الصلاة..... فضربه ابن ملجم بالسيف على قرنه فسال دمه على لحيته..... قلت: أين دفن؟ قال: دفن بالكوفة ليلاً وقد غبي عن دفنه. (البداية والنهاية، دارالفكر، بيروت ۲۲۹/۷-۲۳۲، اسد الغابه، دارالفكر، بيروت ۶۱۶/۳)

انتدب ثلاثة نفر من الخوارج: عبد الرحمن بن ملجم..... والبرک بن عبد الله التميمي، وعمرو بن بكر التميمي. فاجتمعوا بمكة، وتعاهدوا ليقتلن هؤلاء الثلاثة علي بن أبي طالب ومعاوية وعمرو بن العاص ويريحوا العباد منهم، فقال ابن ملجم: أنا لكم بعلي، وقال البرک: أنا لكم بمعاوية، وقال عمرو بن بكر: أنا كافیکم عمرو بن العاص..... فلما خرج علي من الباب نادى أيها الناس! الصلاة الصلاة..... فاعترضه الرجال، فأما سيف ابن ملجم فأصاب جبهته إلى قرنه ووصل إلى دماغه الخ. (اسد الغابه، دارالفكر ۶۱۶/۳، الطبقات الكبرى لابن أبي سعد تحت ذكر الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدراً، مكتبه عباس مکه المکرمة ۲۶/۳، الاصابه في معرفة الصحابه، تحت ترجمة علي بن أبي طالب، رقم الترجمة: ۵۷۰۴، دارالفكتب

العلمیہ، بیروت ۴/ ۶۸، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب تحت ترجمۃ علی بن أبی طالب، رقم الترجمۃ: ۱۸۷۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۳/ ۲۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
فتویٰ رجسٹر خاص ۸/ ۱۱۴۷

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا؟

سوال [۴۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبد الرحمن بن حنظل نے شہید کیا ہے؟ اور وہ کس خاندان کا تھا؟
المستفتی: مغیث الرحمن، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت علیؑ کو عبد الرحمن بن ملجم نے شہید کیا، اور شیب اور وردان بھی شریک تھے، مگر ان کا وارنہ لگ سکا۔

فقال بعض من حضر ذلك: فرأيت بريق السيف وسمعت قائلاً يقول: لله الحكم يا علي لالك! ثم رأيت سيفاً ثانياً فضرباً جميعاً فأما سيف عبد الرحمن بن ملجم فأصاب جبهته إلى قرنه ووصل دماغه، وأما سيف شبيب فوقع في الطاق (الطبقات الكبرى، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرًا مكتبه عباس أحمد الباز، مكة المكرمة ۳/ ۲۶، أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابة تحت ترجمۃ علی بن أبی طالب رقم الترجمۃ ۳۷۸۳، دارالفکر بیروت ۳/ ۶۱۷)

فجاء هؤلاء الثلاثة - وهم ابن ملجم، "وردان" وشبيب - وهم مشتملون على سيوفهم فجلسوا مقابل السدة التي يخرج

منہا علی، فلما خرج جعل ينهض الناس من النوم إلى الصلاة، ويقول: الصلاة الصلاة فثار إليه شبيب بالسيف فضربه فوق في الطاق، فضربه ابن ملجم بالسيف على قرنه فسال دمه على لحيته رضي الله عنه الخ (البدايه والنهايه، دارالفكر ۷/ ۳۲۶)

فخرج علي لصلاة الصبح فبدره شبيب فضربه فأخطاه وضربه عبدالرحمن بن ملجم على رأسه الخ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب، تحت ترجمة علي بن أبي طالب، رقم: الترجمة ۱۸۷۵، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۲۱۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۷/۱۰/۲۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ شوال ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۰۵/۲)

حضرت امیر معاویہ جنگ بدر میں کس جماعت کی طرف سے تھے؟

سوال [۴۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حیوة الحیوان قسط دس ۱۰/ ص: ۱۶۲ پر لکھا ہے کہ کسی نے ابوالاسود سے پوچھا کہ کیا امیر معاویہ جنگ بدر میں موجود تھے، آپ نے جواب دیا کہ ہاں مگر اس جانب سے (یعنی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے) کیا یہ بات صحیح ہے؟

المستفتی: محمد فیاض الدین محلہ گوڑا گڑھ، بہار شریف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت ابوالاسود کا قول حضرت امیر معاویہ اس جانب سے تھے اس کا مطلب یہی ہے کہ بدر کے موقع تک حضرت معاویہؓ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس لئے کفار کی جانب سے تھے۔

و حکى الواقدي أنه أسلم بعد الحديبية و كتم إسلامه حتى أظهره
عام الفتح. (الاصابة: حرف الميم، دار الكتب العلمية ۶/ ۲۰ رقم الترجمة ۸۰۸۷)
وقد روى عن معاوية أنه قال: أسلمت يوم القضية ولقيت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم مسلماً. (الاستيعاب حرف الميم دار الكتب العلمية
۳/ ۴۷۰ رقم الترجمة ۲۴۶۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۵ صفر ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۱۰/۲۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مدفن کہاں ہے؟

سوال [۴۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
حضرت عائشہ صدیقہؓ کی قبر کہاں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔ آپ نے رات میں بقیع میں دفن کرنے کی
وصیت کی تھی، چنانچہ بعد نماز عشاء و تر و غیرہ سے فراغت کے بعد آپ کی تدفین جنت
البعیق میں عمل میں آئی۔

ودفنت بالبعیق (الإصابة فی تمییز الصحابة، کتاب النساء، حرف العين
المهملة، رقم الترجمة: ۱۱۴۶۱، دار الكتب العلمية ۸/ ۲۳۵)

فدفنت بعد الوتر بالبعیق (الاستيعاب ، باب النساء و کنانہن ، باب العين
رقم الترجمة ۳۴۶۳، دار الكتب العلمية بیروت ۴/ ۴۳۸)

وأوصت أن تدفن بالبعیق لیلاً (البدایہ والنہایہ دار الفکر ۸/ ۹۴)

وأمرت أن تدفن بالبعیق لیلاً فدفنت (أسد الغابہ ، النساء رقم الترجمة
۷۰۸۵، دار الفکر ۶/ ۱۹۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کاتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ شوال ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۳۶/۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پینے والے صحابی رسول؟

سوال [۴۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا خون کس صحابی نے پیا ہے اور کیوں؛ جبکہ قرآن کریم میں ہے کہ خون پینا حرام ہے۔

المستفتی: ابو بکر آسامی، معلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسند البزار، مسند ابویعلیٰ، معجم الطبرانی، بیہقی

شریف وغیرہ کے حوالہ سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں اور علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دم مبارک کو کسی مخفی جگہ بہا دینے کا حکم فرمایا تھا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طبیعت اس بات کو گوارہ نہ کر سکی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک زمین پر بہا دیا جائے بلکہ جوشِ محبت میں پی لیا اور فرمایا کہ میرا جسم زمین کے مقابلے زیادہ حقدار ہے نیز اس کی وجہ سے ان کی قوت و علم و ایمان میں اضافہ ہوا ہے۔

قال له: يا عبد الله! اذهب بهذا الدم فأهريقه حيث لا يراك أحد،

فلما بعد عمد إلى ذلك الدم فشربه، فلما رجع قال: ما صنعت بالدم؟

قال: إنني شربته، لأزداد به علماً وإيماناً، وليكون شيء من جسد

رسول الله صلى الله عليه وسلم في جسدي وجسدي أولى به من

الأرض (البدایہ والنہایہ، دار لفکر ۸/۳۳۳، خصائص کبریٰ ۱/۶۸)

نیز قرآن کریم میں خون کی جو حرمت نازل ہوئی ہے اس کی علت نجس اور ناپاک

اور نجس ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون اور تمام فضلات کا پاک ہونا بعض روایات

سے ثابت ہے اس لئے دم مبارک کو عام مخلوقات کے خون پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

صح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله رسول الله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته وبه قال أبو حنيفة كما نقله في المواهب اللدنية الخ، (شامی کراچی، کتاب الطہارۃ، مطلب فی طہارۃ بولہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۳۱۸، ذکر یا ۱/ ۵۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۲۲۱/۲۶)

کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تین سو اولادیں تھیں؟

سوال [۴۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا حضرت انسؓ کی ۳۰۰ اولادیں تھیں جن میں سے ۱۵۰ بچوں کا کفن دفن حضرت نے خود کیا ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

المستفتی: محمد ہارون رشید، کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق کتابوں میں مختلف روایات منقول ہیں، مگر تین سو اولاد کا ذکر ہم کو کسی معتبر کتاب میں نہیں ملا، البتہ الاصابہ ۱/ ۲۷۷ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے پوتا، پوتی کے علاوہ اپنی صلبی اولاد میں سے ایک سو پچیس بچوں کو دفن کیا ہے اور فیض القدير ۱/ ۵۱ میں سو کے قریب صلبی اولاد کا دفن کرنا آیا ہے، اور اسد الغابہ ۱/ ۱۵۲، میں ہے کہ آپؐ کی صلبی اولاد (۸۰) اسی تھیں اور صلبی اور غیر صلبی میں سے آپؐ نے ایک سو بیس (۱۲۰) اولاد دفن کی ہے، اور اسی کتاب میں دوسرا قول (۱۰۰) سو سے قریب اولاد دفن

کرنے کا ہے، اور البدایہ والنہایہ ۹/ ۹۰ میں ایک سو بیس صلبی اولاد دفن کرنا منقول ہے، اور دلائل النبوة ۶/ ۹۵ میں ایک سو انتیس صلبی اولاد کا دفن کرنا منقول ہے اور مقدمہ مسلم للنووی ۱/ ۱۶ میں علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ طاعون جارف میں جو کہ عبد اللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں پیش آیا تھا، حضرت انسؓ کے تر اسی بیٹے اور دوسرے قول کے مطابق تہتر بیٹے فوت ہوئے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۶/۶/۱۴۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۰۸/۳)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کتنے عرصہ تک زندہ رہے؟

سوال [۴۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت بلالؓ کتنے عرصہ تک زندہ رہے؟ اور آپ کی کل عمر کیا تھی؟

المستفتی: منزل الحق، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساٹھ سال سے کچھ زائد عمر میں انتقال فرما گئے تھے۔

قال محمد بن سعد كاتب الواقدي: توفي بلال وهو ابن بضع وستين سنة. (اسد الغابہ دار الفکر ۱/ ۲۴۵، تقریب التهذیب، دار العاصمة الرياض ۱/ ۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۱/۶/۱۴۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۴۰/۳)

ہجرت کے بعد سب سے پہلے وفات پانے والے صحابی رسول؟

سوال [۴۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے کس صحابی کی وفات ہوئی؟ ان سے متعلق کوئی خاص واقعہ ہو تو اس کو بھی ذکر کر دیں۔

المستفتی: محمد خسرو، نگینہ بخنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ہجرت کے بعد تمام صحابہ میں سب سے پہلے وفات پانے والے حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ ہیں۔

وكان أول من توفي بعد مقدمه المدينة من المسلمين فيما ذكر صاحب منزله كلثوم بن الهمد (تاریخ الطبری ۲/ ۸، اسد الغابہ، دار الفکر ۱۹۵/۴، رقم الترجم: ۴۴۸۸)

توفی کلثوم بن الہدم قبل بدر بیسیرو قیل: إن کلثوم بن الہدم أول من مات من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد قدومه المدينة. (الاستیعاب باب حرف الکاف تحت ترجمة کلثوم بن الہدم رقم الترجمة ۲۲۳۷، مکتبہ دارالکتب العلمیہ ۳/ ۳۸۵، ومثله فی الاصابة حرف الکاف رقم الترجمة ۴۵۹، دارالکتب العلمیہ ۵/ ۴۶۲)

ان کا خاص واقعہ یہ ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے قباء میں انہیں کے یہاں قیام فرمایا تھا اور پیر، منگل، بدھ، جمعرات، چار دن قیام کیا پھر مدینہ آنے کے بعد حضرت ابویوب انصاریؓ کے یہاں مہمان رہے۔

وهو الذي نزل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بقباء اتفق عليه موسى بن عقبة وابن اسحاق والواقدي وأقام عنده أربعة أيام ثم خرج إلى أبي أيوب الانصاريؓ فنزل عليه حتى بنى مساكنه وانتقل

إليها. (أسد الغابہ، دارالفکر ۴/ ۱۹۵ ترجمہ ۴۴۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۹۷)

کیا ابو العباس عبد اللہ سفاح حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہیں؟

سوال [۴۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا ابو العباس عبد اللہ سفاح یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے یا نہیں؟

المستفتی: لطیف احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ابو العباس حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی کنیت ہے، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔

عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف أبو العباس القرشي الهاشمي ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم كني بابنه العباس وهو أكبر ولده وأمه لبابة الخ. (اسد الغابہ، دارالفکر ۳/ ۱۸۶، اکمال/ ۷۳)

عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب یکنی أبا العباس. (الاستیعاب، باب حرف العين، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۶۶، رقم الترجمة: ۱۶۰۶، وفي الاصابة، رقم الترجمة: ۴۷۹۹، الثقات، دار ابن عباس صنعاء ۳/ ۲۰۷، تهذيب التهذيب، المكتبة التجارية مصطفى الباز ۵/ ۲۷۶، البدايه و النهايه، دارالفکر ۸/ ۲۹۵)

ہاں ابو العباس السفاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بہت نیچے جا کر ہیں یعنی حضرت عباس بن عبد المطلب کے پوتے محمد بن علی کے بیٹے ہیں اور عبد اللہ بن عباس کے پڑپوتے ہیں۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

أخذت البيعة لأبي العباس السفاح، وهو عبد الله بن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس بن عبد المطلب. (البدايه والنهايه، دارالفكر ۱۰/ ۳۹) وفي هذه السنة ولد السفاح وهو أبو العباس عبد الله بن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس الملقب بالسفاح أول خلفاء بني العباس الخ. (البدايه والنهايه، دارالفكر ۹/ ۲۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ ربیع الأول ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۸۳)

ابو جہل عبد المطلب کا لڑکا ہے یا نہیں؟

سوال [۴۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ابو جہل عبد المطلب کا لڑکا ہے یا نہیں اگر عبد المطلب کا لڑکا نہیں ہے تو ابو جہل کے باپ کا کیا نام ہے، ابو جہل کے عبد المطلب کا لڑکا ہونے میں علماء کا اختلاف ہو گیا ہے اکثر علماء کی رائے ہے کہ وہ عبد المطلب کا لڑکا ہے اور بعض علماء کے نزدیک لڑکا نہیں ہے مگر حضور کا چچا ہے صحیح کیا ہے؟ واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: غلام محی الدین، ومعین الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ابو جہل نہ عبد المطلب کا لڑکا ہے اور نہ ہی عبد المطلب کے خاندان کا ہے؛ بلکہ عبد المطلب عبد مناف کے خاندان کے تھے اور ابو جہل مخزومی قبیلہ اور خاندان کا تھا ان دونوں میں دور کا بھی خونی رشتہ نہیں ہے۔

أبو جهل بن هشام بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم القرشي المخزومي الخ. (اسد الغابہ فی معرفة الصحابة، دارالفکر ۳/ ۵۶۷)

ومن بنی مخزوم أبوجهل بن هشام. (تاریخ طبری ۲/ ۳۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷/ شعبان ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۹۳/۵)

محمد بن ابی بکر کو کس نے قتل کیا؟

سوال [۴۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد

بن ابی بکر کو کس نے قتل کیا؟

المستفتی: عبداللہ الباغ، حسنیہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محمد بن ابی بکر کو ایک قول کے مطابق معاویہ بن حدج نے قتل کیا اور دوسرے قول کے مطابق عمرو بن عاص نے صبراً قتل کیا۔

ولما ولی مصر، سار إلیه عمر و بن العاص فاقتتلوا، فانهزم محمد ودخل خربة، فأخرج منها، و قتل وأحرق فی جوف حمار میت، قیل: قتله معاویة بن حدیج السکونی، وقیل: قتله عمرو بن العاص صبراً. (اسد الغابہ فی معرفة الصحابة، دارالفکر ۴/ ۳۲۶ رقم الترجمة ۴۷۴)

ثم ولاه مصر فقتل بها، قتله معاویة بن حدیج صبراً. (الاستیعاب، باب حرف

المیم، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۲۲، رقم الترجمة: ۲۳۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۴/۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۴۰/۷)

یزید کی امارت کو خلافت حقہ قرار دینا یا کافر کہنا؟

سوال [۴۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یزید

یزید کی خلافت کو خلافت حقہ تسلیم کرتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کی خلافت پر تمام امت کا برضا اجماع ہے اور یزید کو نیک و عادل تسلیم کرتا ہے؛ جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ وہ فاسق و فاجر و ظالم بلکہ کافر ہے اور اس پر لعنت و پھٹکار بھیجنا جائز ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کس کا قول درست ہے؟ اور اس مسئلہ میں چاروں ائمہ کرام کا صحیح قول کیا ہے اور علماء جمہور کس طرف گئے ہیں؟ نیز یزید کو کافر کہا جائے یا فاسق و فاجر یا ظالم کہا جائے؟

المستفتی: منت اللہ حبیبی جامع مسجد بندرگلی شیخوپورہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زید اور بکر دونوں کا قول قابل اصلاح ہے زید کا قول اس لئے قابل اصلاح ہے کیونکہ اس نے یزید کی امارت کو خلافت حقہ قرار دیا ہے، جبکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے صحابہ اس کی خلافت کے مخالف تھے، اس کا پورا دور خلافت خونریزی کا دور رہا ہے، اسی کی خلافت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان و اولادوں کے خون کا دریا بہا ہے، اہل بیت کے سینکڑوں افراد کو شہید کیا گیا اس نے چند بچوں کو چھوڑ کر سب کو ذبح کرایا، مدینہ طیبہ پر لشکر کشی کرائی، سینکڑوں صحابہ اور تابعین کا خون بہایا، اس کی فوج نے مدینہ منورہ کی عورتوں کی ایسی عصمت دری کی ہے کہ مدینہ کی ایسی ایک ہزار لڑکیاں حاملہ ہو گئیں جو بے شوہر کے تھیں، شوہروں والی کتنی عورتوں کے ساتھ عصمت دری کی گئی اس کا کوئی حساب نہیں ایسی تباہ کن حکومت کو خلافت حقہ کہنا اس زمانہ کے حالات سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اور بکر کی بات یوں قابل اصلاح ہے کہ اس نے یزید کو کافر کہا ہے، جبکہ امت کے کسی شخص نے یزید کو کافر نہیں کہا ہے البتہ بہت سے شریعت کے متبحر علماء نے اس کو فاسق کہا ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ یزید کے معاملہ میں خاموشی اختیار کی جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں اس

نے اہل بیت کو تباہ کیا ہے وہاں اس نے ایک ایسے لشکر میں بھی شرکت کی ہے جس لشکر میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت دی ہے اور اس لشکر کا ذکر بخاری شریف ۱/ ۴۰۹، ۴۱۰ پر موجود ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

عن خالد بن معدان أن عمير بن الأسود العنسي، حدثه، أنه أتى عبادة بن الصامت وهو نازل في ساحل حمص وهو في بناء له، ومعه أم حرام قال عمير فحدثتنا أم حرام أنها سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: أول جيش من أمتي يغزون البحر قد أوجوا، قالت أم حرام: قلت: يا رسول الله أنا فيهم؟ قال أنت فيهم، قالت: ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم، فقلت: أنا فيهم يا رسول الله؟ قال: لا. (صحيح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما قيل في قتال الروم، النسخة الهندية ۱/ ۴۰۹، ۴۱۰، رقم: ۲۸۳۶، ف: ۲۹۲۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰/ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۴۰/۹)

خانہ کعبہ کی غلاف پوشی کی ابتداء؟

سوال [۴۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کعبہ مقدسہ پر غلاف پوشی کب سے شروع ہوئی؟

المستفتی: عبد اللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: خانہ کعبہ پر غلاف پوشی کا سلسلہ زمانہ اسلام سے بہت پہلے سے جاری ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ

الصلوة والسلام سے شروع ہوا ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم تبع سے شروع ہوئے۔

بلغنا أن تبعاً أول من كسا الكعبة الوصائل فسترت بها، قال ابن جريج: وقد زعم بعض علمائنا اسماعيل النبي صلى الله عليه وسلم (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۵/ ۸۹، رقم ۹۰۸۶)

وقد زعم بعض علمائنا أن أول من كسى الكعبة إسماعيل النبي صلى الله عليه وسلم والله أعلم بذلك. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۵/ ۱۵۳، رقم: ۹۲۳۰)

وتبعان: أسعد هو حسان تبع وهو فيما يقال أول من كسا الكعبة. (تاريخ ابن خلدون ۲/ ۶۱)

فأول من ولي منهم حجر آكل المرار ابن عمرو المعاوية الأكبر وولاه تبع ابن كرب الذي كسا الكعبة. (تاريخ ابن خلدون ۲/ ۳۳۱)

نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سب أسعد الحمیری، وهو تبع، وهو أول من كسا البيت. (تفسير قرطبي، تحت تفسير سورة البقرة الآية/ ۱۲۷، دارالکتب العلمیة ۲/ ۸۶، الدر المشور تحت تفسير سورة الدخان الآية/ ۳۷-۴۲، دارالکتب العلمیة ۵/ ۷۵۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۲/۱/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۱۱)

کشتی نوح سے متعلق ایک سوال

سوال: [۴۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت نوحؑ کا کشتی بنانا ان کی قوم کا اس میں پاخانہ پھرنا، خارش کا مرض پیدا ہونا، ایک شخص کا اس میں گر کر خارش سے نجات پانا اور پھر قوم کا کشتی کی گندگی بدن پر لگانا جس سے کشتی کا صاف ہونا،

تفصیلی واقعہ مستند کتابوں سے تحریر فرمائیں؟

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ کہانی خاکسار کو کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی۔ فقط

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۳۷۱۵)

کیا سورہ نوح میں ذکر کردہ پانچوں ”بت“ اللہ کے نیک اور صالح بندے تھے؟

سوال [۴۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں

: کہ سورہ نوح میں پانچ بتوں کے بارے میں آیا ہے کہ یہ بزرگ لوگ تھے ان کے مرنے کے بعد شیطان کے مکر و فریب سے لوگوں نے ان کے نام کے بت بنا لیے، تو ہم لوگ ان بزرگوں کو اچھا نام لے کر ان کے بارے میں بات کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: فضل الرحمن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سورہ نوح میں جن پانچ بتوں کا نام آیا

ہے وہ درحقیقت اللہ کے کچھ نیک اور صالح بندوں کے نام ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں گذرے تھے، بہت سے لوگ ان کے معتقد اور تبع تھے ان کی وفات کے بعد لوگ عرصہ دراز تک ان کے نقش قدم پر چلتے رہے بعد میں شیطان کے مکر و فریب سے ان کی پرستش شروع ہو گئی، لہذا یہ اللہ کے نیک اور صالح بندے نہ اس فعل فبیح کے ذمہ دار ہیں اور نہ اس کی

وجہ سے ان کے نیک و صالح ہونے میں کوئی فرق آ سکتا ہے لہذا آج بھی ان کو اچھے نام سے یاد کرنا درست ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ اور عزیرؑ کو لوگ اللہ کا بیٹا سمجھ کر عبادت کرتے ہیں پھر بھی وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں شامل ہیں اور ان کو نبی کے نام سے یاد کرنا درست ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفیہ قدیم ۵۶۱/۸)

قال البغوی: قال محمد بن کعب: هذه أسماء قوم صالحين كانوا بين آدم ونوح فلما ماتوا كان لهم أتباع يقتدون بهم ويأخذون بعدهم مأخذهم في العبادة فجاءهم إبليس وقال لهم لو صورتم صورهم كان أنشط لكم وأشوق إلى العبادة ففعلوه ثم نشأ قوم بعدهم فقال لهم إبليس إن الذين من قبلكم كانوا يعبدونهم فعبدوهم فابتدأ عبادة الأوثان كان من ذلك وسميت تلك الصور بهذه الأسماء . (تفسير مظہری زکریا قدیم ۷۶/۱۰، جدید

۳۶/۱۰، سورہ نوح، الآیۃ ۲۳، درمنشور، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۲۷)

عن ابن عباس رضي الله عنهما صارت الأوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد أماد وكانت لكلب بدؤمة الجندل ، وأما سواع كانت لهذيل ، وأما يغوث فكانت لمراد ، ثم لبنى غطيف بالجوف عند سبأ ، وأما يعوق فكانت لهمدان ، وأما نسر فكانت لحمير لآل ذي الكلاع ونسراً أسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا أوحى الشيطان إلى قومهم أن انصبوا إلى مجالسهم التي كانوا يجلسون أنصاباً وسموها بأسمائهم ففعلوا ، فلم تعبد حتى إذا هلك أو لئك وتنسخ العلم عبادت . صحيح بخاري ، كتاب التفسير ، باب ودأولا سواعا الخ ،

النسخة الهندية ۷۳۲/۲، رقم: ۴۷۳۰، ف: ۴۹۲۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۱۹/۵/۳۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۹۰/۳)

فرعون کہاں غرق ہوا؟

سوال [۴۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرعون

کہاں ڈوبا تھا بحر قلزم میں یا دریائے نیل میں، دونوں ایک ہی چیزیں ہیں یا علیحدہ علیحدہ، اگر علیحدہ ہیں، تو دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ازراہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: مقبول اختر، امر وہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دونوں بالکل الگ ہیں، دریائے نیل

افریقہ کے ملک کینیا، تنزانیہ اور ملک یوگنڈا کے درمیان تقریباً تین چار ہزار کلومیٹر مربع پھیلی ہوئی ایک جھیل ہے، جس کا نام جھیل اونٹریو ہے، اس سے نکل کر ملک حبشہ، سوڈان اور مصر سے گذر کر بحر روم میں جا کر مل رہی ہے، اس کی لمبائی (۵۶۰۰) کلومیٹر ہے اور بحر قلزم بحیرہ عرب سے نکل کر علاقہ سویز تک پہنچا ہے اس نے افریقہ اور ایشیا ء کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور دریائے نیل اور بحر قلزم کے درمیان کئی سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے بالکل صحیح پیمائش احقر کو معلوم نہیں ہے، اور فرعون دریائے نیل میں غرق نہیں ہوا ہے، بلکہ بحر قلزم میں غرق ہوا ہے۔ (مستفاد: قص القرآن ۱/۴۷۵)

وكان العبور في شمال خليج السويس (عيون موسى) أوفي

البحيرات المرة وهنا كان غرق منفتاح (اطلس القرآن، دارالفكر، تحت

ترجمة موسى عليه السلام، ص: ۸۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۱۶/۲۷)

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۲۷/۴/۱۴۱۲ھ

فرعون لڑکیوں کو کیوں قتل نہیں کرتا تھا؟

سوال [۴۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

فرعون لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا کیوں؟

المستفتی: شفیع احمد، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی نے فرعون کو پیشین گوئی کر دی تھی کہ بنی

اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے تیری حکومت ختم ہو جائے گی، اس لئے وہ لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور چونکہ لڑکیوں سے اس کو کوئی خطر نہیں تھا اس لئے ان سے کوئی تعارض نہیں کرتا تھا۔ (مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفیہ قدیم/۱۶۷)

البحث الرابع فی سبب قتل الأبناء ذکروا فیہ وجوهاً: أحدها

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما أنه وقع إلى فرعون وطبقته ما كان الله وعد إبراهيم أن يجعل في ذريته أنبياء و ملوكاً فخافوا ذلك - إلى -

أن المنجمين أخبروا فرعون بذلك (تفسير كبير للامام الرازي تحت تفسير "وإذ نجينكم من آل فرعون يسومونكم سوء العذاب" البقرة: ۴۹۷/۳)

وإنما فعلوا بهم ذلك لأن فرعون رأى في المنام أو قال له

الكهنة: سيولد منهم من يذهب بملكه فلم يرد اجتهادهم من قدر الله شيئاً. (تفسير يضاوى، مکتبہ رشید دہلی ۷۹/۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۵/۱۱/۱۴۱۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/۱۱/۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷۰۹/۳۱)

کیا فرعون نے حضرت آسیہ کی اولاد کو مار ڈالا تھا؟

سوال [۴۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) کہ حضرت آسیہ کی کتنی اولادیں تھیں؟

(۲) حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کے بعد آسیہ کی اولاد کو کیا فرعون نے مار ڈالا تھا؟ یہ بات ٹھیک ہے یا نہیں؟ (تاریخ شداد، نمرود، فرعون حضرت موسیٰ، ص: ۱۳۸) پر لکھا ہے کہ آسیہ کے فرعون سے سات اولاد تھیں؟

المستفتی: منزل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت آسیہ کے کوئی اولاد نہیں تھی لہذا ان کی اولاد کو فرعون کے مارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قوله تعالى: 'أَوْ نَتَّخِذْهُ وَلَدًا' وَكَانَتْ لَا تَلِدُ. (تفسیر خازن ۴/ ۱۳۶،

فتح البیان ۷/ ۹۷)

وَيَقَالُ مَا كَانَ لَهَا وَلَدٌ فَأُحْبِتْهُ. (تفسیر کبیر ۶/ ۶۳، ابن کثیر ۳/ ۳۸۱،

مظہری اردو ۹/ ۳۰۱، روح البیان ۴/ ۳۴۵)

عسى أن ينفعنا فنصيب منه خيراً أو نتخذهُ وَلَدًا وَكَانَتْ لَا تَلِدُ.

(تفسیر قرطبی سورۃ قصص تحت الآیۃ ۷-۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۲۵۳)

یہ سب معتبر کتابیں ہیں ان کے مقابلے میں تاریخ شداد کا کوئی اعتبار نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۲۰/۳/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰/۳/۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۵۵/۳۴)

سامری نے جو مخلوق دیکھی تھی وہ شیطانی تھی یا آسمانی؟

سوال [۴۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دن کے لئے کوہ طور پر طلب کیا گیا تو ان کی غیر موجودگی میں سامری نے جنگل میں ایک مخلوق دیکھی جس کے بارے میں اس کو یہ گمان ہوا کہ یہ مخلوق کہیں اور کی ہے اور اس نے اس کے سم کی مٹی لے کر کچھڑا بنا کر اس کے اندر ڈال دی دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ مخلوق شیطانی تھی یا آسمانی؟

المستفتی: فاروق حسین، محلہ فیض گنج، متصل شوکت باغ، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری، معارف القرآن اور روح المعانی کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطانی مخلوق نہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ آسمانی مخلوق تھی اس سلسلہ میں ہم چار وجوہات پیش کرتے ہیں:

(۱) جبرائیل علیہ السلام کا گھوڑا جس جگہ پر قدم رکھتا تھا زمین کے اس حصہ پر آثار حیات پیدا ہو جاتے تھے اور ایسا آسمانی مخلوق ہی میں ہو سکتا ہے۔

(۲) اس گھوڑے کے قدم اتنی دور دور تک پڑتے تھے، جتنی دور تک ایک انسان کے لئے دیکھنا ممکن ہوتا ہے اور یہ امر بھی اس مخلوق کے شیطانی نہ ہونے پر دال ہے۔

(۳) اس گھوڑے پر سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف فرما تھے، جو ایک صاف ستھری نوری مخلوق ہیں پس ضروری ہوا کہ وہ فرس بھی آسمانی مخلوقات میں سے ہو ورنہ ایک پاک مخلوق کا ناپاک مخلوق پر بیٹھنا لازم آئے گا، اور یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

(۴) اس گھوڑے کو فرس الحیات کہا گیا ہے ظاہر ہے کہ ایسا گھوڑا آسمانی ہی ہو سکتا

ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي .

(سورہ طہ، آیت: ۹۵، ۹۶)

وتحتة في تفسير القرطبي قال السامري رأيت جبرائيل عليه السلام على فرس الحياة وهي تلقي خطوها مد البصر فألقى في نفسي أن أقبض من أثرها فما ألقيته على شيء إلا صار له روح ودم . (تفسير قرطبي ، دارالكتب العلمية بيروت ۱۱/ ۲۳۹)

فجاء السامري ومعه تراب من أثر حافر فرس جبرائيل^ع (روح المعاني زكريا ۹/ ۳۶۱)

جس جگہ جبرائیل کے گھوڑے کا قدم پڑتا تھا وہیں مٹی میں نشوونما اور آثار حیات پیدا ہو جاتے تھے (مستفاد معارف القرآن، اشرفی قدیم ۶/ ۱۳۸)

رأيت جبرائيل على فرس الحياة . (تفسير قرطبي، دارالكتب العلمية بيروت ۱۱/ ۲۳۹)

یہ سب روایات تفسیر قرطبی وغیرہ میں مذکور ہیں اور ظاہر ہے کہ اسرائیلی روایات ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا مگر ان کو غلط کہنے کی بھی کوئی دلیل موجود نہیں۔ (مستفاد: معارف القرآن، اشرفی قدیم ۶/ ۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۲۴/۱۰)

کفار مکہ کا بنا تحقیق کے پڑا ہوا خون چاٹنا

سوال [۴۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زمانہ

جاہلیت میں کفار مکہ بنا تحقیق کے پڑا ہوا خون چاٹ لیتے تھے، اس کا کیا مطلب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زمانہ جاہلیت میں کفار مکہ بنا تحقیق کے پڑا ہوا خون چاٹ لیتے تھے کسی روایت میں ہماری نظر سے نہیں گذرا؛ ہاں البتہ خون چاٹنے کا لفظ محارہ میں استعمال کیا جاتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ تلوار کا خون آلود کرنا۔ (فیروز اللغات ص: ۶۰۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰۸/۱۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۴ھ/۵/۵

کیا کسی غیر صحابی کی حذو النعل بالنعل اقتداء کرنا شرعاً واجب ہے؟

سوال [۴۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کسی غیر صحابی کی حذو النعل بالنعل لباس و فراش، کھانے اور پینے میں اقتداء کرنا شرعاً واجب ہے، اور کیا خلاف سنت جائز ہو سکتا ہے؟

المستفتی: شمس احمد، سنبھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اتباع و اقتداء کا مدار قرآن و حدیث ہے، جو شخص قرآن و حدیث کے مطابق لباس و فراش وغیرہ کا پابند ہے، اسکی اقتداء اور اتباع جائز ہے، چاہے وہ غیر صحابی ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ ائمہ مجتہدین کی اقتداء بعض دفعہ واجب بھی ہو جاتی ہے، اور اگر متبع شریعت نہیں ہے، تو اسکی اقتداء جائز نہیں ہے۔

أما العامی ومن لیس له أهلية الاجتهاد فإنه يلزمه اتباع المجتہدین عند المحققین من الأصولیین كذلك یجب اتباع أولى الأمر و هم الأئمة ولا خلاف فی وجوب طاعتهم فی غیر

معصیۃ الخ . (الموسوعة الفقهیة الكويتیة ، بحث الإتياع ۱/ ۱۹۶)

لہذا اگر کوئی قرآن وحدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند شخص ہے تو اس کے نقش قدم پر چلنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے ہی نقش قدم پر چلنا ہے! فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹ھ/۴/۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۷۰۱/۳۳)

ائمہ اربعہ کے والدین کے نام اور خاندان

سوال [۴۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے کیا نام تھے، اور وہ کس خاندان میں سے تھے؟
المستفتی: وکیل احمد، سکندر پور، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت امام ابو حنیفہؒ کا نام نعمان بن ثابت زوطا کوئی ہے۔ (الاکمال/۶۴۴، تقریب التہذیب، دار العاصمة للریاض/۳۷۴، ۳۷۵، ۴۱۷، اوجز المسالک، قدیم ۵۲/۱، جدید ۱/۷۵، تاریخ علم فقہ/۳۶، مناقب النعمان/۷)
والد ماجد کا نام ثابت بن زوطا کوئی ہے۔

حضرت امام مالک کے والد ماجد کا نام انس بن مالک بن ابو عامر صبحی ہے۔ (الاکمال/۶۴۴، تقریب التہذیب، دار العاصمة للریاض/۳۷۴، ۳۷۵، ۴۱۷، اوجز المسالک قدیم ۱/۷۵، جدید ۱/۷۳)
حضرت امام شافعیؒ کے والد ماجد کا نام محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن السائب مطلبی قریشی ہے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال/۶۲۵، تقریب التہذیب، دار العاصمة للریاض/۳۱۱، تاریخ علم فقہ/۱۰۲)

حضرت امام احمدؒ کے والد ماجد کا نام محمد بن حنبل بن ہلال شیبانی مروزی ہے۔

(اکمال/ ۲۲۶ تقریب التہذیب، دار العاصمۃ الریاض/ ۱۱، تاریخ علم فقہ/ ۱۱۱)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہ ہو سکا، نیز حضرت امام احمد کی والدہ ماجدہ کا نام بھی معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت امام مالکؒ کی والدہ ماجدہ کا نام عالیہ بنت شریک بن عبد الرحمن الازویہ ہے۔ (اوجز المسالک قدیم/ ۱۲، جدید، دار القلم دمشق/ ۱/ ۷۵، ظفر المصلین/ ۷۶)

حضرت امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الحسن بنت حمزہ بن القاسم بن یزید بن امام حسن ہے۔ (تاریخ علم فقہ: ص: ۱۰۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الثانیہ/ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰۳/۱۳۰۳)

ائمہ اربعہ کا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عرصہ بعد ہے؟

سوال [۴۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ائمہ اربعہ کا زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے عرصہ بعد کا ہے؟

المستفتی: احقر نفیس بھوجپوری، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۹۳ھ میں ہوئی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۶۲ھ میں ہوئی، اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۶۹ سال بعد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ۸۲ سال بعد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ۱۳۹ سال بعد اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ۱۵۳ سال کے بعد کا ہے۔ (مستفاد: سوانح

ایمہ اربعہ / ۳۴، ۱۰۰، ۱۴۲، ۱۸۶، عقود الجماع ص: ۵۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۶۲/۳۵)
الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۳۰

کیا حضرت امام اعظم کی لڑکی حنیفہ نام کی تھی؟

سوال [۴۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی لڑکی حنیفہ نام کی تھی یا نہیں؟

المستفتی: ابوالکلام، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ابوحنیفہ کنیت کے بارے میں تین طرح کی باتیں سامنے آئی ہیں۔

(۱) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ”ملتہ حنفیہ“ جو ملت ابراہیمی اور ملت محمدی ہے، اس کے عظیم الشان ذمہ دار تھے، اس لئے ان کو بالملتہ الحنفیہ یعنی ابوحنیفہ کہا جانے لگا، جیسا کہ تذکرۃ امام اعظم میں اس کی صراحت ہے۔ (تذکرۃ ائمہ اربعہ/ ۹) یہی زیادہ رائج معلوم ہوتا ہے۔

(۲) بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک لڑکی بھی تھی، جس کا نام حنیفہ تھا، اسی کے نام سے آپ کی کنیت ابوحنیفہؒ ہوگئی، جیسا کہ تذکرۃ النعمان ص: ۵۶ میں ہے۔

(۳) عراقی زبان میں حنیفہ دوات کو کہا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہمیشہ دوات رہتی تھی، اس لئے امام ابوحنیفہ کو ابوحنیفہ کہا جانے لگا۔ (تذکرۃ النعمان ص: ۵۶)
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/ رجب ۱۴۳۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۶۷)

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۹/ ۷/ ۱۴۳۰ھ

علامہ ابن تیمیہ کے چند تفردات اور ان کا مسلک

سوال [۴۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات کیا ہیں کیا وہ غیر مقلد تھے؟ اور طرق تصوف کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور علامہ مودودی کی طرح ائمہ طرق کے بارے میں ایون وضالات کے انجکشن والے حضرات بتلاتے تھے۔

المستفتی: مولانا لطافت حسین،

رام نگر ضلع، پورنیہ، صوبہ: بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اس سلسلے میں کتابیں فراہم نہیں

ہو سکیں، مختلف کتابوں کی مختلف جگہوں میں تلاش کی فرصت نہیں ایک رسالہ بنام النجاة الکاملہ لمولانا نیاز احمد میواتی، دارالعلوم میں طالب علمی کے زمانہ میں نظر سے گذرا تھا وہ یہاں مدرسہ شاہی میں نہ ہونے کی وجہ سے پوری طرح تفردات پیش کرنے سے قاصر ہوں البتہ تھوڑے سے نادر یا دداشت سے پیش کئے جا رہے ہیں کمی زیادتی کی ذمہ داری نہیں ۲۶/ مسائل ایسے ہیں جن میں امام احمد کے مشہور اقوال کو چھوڑ کر غیر مشہور کو اختیار کیا ہے، ۱۶/ مسائل ایسے ہیں جن میں امام احمد کے مذہب کو چھوڑ کر باقی تینوں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی ہے، ۱۷/ مسائل ایسے ہیں جن میں چاروں ائمہ کے مذاہب کو رد کیا ہے، ۳۹/ مسائل ایسے ہیں جن میں جمہور امت کے اجماع کو ترک کیا ہے ان میں سے دس تفردات حسب ذیل ہیں۔

(۱) علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہے۔

(۲) ابن تیمیہ کے نزدیک جہنم ہمیشہ ہمیش کے لئے باقی نہیں رہے گی بلکہ کسی وقت فناء ہو جائے گی، اور تمام کفار جنت میں جائیں گے اور ابد الآباد جنت میں رہیں گے۔

(۳) ابن تیمیہ کے نزدیک حائضہ عورت کو حالت حیض میں بیت اللہ شریف کا طواف کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر مکی/ ۸۷)

(۴) علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک جس طہر میں جماع کیا ہو اس طہر میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ حدیثیہ/ ۸۷)

(۵) ابن تیمیہ کے نزدیک توراۃ وانجیل میں لفظی تحریف نہیں ہوئی ہے، صرف معنوی تحریف ہوئی ہے۔ (حدیثیہ ص: ۸۷، ہدیۃ المہدی ص: ۸۸)

(۶) ابن تیمیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے سفر کرنا معصیت ہے اور اس میں مسافر کو قصر کرنا حرام ہے۔ (حدیثیہ ص: ۸۷)

(۷) ابن تیمیہ کے نزدیک عالم اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے۔ (حدیثیہ ص: ۸۷)

(۸) ابن تیمیہ کے نزدیک العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ فاعل مختار نہیں ہے۔ (حدیثیہ ص: ۸۷)

(۹) ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ جس طرح میں ممبر سے اترتا ہوں اسی طرح آسمان سے اللہ تعالیٰ اترتا ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص: ۱۱)

(۱۰) بعض مسائل کی بنا پر ابن تیمیہ پر کفر کا حکم بھی اپنے زمانے کے علماء نے لگایا ہے۔ (تفصیل کیلئے ایضاح المسائل ۴۷، ۴۹، اور غیر مقلدین کے ۱۵۶ اعتراض کے جوابات ص: ۲۰۲، سے ص ۲۰۵ کا مطالعہ کریں۔)

(۲) غیر مقلد نہیں تھے امام احمد کے مقلد تھے، البتہ چند مسائل میں متفرد تھے۔

(۳) احقر کو اس کا علم نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۳/۲۳)

سائبہ کی نحوست کس شخص سے شروع ہوئی؟

سوال [۴۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائبہ کی نحوست کا سلسلہ کس سے شروع ہوا، حدیث کی تین کتابوں کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سائبہ کے عمل کی نحوست کا سلسلہ عمرو بن عامر الخزاعی سے شروع ہوا ہے۔

قال أبو هريرة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رأيت عمرو بن عامر الخزاعي يجر قصبه في النار وهو أول من سيب السوائب. (بخاری شریف، باب ما جعل الله عن بحيرة ولا سائبة، النسخة الهندية ۶۶۵/۲، رقم: ۴۴۳۷، ف: ۴۶۲۴)

قال النبي صلى الله عليه وسلم: رأيت عمرو بن عامر الخزاعي يجر قصبه يعني الأمعاء في النار وهو أول من سيب السوائب. (مسند احمد ۲/۲۷۵، رقم: ۷۶۹۶)

إن أول من سيب السوائب وعبد الأصنام أبو خزاعة عمرو بن عامر: وإنني رأيته في النار يجر أمعاؤه فيها. (كنز العمال ۳۸/۱۲، رقم: ۳۴۰۸۴، مسند احمد ۱/۴۴۶، رقم: ۴۲۵۸)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رأيت عمرو بن عامر الخزاعي يجر قصبه في النار، وكان أول من سيب السوائب (مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۴/۲۰، رقم: ۷۶۹، السنن الكبرى للبيهقي، دار الفكر ۹/۱۳۸، رقم: ۱۲۱۳۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۳ھ/۱۲/۲

فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/۱۱۳۳ھ

حضور کی موافقت میں اولیس قرنیٰ نے کس ماہ میں دندان شہید کئے تھے؟

سوال: [۴۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت اولیس قرنیٰ نے حضور ﷺ کی موافقت میں اپنے دندان مبارک کو کس مہینہ میں شہید کیا تھا؟

المستفتی: حبیب الرحمن، گوری نوادا، فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت اولیس قرنیٰ نے دندان مبارک حضور ﷺ کی موافقت میں شہید کر دیا تھا، احقر کے علم نہیں ہے؟ اس طرح کس ماہ میں شہید فرمایا تھا، اسکی تعیین کا علم بھی بندہ کو نہیں ہاں البتہ ان کے بارے میں صحیح حدیث میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، انکو حضور ﷺ نے خیر التابیین کا لقب دیا ہے، کہ تمام تابیین میں سے بہتر اور افضل حضرت اولیس قرنیٰ ہیں، انہوں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا، مگر والدہ کی خدمت کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں حاضر نہ ہو سکے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل یمن کے سربراہوں کا قافلہ تمہارے پاس آئے گا، اور اس میں اولیس بن عامر قرنی بھی شامل ہونگے، اور تمہاری ملاقات ان سے ہو جائے تو ان کے ذریعہ سے ضرور مغفرت کی دعا کرانا، اور حضور ﷺ نے حضرت اولیس قرنی کے کچھ نشانات بیان فرمائے، انکی علامات اور نشانات میں یہ بھی ہے کہ انکے بدن پر برص کا مرض ہو چکا ہوگا، اور اللہ نے انہیں برص کے مرض سے شفاء عطاء فرمائی ہوگی، مگر ایک درہم کے بقدر ایک داغ باقی ہوگا، چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اہل یمن کا قافلہ آیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے ملاقات کر کے اپنے لئے دعاء استغفار کی درخواست کی، چنانچہ اولیس قرنی نے حضرت عمرؓ کیلئے دعاء استغفار کیا، پھر حضرت عمرؓ نے اولیس قرنی سے پوچھا کہ تمہارا کہاں کے سفر کا ارادہ ہے، تو حضرت اولیس قرنیؓ نے فرمایا کہ میں کوفہ جا رہا ہوں، اس پر

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں کوفہ کے گونر کے نام تمہارے لئے خط لکھتا ہوں، تو اس پر اولیس قرنیؓ نے فرمایا کہ آپ خط نہ لکھیں اس لئے کہ میرے لئے یہی محبوب ترین اور پسندیدہ بات ہے، کہ میں ضعیف اور کمزور لوگوں میں شامل رہا کروں، اسکے بعد اگلے سال حج کے موسم میں یمن کے کچھ سربراہ لوگ حج میں تشریف لائے، تو حضرت عمرؓ نے اولیس قرنیؓ کے حالات معلوم کئے، تو ان لوگوں نے کہا کہ ایک بوسیدہ مکان میں معمولی سامان سے گزارا کر رہے ہیں، اس پر حضرت عمرؓ نے اس قافلہ کے سامنے حضور ﷺ کا پورا ارشاد پڑھ کر سنایا کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہیں گے، اور اگر وہ قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ قسم سے بری فرمادیں گے اور انکی دعاء قبول ہوں گی، لہذا ان سے ملاقات ہو تو ان سے ضرور دعاء کرایا کرو، تو وہ حجاج حج سے واپس آنے کے بعد حضرت اولیس قرنیؓ کی خدمت میں دعاء کرانے کیلئے حاضر ہوئے، یہ واقعہ حدیث کی کتابوں میں اسی طرح موجود ہے، جس طرح اس میں تحریر کیا گیا ہے، اور دندان مبارک شہید کرنے سے متعلق کوئی حدیث شریف ہم کو نہیں ملی، روایات ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الرحمن بن أبي لیلی قال نادى رجل من أهل الشام يوم صفين أفيكم أويس القرني قالوا: نعم قال سمعت رسول الله ﷺ : إن من خير التابعين أويساً القرني . (مسند احمد ۳/ ۴۸۰، رقم: ۱۶۰۳۸)

عن أسير بن جابر قال كان عمر بن الخطابؓ إذا أتى عليه أمداد أهل اليمن سألهم أفيكم أويس بن عامر حتى أتى على أويس فقال: أنت أويس بن عامر، قال: نعم، قال من مراد ثم من قرن قال نعم قال فكان بك برص فبرأت منه إلا موضع درهم قال نعم، قال: لك والدة، قال: نعم، قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يأتي عليكم أويس بن عامر مع أمداد أهل اليمن من مراد ثم من قرن كان به برص فبرأ منه إلا موضع درهم، له والدة هو بها بر، لو أقسم على الله

لأبره ، فإن استطعت أن يستغفر لك فأفعل فاستغفر لي فاستغفر له ، فقال له عمر أين تريد قال : الكوفة ، قال : ألا أكتب لك إلى عاملها قال أكون في غبراء الناس أحب إليّ قال : فلما كان من العام المقبل حج رجل من أشرافهم فوافق عمر ، فسأله عن أويس قال : تركته رث البيت قليل المتاع قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يأتي عليكم أويس بن عامر مع أمداد أهل اليمن من مراد ثم من قرن كان به برص فبرأ منه إلا موضع درهم ، له والده هو بها بر لو أقسم على الله لأبره ، فإن استطعت أن يستغفر لك فأفعل فأتى اويسا ، فقال : استغفر لي قال : أنت أحدث عهداً ، بسفر صالح ، فاستغفر لي قال : استغفر لي ، قال أنت أحدث عهداً ، بسفر صالح فاستغفر لي قال : لقيت عمر قال : نعم ، فاستغفر له ففطن له الناس فانطلق على وجهه قال : أسير وكسوته بردة فكان كلما رآه إنسان قال من أين لأويس هذه البردة . (صحيح مسلم ، ۳۱۱/۲ ، رقم : ۲۵۴۲ ، اسد الغابه ۱/ ۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۱۳۶)

علامہ سندھی کی سوانح

سوال: [۴۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کس سن میں تولد ہوئے؟ (۲) سن وفات کیا ہے؟ (۳) علامہ سندھی نام سے کتنے آدمی گذرے ہیں؟ (۴) اور بخاری شریف میں حضرت مولانا فخر الدین صاحب اکثر و بیشتر علامہ سندھی کا حوالہ دیتے تھے ، غالباً یہ وہی سندھی ہیں جو محدثین میں مشہور ہیں؟ (۵) انکی مختصر سوانح حیات درکار ہے؟

المستفتی: مولانا طافت حسین صاحب، بیرنگر بسہریا، پورنیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) سن تولد کی تعیین احقر کو نہیں معلوم ہے۔

(۲) سن وفات ۱۱۳۸ھ ہے۔ (۳) احقر کو معلوم نہیں۔ (۴) ہاں وہی ہیں جو محدثین میں مشہور ہیں۔ (۵) ان کا نام محمد ہے کنیت ابو الحسن ہے، پورا نام ابو الحسن محمد بن عبد الہادی السندھی ہے، انھوں نے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ پر حاشیہ و تعلیق لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو: (کشف الظنون، مطبع دار الفکر بیروت ۶/۲۴۹)

نیز حضرت شیخ محمد عابد سندھی کے نام سے ایک بہت بڑے عالم گذرے ہیں، جنھوں نے کتب فقہ کی بڑی بڑی شرحیں لکھی ہیں، درمختار کی طویل اور مفصل شرح بنام طوالع الأنوار علی الدر المختار لکھی، اور المواہب اللطیفۃ علی مسند الإمام أبی حنیفۃ اور شرح تیسیر الوصول لابن الربیع الحافظ الشیبانی اور فن اسماء الرجال میں مبسوط کتاب بنام حصرت الشارذنی اسانید محمد عابد وغیرہ کتابیں لکھیں ہیں، ان کے حالات حضرت مولانا عبدالحی حسنی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے نذہ الخواطر میں تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو: (نذہ الخواطر ۷/۴۲۱ تا ۴۲۹، نمبر ۸۳۶، طبع دائرۃ المعارف ۷/۵۳۶ تا ۵۳۹ نمبر ۸۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۲/۲۳)

گوشت خوری کی ابتداء کہاں سے ہوئی

سوال [۴۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گوشت

خوری کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: گوشت خوری کی ابتداء کہاں سے ہوئی ہے، اسکی صراحت قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ سے، یا کسی صحیح حدیث شریف سے احقر کی نگاہ سے نہیں گذری۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵ / ۶۵۵۷)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۲۷ھ



(۳) کتاب البدعات والرسوم

(۱) باب: بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام

بدعت کی تعریف

سوال [۴۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بدعت کے کیا معنی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بدعت: دین میں کوئی نئی بات نکالنا۔ (فیروز اللغات/ ۱۱۷)
ما أحدث علی خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم، أو عمل، أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قوياً وصرافاً مستقيماً. (شامی زکریا ۲/ ۲۹۹، کتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، شامی، کراچی ۱/ ۵۶۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة. (سنن أبي داود، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، النسخة الهندية، قديم ۲/ ۴۶، مكتبة البدر ديوبند ۲/ ۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۷)
عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطالحوا على جدر فالصلح مردود، النسخة الهندية ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف:

(۲۶۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳/۱۱/۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۸۶۱)

بدعت کی تعریف اور اس کا شرعی حکم

سوال [۴۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بدعت کی تعریف اور اس کا شرعی حکم بھی تحریر فرمادیں۔

المستفتی: اہالیان محلہ پیرزادہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بدعت نام ہے التزام مالا یلزم کا یعنی غیر لازم چیز کے لازم کر لینے کو بدعت کہا جاتا ہے، نیز کسی امر مندوب کو اس طریقہ سے لازم کر لینے کو بھی بدعت کہا جاتا ہے کہ ان پڑھ لوگ اسے لازم اور واجب سمجھنے لگیں، یا کسی وقت یا کسی دن کے ساتھ اس طرح متعین کر لیا جائے کہ لوگ اس کام کو اسی دن ضروری سمجھنے لگیں، حدیث شریف میں بدعت کے ایجاد کی سخت ممانعت آئی ہے۔

فإذا ندب الشرع مثلاً إلى ذكر الله فالتزم قوم الاجتماع على لسان واحد وبصوت واحد أو في وقت معلوم مخصوص عن سائر الأوقات لم يكن في ندب الشرع، ما يدل على هذا التخصيص الملتزم، بل فيه ما يدل على خلافه. (الاعتصام ۳۳۵/۱، بحوالہ راہ سنت ص: ۱۱۹)

كل مباح يؤدي إلى زعم الجاهل سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه.

(تنقيح الفتاوى الحامديه ۳۶۷/۲، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ جدید ۸۸/۳)

قال النبي صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه

فهو رد. (بخاری شریف، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو على جور فالصلح مردود،

النسخة الهندية ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

وبدعة ضلال ما كان في خلاف ما أمر الله به ورسوله فهو في حيز الذم والإنكار. (نہایہ ۱/ ۱۰۶، مکة المکرمہ، معجم لغة الفقهاء، ص: ۱۰۵، شامی کراچی

۱/ ۵۶۰، زکریا ۲/ ۲۹۹، کتاب الصلاة، باب الامامة) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۱/۲/۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۰۳۶)

جو چیز آپ ﷺ سے ثابت نہیں اس کا کرنا بدعت ہے؟

سوال [۴۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اگر کوئی شخص ایسے کام کرے تو اس کام کو کیا کہیں گے؟ اگرچہ وہ نیک کام ہی ہو اور اس پر عمل کرنے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد راغب، سہپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتہ ثابت نہیں اور وہ فی نفسہ مباح ہے تو اس کو کرنا جائز ہے اور اس عمل پر انشاء اللہ ثواب ملے گا مثلاً کتب دینیہ کی تصنیف و تدوین اور مدارس و خانقاہوں کی تعمیر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی؛ لیکن آج ضرورت کے پیش نظر اور حفاظت دین کی خاطر مدارس اور خانقاہوں کی تعمیر اور دوسرے دینی ادارے، کتب دینیہ کی تصنیف و تدوین دین کا جزو بن گئے ہیں، لہذا یہ چیزیں بدعت میں شامل نہیں ہوں گی۔ (مستفاد: اشرف الجواب ۲/ ۹۲)

قال رسول الله عليه وسلم: من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها. (سنن نسائي، كتاب الزكوة، باب التحريض على الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۴، دارالسلام رقم: ۲۵۵۴)

والإفقد تكون واجبة، كنصب الأدلة للرد على أهل الفرق الضالة، وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كإحداث نحو رباط ومدرسة وكل إحسان لم يكن في الصدر الأول. (شامی کراچی، کتاب الصلاة، باب الإمامة مطلب البدعة خمسة اقسام ۱/ ۵۶۰، زکریا ۲/ ۲۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/۱۱/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۵۴/۳۴)

بدعت حسنہ بدعت سیئہ

سوال [۴۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عوام الناس میں بدعت کی دو قسمیں پائی جاتی ہیں۔
(۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ جبکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل بدعة ضلالة جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں ہے نیز بخاری شریف کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیس رکعت تراویح کے بارے میں منقول ہے ”نعمت البدعة هذه“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے، مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اس تضاد کو ختم کر کے مسئلہ کی ایسی وضاحت کریں جس سے معاملہ بالکل صاف ہو جائے، ”بینوا تو جروا“

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ

عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاح شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود وہ طریقہ عبادت نہ قولاً ثابت ہو اور نہ ہی فعلاً، نہ صراحتہ ثابت ہو اور نہ ہی اشارۃ ایسی چیز کو اجر و ثواب کی نیت سے عبادت سمجھ کر ایجاد کرنے کو بدعت کہا جاتا ہے جو شریعت کے اندر جائز نہیں ہے اور ایسی بدعت کے بارے میں حدیث پاک کے اندر ”وشر الأمور محدثاتھا، وکل محدثۃ بدعة، وکل بدعة ضلالة، وکل ضلالة فی النار۔“ (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الجمعة، باب صفة خطبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... المکتب الاسلامی ۲/ ۸۶۴، رقم: ۱۷۸۵) کے الفاظ وار ہوئے ہیں۔

فالبدعة إذن عبارة عن طريقة فی الدین مخترعة، تضاهی الشریعة، یقصد بالسلوک علیہا المبالغة فی التبعد لله سبحانه وتعالیٰ الخ. (الاعتصام، الباب الاول فی تعریف البدعة..... ۱/ ۴۷)

والمراد بها ما أحدث وليس له أصل فی الشرع، ویسمى فی عرف الشرع ”بدعة“ وما كان له أصل یدل علیہ الشرع فلیس ببدعة فالبدعة فی عرف الشرع مذمومة بخلاف اللغة فإن کل شئی أحدث علی غیر مثال یسمى بدعة سواء كان محموداً أو مذموماً. (فتح الباری، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی الله علیه وسلم، اشرفیہ دیوبند ۱۳/ ۳۱۵، دار الفکر ۱۳/ ۲۵۳، تحت رقم الحدیث: ۷۲۷۷)

لہذا جو چیز خلفاء راشدینؓ اور صحابہؓ کے زمانہ میں قولاً، فعلاً، صراحتہ یا اشارۃ داعیہ اور ضرورت کے پیش نظر جاری کی گئی وہ بدعت نہیں ہے، بلکہ وہ خلفاء راشدین کی سنت ہے جو شرعاً عبادت اور کارِ ثواب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ایسے عمل

کا عبادت اور سنت ہونا ثابت ہے، لہذا منظم طریقہ سے رمضان المبارک میں باجماعت بیس رکعت تراویح کا قیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، جس کی اتباع ہر مسلمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بموجب واجب ہے، اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غائبین کی ضرورت کے پیش نظر جمعہ کی اذان اول کا سلسلہ شروع کیا گیا جو خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سنت ہے جس کو لازم پکڑنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت فرمائی ہے۔

وفی حدیث طویل : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ... فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة. (سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، النسخة الهندية ۶۳۵/۲، دارالسلام رقم: ۴۶۰۷، سنن الترمذی کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، النسخة الهندية ۹۶/۲، دارالسلام رقم: ۲۶۷۶، سنن ابن ماجه کتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، النسخة الهندية ۵/۱، دارالسلام رقم: ۴۲، ۴۳، المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم قدیم ۱۷۴/۱، مکتبہ نزار مصطفى الباز ۱/۱۴۰، ۴۲ رقم ۴۲۹، ۴۳۳، المعجم الاوسط للطبرانی، دارالفکر ۳۲۸/۱، رقم: ۶۶، من اسمه أحمد) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۱ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ رجسٹر خاص ۱۲۱۰۹/۴۱)

بدعات وسومات سے کس طرح روکا جائے ؟

سوال [۴۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل

کثرت سے نیاز فاتحہ کھانے پر لگوانا اور عام طور پر کونڈے وغیرہ چل رہے ہیں آج کل اگر لوگوں کو منع کیا جائے تو کس طریقہ سے منع کیا جائے گا، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب چاہئے۔

المستفتی: سید واحد احمد، قصبہ ڈھکیہ، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حکمت اور نرمی کے ذریعہ سے اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے منع کیا جائے۔

قوله تعالى: اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ.

(سورة نحل الآية: ۱۲۵)

عن صالح بن ربور، قال: سمعت أم الدرداء، تقول: من وعظ أخاه سرا فقد زانه، ومن وعظه علانية فقد شانه. (شعب الإيمان للبيهقي، دار الكتب العلمية بيروت ۱/۱۱۲، رقم: ۷۶۴۱)

قال الإمام الشافعي: من وعظ أخاه سرا فقد نصحه وزانه ومن وعظه علانية فقد فضحه وشانه (النووي على مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ۱/۵۱، مرقاة، امداديه ملتان ۱/۲۲، الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۰/۴۲۹، ۴۴/۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۶ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۶۴/۲۵)

(۲) ماہِ محرم کی بدعات دسویں محرم کے کھچڑے کی شرعی حیثیت

سوال [۴۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم کی دس تاریخ

کو کھچڑا پکانا حضرت حسینؑ کے نام سے اور اس کا لوگوں کو کھلانا اور کھانا کیوں منع ہے؟

المستفتی: محمد شکیل، مغلیہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم کی دس تاریخ میں کھچڑا بنانا اسلئے جائز نہیں

ہے کہ غیر اللہ کے نام سے کوئی چیز بھی پکائی جائے وہ شرعاً ناجائز اور حرام ہوتی ہے اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ .

(سورہ مائدہ آیت : ۳)

نیز اگر یہ کام اچھا ہوتا تو حضرت امام زین العابدینؑ، حضرت حسینؑ کے بیٹے تھے وہ ضرور کرتے انھوں نے کبھی بھی ۱۰ محرم الحرام کو کھچڑا نہیں بنوایا نیز حضرت جعفر صادقؑ نے بھی یہ کام کبھی بھی نہیں کیا، ائمہ مجتہدین میں شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کسی نے بھی نہیں کیا۔

(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ / ۱۳۸، فتاویٰ محمودیہ / ۱۱ / ۳۷۷)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فكانوا إلى يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون ويتطيون ويلبسون أفخر ثيابهم ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم .

(البدایہ والنہایہ ۲۰۲/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۲۰)

دسویں محرم کو شربت کی سبیل لگانا

سوال [۴۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم کی دس تاریخ میں حضرت حسین کی محبت میں شربت پینے اور پلانے کو کیوں منع کرتے ہیں۔

المستفتی: محمد شکیل، محلہ مغلیہ اول، مسجد

بکر قصاب والی، حافظ بننے کی پلیہ، مرد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو شربت پلانا کون سی عقل کی بات ہے وہاں تو شہداء کربلا پیاس سے دم توڑ رہے تھے اور یہاں تو شربت کا موج کرتے ہیں یہ کون سی محبت ہے یہ سب کام اسلام کے دشمنوں اور رافضیوں کے ایجاد کردہ ہیں ان کا ترک ہر مسلمان پر لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/۱۳۹)

یظہر الناس الحزن والبكاء وكثير منهم لا يشرب الماء ليلتئذ موافقة للحسين رضي الله تعالى عنه لأنه قتل عطشانا من البدع الشيعية. (البدایہ والنہایہ ۲۰۲/۸ دارالفکر بیروت)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب ”إلى قوله“ ويتطيبون ويلبسون أفخر ثيابهم ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاستهم. (البدایہ والنہایہ، دارالفکر بیروت)

۸/۲۰۲ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۶۴/۲۶)

یوم عاشوراء میں دسترخوان وسیع کرنا

سوال [۴۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یوم

عاشوراء میں دسترخوان وسیع کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز علماء احناف نے حدیث توسع کو قابل عمل سمجھا ہے یا نہیں؟

المستفتی: مقیم احمد، سنبھلی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: عاشوراء کے روز شام کو وسعت دسترخوان

ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز اور باعث خیر و برکت ہے اور اس سے متعلق جو حدیث شریف مروی ہے وہ موضوع نہیں ہے بلکہ محمد بن اسماعیل الجعفری کو صرف ضعیف کہا گیا ہے مگر امام ابو بکر بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو جعفری کے طریق سے نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل فرمائی ہے، اس کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں اگرچہ یہ حدیث شریف سند کے اعتبار سے کمزور ہے مگر کثرت طرق کی وجہ سے قوت آگئی ہے اور صحیح حسن روایات کے درجہ میں ہو چکی ہے اور ابن حبان نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

ذکرہ ابن حبان فی الثقات فالحدیث حسن علی رأیہ عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سنة كلها، قال الحافظ بن حجر في أماليہ

الجعفری ضعفہ أبو حاتم وشيخه ضعفه أبو زرعة ورجال الإسناد كلهم معروفون ثم أخرج البيهقي حديث بن مسعود وحديث أبي هريرة وقال فهذه الأسانيد وإن كانت ضعيفة فهي إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قوة الخ. (اللآلي المصنوعة ص: ۳۶۹)

اسی وجہ سے اکابر اور بڑوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے اور صاحب درمختار نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱۵/۴۱۳، جدید ڈبھیل ۳/۲۶۴، ہشتی زیور ۶/۶۱)

وحديث التوسعة على العيال يوم عاشوراء صحيح الخ. (درمختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده مطلب في حديث التوسعة على العيال، کراچی ۲/۴۱۸، زکریا ۳/۳۹۹)

مگر اس کے جائز ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسی کو اپنا خاص عمل بنالیا جائے اور روزہ وغیرہ عاشوراء کے دیگر اعمال کو بھلا دیا جائے بلکہ اعتدال میں رہ کر عمل کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸۰۲/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱/۹ھ

دس محرم الحرام کو دسترخوان وسیع کرنے اور فاتحہ خوانی کا حکم

سوال [۴۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

- (۱) محرم الحرام کی دسویں تاریخ میں دسترخوان وسیع کرنا برائے ایصال ثواب اہل بیت کیلئے (جائز یا ناجائز یا بدعت) کیسا ہے؟ اور شریعت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟
- (۲) کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا برائے ایصال ثواب کیسا ہے؟

المستفتی: ارشاد احمد، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) ایک حدیث شریف میں عاشوراء کی شام میں اہل و عیال کو عمدہ کھانا کھلانے کی ترغیب وارد ہوئی ہے، اور عاشوراء کے دن میں دیگر ایام کے مقابلہ میں دسترخوان وسیع کرنے کی بات ثابت ہے اس کی وجہ سے یہی ہے کہ اس دن روزہ رکھنے کا حکم ہے دن بھر روزہ رکھ کر شام کو افطار میں کھانے میں وسعت دی جائے مگر حدیث زیادہ قوی نہیں ہے بہر حال بلا کسی غیر شرعی امور کے کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۵۱۳، بارہ مہینوں کے فضائل ۸۹)

وحدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء صحیح الخ (در مختار مع الشامی، کتاب الصوم، باب ما یفسد وما لا یفسدہ مطلب فی حدیث التوسعة علی العیال الخ کراچی ۲/ ۱۸۴، زکریا ۳/ ۳۹۹)

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من وسع علی عیاله یوم عاشوراء لم یزل فی سعة سائر سنة. (المعجم الكبير، دار احیاء التراث العربی ۱۰/ ۷۷، رقم: ۱۰۰۰۷، المعجم الاوسط عن ابی سعید خدریؓ ۶/ ۴۳۲، رقم: ۹۳۰۲، شعب الایمان للبيهقي، دار الكتب العلمية بیروت ۳/ ۳۶۵، رقم: ۳۷۹۲)

(۲) کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا کسی حدیث یا فقہ سے ثابت نہیں ہے اہل بدعت کا طریقہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۹۰)

عاشوراء کے دن تعزیہ نکالنا

سوال [۴۴۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جو کہ ایک مسجد میں منصب امامت پر فائز ہے اور تدریسی خدمات بھی انجام دیتا ہے، ماہ محرم میں عاشوراء کے موقع پر اہل تشیع و اہل بدعت کی طرف سے تعزیہ داری کے سلسلہ

میں منعقدہ تقریبات، جلوس اور میلہ میں بہ رغبت نفس شرکت کرتا ہے حتیٰ کہ نماز پڑھانے کو وقت تنگ ہو جاتا ہے، لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ مذکورہ شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اگر جائز ہے تو مکروہ تو نہیں اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی تو نہیں یا مکروہ تنزیہی ہے؟

المستفتی: محمد اسفرخنی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عاشوراء کے دن تعزیہ کا جو طوفان بدتمیزی ہوتا ہے وہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس میں شرکت کرنے والے سب فاسق ہیں ایسے لوگ امامت کے لائق نہیں، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے سائل کے بیان کے مطابق مذکورہ شخص فاسق ہے، لہذا اس کو ہٹا کر متبع شریعت امام کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

ولذا کرہ إمامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامہ بالدين فتجب إہانتہ شرعاً فلا يعظم بتقدیمہ للإمامۃ (وتحہ) ومفادہ كون الكراهۃ فی الفاسق تحريمیۃ الخ. (طحطاوی علی المراقی، کتاب الصلوۃ فصل فی بیان الأحق بالإمامۃ، دار الکتب دیوبند ۳۰۲، ۳۰۳، قديم: ۱۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۲/۴/۱۴۱۶ھ

دسویں محرم کو حلیم بنانے اور تقسیم کرنے کا حکم

سوال [۴۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو یا اس سے قبل حلیم وغیرہ بنوا کر تقسیم کرنا اور خود کھانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حلیم کا التزام عاشوراء محرم کے ساتھ بدعت وضلالت ہے،

اس دن حلیم بنانا اور تقسیم کرنا سب کا ترک لازم ہے اور یہ طریقہ خارجیوں کا شعار ہے۔
(مستفاد: کفایت المفتی، قدیم کتاب العقائد/ ۲۲۶، جدید زکریا مطول/ ۲/ ۲۸۴، ۲۸۵، فتاویٰ رشیدیہ: ۱۳۸)
ہاں البتہ دن بھر روزہ رکھ کر شام کو کھانے میں وسعت دینا بعض روایات سے ثابت ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول ﷺ صوموا يوم عاشوراء وخالفوا اليهود فيه، صوموا قبله يوماً وبعده يوماً الخ. (شعب الایمان ۳/ ۳۶۵، رقم: ۹۳۶۹۰)

عن جابر قال قال رسول ﷺ من وسع على اهله يوم عاشوراء وسع الله على اهله طول سنته الخ. (شعب الایمان ۳/ ۳۶۵، رقم: ۹۳۷۹۱)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون ويتطيئون ويلبسون أفخر ثيابهم ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم.
البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۸/ ۲۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ محرم ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۴۳/۲۳)

کیا تعزیہ داری جائز ہے؟

سوال [۴۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تعزیہ داری کے بارے میں علمائے اسلام کیا فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اس مسئلہ پر آپ تفصیل سے روشنی ڈالنے کی مہربانی کریں۔

المستفتی: سید پرویز احمد، سکریٹری، مسلم اصلاحی کمیٹی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تعزیہ داری بدعت قبیحہ اور ناجائز ہے اس کا ترک مسلمانوں پر لازم ہے ورنہ سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ (مستفاد: امدار الفتاویٰ ۵/ ۲۸۸،

۲۹۵/۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم/ ۱/ ۱۸۸، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۷۶)

وقتل حسین جرت فتن کبیرہ و اکاذیب کثیرہ و ظہرت أهواء و بدع وقع فیها طوائف من المتقدمین والمتأخرین وصارت الأكاذیب والأهواء والبدع لا تزال تزدد حتى حدثت أمور يطول شرحها. (مجالس الأبرار مختصرأص: ۲۳۹ بحوالہ بهشتی زیور حصہ ششم، ص: ۶۲)

عن عبد الله رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس منا من شق الجيوب وضرب الخدود، ودعا بدعوة الجاهلية. (سنن ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن ضرب الخدود والخ، النسخة الهندیة ۱/ ۱۹۵، دارالسلام رقم: ۹۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اربع الاول ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۷۶/۲۵)

یوم عاشوراء میں ڈھول تاشہ کے ساتھ جلوس نکالنا

سوال [۴۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عاشوراء کے دن تعزیہ، ڈھول، تاشہ، نشان وغیرہ کے ساتھ جلوس نکالنا کیسا ہے؟

المستفتی: قاری محمد وسیم صاحب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تعزیہ ڈھول تاشہ اور دیگر خرافات مثلاً گریبان چاک کرنا، چہرے پر مارنا، بدن کو زخمی کرنا وغیرہ سب ناجائز اور حرام ہیں ان سے تائب ہو کر باز آجانا لازم ہے، اس بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من ضرب الخدود، وشق الجيوب، أو دعا بدعوى الجاهلية. (مسلم شریف، کتاب الایمان، باب تحریم ضرب

الحدود الخ النسخة الهندية ۱/ ۷۰، بیت الأفكار رقم: ۱۶۵، بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب ليس منامن شق الجيوب، النسخة الهندية ۱/ ۱۷۲، رقم: ۱۲۸۰، ف: ۱۲۹۴، مشکوة شریف، کتاب الجنائز، باب البكاء على الميت ۱/ ۱۵۰، رقم: ۱۶۲۸)

اسی طرح مذکورہ لوازمات کے ساتھ جلوس نکالنا بھی ناجائز اور حرام ہے، مسلمانوں پر ایسے جلوس سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۱۳۹)

قال ابن مسعود ^{رض} صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات قلت وفي البزازية استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام (وقوله) فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل الواجب أن يجتنب الخ. (الدر المختار، كتاب الخطر والإباحة، کراچی ۶/ ۳۴۹، زکریا ۲/ ۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴)

عبد الله يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الغناء ينبت النفاق في القلب. (سنن أبي داؤد مكمل كتاب الأدب، باب كراهية الغناء والزمر ص: ۶۹۴، دار السلام رقم: ۴۹۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۳/۲۴)

محرم میں ڈھول تاشے بجانا

سوال [۴۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم میں ڈھول تاشے بجانا کیسا ہے؟

المستفتی: فرقان احمد، دلپت پور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم میں ڈھول، تاشے بجانا دور نبوت، دور صحابہ،

دور تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں اس لئے ان خرافات سے دور رہنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم على أو حرم الخمر والميسر والكوبة:..... قال سفيان: فسألت علي بن بزيمة عن الكوبة قال الطبل. (سنن أبي داؤد، كتاب الأشربة، باب فى الأوعية، النسخة الهنديه ۵۲۰/۲، دارالسلام رقم: ۳۶۹۶)

وكره كل لهو..... واستماعه كالرقص، والسخرية، والتصفيق، وضرب الأوتار من الطنبور، والبربط، والرباب، والقانون، والمزمار، والصنج، والبوق فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام. (شامى كراچى، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع ۳۹۵/۶، زكريا ۵۶۶/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۱۵/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۱/۷/۳ھ

یوم عاشوراء کے روزے کا حکم

سوال [۴۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا اس وقت محرم کے ایک ہی روزہ کا حکم ہے، یا ایک روزہ رکھنا مکروہ ہے؛ جبکہ اس وقت اہل کتاب کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اہل کتاب کے ساتھ کسی طرح کی مشابہت نہیں پائی جا رہی ہے، تو اب اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: مظہر الحق قاسمی، تملنا ڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم کے روزے کا اب بھی یہی حکم ہے کہ دسویں

کے ساتھ نوں یا گیارہویں کا روزہ بھی رکھ لیں صرف دسویں کا روزہ مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۳۸۰، جدید فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱۲/ ۴۲۵، جدید ڈابھیل)

ویستحب أن یصوم یوم عاشوراء بصوم یوم قبله أو بعده لیكون مخالفاً لأهل الکتاب. (شامی کتاب الصوم قبیل مبحث فی صوم یوم الشک زکریا ۳/ ۳۳۵، کراچی ۲/ ۳۷۵، بدائع الصنائع کتاب الصوم، فصل و أما شرائط الصوم فنوعان، کراچی ۲/ ۷۹، زکریا ۲/ ۲۱۸، طحطاوی علی المراقی، قدیم ۱/ ۳۵۱، و ۳۵۰، کتاب الصوم، فصل فی صفة الصوم، و تقسیمہ جدید، مکتبہ دارالکتاب ۶۳۹)

اور اس وقت بھی تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) موجود ہیں اور اگر اہل کتاب نہ بھی رہیں تب بھی یہ حکم باقی رہے گا اس کی نظیر طواف میں رمل کا حکم ہے کہ رمل کا حکم زوال سبب کے باوجود آج بھی باقی ہے کیونکہ آج کل حریم شریفین میں کفار نہیں ہیں۔

ویرمل فی الثلث الأول من الأشواط والرمل أن یهز فی مشیتہ الکتفین کالمبارز یتبخر بین الصفین وذلك مع الاضطباء و کان سببه إظهار الجلد للمشرکین حین قالوا أضناهم حمی یثرب ثم بقی الحکم بعد زوال السبب فی زمن النبی علیه السلام وبعده. (ہدایہ، کتاب الحج، باب الاحرام، اشرفی ۱/ ۲۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۳۵/۳)

محرم میں کھچڑا بنانا کر تقسیم کرنا

سوال [۴۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم میں کھچڑا بنانا کیسا ہے جیسا کہ مراد آباد کی سڑکوں پر ہزاروں دیکیں ایک رات میں پکتی ہیں اور خوب بانٹا جاتا ہے، جو لوگ محرم کا روزہ رکھتے ہیں ان کے گھروں میں بھی پہونچا

یا جاتا ہے؟

المستفتی: حافظ عظمیٰ، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم کا کھچڑا بنانا، بانٹنا اور اس کو ضروری سمجھنا

یہ تمام باتیں بے اصل، بدعت اور جہالت پر مبنی ہیں، اس میں ذاتی طور پر حصہ لینا یا مالی تعاون کرنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ اس میں درپردہ ایک سنت کی مخالفت ہے، کیونکہ اس دن روزہ رکھنا سنت ہے، اور اس میں حصہ لینا ایک بدعت کا تعاون کرنا ہے۔

(مستفاد: محمودیہ ڈھائی ۳/۲۷۳، میرٹھ ۵/۴۸۸)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام
فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب، ويغتسلون، ويتطيئون، ويلبسون
أفخر ثيابهم، ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة،
ويظهرون السرور والفرح (البداية والنهاية، مكتبة دار الفكر ۱/۱۴۱)

وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عز ما ولم يعمل بالرخصة
فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة ومنكر.

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشہد، امدادیہ ملتان ۲/۳۵۳)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم
فهو منهم. (أبوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/۵۵۹،
دارالسلام رقم: ۲۹۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ صفر ۱۴۳۵ھ

(رجسٹر خاص:.....)

دس محرم کو شربت تقسیم کرنا

سوال [۴۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم کا مہینہ ہے اس میں چند منکرات ہوتے ہیں جن سے دل مطمئن نہیں ہے، اس لئے آپ کی خدمت میں شرعی حکم معلوم کرنے حاضر ہوا ہوں امید کہ مدلل و مفصل جواب سے نوازیں گے، دسویں محرم کو لوگ شربت بنا کر لوگوں کو تقسیم کرتے ہیں بعضے اس کو اس دن میں کار خیر سمجھتے ہیں معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: کمال شاہ، محلہ عید گاہ قبرستان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دسویں محرم کو شربت تقسیم کرنا قرآن و حدیث اور فقہ کسی سے ثابت نہیں ہے یہ صرف روافض اور دشمنان اسلام کا طریقہ ہے، اس کو کار خیر اور ضروری سمجھنا ناجائز اور مداہنت فی الدین ہے، اگر اہل بیت کے غم میں اور ایصال ثواب کے لئے کیا جاتا ہے، تو شربت پلا کر غم منانا یا ایصال ثواب کرنے کا کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ اس دن اہل بیت پیاس سے پریشان تھے، لہذا خاص طور پر دسویں محرم کو شربت پلانے سے اہل بیت کے ساتھ دشمنی اور مخالفت واضح ہو جاتی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم، کتاب العقائد/ ۲۲۶، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۸۵، امداد الفتاویٰ ۵/ ۳۳۴)

يظهر الناس الحزن والبكاء وكثير منهم لا يشرب الماء ليلتذ موافقة للحسين رضي الله عنه ؛ لأنه قتل عطشاناً من البدع الشنيعة.
(البداية والنهاية، دارالفكر بيروت ۸/ ۲۰۲)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام: فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب، ويغتسلون، ويتطيبون، ويلبسون أفراس ثيابهم، ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم. (البداية والنهاية دارالفكر بيروت)

۸/۲۰۲ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/۱۶۱۵)

دس محرم میں حلیم بنا کر سرمایہ دار کے گھر بھیجنا

سوال [۴۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دسویں محرم کو اگر کسی نے حلیم پکا کر دوسرے کے یہاں بھیجا ہو کہ نہ مفلس ہے نہ غریب ہے اچھا خاصہ امیر آدمی ہے؟ تو اس کے لئے حلیم کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: سید شمشاد علی، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر بنام حضرت امام حسین یا اکابر کے بنایا

ہے تو ”ما اهل به لغير الله“ میں داخل ہونے کی بناء پر حرام ہے۔

”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

الخ“۔ (سورہ مائدہ آیت: ۳)

البتہ اگر اپنے گھر اہل و عیال کے لئے بنایا ہے اور اس میں سے کسی مالدار یا غریب کو کھلا دیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۴۴۴)

محرم الحرام میں تعزیہ بنانا اور کھانا بنا کر تقسیم کرنا

سوال [۴۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں :

(۱) محرم الحرام کے مہینہ میں جو حضرت حسینؑ و دیگر شہداء کربلا کے نام کا تعزیہ بناتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، مرثیہ اور نوحہ وغیرہ پڑھتے ہیں، ان کیلئے طرح طرح کے کھانے پکاتے ہیں اور ان کو تقسیم کرتے ہیں اور وہ رسومات جو شیعہ حضرات کی ہیں سنی حضرات بھی ان کو کرتے ہیں اور ڈھول بجاتے ہیں اور اکھاڑے کھیلتے ہیں ماتم بھی کرتے ہیں یہ سب کیسا ہے یہ قرآن و احادیث نبویؐ کی روشنی میں کیا معنی اور کیا حکم رکھتا ہے اور ان سب کام کرنے والوں کے حق میں اللہ اور رسولؐ کا کیا حکم ہے؟

(۲) غیر اللہ کے نام کا کھانا پکانا کیا حکم رکھتا ہے، اللہ رب العزت نے غیر اللہ کے نام کے کھانے کو سورۃ مائدہ میں کن چیزوں کے ساتھ شامل کیا ہے اس کھانے کو کھانے والا کیسا ہے؟ (۳) جو فیصلہ قرآن و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس پر مطمئن نہ ہونے والا اور اس فیصلہ پر اعتراض کرنے والا کیسا ہے؟ ان تمام مسائل کا جواب قرآن حکیم اور احادیث رسول کریمؐ کی روشنی میں تفصیل سے اور صاف صاف بیان فرمائیں۔

المستفتی: محمد سلیم قاسمی، سرائے کھجور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) ماہ محرم میں تعزیہ بنانا، نوحہ کرنا اور ماتم وغیرہ کرنا سب کے سب شیعہ اور روافض کی ایجاد کردہ اور من گھڑت چیزیں ہیں، اور یہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۶/۱۳۱، جدید ڈھانیل ۳/۲۷۷، فتاویٰ رشیدیہ، قدیم ۱۳۸، فتاویٰ رحیمیہ، قدیم ۲/۲۷۳، جدید زکریا ۲/۷۰)

وإياه ثم إياه أن يشغله ببدع الرافضة ونحوهم منه الندب والنياحه والحزن إذ ليس ذلك من أخلاق المؤمنين الخ. (صواعق محرقة بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۲/۲۷۴، جدید زکریا ۲/۶۹)

عن عبد الله قال: قال رسول الله عليه وسلم ليس منا من شق الجيوب،

وضرب الخدود، ودعا بدعوی الجاهلیة. (سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب

ما جاء فی النهی عن ضرب الخدود الخ، النسخة الهندیة ۱/ ۱۳، دار السلام رقم: ۱۵۸۴)

(۲) حضرت امام حسنؑ اور حسینؑ کے نام سے کھانا پکانا یا شربت وغیرہ تقسیم کرنا حرام اور

نا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/ ۱۳۸، فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱۱/ ۳۷۷، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۷۷)

(۳) ڈھول بجانا، تعزیہ بنانا اور اکھاڑ کھیلنا، اسی طرح ماتم ونوحہ کرنا حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسینؑ کی نافرمانی ہے۔ یہ سب روافض کی ایجاد کردہ اور من گھڑت

چیزیں ہیں، شریعت اسلامیہ میں ان چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے؛ بلکہ ساتویں صدی ہجری

میں ان چیزوں کی ایجاد ہوئی ہے اور تیمور لنگ بادشاہ جو شیعہ تھا، اسی نے ان چیزوں کو رواج

دیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۳۴۳، جدید زکریا ۲/ ۷۰، محمودیہ ۱۵/ ۱۴۲، ڈابھیل ۳/ ۲۷۶)

لیس منا من لطم الخدود وشق الجيوب الخ. (بخاری شریف، کتاب

الجنائز، باب لیس منا من شق الجيوب ۱/ ۱۷۲، رقم: ۱۲۸۰، ف: ۱۲۹۴)

النائحة إذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران

ودرع من جرب. (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشديد فی النياحة، النسخة

الهنديّة ۱/ ۳۰۳، بیت الافکار رقم: ۹۳۴، مشکوٰۃ/ ۱۵۰، البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۸/ ۲۰۲)

(۴) غیر اللہ کے نام پر جو کھانا تیار کیا جاتا ہے، اس کے ”ما اهل به لغير الله“

میں داخل ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا ناجائز اور حرام ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ، قدیم

ص: ۱۳۸، جدید زکریا/ ۱۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۱۱۳/۳۳)

ماہ محرم کی رسومات

سوال [۴۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں اکثر مسلمان محرم کے مہینے میں بڑے شوق سے ڈھول تاشے بجاتے ہیں اور اونچے محرم (تعزیه) بناتے ہیں اور کچھ لوگ چھوٹے چھوٹے تعزیه بازار سے خرید کر لاتے ہیں اور تعزیوں کے پاس میں رکھ کر کھانے کی چیزوں پر فاتحہ لگواتے ہیں اور دسویں محرم کے تیسرے دن کے بعد حضرت حسینؑ کا تیجا اسی جیسا کرتے ہیں جیسے کہ کسی مرنے والے عزیز واقارب کا تیجا کرتے ہیں اسلام کی رو سے یہ کام کیسے ہیں؟ جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتی: ماسٹر راحت علی، این پی
آر سی بلاک سیدنگر، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال میں مذکور چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ دین میں ایجا کردہ بدعت ہیں اور حضرت حسینؑ سے تعلق اور محبت کی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے نانا کی سنتوں کو مٹانا ہے۔

وقتل حسین جرت فتن کبيرة وأكاذيب كثيرة وظهرت أهواء وبدع وقع فيها طوائف من المتقدمين والمتأخرين وصارت الأكاذيب والأهواء البدع لا تزال تزدد حتى حدثت أمور يطول شرحها. (مجالس الابرار مختصراً

۲۳۹، بحوالہ بہشتی زیور حصہ ششم ۶۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لم أنه عن البكاء إنما نهيت عن صوتين فاجرین صوت مزمار عند نعمة، مزمار شیطان ولعب، وصوت عند مصیبة، وشق الجيوب، ورنة الشيطان. (مسند أبی داؤد الطیالسی،

دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۱، رقم: ۱۷۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱/ صفر ۱۴۳۱ھ

۱۳۳۱/۲/۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۶/۹۸)

دس محرم کو گٹکا (لاٹھی ڈنڈے کا کھیل) کھیلنا

سوال [۴۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک محرم سے دس محرم تک یا خاص دس محرم کے دن گٹکے (ڈنڈے اور لاٹھی) کا کھیل کھیلا جاتا ہے، جس میں طرح طرح کے کرتب دکھائے جاتے ہیں اور اس کے لئے چندہ جمع کیا جاتا ہے، لوگ بڑے شوق سے دور دراز سے اسے دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں، اور اگر کوئی چندہ نہ دے تو اس پر طعن کیا جاتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مخصوص ایام میں یہ کھیل کھیلنا، اس کو دیکھنا، اس کیلئے چندہ جمع کرنا اور نہ دینے والوں پر طعن کرنا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟

المستفتی: محمد صادق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ورزش اور جنگی مشق کی غرض سے لاٹھی ڈنڈے نیزہ اور تیر وغیرہ کے ذریعہ سے کھیلنا کسی زمانہ کی خصوصیت کے بغیر جائز ہے، بشرطیکہ ان کھیلوں کی وجہ سے معاشی اور دینی نقصان نہ ہو اور ستر عورت کا بھی خیال رکھا جاتا ہو کہ اس کی وجہ سے اپنے روزگار سے بے فکری ہو جائے اور نہ ہی نماز اور ذکر الہی وغیرہ سے لاپرواہی ہو جائے تو ایسے کھیلوں کے ذریعہ سے بدن کی ورزش اور جنگی مشق کرنا بلا کراہت جائز ہے لیکن سال بھر میں صرف محرم کی ایک تاریخ سے دس تاریخ تک اس طرح کا کھیل کھیلنا نہ جنگی مشق کیلئے ہوتا ہے اور نہ بدن کی ورزش کے لئے نیز ان تاریخوں کی قیود کے ساتھ جو کھیل ہوتا ہے وہ محض تلذذ اور تماشا بینی کیلئے ہوتا ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہے اور نہ ہی تلذذ کے لئے اس طرح کے کھیلوں کا دیکھنا مشروع ہے، اسی طریقہ سے آج کی دنیا میں جو عالمی کھیل کھیلے جاتے ہیں جن میں نمبر ایک پر کرکٹ کا کھیل ہوتا ہے سرکاری اور عوامی اربوں کھربوں روپے اس

میں برباد ہوتے ہیں اور اس میں جنگی مشق اور بدن کی ورزش کا مقصد بھی نہیں ہوتا ہے ، اس لئے شرعاً اس طرح کا کھیل کھیلنا اور ان کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔

وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها مالم تشتمل على معصية أخرى ومالم تؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه. (تكملة فتح الملهم ، كتاب الشعر ، باب تحريم اللعب بالنرد شیر ، حكم الألعاب في الشريعة ، اشرفیہ دیوبند ۴/ ۳۶۷)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: في حديث طويل وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب فإما سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم وإما قال تشتهين نظرين وقلت: نعم ، فأقأ مني وراءه خدّى على خدّه وهو يقول: دونكم يا بنى أرفده حتى إذا ملكت قال لى: حسبك قلت: نعم ، فاذهبي. (بخارى ، كتاب العيدين ، باب الحراب والرّزق ، يوم العيد ، النسخة الهندية ۱/ ۱۳۰ ، رقم: ۹۴۰ ، ف: ۹۵۰)

تجوز المسابقة بالسهم والخيول والحمير والإبل والأقدام وإن شرط فيها جعل من إحدى الجانبين أو من ثالث لأسبقهما جاز ، وإن من كلا الجانبين يحرم. (مجمع الأنهر ، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات ، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۱۶)

ليس من اللهو إلا ثلاث تأديب الرجل فرسه ، وملاعبته أهله ، ورميه بقوسه (الحديث) قال المحشى: قال الخطابى: يريد ليس المباح من اللهو إلا ثلاث. (أبو داؤد شريف ، كتاب الجهاد ، باب فى الرمى ، النسخة الهندية ۱/ ۳۴۰ ، دارالسلام رقم: ۲۵۱۳) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۵۴/۳۴)

محرم کے موقع پر لنگر کرنا

سوال [۴۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ محرم یا کسی اور دوسرے موقع پر لنگر کرتے ہیں کیا یہ لنگر کرنا جائز ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: سید وقار الحق، قاضی ٹولہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم اور عاشوراء کے موقع پر لنگر لگانا قرآن و حدیث اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے بلکہ محرم کے دن روزہ رکھ کر کچھ نہ کھانا ہی حدیث سے ثابت ہے نیز لوگوں سے چندہ کر کے لنگر کرنا کسی بھی موقع پر جائز نہیں ہے۔ (مستفاد فتاویٰ رشیدیہ ۱۳۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۴۲۶، جدید ڈابھیل ۳/۲۷۸)

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود، النسخة الهندیة ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

وقد عاکس الرافضة والشیعة یوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فکانوا فی یوم عاشوراء یطبخون الحبوب، ویغتسلون، ویطیبون ویلبسون أفخر ثیابہم ویتخذون ذلک الیوم عیداً یصنعون فیہ أنواع الأطعمة ویظہرون السرور والفرح یریدون بذلک عناد الروافض و معاکستہم۔ (البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۸/۲۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۴ رجب ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۹۸/۳۳)

دس محرم کو کھچڑا پکا کر لوگوں کو کھلانا

سوال [۴۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دس محرم کو کھچڑا پکا کر لوگوں کو کھلانا قرآن کی کون سی آیت اور کون سی حدیث سے حرام ہے حوالہ عنایت فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں؟ تاکہ ہم بدعتیوں کو سمجھا سکیں۔

المستفتی: محمد شعیب، مانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: دسویں محرم کو شریعت میں روزہ رکھنے کا حکم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا ہے، لہذا دن میں کھچڑا بنا کر لوگوں کو کھلانا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے مقابلہ آرائی ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، اور شام کو افطار کے وقت بعض روایات میں دسترخوان کشادہ کرنے کی ترغیب آئی ہے کہ دن بھر روزہ رکھ کر شام کو افطار میں حسب گنجائش اچھا کھانا گھر والوں کو کھلایا جائے اور دن میں کھچڑا بنا کر لوگوں کو کھلاتے رہنا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف ہونے کے ساتھ خارجیوں (دشمنان اہل بیت) کا شعار ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی، کتاب العقائد ۱/۲۲۶، جدید زکریا مطول ۲/۲۸۳، ۲۸۵، فتاویٰ رشیدیہ/۱۳۸، دینی مسائل اور انکاح حل ص: ۲۵۹)

عن ابی موسیٰ قال: کان یوم عاشوراء تعدہ الیہود عیداً قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصوموہ أنتم۔ (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، النسخۃ الہندیۃ ۱/۲۶۸، رقم: ۱۹۶۱، ف: ۲۰۰۵)

عن ابن عباس قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدينۃ فرأى الیہود تصوم عاشوراء فقال ما هذا؟ قالوا هذا یوم صالح هذا یوم نجی اللہ بنی اسرائیل من عدوہم فصامہ موسیٰ قال فأنا أحق بموسى منکم فصامہ

وأمر بصيامه. (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، النسخة الهندیة ۱/ ۲۶۸، رقم: ۱۹۶۰، ف: ۲۰۰۴)

من وسع علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع الله علیه فی سنته کله.
(الجامع الصغير للسيوطي ۱۱/ ۶۰۴۵، رقم: ۶۰۷۵)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته قال سفيان أنا قد جر بناءه فوجدنا كذلك رواه رزين ورواه البيهقي في شعب الإيمان عنه وعن أبي هريرة وأبي جابر وأبي سعيد وضعفه (مظاهر حق ۲/ ۱۴۲ بحواله محمودیه ڈابھیل ۳/ ۲۷۴)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون ويتطيّبون ويلبسون أفخر ثيابهم ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم.
(البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۸/ ۲۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
۹ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۷۳/۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵ھ/۱۰/۹

ماہ محرم کی چند بدعات و خرافات کا شرعی حکم

سوال [۴۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک عالم دین ہے اپنی تقریر میں محرم کی جو جو رسومات ہیں ان سے منع کرتے ہیں، مثلاً امام حسین کی لاش رکھنا، اور ان کی تابوت تعزیه داری کرنا، امام باڑہ پر مرغ یا خسی ذبح کرنا اور

پھر فاتحہ دینا، اور نفع و نقصان جاننا، سجدہ کرنا، نوحہ کرنا، یا ماتم کرنا سوگ منانا ڈنکا وغیرہ بیٹنا، دسویں تاریخ کو تعزیه لے کر ایک جگہ ملنا اور اکھاڑ لگانا جس کو مرد و عورتیں سب مل کر دیکھتے ہیں اور پھر خوب دھوم دھام سے خوشی منانا وغیرہ، ان سب باتوں سے زید منع کرتے ہیں اور خوب تاکید کے ساتھ منع کرتے ہیں مگر لوگ زید کو برا بھلا کہتے ہیں اور دیوبندی کہتے ہیں کہ ہم ان کی بات نہیں مانیں گے، ہاں اگر کوئی مفتی کا فتویٰ آجائے تو سب چیزوں سے رک جائیں گے، اس لئے مذکورہ باتوں کا جواب دلائل سے عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شفاعت قاسمی، امام مسجد دھنبا د

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں درج شدہ تمام امور ناجائز اور حرام ہیں، مسلمانوں پر ان کو ترک کرنا واجب ہے، زید عالم دین کا منع کرنا صحیح ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمود، قدیم ۱/ ۱۸۸، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۷۶)

يظهر الناس الحزن والبكاء وكثير منهم لا يشرب الماء ليلتذ موافقة لحسن رضى الله عنه لأنه قتل عطشاناً من البدع الشنيعة. (البدایہ والنہایہ، دار الفکر بیروت ۸/ ۲۰۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لم أنه عن البكاء إنما نهيت عن صوتين فاجرین صوت مزمار عند نعمة، مزمار شيطان ولعب، وصوت عند مصيبة، شق الجيوب ورنه شيطان الحديث. (مسند أبی داؤد الطیالسی ۳/ ۲۶۲، رقم: ۱۷۸۸)

نیز تیجا، دسواں وغیرہ مکروہ تحریمی اور بدعت سیئہ ہیں، ان کا ترک لازم ہے۔

ویکروہ اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعد الاسبوع الخ.

(شامی، کراچی ۲/ ۱۴۰، شامی، زکریا ۳/ ۱۴۸، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنائزۃ، مطلب فی کراہۃ الضیافۃ من أهل المیت، مرقاۃ المفاتیح، باب فی المعجزات، الفصل

الثالث، مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱۱/ ۲۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲/ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰/ ۱۰۴۴)

محرم کے دن سونا خریدنے کا فائدہ

سوال [۴۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم الحرام یا عاشوراء کے روز سونے کی خریداری سے مال میں خیر و برکت ہوتی ہے، قرآن و احادیث مبارکہ کی روشنی میں بتائیں اس مقولہ میں کتنی صداقت ہے؟

المستفتی: عبدالماجد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم الحرام کے عاشوراء کے روز سونے کی خریداری سے مال میں خیر و برکت ہوتی ہے، قرآن و حدیث اور فقہ اور شریعت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی ہم کو اس کا علم ہے، البتہ حدیث شریف کے اندر اس دن دسترخوان کشادہ کرنے کی ترغیب آئی ہے۔

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم ، قال : من وسع على عياله يوم عاشوراء لم يزل في سعة سائر سنته. (المعجم الكبير للطبراني ۷۷/ ۱۰، رقم: ۱۰۰۰۷)
عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه في سائر سنته. (شعب الإيمان ۵/ ۳۳۱، رقم: ۳۵۱۳، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/ ۱/ ۹ھ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۲۵/ ۷)

(۳) باب ماہ ربیع الاول کی بدعات

بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا

سوال [۴۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے ملک میں ۱۲ ربیع الاول کو جلوس نکالنے کا رواج ہے تو یہ جلوس نکالنا کہاں تک صحیح ہے؟ مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ۱۲ ربیع الاول کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہونا متعین ہے، اس موقع پر جشن منانا، جلوس نکالنا، خوشیاں منانا حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور ”قرون مشہود لها بالخیر“ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا مگر اہل بدعت نے اس کو اپنا علامتی شعار بنا لیا ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۱/ ۱۸۷، قدیم ۱/ ۱۴۰، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۲۶)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث من أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (مسلم شریف، مکتبہ سعید، دیوبند ہند، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخة الهندية ۲/ ۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸، صحيح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على اجور فالصلح مردود، النسخة الهندية ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستنبط فهو مردود. (مرقاۃ المفاتیح، باب الاعتصام بالکتاب

والسنة مكتبه ملتان ۱/ ۲۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم .

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(فتویٰ رجسٹر خاص:.....)

۱۲/ بارہ ربیع الاول کے موقع پر جلوس نکالنا

سوال [۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بارہ ربیع

الاول کے روز عامۃ المسلمین کو کیا کرنا چاہئے اس روز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں رنج و غم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کرنا چاہئے یا جلوس نکالنا چاہئے نیز اس روز شیرینی یا شربت یا کھانا وغیرہ پکوا کر کسی کو کھلانا یا تقسیم کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کر کے ثواب دارین کے مستحق بنیں نیز ثواب کا طریقہ کیا ہوگا۔

المستفتی: محمد مختار، سکٹر نگلہ، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بارہ ربیع الاول میں جلوس کا رواج جو آج

کل جنم لے رہا ہے یہ دور نبوت، دور صحابہ اور ائمہ مجتہدین کے دور میں نہیں تھا اگر یہ سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جزء ہوتا اور سرور کائنات کی محبت کی نشانی ہوتی تو دور صدیقی اور دور فاروقی میں کیوں نہیں؟ اس لئے یہ بدعتِ سیئہ اور ناجائز ہے نیز نماز جیسی اہم رکنِ اسلام پر بے بنیاد جلوس کو فوقیت دی جاتی ہے، جلوس کے دن کی نماز عصر اور نماز مغرب کو کیا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے، اس لئے جلوس نکالنے کا طریقہ ہرگز جائز نہیں ہے اور اس دن مسلمانوں کا فریضہ یہی ہونا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ درود پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۴۰۰، جدید ڈیجیٹل ۳/ ۲۱۹، کفایت المفتی ۱/ ۱۴۰، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۲۹ تا ۲۳۱)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل ۲/۲ شامله)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد. (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۲۴۱، رقم:

۲۶۵۶۱) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ ربيع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۶۹/۲۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۵/۳/۱۴۱۳ھ

ربیع الاول کے مہینے میں جلسہ جلوس کی شرعی حیثیت

سوال [۴۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ربيع الاول میں جلسہ جلوس سیرت کے نام سے کرانا اور مقررین کو جمع کر کے تقریر کروانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد وسیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سیرت نبوی کے عنوان سے ماہ ربيع الاول میں جلسہ کرانا اور اس میں مقررین حضرات کو مدعو کر کے سیرت و اصلاحی بیانات کرانا باعث اجر و ثواب ہے اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے، ماشاء اللہ ان بیانات سے عوام کو بہت زیادہ دینی فائدہ ہوتا ہوا نظر آیا ہے لیکن مروجہ بدعات سے کلی اجتناب کیا جائے اور اس کے لئے کسی خاص دن کو متعین نہ کیا جائے بلکہ کئی کئی روز یا ہر ماہ میں کئی بار اور سال بھر میں متعدد پروگرام ہوا کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۱/۹۰، قدیم ۱/۱۴۱، جدید زکریا مطول ۲/۲۳۳، محمودیہ ڈائجیل ۳/۲۱۹ میرٹھ ۵/۴۳۰)

لابأس بالجلوس للوعظ إذا أراد به وجه الله تعالى. (ہندیہ، زکریا، الباب

الرابع فی الصلاة والتسبیح، وقراءة القرآن الخ، ۳۱۹/۵، جدید زکریا ۳۶۸/۵

والاحتفال بذكر الو لادة الشریفة إن كان خالیاً من البدعات المروجه فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله علیه وسلم. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۳۶۸/۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(فتاویٰ رجسٹر خاص:.....)

ذکر ولادت شریفہ کا حکم

سوال [۴۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

- (۱) بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جشن میلاد شریف منعقد کیا جاتا ہے بعد میلاد قیام بھی کیا جاتا ہے یہ سب شریعت میں جائز ہے یا صرف میلاد پڑھنا جائز ہے؟
- (۲) بعد قیام دعاء کی جاتی ہے جس میں کھانے پینے کی چیز بھی موجود ہوتی ہے خواہ مٹھائی ہو یا کوئی دوسری چیز کیا یہ سب شریعت میں درست ہے؟

المستفتی: حافظ عظمت علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفی: ذکر ولادت شریفہ مبارک اور باعث خیر و برکت

ہے بشرطیکہ اس میں نام و نمود اور شہرت و تفاخر نہ ہو البتہ اس وقت ممنوع اور بدعت سیئہ ہے۔

والاحتفال بذكر الو لادة الشریفة إن كان خالیاً من البدعات المروجة

فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله علیه وسلم والقیام عند ذکر

ولادته الشریفة حاشا لله أن یكون کفراً. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۳۶۸/۶)

ان مروجہ لوازمات کے ساتھ ذکر ولادت شریفہ ممنوع و بدعت ہے جیسا کہ اوپر کے

جواب میں گزرا ہے۔

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل ۲/۲/ شامله)

رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسلم شريف، كتاب الاضية، باب نقض الاحكام الباطلة، النسخة الهندية ۷۷/۲، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ محرم ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۵/۲)

عمید میلاد النبی

سوال [۴۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی مسلمان کسی خاص اعتقاد کے بغیر صرف اس بناء پر معین تاریخ کر کے محفل میلاد منعقد کرتا ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے صحیح وقت پر شریک ہو سکیں، نیز ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب تعظیم کو پیش نظر محفل کو پاکیزہ اور معطر بناتا ہے اور ایسے پڑھنے والوں کو بلاتا ہے جو کبھی غلط اور ضعیف روایتوں کو نہیں پڑھتے ہیں اور عاقد محفل صفائی، روشنی اور خوشبو اپنی پاک کمائی سے کرتا ہے، تو ایسی محفل بدعت حسنہ ہوگی یا بدعت سنہ دلائل کے ساتھ واضح فرمائیں۔

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تاریخ جو متعین کی جائے کسی خاص یوم کے ساتھ مخصوص نہ ہو مثلاً ۱۲ ربیع الاول، شب برات، شب قدر، جمعہ وغیرہ بلکہ کسی بھی دن وقت

متعین کر کے ذکر ولادت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مستحب ہے بشرطیکہ مضمون خلاف شرع نہ ہو، اور دیگر قبائح نام و نمود اور شہرت و تفاخر اور فضول خرچی اور شیرینی وغیرہ کا التزام اور بوقت ذکر ولادت قیام نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۳۶، کفایت المفتی قدیم ۱۴۰۱، جدید زکریا مطول ۲/۲۳۲، مجموعۃ الفتاویٰ ۱/۳۳۹)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفرا. (امداد الفتاوی، زکریا ۶/۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له. (الفتاویٰ الحديثیہ ۱/۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۰/۲۳)

۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا

سوال [۴۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر منانا چاہیے تو کس طریقہ سے منانا چاہئے؟

المستفتی: عظمت، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانے کا ثبوت دور صحابہ میں نہیں ملتا ہے اور نہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے اور نہ ہی قرآن وحدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، لہذا بارہ ربیع الاول کی رسم میلاد النبی منانا

شریعت سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے بدعت سیئہ ہے، جس کا ترک لازم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فہو رد“۔ (صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ، باب الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، النسخۃ الہندیۃ ۲/ ۷۷، بیت الافکار رقم: ۱۷۱۸)

وأما غیر العالم وهو الواضع لها یعنی البدعة فإنه لا يمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الإثنين يصام لأنه يوم مولد النبي صلى الله عليه وسلم وجعل الثاني عشر من ربيع الاول ملحقا بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه۔ (الاعتصام ۲/ ۲۱۴، بحوالہ جواهر الفقہ، زکریا جدید ۱/ ۵۲۳، فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱۵/ ۴۲۷، جدید ڈاہیل ۳/ ۱۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الحق محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۵/۵/۲۵
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰۲۵/۳۱)

عید میلاد النبی اور جلوس کی شرعی حیثیت

سوال [۴۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

- (۱) ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد کہنا درست ہے یا نہیں یا بارہ وفات کہنا چاہئے؟
- (۲) بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا دوکانوں مکانوں محلوں سڑکوں کو سجانا سنوارنا روشنی کا انتظام کرنا جھنڈیاں لگانا اور نعرے لگانا جیسے نعرہ تکبیر اللہ اکبر نعرہ رسالت یا رسول اللہ اور نعرہ حیدری یا علی کہنا یہ سب کرنا کیسا ہے جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: ذاکر حسین، جھروان رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) حضور پر نور سرور کائنات محمد مصطفیٰ رسول

الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً کی ولادت شریفہ کس دن ہوئی ہے؟ اس سلسلہ میں سیرت کے ائمہ نے مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں۔

(۲) بعض نے ۲/ دو ربیع الاول، بعض نے ۱۲/ ربیع الاول، بعض نے ۸/ آٹھ ربیع الاول اور بعض نے ۱۰/ دس ربیع الاول کو نقل فرمایا ہے، البتہ اہل تاریخ و سیر نے ۸/ آٹھ ربیع الاول کے قول کو صحیح اور رائج کہا ہے، اس لئے ۱۲/ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانے میں تردد اور اشکال ہے۔

فقیل للیلین وقیل لثمان خلون منه..... ونقل ابن عبد البر عن أصحاب التاریخ أنهم صححوه..... وقیل لعشر خلون منه الخ. (البدایہ النہایہ، دار الفکر ۲/ ۲۶۰)

البتہ بارہ ربیع الاول کو وفات پانے کا قول زیادہ رائج ہے تو اس دن عید منانے کا کیا معنی ہوگا۔

وقال محمد بن اسحاق: توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم لاثني عشر ليلة خلت من شهر ربيع الاول في اليوم الذي قدم فيه المدينة مهاجراً الخ. (البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۵/ ۲۵۵)

اور بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی یا بارہ وفات کہنا صحابہ تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں ہے یہ اصطلاح بعد کے جہلانے گھڑ لیا ہے۔

(۲) ۱۲/ ربیع الاول کو جلوس نکالنا صحابہ تابعین تبع تابعین خلفائے راشدین ائمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبلؒ بڑے پیر صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے اگر یہ نیک کام ہوتا تو یہ اساطین امت اس نیک کام سے بے خبر نہیں ہوتے نیز قرآن و حدیث فقہ تاریخ سیرت کسی سے بھی اس کا ثبوت نہیں ہے نیز دوکانوں مکانوں محلوں اور سڑکوں کو سجانا اور روشن کرنا سب فضول خرچی اور ناجائز ہے، ایسا کرنے والے ”ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين“

(سورہ الاسراء: ۲۷) کے مصداق ثابت ہوں گے۔

وفی حدیث طویل: قال: فما التبذیر؟ قال إنفاق المال فی غیر حقہ الحدیث. (المستدرک، کتاب التفسیر قدیم ۲/ ۳۹۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، جدید ۴/ ۱۲۶۷، رقم: ۳۳۷۵)

نیز جلوس والے عصر مغرب کی نماز بھی چھوڑ دیتے ہیں نماز نص قطعی سے ثابت ہے اس کو چھوڑ کر شور و تماشا میں شریک ہونے والوں کا کیا حال ہوگا ”الامان والحفیظ“۔ خدا بہتر جانے اس لئے یہ تمام امور ناجائز اور ممنوع ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۶/۳/۱۰
فتویٰ نمبر: ۴۳۷۸/۲

قیام میلاد کا شرعی حکم

سوال [۴۷۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قیام میلاد جائز ہے یا نہیں اور یہ قیام میلاد ہمارے آسام کے اندر عام طور پر چل رہا ہے؟
المستفتی: مولانا شجاع الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا ذکر کیا آپ کے اوصاف و محاسن اور عبادات و معاملات کا ذکر فی نفسہ یقیناً فعل مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہے البتہ میلاد مروجہ کا ثبوت قرآن و حدیث اور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے نہیں ہے بلکہ یہ بعد کے لوگوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے لہذا اس کا ترک لازم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”إن شر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة“۔

(مسند أبی یعلیٰ الموصلی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۰۸، ۳۱۰، رقم: ۲۱۰۷، ۲۱۱۵)
اور بوقت ذکر ولادت شریفہ یہ سمجھ کر کھڑے ہو جانا کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ

والسلام اس مجلس میں بنفس نفیس تشریف لائے ہوئے ہیں اپنے ایمان کی خیر منانے کی ضرورت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/ ۱۲۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۶۹/۳)

والاحتفال بذکر الولادة الشریفة إن کان خالیا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب کسائر أذکاره صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ أن یکون کفراً. (امداد الفتاویٰ، ذکر یا ۶/۳۳۷)

ونظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولده صلی اللہ علیہ وسلم ووضع أمه له من القیام وهو أيضا بدعة لم یرد فیہ شیء علی أن الناس إنما یفعلون ذلک تعظیما له. (الفتاویٰ الحدیثیہ ۵۸/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۹/۴/۲۸ھ
الحقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۲۹/۴/۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸/۹۵۸۸)

بارہ وفات میں اکٹھا ہو کر میلاد کرنا

سوال [۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں جہاں علماء کی اکثریت ہے اور کبھی بھی وہاں بارہ وفات کے موقع پر اکٹھا ہو کر میلاد کسی نے نہیں کیا ہے لیکن علماء ہی میں سے محلّہ کی ایک مسجد میں امسال بارہ وفات کے موقع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے محلّہ کی مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی کی گئی اور بعدد عاشیر بنی تقسیم کی گئی جس پر گاؤں کے لوگوں نے نکیر فرمائی اور کہا کہ کبھی کسی نے قرآن خوانی نہیں کیا جبکہ ہم لوگوں سے بڑے بڑے علماء اس گاؤں کے اندر گذر گئے اور آج ہم کیسے اس عمل کو پسند کر سکتے ہیں تو ان تمام صورتوں میں کون سی صورتیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز ہیں اگر جائز ہیں تو مکروہ تو نہیں ہیں۔ جو بھی ہو

مدل اور مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: مطیع الرحمن، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن خوانی کے ذریعہ ایصالِ ثواب کرنا باعثِ اجر و ثواب ہے مگر اس میں اجتماع کا اہتمام اور دعوت و شیرینی کا التزام جائز نہیں ہے۔
(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۲)

فالحاصل أن اتخاذ الطعام (إلى قوله) واتخاذ الدعوة بقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام والإخلاص الخ.
(شامی کتاب الصلوۃ، باب الجنائز، مطلب فی کراهۃ الضیافۃ من اهل المیت، کراچی ۲/ ۲۴۰، ذکر یا ۳/ ۱۴۸)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل ۲/ ۲ شاملہ) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۵۰۳۱/۲)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۱/ ۱۱/ ۱۴۱۷ھ

عید میلاد النبی میں کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا

سوال [۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں عید میلاد النبی وغیرہ پروگرام کے اختتام میں تمام لوگ ایک ساتھ کھڑے ہو کر جہراً نبی سلام علیک یا حبیب سلام علیک وغیرہ الفاظ سے درود و سلام پڑھتے ہیں، اس طریقہ سے

اجتماعی طور پر سب لوگوں کا کھڑے ہو کر جہر اُردو و سلام اور قیام کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟
مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: حبیب الرحمن، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: درود و سلام کا پڑھنا بہت بڑا کار ثواب ہے اور بڑی سعادت کی بات ہے؛ لیکن اس کا جو طریقہ آج کل چل پڑا ہے کہ کھڑے ہو کر اجتماعی طور سے جہر اُسر میں سر ملا کر پڑھنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور جو ایسا نہ کرے اسے برا بھلا کہا جاتا ہے یہ بدعت ہے حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ عثمانی ۱/ ۱۲۷)

وقد صح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یهللون ویصلون علیہ، علیہ السلاۃ والسلام جہراً، فراح إلیہم، فقال: ما عهدنا ذلک علی عہدہ علیہ السلام وما أراکم إلا مبتدعین فما زال یذکر ذلک حتی أخرجہم عن المسجد. (فتاویٰ بزارزیہ، کتاب الاستحسان زکریا جدید ۳/ ۲۱۶، وعلی ہامش الہندیۃ ۶/ ۳۷۸)

والاحتفال بذکر الولادۃ الشریفۃ إن کان خالیاً من البدعات المروجۃ فہو جائز بل مندوب کسائر أذکارہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادۃ الشریفۃ حاشا للہ أن یکون کفراً. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۳۷)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... وإن شر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة الحدیث. (مسند أبی یعلیٰ الموصلی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۰۸، ۳۱۰، رقم: ۳۱۰۷، ۲۱۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ شعبان ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/۹۷۷۹)

میلا د میں شیرینی تقسیم کرنا

سوال [۴۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک عرصہ سے رائج ہے کہ ۲۷/ رمضان المبارک کو ایک میلا منعقد کرتے ہیں جس میں تمام لوگ یا کچھ لوگ روپے جمع کرتے ہیں پھر اس کی مٹھائی منگاتے ہیں بعدہ کچھ دیر نعت و تقریر کا سلسلہ جاری رہتا ہے پھر مٹھائی تقسیم ہوتی ہے کیا ایسا کرنا درست ہے۔

المستفتی: عبدالحمید دینا چپوری،
متعلم مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مروجہ میلا د اور اس میں شیرینی کے لوازمات بدعت شنیعہ اور واجب الترتک ہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۸۳، فتاویٰ رشیدیہ: ۱۲۰)
لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله أحد من العلماء الأئمة الذين هم القدوة في الدين المتمسكون بأثار المتقدمين بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الأكلون. (الجنة لأهل السنة: ۲۰۱)

عن عائشة رضي الله عنه قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صنع أمراً من غير أمرنا فهو مردود. (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۷۳، رقم: ۲۴۹۵۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۲۷۷۷۷)

ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام و سلام

سوال [۴۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کے رواج کے مطابق لوگوں کا میلاد شریف کے درمیان یا اخیر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ذکر ولادت شریفہ بہت مبارک اور باعث خیر و برکت ہے بشرطیکہ اس میں نام و نمود، شہرت و تفاخر اور مروجہ بدعات نہ ہوں اور بوقت ذکر ولادت شریفہ کھڑے ہو جانا بدعت اور ممنوع ہے۔

والاحتفال بذکر الولادة الشریفة إن کان خالیاً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب کسائر أذکارہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ أن یکون کفراً الخ.

(امداد الفتاوی، زکریا ۶/۳۲۷)

المولود الذی شاع فی هذا العصر وأحدثه صوفی فی عهد سلطان أربل ۶۰۰ھ ولم یکن له أصل من الشریعة الغراء. (العرف الشذی علی هامش الترمذی، ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین ۱/۱۱۷)

عن عائشة قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد. (صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور، النسخة الهندیة ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۲/۷۱۲)

میلاد میں قیام کی شرعی حیثیت

سوال [۴۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کہیں کا باشندہ میلاد کرتا ہو اور کبھی اس میں قیام کرتا ہو اور کبھی نہ کرتا ہو یعنی میلاد میں قیام کو ضروری نہ سمجھتا ہو کبھی تو قیام کرتا ہو اور کبھی نہ کرتا ہو، تو اس کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں، کیا میلاد بذات خود غلط ہے یا قیام کی وجہ سے غلط ہے یا مطلقاً غلط ہے، اس کے متعلق جو بھی مسئلہ ہو وضاحت سے تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: العارض محمد اقبال احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میلاد یعنی ذکر ولادت شریفہ دیگر اذکار کی طرح جائز و مندوب ہے لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام صحابہ تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے اور فی زمانہ ایک رسم محض ہو چکی ہے، اس لئے بوقت ذکر ولادت شریفہ اب قیام مطلقاً ممنوع و بدعت سیئہ ہے اس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ، ذکر یا ۱/ ۳۳۷)

ونظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم و وضع أمہ له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له. (الفتاویٰ الحدیثیہ ۱/ ۵۸)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، النسخة الهندية ۲/ ۷۷، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۶/ ۱۹۸۲)

جشن عید میلاد النبی منانا

سوال [۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میلاد کے بعد قیام کرتے ہیں اور سلام پڑھتے ہیں یہ قیام کرنا درست ہے کہ نہیں؟ اور سلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر سلام پڑھنا منع ہے تو مستقل سلام منع ہے یا کھڑے ہو کر، وضاحت کے ساتھ جواب دیں؟

المستفتی: محمد کاظم، متعلم مدرسہ رحمانیہ،
ڈانڈہ بادی، ضلع: رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ذکر ولادت شریفہ اور صلوة وسلام فی نفسہ عام اذکار کی طرح کارثواب ہیں بشرطیکہ مروجہ بدعت اور خرافات اس میں شامل نہ ہوں اور بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام کرنا ناجائز اور بدعت ہے اس سے احتراز لازم ہے۔
والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ.
(امداد الفتاوی، زکریا ۶/۳۳۷)

وأما غير العالم وهو الواضع لها يعني البدعة فإنه لا يمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الاثنين يصام لأنه يوم مولد النبي صلى الله عليه وسلم وجعل الثاني من ربيع الأول ملحقاً بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه.
(الاعتصام ۲/۳۱۴، بحوالہ جواهر الفقہ، زکریا جدید ۱/۵۲۳)

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (مسند احمد بن حنبل ۶/۲۴۱،

رقم: ۲۶۵۶۱ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۶۶۲/۲۶)

میلا د شریف کرنا کیسا ہے؟

سوال [۴۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی بیاہ کے موقع پر یا نیا گھر تعمیر کرنے کے بعد میلا د شریف کرنا کیسا ہے؟ میلا د شریف ممنوع ہے یا اس کے اندر جو کام کیا جاتا ہے مثلاً اسلام و قیام یہ ممنوع ہے؟

المستفتی: مقصود عالم چمپارنی،
معلم جامع مسجد، جے پی نگر امر وہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ذکر ولادت شریفہ فی نفسہ باعث خیر و برکت ہے مگر مروجہ میلا د جس میں کھڑے ہونے کا رواج ہے ناجائز اور بدعت ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

والاحتفال بذکر الولادة الشریفة إن کان خالیاً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب کسائر أذکارہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا لله أن یکون کفراً الخ.

(امداد الفتاوی، زکریا ۶/۳۲۷)

المولد الذی شاع فی هذا العصر وأحدثه صوفی فی عهد سلطان اربل ۶۰۰ھ ولم یکن له أصل من الشریعة الغراء. (العرف الشذی، علی ہامش

الترمذی، ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین ۱/۱۱۷)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح ابن حبان، باب

الاعتصام بالسنة وما یتعلق بها نقلاً وامراً وزجراً دار الفکر ۱/ ۸۴، رقم: ۲۶،
(۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳۳/۵۳۷۲)

ذکر ولادت شریفہ میں قیام اور صلوٰۃ وسلام کا شرعی حکم

سوال [۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صلوٰۃ وسلام کے لئے قیام کرنا اور کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: اہلیان جامع مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ذکر ولادت شریفہ اور صلوٰۃ وسلام بلا کسی مروجہ بدعت اور رسومات کے جائز اور درست ہے لیکن صلوٰۃ وسلام اور ذکر ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانا خطرناک گناہ اور بدعت قبیحہ ہے۔

والاحتفال بذکر الولادة الشریفة إن کان خالیاً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب کسائر أذکارہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ أن یکون کفراً الخ.
(امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۲۷)

لا أعلم لهذا المولد أصلاً فی کتاب ولا سنة ولا ینقل عملہ أحد من العلماء الأئمة الذین هم القدوة فی الدین المتمسکون بأثار المتقدمین بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الأکلون. (الجنة لأهل السنة: ۲۰۱)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وشر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة. الحديث (صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰۃ

والخطیۃ، النسخۃ الهندیۃ ۱/ ۲۸۶، بیت الأفكار رقم: ۸۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۸/ رمضان ۱۴۲۲ھ

۱۸/ ۹/ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۶/ ۷۳۷۵)

محفل میلاد میں قیام و سلام

سوال [۴۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محفل میلاد میں قیام کرنا اور اشعار پڑھ کر سلام پیش کرنا کیسا ہے؟ ایک عالم کہتا ہے قرآن و حدیث میں بہت سارے دلائل موجود ہیں اگر ایسا ہے تو واضح فرمادیں، اور اگر جائز نہیں ہے تو وہ بھی واضح فرمائیں؟

المستفتی: انجمن علماء، لکھنؤ پور، نور تھ لکھنؤ پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارکہ اور سیرت طیبہ کا مذاکرہ یقیناً باعث سعادت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ اس عقیدہ کے ساتھ کھڑے ہو جانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں حاضر ہو چکے ہیں یہ ناجائز ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم، والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/ ۳۲۷)

وإنما أحدثها صوفي في عهد الملك..... ولم يكن له أصل في الدين الخ. (معارف السنن اشرفیہ، باب فی التكبير فی العیدین، بیان أول من أحدث طريقة محفل الميلاد الرائج اليوم فی البلاد ۴۳۷/ ۴۳۷)

من قال أرواح المشائخ حاضرة يكفر. (البحر الرائق، كتاب السير، باب

أحكام المرتدين، زكريا ۵/ ۲۰، كوئٹہ ۵/ ۱۲، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية
بيروت ۲/ ۵۰، مصرى قديم ۱/ ۶۹۱، فتاوىٰ بزازيه، زكريا جديد ۳/ ۱۸۲، وعلى هامش
الهنديہ ۶/ ۳۲۶ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۳ھ/ ۱۲/ ۲۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۶۰۷)

بارہ ربیع الاول کو مسجد میں چراغاں کرنا اور اگر بتی جلانا

سوال [۴۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۱۲/ ربیع الاول کو مسجد میں چراغاں کرنا یا اگر بتی جلانا کیسا ہے؟

المستفتی: عبد الجبار، محلہ کٹرہ، مدرسہ خان سنجل
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ۱۲/ ربیع الاول اور دوسری متبرک راتوں میں مسجد وغیرہ میں ضرورت سے زائد چراغاں کرنا بدعت اور حرام ہے، مسلمانان اہل سنت والجماعت پر اس سے اجتناب لازم ہے۔

السراج الکثیر الزائد عن الحاجة ليلة البراءة هو بدعة کذافي
خزانة الروایات عن القنیہ الخ. (نفع المفتی والسائل: ۱۳۸)

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله
أحد من العلماء الأئمة الذين هم القدوة في الدين المتمسكون
بأثار المتقدمين بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى
بها الأكلون. (الجنة لأهل السنة ۲۰۱)

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات
القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج. (سنن النسائي، كتاب

الجنائز، باب التغلیظ فی اتحاد السرج علی القبور، النسخة الهندیة ۱/ ۲۲۲، دارالسلام
رقم: ۲۰۴۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ صفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۵۵۲/۲۳)

عید میلاد النبی ﷺ کے دن جلسہ جلوس کا اہتمام

سوال [۴۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے ماہ ربیع الاول میں جلسہ کا اہتمام کرتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک بیان کی جاتی ہے اور نعت و سلام پیش کیا جاتا ہے یہ دونوں عمل کیسے ہیں؟ جواب دیں کرم ہوگا؟

المستفتی: سمیع الدین قاسمی، دیوان بازار، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جلسہ عید میلاد النبی اگر بدعات مروجہ مثلاً فضول خرچی اور بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام وغیرہ مفاسد سے خالی ہو تو جائز اور مستحب ہے، ورنہ بدعت ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم.
(امداد الفتاوي، زكريا ۶/ ۳۲۷)

المولد الذي شاع في هذا العصر وأحدثه صوفي في عهد سلطان
أربل سنة ۶۰۰ء ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف الشذی، ابواب العیدین،
باب ما جاء فی التكبير فی العیدین ۱/ ۲۳۱، و علی هامش الترمذی، النسخة الهندیة ۱/ ۱۱۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وإياكم والأموال المحدثات
فإن كما بدعة ضلالة. (سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء

الراشدين المهديين، النسخة الهندية ۵/۱، دار السلام رقم: ۴۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۲/ رجب ۱۴۱۶ھ

۵/۷/۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲/۴۵۳۴)

محفل میلاد میں حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ سے قیام کرنا

سوال [۴۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محفل

میلاد میں آواز ملا کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا اور پڑھتے وقت کھڑا ہونا اور یہ سمجھنا کہ حضور اکرم ﷺ

تشریف لاتے ہیں یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط اور اس میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد شفیع قصبہ منڈ اور محلہ افغانان، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فی نفسہ جب بدعات مروجہ اور لوازمات قبیحہ

سے خالی ہو تو ذکر ولادت شریفہ باعث خیر و برکت و مستحب ہے، اور ذکر ولادت کے

وقت کھڑے ہو جانا مروجہ طرز پر بدعت و ضلالت اور گمراہی ہے اس سے توبہ لازم ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة

فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند

ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاوى، ذكرى ۶/۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم

ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس

إنما يفعلون ذلك تعظيماً له. (الفتاوى الحديثية ۵۸/۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها و كل

بدعة ضلالة. (سنن دارمی ، باب فی کراهیۃ أخذ الرأی، دارالمغنی ۱/ ۲۸۹، رقم: ۲۱۲)
 من قال أرواح المشائخ حاضرة يكفر. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب
 أحكام المرتدین زکریا ۵/ ۲۰۹، کوئٹہ ۵/ ۱۲۴، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیۃ
 بیروت ۲/ ۵۰۵، مصری قدیم ۱/ ۶۹۱، فتاویٰ بزازیہ زکریا جدید ۳/ ۱۸۲، وعلى هامش
 الہندیہ ۶/ ۳۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ارجمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۶۵۶)

مروجہ میلاد کا شرعی حکم

سوال [۴۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 ہمارے گاؤں میں میلاد ہوتا ہے اور محفل میلاد میں سب آدمی قیام کرتے ہیں یعنی میلاد
 کے درمیان میں کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہیں اور جو
 کھڑے نہیں ہوتے ان کو کافروں میں شمار کیا جاتا ہے، اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر محفل
 میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے ہیں اس لئے کھڑے ہو کر سلام پڑھنا
 واجب ہے اور میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنا پسند نہیں کرتا ہوں، اور آدمیوں کو منع کرتا
 ہوں، پھر بھی آدمی نہیں مانتے ہیں، آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

المستفتی: محمد فاروق احمد مسجد دولت پور، علیگڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مروجہ رسوم اور لوازمات کے بغیر سید الکونین
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت شریفہ کا ذکر باعث اجر و ثواب اور خوش نصیبی ہے، مگر
 بوقت ذکر ولادت کھڑے ہو جانا بدعت شنیعہ ہے، مزید اس میں یہ سمجھنا کہ نبی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں انتہائی خطرناک عقیدہ ہے اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۹۲/۱، جدید ڈابھیل ۱۶۹/۳)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاوى زكريا ۳۲۷/۶)

نیز اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا خود ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس آ کر کے درود و سلام پیش کرتا ہے، وہ میں خود سنتا ہوں اور جو دور دراز سے رہ کر میری خدمت میں درود و سلام پیش کرتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے، جو فرشتہ درود پڑھنے والے کے نام و نسب کے ساتھ میری خدمت میں لا کر پیش کرتا ہے میں براہ راست نہ سنتا ہوں اور نہ خود وہاں پہنچتا ہوں، بلکہ یہی فرشتہ میری خدمت میں لا کر پیش کرتا ہے، اگر کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پر شکوک و شبہات ہیں تو وہ جانے اس کا ایمان جانے حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله عليه وسلم: من صلى عليّ عند قبري سمعته ومن صلى عليّ نائباً أبلغته. (مشکوٰۃ شریف ۸۷/۱، شعب الایمان قبیل فصل في معنى الصلاة على النبي دار الكتب العلمية بيروت ۲/۲۱۸، رقم: ۱۵۸۳)

عن عمار بن ياسر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله وكل بقبري ملكاً أعطاه أسماء الخلائق فلا يصلي عليّ أحد إلى يوم القيامة إلا أبلغني باسمه واسم أبيه هذا فلان بن فلان قد صلى عليك. (مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۴/۲۵۵، رقم: ۱۴۲۵)

إذا مت فليس أحد يصلي علي صلاة إلا قال: يا محمد! صلي عليك فلان بن فلان قال: فيصلي الرب تبارك وتعالى علي ذلك الرجل بكل واحدة عشرأ. (الترغيب والترهيب، دار الكتب

العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ صفر ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۵۲۳)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۴/ ۱۴۲۳ھ

بلند آواز سے میلاد پڑھنا اور قیام کرنا

سوال [۴۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مجلس میں ایک ساتھ بہت سارے لوگ بلند آواز سے میلاد شریف پڑھتے ہیں اور اخیر میں قیام بھی کرتے ہیں کیا اس طرح بلند آواز سے میلاد پڑھنا اور قیام کرنا جائز ہوگا؟ شریعت کی روشنی میں بیان فرمائیں؟

المستفتی: محمد منظور علی القاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا مبارک ذکر باعث خیر و برکت ہے جبکہ ذکر ولادت شریفہ مروجہ بدعات سے خالی ہو، لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام کرنا اور کھڑے ہو جانا ناجائز اور ممنوع ہے اس سے ذکر ولادت شریفہ کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ سخت گناہ کا خطرہ ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاویٰ ۶/ ۳۳۷)

المولد الذى شاع فى هذا العصر وأحدثه صوفى فى عهد سلطان اربل سنة ۶۰۰ء ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف الشذی، ابواب

العيدین، باب ماجاء فى التكبير فى العيدین ۱/ ۲۳۱، على هامش الترمذی، النسخة

الہندیہ ۱/ ۱۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۰۱۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶/ ۶۲/ ۱۴۲۷ھ

عید میلاد النبی میں چندہ کر کے حلوہ بنانا

سوال [۴۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر محلہ میں چندہ کر کے شاہراہ عام پر حلوہ بنانا اور تقسیم کرنا جائز اور کار ثواب ہے؟

المستفتی: مسعود ہاشمی، بھٹی محلہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کسی کام کو کار ثواب، دین اور قربت سمجھ کر کرنا

اس وقت جائز اور درست ہوتا ہے کہ جب وہ ادلہ اربعہ میں سے کسی سے ثابت ہو اور ادلہ اربعہ (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول (۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد ہیں اور جو کام مذکورہ دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو اختیار کرنا اور وہ بھی کار ثواب سمجھ کر کرنا گمراہی، ضلالت اور بدعت قبیحہ ہے اور عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے ہر سال جو تماشا ہوتا ہے وہ اور حلوہ کا مروجہ طریقہ مذکورہ ادلہ اربعہ میں سے کسی سے ثابت نہیں اس لئے یہ ناجائز اور گمراہی ہے، جس کا ترک کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/ ۴۲۷، جدید ڈبھیل ۳/ ۲۶۸)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فہو رد۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح

، باب إذا اصطالحوا علی جور، النسخۃ الہندیہ ۱/ ۲۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر

العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه فی شهر ربیع الأول من المولد وقد

احتویٰ علی بدع ومحرمات . (المدخل ۲/۲ شاملہ) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۳۹۰۱)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۱/۳/۱۴۱۵ھ

محفل میلاد النبی ﷺ میں کتاب ”تاریخ حبیب الہ“ پڑھنا

سوال [۴۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسی محفل میلاد النبی کا انعقاد جس میں حضرت مفتی عنایت احمدؒ کی مؤلفہ کتاب تاریخ حبیب الہ پڑھی جائے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مفتی محمد گجراتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر اس محفل میں خلاف شرع امور، مروجہ بدعت ولوازمات، ریا و نمود اور فضول خرچی وغیرہ نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے ورنہ نہیں۔
(مستفاد امداد الفتاویٰ ۶/۳۲۷، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۲۴)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات (المدخل ۲/۲ شاملہ)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۵۶۰)

میلاد یا جمعہ کے بعد بآواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
(۱) میلاد کرنے کے بعد یا جمعہ کی نماز کے بعد وعظ و نصیحت کر کے ایک ساتھ
آواز لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں درود پڑھنا کیسا ہے؟
(۲) میلاد یا نصیحت کے بعد سب آدمیوں کا مل کر دعا و سلام یا قیام کرنا یعنی
کھڑے ہو کر درود پڑھنا حضور ﷺ کی شان میں ضروری سمجھنا کیسا ہے؟
المستفتی: محمد مسلم بردوانی، معلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱-۲) ذکر ولادت شریفہ فی نفسہ جائز اور
باعث خیر و برکت ہے بشرطیکہ اس میں مروجہ بدعت و لوازمات اور بوقت ذکر ولادت
قیام کا التزام نہ ہو اور اگر بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام کا التزام کیا جائے تو بجائے
ثواب کے سخت ترین گناہ کا خطرہ ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة
فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر
ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم
ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس
إنما يفعلون ذلك تعظيماً له (الفتاویٰ الحدیثیہ ۱/ ۵۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۸/ ۲۹۲۳)

میلا د میں سلام پڑھنا

سوال [۴۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات جو کہ میلا د میں سلام پڑھتے ہیں کیا صحیح ہے؟ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حاضر و ناظر کے عقیدہ کے بغیر بیٹھ کر پڑھنا باعث خیر و برکت ہے جبکہ اس میں مروجہ بدعات و لوازمات نہ ہوں، اور ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا برے عقائد و لوازمات کی بناء پر بدعت و ضلالت ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷)

وأما غير العالم وهو الواضع لها يعنى البدعة فإنه لا يمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الإثنين يصام لأنه يوم مولده صلى الله عليه وسلم وجعل الثاني عشر من ربيع الأول ملحقاً بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه. (الاعتصام ۲/۲۱۴، بحوالہ جواهر الفقہ، زکریا جدید ۱/۵۲۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وإن شر الأمور محدثاتها و كل بدعة ضلالة: الحديث. (مسند أبى يعلى الموصلى، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۳۰۸، ۳۱۰، رقم: ۲۱۰۷، ۲۱۱۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۶۴۸)

بریلوی حضرات کے یہاں پیش آنے والے مختلف بدعات کا تحقیقی جائزہ

سوال [۴۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے اس کے امام صاحب مختلف بدعتوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور کروارہے ہیں جیسے اذان کے بعد صلوٰۃ، میلاد شریف کی محفل اور دیگر مجلسوں میں کھڑے ہو کر باادب صلوٰۃ و سلام پڑھنا، انگوٹھے چومنا، کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر قتل اور فاتحہ پڑھنا قبر پر اذان پڑھنا اور اقامت نماز میں بیٹھے رہنا اور حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونا وغیرہ ہمارے امام صاحب نے یہ فرمایا کہ یہ ساری بدعتیں تم کیوں اختیار کئے ہو یہ سخت حرام ہے، شریعت میں منع کیا گیا ہے، اس پر اس بدعتی مولوی نے یہ کہہ دیا کہ جو ان باتوں کو حرام بتائے وہ خود گمراہ بد مذہب بد دین ہے، حضرت مفتی صاحب آپ یہ بتائیں کہ جو ان نئی ایجاد کردہ باتوں کو جائز اور درست بتائے اور حرام کہنے والے کو گمراہ بد دین بتائے، کیا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے، اور اس سے دنیاوی یا دینی معاملات رکھنا شرعاً کیسا ہے اور اس بدعتی پر کیا حکم شرعی لاگو ہوگا؟

(۲) بدعتی مولوی جو صرف حافظ ہیں زیادہ پڑھے ہوئے نہیں ہیں انھوں نے مذکورہ چیزوں کو بدعت حسنہ کہا، ہم نے پوچھا اس کا مطلب تو کہنے لگے اچھی بدعت، ہم نے کہا کہ یہ بدعتیں کب سے اچھی ہونے لگیں تو کچھ جواب نہیں دے سکے حضرت یہ بتائیں کہ بدعت حسنہ کوئی اچھی اور قابل عمل بھی ہے اور ہمارے بزرگوں کو برا اور گمراہ بد دین بتاتے ہیں کہتے ہیں اشرف علی تھانویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، رشید احمد گنگوہیؒ، خلیل احمد امیٹھویؒ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی ہیں ہم ان باتوں کو نہیں مانتے کہ ایک مسلمان کلمہ گو گستاخی کر ہی نہیں سکتا تو حضرت یہ بتائیں کیا وہ امامت کے قابل ہو سکتا ہے اور اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبد الجلیل، طریف احمد،

کنواں کھیڑا، ٹھا کر دوارہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق : درود شریف ہر طریقہ سے پڑھنا جائز ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والوں کو گمراہ بدین کہنا یہ التزام مالا یلزم کے قبیل سے ہو کر ناجائز اور بدعت ہے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو غیب سے دیکھ رہے ہیں ہماری باتوں کو سن رہے ہیں ہماری مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں سخت ترین ایمان کا خطرہ ہے اس طریقہ سے درود و سلام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت قبیحہ ہے (مستفاد جوہر الفقہ قدیم ۱/ ۲۱۳ تا ۲۱۷، جدید زکریا ۱/ ۵۱۱ تا ۵۱۸، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۱۳۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۹۹، جدید ڈابھیل ۳/ ۱۹۱، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۲۸۳، جدید ۲/ ۷۴)۔

والاحتفال بذکر الولادة الشریفة إن کان خالیاً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب کسائر أذکاره صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ أن یکون کفراً الخ۔ (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۲۷)

لم یکن عن دأب الصحابة القیام عند السلام علی النبی مطلقاً لا فی وقت زیارة قبره ولا فی غیره الخ۔ (فتاویٰ ہیئۃ کبار العلماء ۱/ ۱۳۷)

انگوٹھا چومنا کسی صحیح حدیث شریف یا فقہ سے ثابت نہیں ہے، البتہ علامہ شامیؒ نے فتاویٰ صوفیہ، کنز العباد اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل کیا ہے، لیکن بعد میں علامہ جراحی کے حوالہ سے مذکورہ تمام کتابوں کی روایات کو موضوع قرار دیا ہے، ان میں سے کوئی روایت صحیح نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی روایت کو قابل عمل قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے شہادتین کے وقت انگوٹھا چومنا نہ مسنون ہے نہ ہی مستحب ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱/ ۵۸، جدید ۲/ ۸۶، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۵۹، ۱/ ۱۸۶، جدید ڈابھیل ۳/ ۱۵۳، ۱۶۲)

و یتحب أن یقال عند سماع الأولی من الشهادة : صلی اللہ

علیک یا رسول اللہ! وعند الثانية منها: قرت عینی بک یا رسول اللہ! ثم يقول: اللّٰهم متعنی بالسّمع والبصر بعد وضع ظفري الإبهامين على العينين فإنه عليه السلام يكون قائداً له إلى الجنة ”كذا في كنز العباد“ ه قهستانى ونحوه فى الفتاوى الصوفية وفى كتاب الفردوس“من قبل ظفرى إبهامه عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله فى الأذان أنا قائده ومدخله فى صفوف الجنة وتمامه فى حواشى البحر للرملى عن المقاصد الحسنة للسخاوى، وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال: ولم يصح فى المرفوع من كل هذا شيء. (شامى، كتاب الصلوة، باب الاذان، زكريا ۶۸/۲، كراچى ۳۹۸/۱)

اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بدعت اور بے اصل ہے سلف صالحین ائمہ مجتہدین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱۹۳/۳، جدید ۱۱۵/۲)

قراءة الفاتحة والإخلاص على الطعام بدعة (فتاویٰ سمرقندی بحوالہ رحیمیہ قدیم ۱۹۳/۳، جدید ۱۱۵/۲)

قبر پر اذان دینے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ بدعت اور واجب الترتک ہے۔ لا یسن الأذان عند إدخال الميت فى قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فى فتاواه بأنه بدعة. (شامى، كتاب الصلوة، باب الجنائز، مطلب فى دفن الميت، زكريا ۱۲۱/۳، كراچى ۲۳۵/۲)

جی علی الصلاۃ پر امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا حضور اور صحابہ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ صحابہ کا معمول یہ تھا کہ جوں ہی تکبیر شروع ہو جاتی تو ساتھ ساتھ سب کھڑے ہو جاتے تھے اور صفیں سیدھی کر لیتے تھے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱۷/۲، جدید ڈائجیل ۳۸۵/۵)

عن أبى قتادة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أقيمت الصلوة فلا تقوموا حتى ترونى. (مسلم شريف، كتاب المساجد، باب

متی يقوم الناس للصلوة، النسخة الهنديه ۱/ ۲۲۰، بيت الأفكار رقم: ۶۰۴)

سمع أبا هريرة رضى الله عنه يقول: أقيمت الصلوة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام فى مصلاه قبل أن يكبر ذكر فأنصرف وقال لنا: مكانكم فلم نزل قياماً منتظره حتى خرج إلينا وقد اغتسل ينظف رأسه فكبر فصلى بنا. (مسلم شريف، كتاب المساجد، باب متى

يقوم الناس للصلوة النسخة الهنديه ۱/ ۲۲۰، بيت الأفكار رقم: ۶۰۵)

عن جابر بن سمرة قال: كان بلال يؤذن إذا دحضت فلا يقيم حتى يخرج النبى صلى الله عليه وسلم فإذا خرج أقام الصلوة حين يراى. (مسلم شريف، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة النسخة

الهنديه ۱/ ۲۲۱، بيت الأفكار رقم: ۶۰۶)

علماء دیوبند اور اکابر دیوبند کا مسلک اور عقیدہ قرآن کریم، حدیث شریف، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و محدثین کے بالکل مطابق ہے، جو شخص اکابر علماء دیوبند کو گمراہ بدین کہتا ہے وہ خود اپنے ایمان کی خبر لے اور اپنی اصلاح کرائے ورنہ خدا کی لعنت اور غضب کا مستحق ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/ ۵۷، قدیم، جدید برٹھ ۴/ ۳۷۵)

ایسا شخص فاسق اور فاجر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه. (شامی، باب الإقامة، قبيل مطلب البدعة خمسة أقسام، زكريا ۲/ ۲۹۹، كراچی ۱/ ۵۶۰، البنايه

اشرفيه دیوبند ۲/ ۳۳۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۲۱/۷/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰/ رجب ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر ۵/ ۶۸۲۸)

علماء دیوبند کا میلاد کی مجلسوں میں شرکت کرنا

سوال [۴۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں لوگ کسی تقریب یا کسی خاص موقع میں اپنے گھروں میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کرتے ہیں، اور اس کے اخیر میں قیام کرتے ہیں نیز دانشور طبقہ اس لئے قیام کو ضروری سمجھتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں جبکہ عوام کو اس بات کا علم نہیں ہے وہ صرف ایک دینی کام اور تعظیم رسول اور اپنے آباء و اجداد کے ایسا کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں، علماء حق جو مادر علمی دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہیں وہ ان عوام و خواص سے اس بدعت کے ترک کرنے کو کہتے ہیں تو بسا اوقات انھیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بری بری گالیاں سننی پڑتی ہیں تو کیا ان حضرات کا قیام کرنا اور نہ کرنے والے کو گالی گلوچ اور برا سمجھنا شرعاً جائز ہے؟ اور ایسے وقت میں وہ حضرات کیسا رویہ اختیار کریں جو قیام میلاد اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر کے قائل نہیں ہیں اگر قیام کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں تو لوگوں میں تفریق اور انتشار کا اندیشہ ہے، اور اس میں شرکت کرتے ہیں تو غلط اور دیوبندی عقیدہ کے خلاف ہے لہذا قیام میلاد کے جواز یا عدم جواز، اسی طرح دیوبندی علماء کو برا بھلا کہنے، اور ایسے وقت میں دیوبندی علماء کا کیسا کردار ہونا چاہئے، شریعت کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: محمد انعام الحق، معلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قیام و میلاد کا یہ طریقہ شرعاً ناجائز اور واجب الترتک ہے علماء دیوبند کو ایسی مجلسوں میں شرکت نہیں کرنی چاہئے، لیکن ممانعت کرنے میں اس کا خیال رکھیں کہ فتنہ و فساد نہ ہونے پائے۔

والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ أن یکون کفراً الخ.

(امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه فی شهر ربیع الاول من المولد وقد احتوی علی بدع ومحرمات. (المدخل ۲/۲ شاملہ) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/ ۱۱/ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳/۶۳۸۶)

فاسق شخص کا میلاد پڑھنا

سوال [۴۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد پڑھتا ہے اور داڑھی منڈاتا ہے اور نمازوں میں خامی ہے جبکہ حدیث میں ہے کہ جس نے ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑی اس نے کفر کیا ایک حدیث میں ہے ایک نماز چھوڑنے کی سزا ایک کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جہنم میں جلنا ہے، کیا ایسا آدمی محفل میلاد پڑھ سکتا ہے یا نہیں یا ایسے مسلمان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: مولوی کمال احمد، نور پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: داڑھی منڈانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اسی طرح تارک صلوٰۃ (نماز چھوڑنے والا) فاسق ہوتا ہے ایسا آدمی کسی دینی مجلس کا نمائندہ نہیں بن سکتا، نیز ذکر ولادت شریفہ باعث سعادت اور کار ثواب ہے لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ کھڑے ہو جانا اور رسوم مروجہ کا التزام کرنا ناجائز اور بدعت شنیعہ ہے جس کا ترک کر دینا لازم اور ضروری ہے۔

والاحتفال بذکر الو لادۃ الشریفة إن کان خالیاً من البدعات

المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/۳۲۷)

وأما غير العالم وهو الواضع لها يعنى البدعة فإنه لا يمكن أن يعتقد ها بدعة بل هى عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الإثنين يصام لأنه يوم مولده صلى الله عليه وسلم وجعل الثانى عشر من ربيع الأول ملحقا بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه. (الاعتصام ۲/ ۲۱۴، بحواله جواهر الفقه، زكريا جديد ۱/ ۵۲۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم و شر الأُمُور محدثاتها وكل بدعة ضلالة : الحديث. (صحيح مسلم ، كتاب الجمعة ، باب تحفيف الصلوة والخطبة ، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۶ ، بيت الأفكار رقم : ۸۶۷) فقط واللّه سبحانه وتعالى اعلم
 كتبه : بشير احمد قاسمى عفا الله عنه
 ۲۲ / رجب ۱۴۲۳ هـ
 (الف فتوى نمبر ۳۶ / ۷۷۷)
 الجواب صحیح :
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۲۳ / ۷ / ۱۴۲۳ هـ

محفل میلاد میں اور بعد نماز فجر و جمعہ قیام و سلام

سوال [۴۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ رسمی میلادوں میں قیام و سلام کرنا اور خصوصاً بعد جمعہ اور بعد فجر قیام و سلام کرنا کیسا ہے؟
 المستفتی: ڈاکٹر محمد روشن علی، محمد سالم علی
 بلّوش، محمد ابوالکلام آزاد وغیرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ذکر ولادت شریفہ دیگر اذکار کی طرح جائز اور باعث خیر و برکت ہے لیکن مروجہ رسم میلاد جس میں قیام کا التزام کیا جاتا ہے ممنوع،

بدعت اور قابل ترک ہے، چاہے کسی بھی نماز کے بعد ہو۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاوى، زکریا ۶/۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له (الفتاوى الحديثية ۱/۵۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (سنن أبي داود كتاب السنة، باب في لزوم السنة، النسخة الهندية ۲/۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۷)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ ذی الحجۃ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۲۹۲۷)

کھڑے ہو کر مروجہ میلاد پڑھنا

سوال [۴۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میلاد شریف پڑھنا اور پڑھوانا کیسا ہے؟ فرض، واجب، سنت یا نفل آخر کیا ہے؟ اور میلاد شریف میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یا نہیں اور اخیر میں کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد ہارون رشید مکی
مسجد ٹال والی نئی سڑک، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میلاد شریف پڑھنا عام اذکار کی طرح جائز

اور مندوب ہے بشرطیکہ مروجہ بدعات و خرافات سے خالی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد میں تشریف لانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے اور ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو جانا جائز اور بدعت سیئہ ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاویٰ زکریا ۶/ ۳۲۷)

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله أحد من العلماء الأئمة الذين هم القدوة في الدين المتمسكون بأثار المتقدمين بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الآكلون. (الجنة لأهل السنة ۲۰۱)

عن سعد بن إبراهيم سمع القاسم ، قال : سمعت عائشة رضي الله عنها تقول : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد . (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۱۸۰ ، رقم : ۲۵۹۸۶ ، ۲۵۶ ، رقم : ۲۶۷۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۵/ ۱۵۰۲۱)

(۴) ماہ رجب کی بدعات

کیا کوئٹے کرنا جائز ہے؟

سوال [۴۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

مراد آباد میں کوئٹوں کا بہت رواج ہے کیا کوئٹے کھانا اور کوئٹے کرنا جائز ہے؟

المستفتی: شمشاد احمد، محلہ بھٹی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کوئٹوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت

میں محض بے اصل، خلاف شریعت اور بدعت ممنوعہ ہے اس لئے کہ بانیسویں رجب المرجب جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے نہ تو حضرت امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش تو ۸ رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۳ھ ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔

ولد سنة ثمانين ومات سنة ثمان وأربعين ومائة وهو ابن ثمانين وستين سنة ودفن بالبقيع في قبر فيه أبوہ محمد الباقر وجده علی زین العابدین (إكمال اسماء الرجال لصاحب المشكاة: ۵۹۳)

۲۲ رجب تو سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔

قال علی بن محمد: مات معاویة بدمشق سنة ستين يوم

الخميس لثمان بقين من رجب (تاریخ طبری ۳/ ۲۶۱)

اس سے پتہ چلا کہ یہ رسم دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر شیعوں اور رافضیوں نے اولاً آپس میں شیرینی وغیرہ تقسیم کر کے خفیہ طور پر خوشی کا اظہار کیا جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو چھپانے کے لئے

حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر کے حضرت امام موصوف پر تہمت لگائی کہ انھوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں بلکہ صحابی کی دشمنی میں شیعوں، رافضیوں نے یہ سلسلہ شروع کیا اس لئے تمام مسلمانوں کو اس سے احتراز کرنا لازم ہے البتہ نفس کھانا حرام نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳۶۸/۱، محمودیہ قدیم ۱/۲۲۱، جدید ڈابھیل ۳/۲۸۰)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد۔ (صحیح البخاری کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود، النسخۃ الہندیہ ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ رجب ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۴/۶۲۸۷)

رجب کے کونڈے بھرنے کی اصل

سوال [۴۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رجب شریف کی ۲۲ تاریخ کو کونڈوں کے بھرنے کی اصل کیا ہے اور کس حد تک ٹھیک ہے؟ مہربانی فرما کر جوابات فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے عنایت فرمائیں۔

المستفتی: سمیع الدین قاسمی،

دیوان بازار، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس اسم کو دراصل شیعوں نے ۲۲/ رجب کو

حضرت معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں ایجاد کیا تھا اس وقت اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا اس وجہ سے یہ اہتمام کیا گیا تھا کہ شیرینی علانیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو

لیکن جب اس کا چرچہ ہوا تو حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت ان پر لگادی کہ انھوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں۔

توفی معاویۃ بدمشق و دفن بہا یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنۃ تسع و خمسمین۔ (الاستیعاب، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴۷۲/۳،

باب حرف المیم، رقم الترجمة: ۲۴۶۴)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وإياكم والأموال المحدثات ، فإن كل بدعة ضلالة . (سنن ابن ماجه كتاب السنة ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، النسخة الهندية ۵/۱، دارالسلام رقم: ۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

فتویٰ نمبر: ۲۴۰/۲۳

ماہ رجب کے کونڈوں کی شرعی حیثیت

سوال [۴۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کونڈوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی کیا نوعیت ہے ان کا کرنا ثواب ہے یا کونڈے کرنا ممنوع ہے؟

المستفتی: محمد شمشاد و عرفان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: رجب میں کونڈے کرنے کی مروجہ رسم خلاف شرع، بدعت اور ممنوع ہے اور یہ جو عقیدہ ہے کہ ۲۲/ رجب کو حضرت جعفر صادقؑ کی پیدائش ہوئی یہ درست نہیں ہے، کیونکہ ان کی پیدائش رمضان میں ہوئی ہے، اور وفات شوال میں ہوئی ہے ۲۲/ رجب یا پورے رجب سے کوئی تعلق

نہیں ہے بلکہ ۲۲/ رجب کو حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے شیعوں اور رافضیوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں کونڈے کی بدعت جاری کی تھی چونکہ مسلمانوں کو کونڈے کی تاریخ اور ابتداء پر واقفیت نہیں ہے اس لئے وہ بھی اچھا کام سمجھ کر کونڈوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۲۰، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰)

توفی معاویۃ بدمشق و دفن بها یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنة تسع و خمسين۔ (الاستیعاب، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۷۲، باب حرف المیم، رقم الترجمة: ۲۴۶۴)

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتغلیظ علی من عارضه، النسخۃ الہندیہ ۱/۳، دارالسلام رقم: ۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ شعبان ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/۷۸۲۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۸/۱۴۲۳ھ

رجب کا کونڈا اور اس کی حقیقت

سوال [۴۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۲۲/ رجب کو بعض جگہ کونڈے کرنے کا بڑا رواج ہے اس میں جو رسمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے کونڈے کی اصلیت کیا ہے کیا مسلمانان اہل سنت کو یہ رسم کرنی چاہئے کہ شریعت کے موافق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرمائیں، نیز حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ پیدائش و وفات اور حضرت امام جعفر صادقؓ کی تاریخ پیدائش و وصال بیان فرمائیں رسم کونڈہ کس نے ایجاد کی مذکورہ تمام باتیں باحوالہ بیان فرمائیں۔

المستفتی: محمد کاظم جس پور، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: رجب کے کونڈوں کی مروجہ رسم شریعت سے کہیں ثابت نہیں یہ محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ممنوعہ ہے، اس لئے کہ بائیس رجب کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی نہ وفات ہوئی اور نہ ہی آپ اس تاریخ میں پیدا ہوئے بلکہ ان کی تاریخ ولادت ۸/ رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی دراصل دشمنان اسلام نے حضرت معاویہ کی وفات پر نعوذ باللہ اظہار مسرت کے لئے یہ رسم ایجاد کی ہے، اس لئے کہ ۲۲/ رجب ۶۰ھ ہی کو آپ کی وفات ہوئی ہے (طبری ۳/ ۲۶۱) اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسم محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی دشمنان حضرت معاویہؓ چوری چھپے خفیہ طور پر خوشیاں مناتے تھے اور آپس میں شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور جب اس کا چرچا عام ہونے لگا تو اس مروجہ رسم کو حضرت جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر دیا گیا اور ان پر یہ تہمت لگا دی گئی کہ انھوں نے خود اسی تاریخ (۲۲/ رجب) کو اپنی فاتحہ کا علم دیا ہے یہ سب من گھڑت باتیں ہیں تمام برادران اسلام کو اس طرح کی رسوم سے احتراز ضروری ہے (مستفاد فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۰، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۸۰)

توفی يوم الخميس لثمان بقين من رجب سنة تسع وخمسين
(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مکتبہ دارالفکر بیروت ۴/ ۴۲۵، رقم الترجمۃ: ۹۴۷۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة (الحديث) (صحیح مسلم کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوۃ والخطبة، النسخۃ الہندیہ ۱/ ۲۸۶، بیت الأفكار رقم: ۸۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۵۹۷)

۲۲/ رجب کے کونڈوں کی حقیقت

سوال [۴۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۲۲/ رجب کو بعض جگہ کونڈے کرنے کا بڑا رواج ہے اس میں جو رسمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کونڈے کی اصلیت کیا ہے کیا مسلمانان اہل سنت کو یہ رسم کرنی چاہئے شریعت کے موافق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرما کر مسلمانان اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں؟

المستفتی: محمد ہاشم غفرلہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ممنوعہ ہے، کیونکہ بانیسویں رجب نہ تو حضرت امام جعفرؑ کی تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی تاریخ وفات؛ بلکہ ۲۲/ رجب المرجب حضرت معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے۔

قال علی بن محمد: مات معاویۃ بد مشق سنة ستین یوم

الخمیس لثمان بقین من رجب الخ (تاریخ طبری ۲۶۱/۳)

اس سے پتہ چلا کہ یہ رسم دشمنان معاویہؓ کی ایجاد کردہ ہے اور خواہ مخواہ اپنے راز کو چھپانے کے لئے حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر کے امام موصوف پر یہ تہمت لگائی کہ انھوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس سے بہت دور رہنا چاہئے خود بھی کونڈا کرنے سے گریز کرنا چاہئے اور شرکت سے بھی بچنا چاہئے (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۸، محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۱، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۸۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰ھ/۷/۲۲

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ رجب ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۶۲۹۰)

کوئٹے اور حلوہ کی حقیقت

سوال [۵۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جو یہ رسم چل رہی ہے کہ کوئٹے کئے جائیں تو کوئٹا کرنا کیسا ہے اور یہ بھی بتائیں کہ شب برأت میں حلوہ پکانا کیسا ہے اور کہاں سے ثابت ہے، قرآن و احادیث کی روشنی میں مدلل و مکمل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

المستفتی: حاجی طفیل احمد مانپور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کوئٹے کرنا نہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے، نہ صحابہؓ و تابعینؓ میں اس کا رواج تھا اور نہ ہی فقہاء و محدثین کی کتب میں اس کا کہیں ثبوت ہے بلکہ یہ من گھڑت بدعت ہے کیونکہ ۲۲/رجب نہ تو امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ ہی تاریخ وفات بلکہ ۲۲/رجب حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے۔

قال علی بن محمد: مات معاویۃ بدمشق سنة ستین یوم الخمیس لثمان بقین من رجب الخ. (تاریخ طبری ۳/۲۶۱)

اس سے پتہ چلا کہ یہ رسم دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ ہے اور خواخوہ انھوں نے اپنے راز کو چھپانے کے لئے اسے امام جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیا ہے، لہذا مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، قدیم/۱، ۲۲۱، ۱۵/۴۲۹، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۸)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو ردّ. (صحیح مسلم، کتاب الاضحیۃ، باب نقض الأحکام الباطلة، ورد محدثات الأمور، النسخة الهندیہ ۲/۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸)

اور حلوہ پکانا فی نفسہ مباح ہے لیکن شب برأت کو بطور خاص اس کا اہتمام و التزام مکروہ ہے کیونکہ امر مباح کے ساتھ واجب یا سنت جیسا معاملہ کرنے سے وہ امر مباح مکروہ ہو

جاتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۱۷۹، جدید ڈائجیل ۳/ ۲۶۸)

من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاۃ، باب الدعاء فی الشہد، مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۳۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ رجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۶۲۸۹/۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۲۰/۷/۲۴ھ

امام جعفر صادق کے نام سے کونڈے کرنا

سوال [۵۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا کہنا ہے کہ ماہ رجب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فاتحہ اور کونڈوں کی نیاز دلانا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں۔

المستفتی: حاجی عبدالمبین، نئی بستی، کونیاں والی مسجد مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۸/ رمضان المبارک اور وفات شوال میں ہوئی ہے رجب میں نہ حضرت امام جعفر صادق کی پیدائش ہوئی ہے اور نہ ہی ان کی وفات ہوئی ہے لہذا ان کے نام سے رجب میں کونڈا کرنا کوئی اصلیت نہیں رکھتا، ہاں البتہ ۲۲/ رجب کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے، رافضیوں نے حضرت معاویہؓ سے بغض و عناد کی بناء پر بطور تبرک ان کی وفات کی خوشی میں کونڈوں کا سلسلہ شروع کیا تھا، حکومت اسلام کی دار و گیر کے خطرہ سے حضرت امام جعفر صادق کی ولادت کی شہرت دی جو قطعاً غلط ہے اس لئے ماہ رجب میں حضرت امام جعفر صادق کے نام سے کونڈوں کی نیاز کرنا بدعت و ممنوع اور ناجائز عمل ہے جو ہر مسلمان کیلئے قابل ترک ہے (مستفاد

فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۰، جدید ڈائجیل ۳/ ۲۸۰

مات معاویۃ بدمشق سنة ستین یوم الخمیس لثمان بقین من

رجب (تاریخ طبری ۳/ ۲۶۱)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من

أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح ابن حبان، باب الاعتصام

بالسنة وما يتعلق بها نقلاً وأمرأ وزجراً، ذكر البيان بأن كل من أحدث في دين

الله..... دار الفكر ۱/ ۸۴، رقم: ۲۶، ۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹ رجب ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۷/۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۷/ ۸۴۹۷)

حضرت امام جعفر صادق کے نام سے کوئٹہ کرنا کیسا ہے؟

سوال [۵۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

لوگ حضرت امام جعفر صادق کے نام سے جو کوئٹہ کرتے ہیں ان کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضرت جعفر کون تھے، کیوں ان کے کوئٹہ کئے جاتے ہیں اور ان کا ثبوت کہاں سے ہے؟ اور کوئٹوں وغیرہ کی پوری کھانا جائز ہے یا نہیں جواب سے نوازیں۔

المستفتی: لیاقت علی، امام مسجد، باڑہ شاہ صفا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت امام جعفر صادق حضرت امام زین

العابدینؑ کے صاحبزادے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ (تقریب التہذیب،

دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۸)

رجب کی جن تاریخوں میں حضرت امام جعفر صادق کے نام سے کوئٹہ کئے جاتے

ہیں ان تاریخوں میں حضرت امام جعفر صادق کی پیدائش نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ان تاریخوں

میں ان کی وفات ہوئی ہے بلکہ ان کی ولادت ۸/ رمضان المبارک میں اور وفات ۱۲۸ھ میں ہوئی ہے درحقیقت رجب کے کوئٹے حضرت معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں منائے جاتے ہیں، ان کی وفات ۲۲/ رجب المرجب کو ہوئی تھی اس زمانہ میں اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا اس لئے خفیہ طور پر کئے جاتے تھے پھر بعد میں حضرت امام جعفر صادق کے زمانہ کے بعد ظاہر طور پر کرنا شروع کر دیا گیا اور ان ہی کی طرف منسوب کیا جانے لگا تاکہ راز فاش نہ ہو! (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۰، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۸۰)

توفی معاویۃ بدمشق و دفن بها یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنة تسع و خمسين . (الاستیعاب ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۷۲ ، باب حرف المیم ، رقم الترجمة: ۲۴۶۴)

لہذا شرعاً رجب کے کوئٹے کی رسم ممنوع اور بدعت ہے اس کا ترک سب مسلمانوں پر لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۸۴، ۲۲۰، جدید ڈابھیل ۳/ ۲۸۰)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا ما لیس منہ فهو ردّ. (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۲۴۱، رقم: ۲۶۵۶۱-۶/ ۲۷۱، رقم: ۲۶۸۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ رجب ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۵/ ۱۳۴۶)

گیارہویں اور کوئٹوں کی نیاز

سوال [۵۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

گیارہویں کی نیاز کرنا اور کوئٹوں کی نیاز کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: زیر عالم انصاری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: گیارہویں اور کونڈوں کی نیاز شریف ثابت

نہیں، یہ بے اصل اور بدعت ہے مسلمانوں پر اس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱/۲۲۰، ۹۷/۱۰، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰، امداد المفتیین ۱۷۵/۲، رجیمیہ ۲/۲۸۵)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (سنن أبی داؤد، کتاب

السنة، باب فی لزوم السنة، النسخة الهندية ۲/۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۶) فقط واللہ

سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۷۱۷۳)

کھانے پر فاتحہ خوانی اور کونڈوں کی نیاز کا حکم

سوال [۵۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

کھانے کی چیزوں کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ نیز کچھ لوگ کو
نڈوں کی نیاز کرتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

المستفتی: مولانا حنیف، مدرسہ

مدینۃ العلوم، رام نگر، ضلع: منی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کھانے پر فاتحہ پڑھنا کفار کا طریقہ ہے اس کا

ترک لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/۲۶۳)

رجب کی کونڈوں کی حقیقت یہ ہے کہ ۲۲ رجب کو حضرت معاویہ کی وفات

ہوئی ہے اس کی خوشی میں روافض نے یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے اور اس کو چھپانے

کے لئے حضرت امام جعفر صادقؑ کی یوم پیدائش کی شہرت دی جاتی ہے حالانکہ

حضرت امام جعفر صادقؑ کی پیدائش ۸/رمضان المبارک ۸۰ھ میں کو ہوئی ہے
- (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۲۲۱، جدید ڈابھیل ۳/۲۸۰)

توفی يوم الخميس لثمان بقين من رجب سنة تسع وخمسين . (أسد الغابہ ، فی معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۴/ ۴۲۵ ، رقم الترجمہ : ۹۷۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۶/۱۸۹۶)

رجب کے کونڈوں کی ممانعت کیوں ہے؟

سوال [۵۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
رجب کی ۲۲ تاریخ میں کونڈے کرنے کو کیوں منع کیا جاتا ہے؟

المستفتی: محمد شکیل، محلہ مغلیورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: رجب کی ۲۲ تاریخ میں کونڈہ اس لئے جائز نہیں

ہے کہ اس دن حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوا تھا، رافضیوں نے انتقال کی خوشی میں کونڈہ کا سلسلہ جاری کیا۔

قال علی بن محمد: مات معاویة بدمشق سنة ستين يوم

الخميس لثمان بقين من رجب الخ. (تاریخ طبری ۳/۲۶۱)

جب صحیح عقیدہ کے لوگوں نے رافضیوں سے سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ جعفر صادقؑ کی پیدائش کی خوشی میں کرتے ہیں حالانکہ حضرت جعفر صادقؑ کی پیدائش رجب میں نہیں ہوئی بلکہ ۸/رمضان المبارک ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور ان کا انتقال شوال میں ہوا ہے اس لئے رجب کا کونڈہ جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۲۰، جدید ڈابھیل ۳/۲۸۰)

ولد سنة ثمانين ومات سنة ثمان وأربعين ومائة وهو ابن ثمانى وستين سنة ودفن بالبقيع فى قبر فيه أبوه محمد الباقر وجده على زين العابدين . (الاكمال فى اسماء الرجال لصاحب المشكوة: ٩٣ ٥) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

كتبه: شبير احمد قاسمى عفا الله عنه

١٠/ محرم ١٤١٨ هـ

(الف فتوى نمبر ٣٣/ ٥١٢٠)

(۵) باب: ماہ شعبان کی بدعات

شب برأت میں جلسہ جلوس کرنا

سوال [۵۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شعبان کی ۱۴ تاریخ کے بعد پندرہویں شب میں باقاعدہ جلسہ جلوس، اجتماع و احتفال اور محفل قرأت للقرآن منعقد کرنا اور عبادت نافلہ کا اہتمام کرنا اور نہ کرنے والے پر تکفیر کرنا اگر اس کے بارے میں احادیث یا کلام اللہ سے کوئی ثبوت ہو تو بحوالہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی: عطاء اللہ، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ۱۵ شعبان لیلة البرأت (شب برأت) میں جلسہ جلوس، اجتماعات وغیرہ کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ملتا، لیکن خاص طور پر شب برأت میں پٹاخے بازی وغیرہ کے خرافات ایک تماشہ بنا ہوا رہتا ہے تو اس قسم کے خرافات پر روک تھام کے لئے اگر سیرت وغیرہ کے موضوع پر جلسے اور اجتماعات کر لئے جائیں، تو کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ باعث ثواب ہوگا البتہ نہ کرنے والوں کو برا بھلا کہنا ہرگز درست نہیں، ہاں خرافات میں وقت ضائع کرنے والوں پر تکفیر کرنا برا نہیں ہے اور شب برأت میں نوافل پڑھنے اور عبادت میں مشغول رہنے کی بڑی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے اللہ تعالیٰ اس رات میں دعائیں بہت قبول فرماتا ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا (إلیٰ قوله) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله تبارك وتعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب. (ترمذی شریف، کتاب الصوم، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان، النسخة الهندیة ۱/ ۱۵۶، دارالسلام رقم: ۷۳۹، ابن ماجہ ماجاء فی قیام شهر رمضان، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان،

النسخة الهندية ۱/ ۹۹، دار السلام رقم: (۱۳۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/ رمضان ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۳۵۹۷)

شب برأت کی بعض بدعات

سوال [۵۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شعبان المعظم کی ۱۴/ تاریخ میں حلوہ پکانا آتش بازی اور روغن چھڑانا نیز ۱۴/ شعبان المعظم اور رمضان شریف کی ۲۷/ ویں شب میں چراغاں کرنا یا بجلی کے چھوٹے چھوٹے بلب مسجد کے اوپر مناروں اور گنبدوں پر اور مسجد کے ارد گرد منڈیروں یا دوسری جگہ میں لگا کر خوب روشنی کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بیان کریں؟

المستفتی: محمد اسحاق، بکر بیسہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اسی روز حلوہ کو لازم سمجھنا بدعت ہے، آتش بازی حرام ہے، شب قدر اور شب برأت میں چراغاں کرنا اور ضرورت سے زائد روشنی کرنا بدعت سیئہ ہے جس کا ترک مسلمانوں پر لازم ہے۔

السراج الکثیر الزائد عن الحاجة ليلة البراءة هل يجوز؟..... هو بدعة. (نفع المفتی والسائل ۱۳۸)

کل مباح يؤدی إلى زعم الجہال سنية أمر أو وجوبه فهو مکروه کتعيين السورة للصلوة وتعيين القراءة لوقت. (تنقيح الفتاوى الحامديه ۲/ ۳۶۷، بحوالہ محمودیہ ڈابھیل ۳/ ۲۶۹)

وکل هذه بدع ومنکرات لا أصل لها في الدين ولا مستند لها من الكتاب والسنة ويجب على أهل العلم أن ينکروها، وأن يبطلوا هذه العادات ما استطاعوا. (معارف السنن کتاب الطهارة، باب

التشدید فی البول مکتبہ اشرفیہ ۱/ ۲۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردّ. (صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض أحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخة الهندیہ ۲/ ۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ شعبان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۶/ ۱۶۳۵)

شب برأت میں حلوہ بنانا

سوال [۵۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب برأت کا حلوہ کیا جاسکتا ہے؟ اس کا کرنا ثواب ہے یا منع ہے شب برأت پر کیا عمل ہونا چاہئے، جو لوگ حلوہ بناتے ہیں ان پر عذاب یا ثواب ہے یا نہیں؟

المستفتی: شمشاد و عرفان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شب برأت کا حلوہ قرآن وحدیث، اجماع وقیاس اور مجتہدین سے ثابت نہیں، یہ محض رسم ہے جس کا چھوڑنا ضروری ہے اور جیسا کہ ہرمہینہ کے ایام بیض یعنی ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ تاریخوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے اسی طرح پندرہویں شعبان کو بھی روزہ رکھنا مستحب ہے اور پندرہویں شعبان کی رات میں عبادت کی فضیلت بہت آئی ہے اس لئے رات میں زیادہ سے زیادہ عبادت میں مشغول ہوا جائے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۳، ۱۵/ ۴۰۵، جدید ڈائجیل ۳/ ۲۶۸)

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: أوصانی خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم بثلاث: صیام ثلثة أيام من کل شهر، ورکعتی الضحی، وأن أوتر قبل أن أنام. (بخاری شریف کتاب الصوم، باب صیام البیض، النسخة الهندیہ

۱/۲۶۶، رقم: ۱۹۳۹، ف: ۸۹۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

۱۵ شعبان ۱۴۲۳ھ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

(الف فتویٰ نمبر ۳۶/۸۲۳)

۱۶/۸/۱۴۲۳ھ

شب برأت کے حلوہ کا شرعی حکم

سوال [۵۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام

طور پر جو شب برأت میں حلوہ پکاتے ہیں اس کا شریعت میں کیا حکم ہے، اس کی ایجاد کہاں سے ہوئی اگر کوئی حلوہ بھیجے تو اس کے حلوہ کو کھانا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی: جناب قاری احسان قاسمی

، بسواں قصبہ: جہانگیر آباد، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شب برأت کے موقع پر حلوہ پکانا بدعت

اور ناجائز ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہذا اس سے بچنا لازم ہے اگر کسی کے یہاں سے حلوہ آجائے تو حتی الامکان اس کو نہیں لینا چاہئے اور اگر رکھ لے تو جائز ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۳۸۵)

کل مباح يؤدي إلى زعم الجاهل سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه

كتعيين السورة للصلوة وتعيين القراءة لوقت. (تنقيح الفتاوى

الحامدية ۲/۳۶۷، بحوالہ محمودیہ ڈابھیل ۳/۲۶۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وشر الأمور محدثاتها،

وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار. (صحيح

ابن خزيمة، كتاب الجمعة، باب صفة خطبة النبي صلى الله عليه وسلم..... المكتب

الإسلامي بيروت ۲/۸۶۴، رقم: ۱۷۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۳۵۶۰)

شب برأت میں جلسہ کرنا اور اس میں شرکت کرنا

سوال [۵۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۱۵ شعبان یعنی شب برأت میں جلسے کرنا اور جلوسوں میں جانا، مسجدوں میں روزانہ سے زیادہ روشنی کرنا، قبرستان اور قبروں کو بجلی کے بلبوں سے مزین کرنا، قبرستان میں میلاد شریف کرنا اور اس میں جانا، قبروں پر اگر بتی جلانا، آتش بازی چھوڑنا، حلوہ پکانا اور اس کو رشتہ داروں اور محلّہ میں بانٹنا، مسور کی دال پکانا عید کی طرح نئے کپڑے پہننا معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ سب کام کرنا شرعاً جائز ہیں یا ناجائز یا بدعت؟ پندرہ شعبان یعنی شب برأت میں کیا عمل کریں؟

المستفتی: صوفی جلال الدین،
ادارہ اصلاح امت، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

جواب من جانب دار الافتاء دار العلوم دیوبند: اپنے اپنے گھروں میں تلاوت و عبادت کر لیا کریں دن میں روزہ رکھ لیا کریں اور یہ امور بھی التزام و اصرار کے ساتھ نہ ہوں بس اس کے علاوہ تمام امور کو ترک کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح
حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ
کفیل الرحمن نشاط
محمد طاہر عفا اللہ عنہ

حررہ العبد الحق محمد محمود غفرلہ بلند شہری
دارالعلوم دیوبند
۱۶/۱۲/۱۴۱۶ھ
دارالعلوم دیوبند کا (فتویٰ نمبر ۹۱)

من جانب مدرسہ شاہی

الجواب وباللہ التوفیق: جواب کے ہر جز سے اتفاق ہے، مگر سوال کے پیش نظر جواب میں یہ اضافہ ہونا چاہئے کہ شب برأت کے جلسے اور جلوسوں میں جانا جائز اور

درست ہے اس لئے کہ اس شب میں جلسہ کی وجہ سے بہت سے مسلمان خرافات سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

عن أبي موسى: عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: إنما مثل الجليس الصالح، والجليس السوء، كحامل المسك، ونافخ الكير، فحامل المسك: إما أن يحذيك، وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبة، ونافخ الكير: إما أن يحرق ثيابك، وإما أن تجد ريحاً خبيثة. (صحيح المسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء، النسخة الهنديه ۲/ ۳۳۰، بيت الأفكار رقم: ۲۶۲۸، صحيح البخارى، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، النسخة

الهنديه ۲/ ۸۳۰، رقم: ۵۳۱۹، ف: ۵۵۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵ صفر ۱۴۱۷ھ

۱۴۱۷/۲/۷ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۴۶۵۰)

شب برأت میں کی جانے والی مختلف عبادات کا حکم

سوال [۵۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) ہمارے یہاں چند سال سے شب برأت میں عشاء سے پہلے پوری بستی والے مسجد میں پہونچ جاتے ہیں اور عشاء کے بعد سوالات مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھتے تھے اس کے بعد اجتماعی دعاء ہوتی تھی، زید ایک عالم ہے انھوں نے اس سال یہ کہہ کر کہ چونکہ اس رات میں تنہا تنہا اپنے اپنے اذکار و نوافل وغیرہ پڑھنے کا ثبوت تو ہے، لیکن اس طرح اجتماعی طور پر کسی مستقل وظیفہ کا پابندی سے ثبوت نہیں ہے، جس بناء پر اس سال یہ وظیفہ ختم کر دیا تو معلوم یہ کرنا ہے کیا زید کا یہ عمل اور قول درست ہے یا اس رات میں اس طرح کے وظائف اور بعد میں اجتماعی دعا درست ہے؟

(۲) قبرستان جا کر چند آدمی اکٹھے ہو جائیں اور کوئی بزرگ اجتماعی دعا

کروادیں تو کیا یہ درست ہے۔

(۳) کیا اس رات میں فرض نماز اور اس کے متعلق سنن و نوافل کے علاوہ دیگر نوافل اور تسبیحات اور تلاوت مسجد میں افضل ہے یا اپنے اپنے گھر پر؟

المستفتی: محمد اصغر، بہڑور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) شب برأت میں سوال اکھ مرتبہ کلمہ پڑھنے کا معمول پھر اس کے بعد اجتماعی دعا شریعت سے ثابت نہیں ہے اور تنہا تنہا عبادت ثابت ہے، لہذا عالم صاحب نے جو فرمایا ہے وہ صحیح اور درست ہے۔

(۲) شب برأت میں قبرستان جا کر اکٹھے ہو کر اجتماعی دعا قرآن وحدیث فقہ سے ثابت نہیں ہے، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تنہا قبرستان پہنچنا حدیث سے ثابت ہے۔

عن عائشة أنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من آخر الليل إلى البقيع، فيقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وأناكم ماتو عدون غداً، مؤجلون وإن شاء الله بكم لاحقون، اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد (مسلم شریف، کتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبر والدعاء لاهلها، النسخة

الہندیہ ۱/ ۳۱۳، بیت الأفكار رقم: ۹۷۴، سنن نسائی، کتاب الجنائز، الأمر بالاستغفار للمؤمنين، النسخة الہندیہ ۱/ ۲۲۲، دارالسلام رقم: ۲۰۴۱)

(۳) اس رات میں مسجد میں جا کر مخصوص نوافل اور تسبیحات و تلاوت کا ثبوت نہیں ہے ہاں البتہ ہر کسی کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے گھر بیٹھے تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو جائے چاہے مسجد میں جا کر ہر طرح کا اختیار ہے البتہ حدیث شریف وغیرہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ صحابہ تہجد کی نماز مسجد نبوی میں جا کر بھی پڑھا کرتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ بھی موجود ہے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلوا أيها الناس في بيوتكم فإن أفضل الصلاة صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة . (بخارى

شريف، كتاب الاذان ، باب صلوة الليل ، النسخة الهنديه ١/ ١٠ ، رقم : ٧٢٢ ، ف: ٧٣١)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فعليكم بالصلاة في بيوتكم فإن خير صلاة المرء في بيته إلا الصلاة المكتوبة . (صحيح مسلم:

كتاب الصلوة ، باب استحباب صلاة النافلة في بيته وجوازها في المسجد ، النسخة

الهنديه ١/ ٢٦٦ ، بيت الأفكار رقم: ٧٨١)

صلوة المرء في بيته أفضل من صلوته في مسجدى هذا إلا المكتوبة (المعجم الاوسط، دارالفكر ٣/ ١٥١ ، حديث: ٤١٧٨ ، المعجم الكبير

للطبراني ، داراحياء التراث العربي ٥/ ١٤٤ ، رقم: ٤٨٩٣)

عن زيد بن ثابت أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدى هذا إلا المكتوبة .

(سنن أبي داود، كتاب الصلوة ، باب صلاة الرجل التطوع في بيته ، النسخة

الهنديه ١/ ١٤٩ ، دارالسلام رقم: ١٠٤٤)

أفضل صلوتكم في بيوتكم إلا المكتوبة . (ترمذى شريف ، كتاب الصلوة ،

باب ماجاء في فضل صلاة التطوع في البيت ، النسخة الهنديه ١/ ١٠٢ ، دارالسلام رقم: ٤٥٠)

عن أبي قتادة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأبي بكر: مررت بك وأنت تقرأ وأنت تخفض من صوتك، فقال: إني أسمعت من

ناجيت قال: ارفع قليلاً وقال لعمر رضى الله عنه: مررت بك وأنت

تقرأ وأنت ترفع صوتك، فقال: إني أوقظ الوسنان وأطرد الشياطين،

قال: اخفض قليلاً . (ترمذى شريف، كتاب الصلاة ، باب ماجاء في القراءة بالليل ،

النسخة الهنديه ١/ ١٠٠ ، دارالسلام رقم: ٤٤٧) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸/ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر ۷/ ۸۶۰۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۳/ ۱۱/ ۱۴۲۵ھ

شب برأت کے موقع پر مسجد میں شبینہ کرنا

سوال [۵۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب برأت کو ایک شب کا مسجد میں شبینہ ہوتا ہے جس میں غیر معمولی طور پر لاؤڈ اسپیکر استعمال ہوتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ پڑھنے والا بغیر نیت کے ہاتھ باندھ کر پڑھتا ہے اور چند نمازی اس کے پیچھے بغیر نیت کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سنتے ہیں اور بغیر سلام کے آپس میں بات چیت اور دیگر مشاغل بھی انجام دے لیتے ہیں یہ سب کیسا ہے؟ شریعت کی روشنی میں مدلل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: شہاب الدین، سرائے ترین، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس طرح شب بیداری جس میں نماز و قرآن کا احترام نہ ہو خلاف شرع کام ہوتے ہیں جو ناجائز اور ممنوع ہیں ایسی صورت میں کوئی ثواب اور ثمرہ نہ ملے گا بلکہ یہ سخت گناہ اور موجب عذاب ہے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۱۷، جدید ڈائجیل ۳/ ۲۶۷، امداد الفتاویٰ ۱/ ۳۲۲)

ليلة النصف من شعبان ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد وغيرها لأنه لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم، ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء وقالوا: ذلك كله بدعة. (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في تحية المسجد و صلوة الضحى، وإحياء الليالي، دار الكتاب ديوبند ۱/ ۴۰۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ جمادی الثانی۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۴۸۹۰)

شب قدر و شب برأت میں چراغاں کرنا

سوال [۵۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب قدر اور شب برأت کی راتوں میں مساجد میں ضرورت سے زیادہ چراغاں کرنا کیسا ہے؟
المستفتی: ایاز احمد، تمل ناڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شب براءت اور شب قدر کی راتوں میں مساجد کے اندر ضرورت سے زیادہ لائٹیں، قمقمے وغیرہ لگانا اسراف اور بدعت ہے ان چیزوں کا کوئی ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ملتا۔

كما في نفع المفتي والسائل السراج الكثير الزائد عن الحاجة ليلة البراءة وليلة القدر في الأسواق والمساجد كما تعرف في أمصارنا هل يجوز؟ هو بدعة كذا في خزنة الروايات عن القنيه. (نفع المفتي والسائل/ ۱۳۸)

والنهي عن اتخاذ السرج لما فيه من تضييع المال لأنه لا نفع لأحد من السراج ولأنه من آثار جهنم. (مرقاة، مكتبه امداديه ملتان ۲/ ۲۱۹، تحت رقم الحديث: ۶۸۳، هل يجوز زيادة القبور للنساء أم لا)

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور والمتخذات عليها المساجد والسرج. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، باب من كره زيارة القبور، مكتبه مؤسسه علوم القرآن ۷/ ۳۷۰، رقم: ۷۶۳۱، ۱۱۹۳۶ فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۱ھ/۲۶/۱۱

(الف فتویٰ نمبر.....)

شب براءت و شب قدر میں بیٹھا کھانا پکانا اور مٹھائیاں تقسیم کرنا

سوال [۵۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب

برأت و شب قدر میں بیٹھا کھانا پکانا اور ان دونوں موقعوں پر مسجد میں یا مسجد کے باہر مٹھائیاں تقسیم کرنا کیسا ہے اور اگر بالفرض کسی نے تقسیم کر دیا تو اس کا لینا اور اس کا کھانا کیسا ہے اور ان دونوں موقعوں کے علاوہ مسجد میں مٹھائیاں تقسیم کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

المستفتی: ثناء اللہ، پرتاب گڈھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر کوئی شخص بلا کسی التزام و رسوم کی پابندی

کے اور بغیر چندہ کئے بخوشی اپنی طرف سے بیٹھائی کا انتظام کر کے لوگوں کو کھلاتا ہے اور وہ شخص ان راتوں کے علاوہ سال کے دیگر ایام میں بھی بیٹھائی وغیرہ لوگوں کو کھلاتا رہتا ہے تو ایسے شخص کی طرف سے مذکورہ راتوں میں ذاتی طور پر انتظام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر چندہ کیا جاتا ہے یا صرف انہیں راتوں میں لازم سمجھتا ہے تو یہ فعل بدعت ہے اس لئے کہ ان راتوں میں بیٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں، اس لئے اس عمل کو ترک کر دینا ہی زیادہ افضل ہے اور لوگوں کو اس پروگرام میں شرکت نہ کرنا چاہئے، البتہ بیٹھائی حلال چیز ہے اس میں حرمت نہیں آتی۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۷۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وإياكم ومحدثات

الأمر، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة. (سنن أبي داود، كتاب

السنة، باب فی لزوم السنة، النسخة الهندیہ ۲/ ۶۳۵، دارالسلام رقم: ۴۶۰۷)

كل مباح يؤدي إلى زعم الجاهل سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه
كتعيين السورة للصلوة وتعيين القراءة لوقت. (تنقيح الفتاوى
الحامديہ ۲/ ۳۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۷۲۰/۲)

لیلۃ القدر اور شبِ برأت میں مسجد سجانا

سوال [۵۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں
:کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں لیلۃ القدر اور شبِ برأت کی رات میں مسجد کو
سجانا یعنی جزیئر لگا کر ٹیوپ لائٹ اور ٹونی پتی پھول وغیرہ دیگر گیٹ بنا کر عوام
سے چندہ لے کر مثلاً غیر مسلم جیسا کہ مندروں اور گردواروں کو سجا یا جاتا ہے ایسا
کرنا شریعت کی رو سے جائز، مباح یا مکروہ تحریمی ہے؟

المستفتی: امان اللہ، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت میں زائد روشنی کا
اسراف میں شامل ہونا واضح ہے اور اس طرح اسراف کو حضرت گنگوہیؒ نے حرام لکھا ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ: ۵۳۸)

والنهی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تضييع المال لأنه لا نفع
لأحد من السراج ولأنه من آثار جهنم. (مرقاۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۲۱۹،

تحت رقم الحدیث: ۶۸۳، هل يجوز زيارة القبور للنساء أم لا)

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله عليه وسلم زائرات القبور والمتخذات عليها المساجد والسرج. (سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب فی زیارة النساء القبور، النسخة الهنديه ۲/ ۶۱، دارالسلام رقم: ۳۲۳۶)

نیز اس فضول خرچی کیلئے لوگوں سے چندہ وصول کرنا بھی ہرگز جائز نہیں ہے اور مندروں اور گردواروں کی طرح مسجد کو سجا کر نمائش گاہ بنانا ہرگز جائز نہیں یہ اغیار اور ہندوؤں کی دیوالی کے مشابہ ہے اور حدیث میں اس کی سخت وعید آئی ہے۔

من تشبه بقوم فهو منهم الحديث. (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، النسخة الهنديه ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۲/۲۱
۱۴۱۲/۲/۱۲
(الف فتویٰ نمبر ۲۹/۳۳۲۸)

شب برأت اور شب قدر میں قبر کی زیارت کرنا

سوال [۵۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا شب برأت اور شب قدر کی رات میں قبر کی زیارت کرنا اور قبرستانوں میں جانا وہاں بھیڑ لگانا یہ سب جائز ہے یا بدعت؟ تفصیل سے بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: عبداللہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شب برأت میں قبرستان پر میلہ لگانا، روشنی چراغاں کا انتظام کرنا بدعت اور بیجا اسراف ہے جس کا ترک لازم ہے، البتہ اگر یہ سارے لوازمات نہ ہوں اور بلا التزام شب برأت میں قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعائے مغفرت، ایصال ثواب کر دے تو اس کی اجازت ہے۔ (مستفاد فتاویٰ شیخ الاسلام: ۷۳، بہشتی

زیر ۶۰/۶، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۴۰۵، جدید ڈائجیل ۳/۲۵۳)

عن عائشة قالت: فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فخرجت فإذا هو بالبقيع، فقال: أكنت تخافين أن يحيف الله عليك ورسوله، قلت: يا رسول الله! ظننت أنك أتيت بعض نسائك، فقال: إن الله تبارك وتعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا الحديث. (سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی ليلة النصف من شعبان، النسخة الهنديه ۱/ ۱۵۶، دار السلام رقم: ۷۳۹، سنن ابن ماجه، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی ليلة النصف من شعبان، النسخة الهنديه ۱/ ۹۹، دار السلام رقم: ۱۳۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۳/۵۵۲۴)

شب برأت و شب قدر میں شیرینی تقسیم کرنا

سوال [۵۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں شب برأت اور شب قدر میں پورے گاؤں کے لوگ اور اطراف والے اکٹھے ہو کر مسجد میں نوافل وغیرہ پڑھتے ہیں اور اختتام پر شیرینی تقسیم کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد یونس، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ان مبارک راتوں میں بلا کسی اہتمام مسجد میں آکر ذکر و تلاوت یا تنہا تنہا نوافل میں لگ جانا جائز ہے مگر افضل ان نوافل کو گھر میں ادا کرنا

ہے اس میں زیادہ ثواب بھی ہے، نیز آخر میں شیرینی تقسیم کرنا ثابت نہیں بلکہ ایک نئی بدعت کی ایجاد ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

فصلوا أيها الناس في بيوتكم فإن أفضل الصلوة صلوة المرء في بيته إلا المكتوبة. (بخاری شریف، کتاب الأذان، باب صلوة الليل، النسخة الهنديه ۱/۱۰۱، رقم: ۷۲۲، ف: ۷۳۱، سنن النسائی، کتاب قیام الليل وتطوع النهار، النسخة الهنديه ۱/۱۸۱، دارالسلام رقم: ۱۶۰۰)

عن زيد بن ثابت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عليكم بالصلوة في بيوتكم فإن خير صلاة المرء في بيته إلا الجماعة. (مسند الدارمی، کتاب الصلوة، باب صلاة التطوع في أي موضع

أفضل، دارالمغني ۲/۸۶۱، رقم: ۱۴۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۴/۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳/۵۲۴۶)

شب معراج اور شب برأت کی فضیلت

سوال [۵۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شریعت اسلام میں شب معراج اور شب برأت کی کیا فضیلت ہے کیا حقیقت ہے اور ان راتوں میں قرن اولیٰ اور دور صحابہ یا دور تابعین میں کیا عمل رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان راتوں کے متعلق کیا حکم تھا؟ نیز شب برأت کے اول و آخر شب برأت کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ بیان کریں؟

المستعتی: سمیع الدین قاسمی
دیوان بازار، مراد آباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شب معراج کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ کوئی عبادت روزانہ کی نماز کے علاوہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، البتہ شب برأت میں غروب شمس سے طلوع فجر کے درمیان عبادت کی بڑی فضیلت آئی ہے اور اللہ رب العزت بے شمار گناہ معاف فرماتا ہے۔

فقال: إن الله تعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب الحديث. (سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی ليلة النصف من شعبان، النسخة الهندیہ ۱/ ۵۶، دارالسلام رقم: ۷۳۹، مسند أحمد بن حنبل ۶/ ۲۳۸، رقم: ۲۶۵۴۶)

اور دوسری روایت میں ہے کہ مشرک اور کینہ پرور کے علاوہ سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله ليطلع في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن. (سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوة، باب ماجاء فی ليلة النصف من شعبان، النسخة الهندیہ ۱/ ۹۹، دارالسلام رقم: ۱۳۹۰، مسند البزار، مكتبة العلم والحكم ۱۶/ ۱۶۱، رقم: ۹۲۶۷، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۱۷۶، رقم: ۶۶۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۷/۲۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۳/۷/۲۴ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۹/ ۳۲۵۸)

لیلة القدر سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۵۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماہ رمضان میں لیلة القدر کے موقع پر مندرجہ ذیل ارکان ادا کئے جاتے ہیں یہ ارکان و اعمال قرآن وحدیث کی روشنی میں درست ہیں یا نہیں۔

(۱) شب قدر منانے کا صحیح معنی اور مفہوم کیا ہے؟

(۲) شب قدر منانے کی خاطر نقدی اور دیگر صورت میں کیا چندہ وصول کرنا جائز ہے؟
 (۳) شہر کی مختلف مسجدوں میں شب قدر منانے کی غرض سے مخصوص تاریخ کی مخصوص رات ہی کو مخصوص جگہ پر منانا کیا جائز ہے؟

(۴) مخصوص جگہ کی مخصوص مسجد میں جس رات شب قدر منانی ہوتی ہے اس مسجد میں ہونے والی نماز عشاء اور نماز تراویح کے وقت کو تبدیل کرا کر غیر معمولی تاخیر کرنا کیا جائز ہے؟
 (۵) مخصوص مسجد میں مخصوص رات ہی کو مزید روشنی و چراغاں سے سجانا کیا جائز ہے؟
 (۶) بعد نماز عشاء و تراویح مخصوص علماء و خطباء کو مدعو کرنا اور ان کے بیانات و خطابات کا اہتمام کرنا کیا جائز ہے؟

(۷) آدھی رات گئے دو دو بجے تک علماء کے بیانات کروا کر مسلمانوں کو راتوں کی عبادت سے محروم رکھنا کیا جائز ہے؟

(۸) دوران بیان و خطبہ تمام حاضرین کو چائے پلوانے کا دور چلوانا کیا جائز ہے؟
 (۹) بیانات کے بعد اماموں خطیبوں علماء و مؤذنون اور دیگر خدام کی خدمت میں لوگوں کے سامنے نقدی اور دیگر انعامات و تحفہ دینا کیا جائز ہے؟
 (۱۰) بیانات کے بعد مخصوص عالم یا خطیب کا اجتماعی طور پر لمبی لمبی دعائیں مانگنا اور حاضرین کا صرف آمین آمین کرنا جائز ہے؟

(۱۱) کیا یہ سارے ارکان و افعال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کی حالت میں کئے ہیں اور وہ بھی شب قدر کی راتوں میں؟

(۱۲) اس طور پر طول پروگرام کے دوران معتکف کیا کرے؟
 (۱۳) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرہ میں قیام لیل کی نماز باجماعت تین روز تک ادا کی ہے اور وہ بھی اتنی طویل کہ صحابہ کو خدشہ ہو گیا کہ کہیں سحری نہ چھوٹ جائے تو پھر مندرجہ بالا ارکان و افعال فی الحال جو مروجہ ہیں یہ کس کی اور کب کی سنت ہیں کیا حکم ہے؟ یہ معلوم کرائیں یا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے شب قدر میں کون سی عبادت کے احکام دیئے ہیں معلوم کرائیں۔

المستفتی: عاصم اقبال، انجینئر، مشرقی

منگلوار پیٹھ، شولا پور، صوبہ: مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) اس کا صحیح معنی اور مفہوم یہ کہ رمضان المبارک

کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خیر و برکت سے نوازا ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار مہینے (تو اسی سال چار ماہ) کی عبادت سے زیادہ افضل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: ”لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ“ (سورۃ القدر/۳)

(۲) شب قدر میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ثابت ہے کھانے پینے اور تماشہ کرنے کا نام شب قدر نہیں ہے ایسا کرنے والے اس شب کی برکات سے بہت دور رہیں گے بجائے ثواب کے معصیت کا خطرہ ہے، تو پھر چندہ وصول کرنے کا کیا مطلب ہے شب قدر میں لوازمات اور رسوم کے لئے چندہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

ویکمرہ الاجتماع علی إحياء ليلة من هذه الليالي. (حاشیہ الطحطاوی علی المراقی فصل فی تحیۃ المسجد و صلاۃ الضحیٰ وإحياء الليالي، دارالکتاب ۱/ ۴۰۲، شامی، مطلب فی إحياء الليالي العیدین، والنصف وعشر الحجة و رمضان، کراچی ۲/ ۲۶، زکریا ۲/ ۶۹، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۰۹/ ۴۱)

(۳) آپ کے یہاں شب قدر منانے کی کیا شکل ہے اس کو واضح کیجئے۔

(۴) نماز عشاء و تراویح کو کچھ تاخیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ نصف لیل سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

ويستحب تأخيرها إلى ثلث الليل، أو نصفه، ولا تكره بعده في الأصح. (تحتہ فی الشامیة) وقيل: تكره لأنها تبع للعشاء فصارت كسنة العشاء (شامی کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل مبحث صلاۃ التراویح،

زکریا ۲/ ۹۴، کراچی ۲/ ۴۴)

عن أبی ہریرۃ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو لا أن أشق علی أمتی لأمرتهم أن یؤخروا العشاء إلی ثلث اللیل أو نصفه. (سنن ترمذی، باب ماجاء فی تأخیر العشاء الآخرة، النسخة الہندیہ ۱/ ۲۷، دار السلام رقم: ۱۶۷)

(۵) شب قدر اور دیگر متبرک راتوں میں مساجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔ (مستفاد: امداد المفتیین، کراچی: ۲۰۷)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذات علیہا المساجد والسرچ. (سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراہیۃ أن یتخذ علی القبر مسجداً، النسخة الہندیہ ۱/ ۷۳، دار السلام رقم: ۳۲۰)

والنہی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تضییع المال لأنه لا نفع لأحد من السرج ولأنہ من آثار جہنم. (مرقاۃ، هل تجوز زیارة القبور للنساء أم لا؟ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۲۱۹، تحت رقم الحدیث رقم: ۷۴۰)

(۶) بعد نماز عشاء و تراویح علماء اور خطباء کو مدعو کر کے ان سے دینی بیانات سننا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

عن عمر بن الخطاب قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمر مع أبی بکر فی الأمر من أمر المسلمین وأنا معہما. (ترمذی شریف، باب ماجاء من الرخصة فی السمر بعد العشاء، النسخة الہندیہ ۱/ ۴۲، دار السلام رقم: ۱۶۹)

(۷) دو- دو بجے تک بھی وعظ و تقریر کرنا اور سننا جائز ہے، لیکن شرط ہے کہ فجر کی نماز فوت نہ ہونے پائے۔

المرخص من السمر لیس هو المنہی عنہ بل المذكور ہننا من حوائج الدین وهو لیس بسمر. (ترمذی شریف مع العرف الشذی ۱/ ۴۴)

(۸) سستی دور کرنے کے لئے اگر بیانات کے درمیان چائے پلائی جائے تو

اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۹) کوئی اگر بخوشی اپنی جیب سے بطور تحفہ پیش کرتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (مستفاد فتاویٰ رحیمیہ ۲/ ۴۲۷، امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۴۶)

عن عطاء بن عبد الله الخراساني قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تصافحوا يذهب الغل وتهادوا تحابوا. الحديث. (مؤطا امام مالك، النخسة الهندية/ ۳۶۵)

(۱۰) خطیب کا دعا کرنا اور حاضرین کا آمین کہنا جائز اور درست ہے ہاں البتہ دعا مختصر ہونی چاہئے ایسی لمبی نہیں ہونی چاہئے جس سے حاضرین میں اکتاہٹ آجائے اس لئے کہ قبولیت دعاء کے لئے توجہ باقی رہنا ضروری ہے۔

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يجتمع ملائيدعو بعضهم ويؤمن البعض إلا أجابهم الله. (مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابة، مکتبہ نزار مصطفى الباز ۶/ ۲۰۲۳، رقم: ۵۴۷۸، المعجم الكبير للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۴/ ۲۱، رقم: ۳۵۳۶)

(۱۱) شب قدر وغیرہ کے ساتھ بیانات و وعظ وغیرہ کو خاص کرنا حدیث سے ثابت نہیں ہے اس لئے ان امور کو انہیں راتوں میں خاص کرنا التزام مالا یلزم کی وجہ سے بدعت میں شامل ہوگا۔

فکم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها. (مجموعه رسائل اللکهنوی فی سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر ۲/ ۳۴، بحوالہ محمودیہ، ڈابھیل ۱۱/ ۲۰۳)

ہاں البتہ دیگر راتوں میں بھی اس طرح پروگرام چلتا ہے تو ان راتوں میں بھی کوئی قباحت نہ ہوگی۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۲۰۹)

اور ان راتوں میں امور مذکورہ سے زیادہ بہتر تنہاء تنہاء عبادت کرنا ہے۔

(۱۲) طویل پروگرام ہو تو معتکف کچھ دیر پروگرام سن کر پھر اپنے نوافل اور دیگر عبادات میں مشغول ہو جائے۔ (مستفاد جواہر الفقہ، زکریا جدید/ ۳۸۳)

(۱۳) عشرہ اخیرہ میں صرف عبادت کرنا ثابت ہے بیانات کے لوازمات ثابت نہیں ہیں اور مذکورہ لوازمات کے ساتھ مذکورہ امور کب کی سنت ہے، بندہ کو معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۹/۴/۱۴۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۳۱۳۸)

(۶) باب: میلاد مروجہ کے احکام

نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فجر کی نماز کے بعد یا جمعہ کی نماز کے بعد کبھی بھی سلام پڑھنا کیسا ہے؟ بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا کھڑے ہو کر یا نہیں پڑھ سکتے؟

المستفتی: عبدالمتمین، قصبہ بھگا شراوتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز فجر یا جمعہ وغیرہ کے بعد صلوٰۃ و سلام کا مروجہ طریقہ من گھڑت ہے اس کو دین سمجھنا اور ثواب کی امید رکھنا بدعت ہے اس کا ثبوت نہ صحابہ میں پایا جاتا ہے اور نہ تابعین تبع تابعین اور بزرگان دین میں ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد میں جمع ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں کو بدعتی قرار دیا تھا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۳)

عن ابن مسعود ^{رض} أنه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه عليه الصلاة والسلام جهراً فراح إليهم فقال ما عهدنا ذلك على عهدہ عليه السلام وما أراکم إلا مبتدعین الخ. (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الإستحسان، ذکر یا جدید ۳/۲۱۶، و علی هامش الہندیہ ۶/۳۷۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم،

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۲۱/۴/۲۷ھ

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۶۲۱۸)

نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام

سوال [۵۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ہمارے گاؤں کی مسجد میں بعد نماز جمعہ صلاۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور صلاۃ وسلام کو کیرتن اور بھجن بتایا ایسے کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے، اور صلاۃ وسلام پڑھنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد مشکور، ملک سری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنا باعث سعادت اور خوش نصیبی ہے، لیکن یہ بات بھی خوب سمجھ لینی چاہئے کہ بعد نماز جمعہ یا بعد نماز فجر صلاۃ وسلام کا معمول بنانا خلفاء راشدین، ائمہ مجتہدین اور سلف و خلف سے ثابت نہیں؛ بلکہ چوبیس گھنٹہ میں کسی وقت بھی یہ کام کیا جاسکتا ہے، نیز بوقت صلاۃ وسلام کھڑے ہو جانا بدعت اور قابل ترک ہے، بہت ممکن ہے کہ جس نے کیرتن اور بھجن بتایا ہے اس نے بوقت صلاۃ وسلام کھڑے ہو جانے کی وجہ سے بتلایا ہو جو شریعت سے ثابت نہیں۔

قال الله تعالى: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (سورة الاحزاب، رقم الآية: ۵۶)

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تختص ليلة الجمعة بقيام دون الليالي، ولا يوم الجمعة بصيام دون الأيام. (مسند احمد ۶/ ۴۴۴، رقم: ۲۸۰۵۷)

ولأن ذكر الله تعالى إذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق، كتاب الصلوٰۃ، باب العيدين، كونه ۲/ ۱۵۹، زكريا ۲/ ۲۷۹)

فإذا ندب الشرع مثلاً إلى ذكر الله فالنظم قوم الاجتماع على لسان واحد، وبصوت واحد، أو في وقت معلوم مخصوص عن سائر

الأوقات لم یکن فی ندب الشرع ما یدل علی هذا التخصیص الملتزم بل فیہ ما یدل علی خلافه. (الاعتصام ۱/ ۳۳۵، بحوالہ راہ سنت/ ۱۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۰۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۲۵ھ

نمازوں کے بعد دعائیں الفاتحہ کہنا

سوال [۵۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کے بعد کی دعاء کے اندر الفاتحہ کہہ کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: عبد المتین، قصبہ بھنگا، شراستی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نمازوں کے بعد دعائیں الفاتحہ کہنا بھی مروجہ صلوٰۃ و سلام کی طرح من گھڑت اور دین اسلام میں نئی چیز ہے لہذا اس کا ترک کرنا بھی لازم ہے۔

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو ردّ. (سنن أبی داؤد، کتاب

السنة، باب فی لزوم السنة، النسخة الهندیہ ۲/ ۶۳۵، دار السلام رقم: ۶۰۶، مشکوٰۃ المصابیح ۱/ ۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۶۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۱/۴/۲۷ھ

نماز فجر و جمعہ کے بعد قیام میلاد کرنے کی ضد کرنا

سوال [۵۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ اگر مسجد میں فجر کی فرض نماز کے بعد اور جمعہ کی نماز کے بعد قیام کیا جائے تو ہم نماز پڑھیں گے ورنہ نہیں پڑھیں گے اور اس بات پر ثابت قدم

رہتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں، کہ اگر امام مسجد قیام کریں گے تو ہم نماز پڑھنے آئیں گے خواہ وہ گھر میں نماز پڑھتے ہوں یا نہیں، اگر پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے، اور اگر نہیں پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے، اس صورت میں امام مسجد کن لوگوں کی بات کو مانے گا اور وہ کون سا راستہ اختیار کرے گا، مفصل بیان فرمائیں، اور قیام کی مشروعیت سنت ہے یا بدعت، جبکہ وہ لوگ حاجی امداد اللہ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔

المستفتی: عبداللطیف، ۲۴ پرگنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر ہو خواہ آپ کی عبادت، نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کا ذکر ہو غرض جو چیز بھی آپ کے متعلق ہو اس کا ذکر کرنا اس سے نصیحت حاصل کرنا بغیر کسی قید و بند کے موجب برکت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن مروجہ طریقہ پر جو مجلس میلاد منعقد کی جاتی ہے اس کا ثبوت قرآن کریم، احادیث شریفہ اور کتب فقہ میں کہیں نہیں ہے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مجلس منعقد فرمائی ہے اور نہ صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدین اور فقہاء و محدثین نے منعقد فرمائی ہے، چھٹی صدی ہجری تک یہ مجلس کہیں نہیں ہوئی اس کے بعد سلطان اربل نے سب سے پہلے یہ مجلس منعقد کی تھی اور اس نے اس پر بہت روپیہ بھی صرف کیا تھا۔

المولد الذي شاع في هذا العصر أحدثه صوفي في عهد سلطان اربلسنة ۶۰ھ ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف الشدى، ابواب العیدین، باب ماجاء فی التكبير فی العیدین ۱/ ۲۳۱، وعلى هامش الترمذی، النسخة الهندیہ ۱/ ۱۱۷)

اس لئے یہ ایک نوا ایجاد طریقہ ہے لہذا نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں ہونی چاہئے، سوالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے جمعہ اور فجر میں قیام نہ کرنے کی وجہ سے بعض مقتدی نماز پڑھنے نہیں آ رہے ہیں، اس سے غیر لازم چیز کو لازم سمجھنا اور

اس کے نہ کرنے والوں پر ملامت کرنا بالکل واضح ہے اس لئے اس کے بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

صح عن ابن مسعودؓ أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهوراً وقال لهم ما أراكم إلا مبتدعين. (شامی کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع فرع، کراچی ۶/ ۳۹۸، ذکر یا ۹/ ۵۷۰)

ان حالات میں مروجہ قیام کا ترک کرنا ضروری ہے اور امام صاحب پر نماز میں نہ آنے والے مقتدیوں کی پیروی لازم نہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی نور اللہ مرقدہ بھی کبھی کبھی قیام ضرور فرمایا کرتے تھے لیکن حاجی صاحب قدس سرہ نے خود اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس میں کسی غیر لازم چیز کو لازم نہ کیا جائے، اور نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت بھی نہ ہو، حضرت حاجی صاحب کی عبارت یوں ہے ”مثلاً بعض لوگ تارکین قیام پر ملامت کرتے ہیں تو ہر چند یہ ملامت بے جا ہے کیونکہ قیام شرعاً واجب نہیں ہے پھر ملامت کیوں بلکہ ملامت سے شبہ اصرار کا ہوتا ہے جسکی نسبت فقہاء نے فرمایا ہے کہ اصرار سے مستحب بھی معصیت ہو جاتا ہے“، لہذا حاجی صاحب قدس سرہ کے عمل سے مروجہ قیام پر استدلال غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/ ۹/ ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۲۵۲)

کیا نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر مروجہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت ہے؟

سوال [۵۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ہمارے محلہ کی ایک مسجد میں اور جلسے کے ایجنج پر وعظ و تقریر کے بعد کھڑے ہو کر اس طرح صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں ”یا نبی سلام علیک“ تو مسجد کے امام

صاحب نے اس طرح سلام پڑھنے کو بدعت سیئہ کہا محلّہ والوں نے کہا اگر اس طرح پڑھ لیا جائے جیسے ”سلام علیک یا نبی“ تو امام صاحب نے فرمایا خواہ ”یا نبی سلام علیک الخ“ یا ”سلام علیک یا نبی“ دونوں طرح سے پڑھنا بدعت سیئہ ہے، تو امام صاحب کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) اسی محلّہ میں ایک مسجد اور ہے جس میں سوائے مغرب کے چاروں وقت کی اذان کے بعد اس طرح صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے۔ ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں کہ اس طرح پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: ذاکر حسین، پڑواں، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) ذکر ولادت شریفہ جب رسم و رواج اور مروجہ بدعت سے خالی ہو تو مستحب اور مندوب ہے، مگر اس وقت کھڑے ہو جانا صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و قرآن و حدیث اور فقہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، اس لئے کھڑے ہو جانا بدعت سیئہ ہے، اور ”یا نبی سلام علیک“ اور ”سلام علیک یا نبی“ دونوں عربی زبان اور ترکیب نحو کے اعتبار سے غلط ہیں اس لئے کہ لفظ ”سلام“ پر یا تو الف لام آنا چاہئے ”السلام علیک“ یا میم پر تنوین آنا چاہئے ”سلام علیک“ شاید اس لئے امام صاحب نے دونوں کو غلط کہا ہو گا یا کھڑے ہو کر پڑھنے کو غلط کہا ہو گا کیونکہ بوقت میلاد کھڑے ہو جانا من گھڑت امر ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۲۷)

(۲) اذان کے بعد اس طرح صلوٰۃ پڑھنے کو تشویب کہا جاتا ہے، صحابہ ائمہ مجتہدین نے اس کو بدعت کہا ہے ایک دفعہ حضرت علیؓ کی موجودگی میں کسی مؤذن نے

اس طرح صلوٰۃ پڑھا تو فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے باہر نکال دو۔

وروی أن علیاً رضی اللہ عنہ رأى مؤذناً یثوب فی العشاء ، فقال: أخرجوا هذا المبتدع من المسجد الخ. (عنايه مع فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب الاذان زکریا ۱/ ۲۵۰، دارالفکر ۱/ ۲۴۵، کوئٹہ ۱/ ۲۱۴، المبسوط للسرخسی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۳۰، البناہ، اشرفیہ دیوبند ۲/ ۱۰۰)

نیز ایک مسجد میں اذان ہو گئی تھی اور بعد میں مؤذن مذکورہ طریقہ پر صلوٰۃ پڑھنے لگا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے متعلقین سے فرمایا کہ اس بدعتی کے پاس سے مجھے فوراً لے جاؤ اور اس مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھی۔

عن مجاهد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر مسجداً قد أذن فيه ونحن نريد أن نصلی فيه فثوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من هذا المبتدع ولم يصل فيه الخ. (ترمذی شریف، کتاب الصلاة، باب المؤذن، باب ما جاء فی التثویب فی الفجر، النخسة الهندیہ ۱/ ۵۰، دارالسلام رقم: ۱۹۸، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمی ۱/ ۴۷۵، رقم: ۱۸۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۶/۳/۱۰

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲۸۰/۳۲)

حضرت حاجی امداد اللہ ودیگر بزرگوں کے اقوال سے قیام پر استدلال

سوال [۵۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام طور پر میلاد شریف اور فاتحہ کرنے والوں کو (بدعتی) اور بعض غلو کر کے مشرک تک کہہ دیتے ہیں ان کو بدعتی یا مشرک کہنا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا

فضل گنج مراد آبادیؒ، حضرت مولانا شاہ محمد آفاق مجددیؒ، حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ اسحاق محدث دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ غلام علی مجددیؒ، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددیؒ، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ، قاضی عیاضؒ و مصنف جلالین، و شامی اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، مصنف فتح الباری شرح صحیح البخاری پر صادق آئے گا یا نہیں دراں حالیکہ کتابوں سے ثابت ہے کہ یہ حضرات بھی فاتحہ و میلاد کرتے تھے۔

المستفتی: عبدالرحمان موسیٰ، کیراف گوئل جزل اسٹور، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا عمل بہت سی شرائط کے ساتھ مشروط ہے چناں چہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے خود اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس میں کسی غیر لازم چیز کو لازم نہ کیا جائے اور نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت بھی نہ ہو حضرت حاجی صاحب کی عبارت یوں ہے!

تاریکین قیام پر ملامت کرتے ہیں تو وہ ہر چند یہ ملامت بے جا ہے، کیونکہ قیام شرعاً واجب نہیں ہے پھر ملامت کیوں، بلکہ اس ملامت سے شبہ اصرار کا ہوتا ہے لہذا حاجی صاحب قدس سرہ کے عمل سے مروجہ قیام پر استدلال غلط ہے باقی جن ۱۲ علماء کرام ”جو اپنے وقت کے جبل العلم تھے“ کے حوالہ سے جو آپ نے میلاد و فاتحہ کی نسبت ان کی طرف کی ہے ان کی کس کتاب میں مع باب نمبر اور صفحہ کے حوالہ پیش فرمائیں ان حوالوں کے دیکھنے کے بعد غور کر کے جواب دیا جاسکتا ہے کہ میلاد و فاتحہ کس قسم کے کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۵۶۶)

کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا کیسا ہے؟ اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ از راہ کرم شریعت کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد علی دیرپور تھان، دلپت پور چمپرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس طرح ذکر اللہ، تلاوت قرآن کھڑے ہو کر بیٹھ کر، لیٹ کر ہر طرح جائز ہے اسی طرح درود شریف بھی ہر طرح پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی کھڑے ہو کر پڑھنے کو ضروری و لازمی اور اس کے برخلاف کو خلاف ادب سمجھے تو یہ التزام مالا یلزم کی فہرست میں داخل ہو کر بدعت سیدہ، قبیحہ اور ناجائز ہو جائیگا۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۱/ ۲۱۷، جدید زکریا ۱/ ۵۱۷، مطبع تفسیر القرآن دیوبند، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۳)

فکم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مکروها۔ (مجموعہ رسائل الکھنوی، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر ۳/ ۳۴، بحوالہ محمودیہ ڈابھیل ۱/ ۲۰۳)

اور بسا اوقات کھڑے ہو کر پڑھنے میں کفر تک کا بھی خطرہ ہو جاتا ہے، جبکہ کھڑے ہونے میں یہ یقین کرتا ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی غیب سے ہم کو دیکھ رہے ہیں اور یہاں سے ہماری باتوں کو سن رہے ہیں اور ہماری مجلسوں میں حاضر ہیں یہ صرف اللہ کی صفت ہے اس لئے کھڑے ہو کر پڑھنے میں سخت ترین خطرات ہیں۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفرا

الخ۔ (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۴ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۳/۴

(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۵۲۸)

مسجد میں بریلوی کے طریقہ پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام اور دیگر منکرات

سوال [۵۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید

کے گاؤں میں ایک مسجد ہے، اس مسجد میں کچھ لوگ مہینہ میں ایک دفعہ جمع ہوتے ہیں اور حلقہ ذکر کی مجلس قائم کرتے ہیں، ذکر اس طرح سے ہوتا ہے جس طرح بریلوی لوگ بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہیں مثلاً یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک وغیرہ مزید اس میں زید بنگالی زبان میں ترنم کے ساتھ دیگر الفاظ ذکر کا ورد کرتے ہیں، اور مجلس کے اختتام پر حلقہ ذکر کے تمام افراد کھڑے ہو کر حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ہیں اور مجلس کے بالکل ختم ہونے پر کچھ ناشتہ وغیرہ کا انتظام بھی ہوتا ہے، نیز مذکورہ ذکر کے لئے مسجد کا سامان استعمال کرتے ہیں مثلاً مسجد کا لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کیا اس طرح ذکر کرنا جائز ہے، دلائل سے وضاحت فرمائیں

المستفتی: عبدالصمد، کلکتوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مجلس ذکر فی نفسہ باعث خیر و برکت ہے، لیکن اس میں ان تمام لوازمات کا اہتمام کرنا جو سوالنامہ میں درج ہیں ناجائز ہے، نیز ذکر کے لئے یاد و شریف کے لئے درمیان مجلس کھڑے ہو جانا یہ بھی ناجائز و بدعت ہے، اس لئے سوالنامہ میں ذکر کردہ ذکر کی صورتیں شرعاً ناجائز ہیں۔

وفي الملتقى وعن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنابة والزحف والتذكير -إلى- زاد في الجوهرة وما يفعله

متصوفاً زماننا حرام لایجوز القصد والجلوس إلیه ومن قبلهم لم یفعل
 كذلك. (شامی، کتاب الخطر والإباحة، باب الاستبراء وغیره ذکر یا ۹/۵۰۳، کراچی ۶/۳۴۹)
 وقد صح عن ابن مسعود ^{رض} أنه سمع قومًا اجتمعوا فی مسجد
 یهللون ویصلون علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جہراً فراح إلیهم فقال:
 ما عهدنا ذلک علی عہدہ علیہ السلام وما أراکم إلا مبتدعین فما زال
 یدکر ذلک حتی أخرجہم عن المسجد. (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الاستحسان،
 ذکر یا جدید ۳/۲۱۶، وعلی ہامش الہندیہ ۶/۳۷۸)

والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ ان یکون کفراً. (امداد
 الفتاویٰ، ذکر یا ۶/۳۲۷)

لہذا اگر ذکر ہی کرنا ہے تو کسی متبع شریعت صاحب نسبت عالم دین کے مشورہ اور اسکی
 ماتحتی میں رہ کر سلسلہ جاری کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۷/رجب ۱۴۲۰ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۳/۶۲۶۵)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۷/۷/۱۴۲۰ھ

مروجہ صلوٰۃ و سلام

سوال [۵۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید
 کے دن عید کی نماز سے قبل اذان پڑھنا یا صلوٰۃ پڑھنا یا بیچ وقتہ نماز میں صلوٰۃ پڑھنا یعنی
 الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام
 علیک یا نبی اللہ، کیسا ہے؟ مع دلائل کے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ناظم، لال باغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور ائمہ

عظام میں نہیں تھا، بعد میں اس کی ایجاد ہوئی ہے، اور اہل بدعت نے اس کو ایک طریقہ دائمہ بنالیا ہے، صحابہ نے اس کا انکار کیا ہے اس لئے اس کا ترک ہی اولیٰ رہے گا۔ (مستفاد: کفایت المفتی، قدیم ۳/۱۶، جدید زکریا مطول ۲/۱۹۹، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۹)

عن مجاہد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر مسجداً وقد أذن فيه ونحن نريد أن نصلي فيه فثوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه الخ. (ترمذی شریف، کتاب الصلاة، باب المؤذن، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، النسخة الهندیه ۱/۵۰، دار السلام رقم: ۱۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۴/۸۱۳)

صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا صحیح طریقہ

سوال [۵۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: محمد عبداللہ قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فی نفسہ صلوٰۃ وسلام اور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اور درود شریف پڑھنا باعث خیر و برکت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن مروجہ طریقہ پر صلوٰۃ وسلام ایک ساتھ کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھنا من گھڑت اور بدعت ہے، شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان قیود و تخصیصات کا کوئی ثبوت نہ صحابہ سے ہے اور نہ مجتہدین عظام سے، بلکہ جس حالت میں چاہیں درود وسلام پڑھ سکتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے۔

(مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۳)

وقد صح عن ابن مسعود أنه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه عليه الصلاة والسلام جهراً، فراح إليهم فقال: ما عهدنا ذلك على عهدك عليه الصلاة والسلام وما أراكم إلا مبتدعين فما زال يذكر ذلك حتى أخرجهم عن المسجد. (بزازيه، كتاب الاستحسان، زكريا جديد ۳/ ۲۱۶، وعلى هامش الهنديه ۶/ ۳۷۸)

لم يكن من دأب الصحابة رضي الله عنهم القيام عند السلام على النبي صلى الله عليه وسلم مطلقاً لا في وقت زيارة القبور ولا في غيره. (فتاوى هيئة كبار العلماء ۱/ ۱۲۷) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۷۵۷)

مجلس میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ مجلس میں کھڑے ہو کر درود پڑھتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ”یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک“ اور دوسرے طریقہ یہ ہے کہ درود کے ساتھ اپنی زبان کے نعتیہ اشعار ملاتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں، عرب ہمارا مدینہ ہمارا اور ہمارا شاندار دیش جس کے وسیلہ ہم پیدا ہوئے، وہ ہمارا نبی شیش (یعنی خاتم النبیین) تو برائے کرم حدیث و قرآن کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: مصطفیٰ احمد، تری پورہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں درود شریف کے نام سے جو

الفاظ لکھے گئے ہیں وہ الفاظ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہیں، یعنی ”یا نبی سلام علیک“ قرآن، وحدیث، فقہ، سیرت رسول اللہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی یہ الفاظ عربی زبان کے اصول کے اعتبار سے صحیح ہیں، نیز ذکر ولادت شریفہ اور صحیح درود و سلام کا پڑھنا باعث خیر و برکت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن بوقت درود و سلام اور بوقت ذکر ولادت شریفہ کھڑے ہو جانا خلفائے راشدین، صحابہ کرام، سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی یہ عمل جائز ہے اس سے احتیاط لازم ہے، بلکہ بغیر کھڑے ہوئے صحیح درود و سلام اور ذکر ولادت شریفہ باعث اجر و ثواب ہے اور نعتیہ اشعار پڑھنا مذکورہ لوازمات کے بغیر جائز اور درست ہے جیسا کہ دینی جلسہ وغیرہ میں پڑھا جاتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ، ذکر یا ۶/۳۲۷، کفایت المفتی قدیم ۱/۱۹۲، جدید زکریا مطول ۱/۱۹۳-۱۹۴، عزیز الفتاویٰ ۸۷/۱۰۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۱۸۲، ۱۲/۲۰۲، ۱۵/۴۲۵، ۱۵/۴۱۴، جدید ڈابھیل ۳/۱۲۰، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/۳۴۵، جدید ۲/۷۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۲۳/۳/۱۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/۷۵۶۰)

سلام مسجد میں پڑھیں یا درگاہ شریف پر

سوال [۵۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مسجدوں میں نماز جمعہ کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے تو سلام کا پڑھنا مسجد میں درست ہے یا پھر درگاہ شریف میں پڑھیں؟

المستفتی: عبدالسلام، اندھیری ویسٹ، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز جمعہ کے بعد التزام کے ساتھ زور سے سلام پڑھنا نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے اگر اس طریقہ سے سلام پڑھنا روا ہوتا تو مذکورہ برگزیدہ شخصیتیں سب سے پہلے اسے اختیار کرتیں اور جمعہ کے بعد سلام پڑھتیں، لہذا اجتماع اور التزام کے ساتھ جمعہ کے بعد مروجہ سلام پڑھنا بدعت ہے اس سے احتراز ضروری ہے۔

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فہو رد۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلموا علی جور فالصلح مردود، النسخة الهندیہ ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷، صحیح مسلم، کتاب الاقضية، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الامور، النسخة الهندیہ ۲/ ۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۵/۱۴۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۲۰۲۵)

مروجہ صلوٰۃ و سلام، اور آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ

سوال [۵۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جو مسجد میں امام ہے کسی نے اس سے معلوم کیا کہ اس طرح سلام پڑھنا ”یانی سلام علیک“ درست ہے یا نہیں، انہوں نے کہا بدعت سیئہ ہے پوچھا گیا کیسے؟ تو بتایا کہ اس میں کلام پہلے سلام بعد میں ہے اس لئے، پھر پوچھا گیا کہ اگر اس طرح پڑھ لیں السلام علیک یانی اس میں تو سلام پہلے ہے تو انھوں نے کہا یہ بھی بدعت سیئہ ہے، اس کے بدعت ہونے کی وجہ نہیں بتا سکے۔

دوسری بات ان امام صاحب سے یہ پوچھی کہ اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنا درست ہے یا نہیں، اسے بھی انھوں نے بدعت سیئہ قرار دیا۔

تیسری بات ان سے یہ پوچھی کہ آپ کے علماء دیوبند جو آپ کے پیشوا ہیں انہوں نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو توہین و گستاخی سے بھرے الفاظ استعمال کئے ہیں جیسے اشرف علی تھا نوئی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں یہ لکھا ہے کہ نبی کے بعض علم غیب میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں ہے ایسا علم غیب تو ہر جانور پاگل اور بچے کو بھی ہے، اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، انھوں نے یہ کہا کہ ہمارے پیشوا علماء دیوبند نے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے صحیح اور درست لکھا ہے، سائل نے ان سے کہا کہ آپ نے یہ کیسے کہہ دیا اس کلام کو کہ یہ صحیح لکھا ہے، جبکہ اس میں کھلی ہوئی گستاخی نظر آرہی ہے، تو انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے اسے ہم اور آپ نہیں سمجھ سکتے، اس پر سائل نے کہا کہ اگر آپ کو یا آپ کے باپ کے بارے میں کوئی یہ کہے یا یہ لکھے کہ آپ کا یا آپ کے باپ کا چہرہ جو ہے اس میں آپ کی یا آپ کے باپ کی کوئی تخصیص نہیں ہے ایسا چہرہ تو ہر جانور، پاگل، بچے، کتے، خنزیر اور بندر کا بھی ہے، آپ کے غصہ کرنے یا ناراض ہونے پر وہ کہنے لگے کہ میرا مطلب اس سے یہ نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے اسے آپ نہیں سمجھ سکتے تو آپ کیا جواب دیں گے، اس کا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ خاموش رہے، سائل نے ان سے توبہ کرنے کی درخواست کی اور دیگر حضرات نے بھی کہا کہ مولانا یہ بات اچھی نہیں ہے تو وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ میں توبہ نہیں کروں گا۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ آپ اس بات کا جواب عنایت فرمائیں کہ مذکورہ بالا توہین آمیز گستاخانہ کلام کو جو شخص صحیح اور درست بتائے کیا وہ امامت کے قابل ہو سکتا ہے ان باتوں سے بہت سے نمازیوں نے مسجد میں آنا چھوڑ دیا ہے کہ ہم ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے جو سلام یا صلوٰۃ کو بدعت سیئہ بتائے، اس

بات سے محلّہ میں انتشار شدید ہے اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ ایسے شخص پر توبہ کرنا لازم ہے یا نہیں جو نبی کے علم کو جانور، پاگل، بچے جیسا بتائے کیا قرآن وحدیث یا فقہاء کرام کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ یا عقیدے ملتے ہیں۔

المستفتی: صوفی محمد الیاس قادری، انیس
قادری، آفاق انصاری، رئیس، محمد احمد خان،
حاجی ابراہیم، حاجی شفیق، دولت باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (الف) مروجہ طریقہ پر درود وسلام پڑھنا نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اور نہ ہی تابعین، تبع تابعین اور بزرگان سلف صالحین سے ثابت ہے، اگر یہ عمل اللہ اور رسول کے نزدیک مستحسن ہوتا تو صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ دین اس کو پوری پابندی کے ساتھ کرتے حالانکہ ان کی پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا، تو معلوم ہوا کہ یہ مروجہ طریقہ من گھڑت ہے، اور من گھڑت چیزوں کو دین سمجھنا اور ثواب کی امید رکھنا بدعت ہے۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۳۶۳/۱، جواہر الفقہ، قدیم ۱/۲۱۳، جدید زکریا ۵۱۳/۱)

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو ردّ۔ (ابن ماجہ، کتب السنۃ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، النسخۃ الہندیہ ۳، دار السلام رقم: ۱۴)
وشر الأُمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة الحدیث۔ (صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ، النسخۃ الہندیہ ۱/۲۸۶، بیت الأفكار رقم: ۸۶۷)
وقد صح عن ابن مسعود أنه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد یهللون ویصلون علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جہراً فرأى إلیہم، فقال: ما عهدنا ذلک علی عہدہ علیہ السلام وما أراکم إلا مبتدعین فما زال یدکر ذلک حتی أخرجہم عن المسجد۔ (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الاستحسان،

زکریا جدید ۳/ ۲۱۶، وعلی ہامش الہندیہ ۶/ ۳۷۸)

(ب): اسی طرح اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے یہ مروجہ طریقہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور نہ صحابہ کرام و ائمہ کرام کے زمانہ میں تھا، بلکہ بعد میں اس کی ایجاد ہوئی ہے، اور اہل بدعت نے اس کو طریقہ دائمہ بنالیا ہے، لہذا ان چیزوں کا ترک ضروری ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳/ ۱۶، جدید زکریا مطول ۲/ ۱۹۹، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۳۷)

وروی عن مجاہد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر مسجداً وقد أذن فيه ونحن نريد أن نصلی فيه فثوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر من المسجد وقال: اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه. (ترمذی کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الثوب فی الفجر، النسخة الہندیہ ۱/ ۵۰، دارالسلام رقم: ۱۹۸)

ج: سائل کو حفظ الایمان کی عبارت میں جو گستاخی نظر آرہی ہے اس نے درحقیقت حضرت تھانویؒ کی عبارت کو صحیح طریقہ سے سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے، پہلے حضرت تھانویؒ کی عبارت ملاحظہ کیجئے جو بلفظ نقل کی جارہی ہے ”مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلاشبہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا، پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر

اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ، شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں کسی انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے، اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے، اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔“ (حفظ الایمان: ۱۰، المکتبہ نعمانیہ دیوبند)

حضرت تھانویؒ کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیجئے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں سوال آیا تھا کہ آقاؐ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو علوم غیبیہ دیئے گئے ہیں ان کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”عالم الغیب“ کہنا جائز نہیں اور اس کی دو دلیلیں تحریر فرمائی ہیں: پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی محاورہ میں عالم الغیب صرف اسی ہستی کو کہا جاتا ہے جس کو ذاتی طور پر بلا واسطہ غیب کا علم ہو اور یہ شان صرف اللہ جل شانہ کی ہے اس لئے آقاؐ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب کہنا موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ اور دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے والا اگر اس لئے عالم الغیب کہتا ہے، کہ اس کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب کا تفصیلی علم ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کو ہے تو یہ خیال قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اس لئے اس کی بنا پر کسی کو عالم الغیب کہنا درست نہیں ہے اور اگر تمام غیوب کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض غیوب کے جاننے کی وجہ سے یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتا ہے، اور سائل کا یہی نظریہ ہے کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتوں کا علم ہو اس کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں تو پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب یعنی حضور کے علوم کے علاوہ بعض مطلق غیب کا علم اور نظروں سے اوجھل باتوں کا علم تو زید عمر بلکہ ہر کس و ناکس کو حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے سے مخفی اور پوشیدہ ہے تو اس غلط نظریہ پر

یہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہر انسان کو عالم الغیب کہا جائے، تو حضرت تھانویؒ کی عبارت میں لفظ ایسا علم غیب..... الخ کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے ویسا ہی علم نعوذ باللہ زید عمر وغیرہ کو بھی حاصل ہے بلکہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے علاوہ بعض مطلق علم مراد ہیں مذکورہ باتوں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت تھانویؒ کی عبارت مذکورہ میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ زید عمر وغیرہ کو نہیں کہا گیا ہے۔ (مستفاد: محاضرہ ۶/۳۹، بسط البنان مع حفظ الایمان ۱۵۱۴)

بفضلہ تعالیٰ علماء دیوبند کا مسلک صحیح، قرآن و حدیث شریف آقائے نامدار کے قول و فعل اور منشا کے عین مطابق ہے اکابر دیوبند نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کبھی کسی قسم کے کوئی گستاخانہ کلمات قطعاً استعمال نہیں کئے ہیں، لہذا امام صاحب کی بات مذکورہ چیزوں کے بارے میں صحیح ہے اور اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۷/۱۴۲۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۶۸۳۷)

اذان یا نماز کے بعد یا رسول اللہ پڑھنا

سوال [۵۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں اذان اور نماز کے بعد یا رسول اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ تشفی بخش جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: حاجی محمد چھوٹے، مانپور ثابت، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کے وقت اعلان کے لئے شریعت میں اذان کو مشروع کیا گیا ہے اور اذان کے بعد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے ذریعہ دوبارہ

اعلان کرنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے مؤذن نے اذان دینے کے بعد جماعت کھڑی ہونے سے کچھ دیر پہلے دوبارہ اس طرح کے الفاظ سے اعلان کیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے خادم سے کہا اٹھو یہاں سے ہم اس بدعتی کے پاس سے نکل جاتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے خادم کو لے کر وہاں سے اس مسجد سے نکل گئے۔

عن مجاہد قال: كنت مع ابن عمر فشوب رجل في الظهر أو العصر فقال اخرج بنا فإن هذه بدعة. (ابوداؤد شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب فی التثویب، النسخۃ الہندیہ ۱/ ۷۹، دار السلام رقم: ۵۳۸، السنن الکبریٰ، باب کراہیۃ التثویب فی غیر اذان الصبح قدیم ۱/ ۴۲، دار الفکر جدید ۲/ ۱۹۶، رقم: ۲۰۳۰، المعجم الکبیر للطبرانی، دار احیاء التراث العربی ۱۲/ ۴۰۲، رقم: ۱۳۴۸۶)

عن ابن عمر أنه سمع مؤذنا يثوب في غير الفجر وهو في المسجد فقال لصاحبه قم حتى نخرج من عند هذا المبتدع. (فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان، زکریا ۱/ ۲۵۰، دار الفکر ۱/ ۲۴۵، کوئٹہ ۱/ ۲۱۴، کفایہ، زکریا ۱/ ۲۵۰، دار الفکر ۱/ ۲۴۵، کوئٹہ ۱/ ۲۱۴، البناہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۱۰۰)

اور نماز کے بعد بھی یا رسول اللہ پڑھنا قرآن وحدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہے۔

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحیح مسلم، کتاب الاقضية، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخۃ الہندیہ ۲/ ۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/ رمضان ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۱۱۳۳۶)

فجر کی نماز اور اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۵۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

- (۱) فجر کی نماز کے بعد سلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
 (۲) اذان کے بعد جو صلوٰۃ پڑھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: فرقان احمد، دلپت پور،

رامپور روڈ، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱-۲) حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بارگاہ میں درود و سلام پیش کرنا ہر وقت جائز ہے چاہے فجر کی نماز کے بعد ہو یا اذان کے بعد ہو، صبح کے ٹائم ہو، دوپہر کے ٹائم ہو، شام کے ٹائم ہو یا رات کا وقت ہو چونکہ گھنٹہ جب بھی موقع ہو جائز اور درست ہے، لیکن اس کے لئے باقاعدہ جمع کرنا یا اجتماعی شکل پیدا کرنا حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں، نیز درود و سلام بیٹھنے کی حالت میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے اور درود و سلام کے لئے سب لوگوں کا کھڑے ہو جانا حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین، صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں، لہذا اگر بیٹھنے کی حالت میں ہیں تو بیٹھے بیٹھے درود پڑھ سکتے ہیں اور سلام بھی پڑھ سکتے ہیں، اور مروجہ میلاد جو کھڑے ہو کر درود و سلام کے نام سے پڑھتے ہیں یہ شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

الإصرار علی المندوب - یبلغه إلی حد الکراهة. (سعاہ ۲/ ۲۶۵،

بحوالہ محمودیہ مطبوعہ ڈھیل ۱۰۸/۳)

عن أنس بن مالک^{رض} قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى على صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت له عشر درجات. (نسائی شریف، کتاب الصلوٰۃ

، باب الفضل فی الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، النسخۃ الہندیہ ۱/ ۱۴۵،
دارالسلام رقم: ۱۲۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۱۱۵)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/ رجب ۱۴۳۱ھ

اجتماعی طور پر درود پڑھنے کا حکم

سوال [۵۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر چند آدمی بیٹھ کر با واز بلند ایک ہی ساتھ اس درود شریف کا نذرانہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کریں تو کیسا ہے؟ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور وہ درود پاک یہ ہے ”اللہم صلی علی سیدنا مولانا محمد و علی آل سیدنا مولانا محمد“، حالانکہ علماء کرام کو دینی جلسہ میں اس طریقہ سے درود پاک پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

المستفتی: محمد جمال الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: درود پاک کا انفرادی طور پر ہر مسلمان کی زندگی میں وظیفہ کے طور پر معمول رہنا مطلوب شرعی ہے اور کثرت کے ساتھ درود پاک کا نذرانہ بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہنا خوش نصیبی کی بات ہے، لیکن چند آدمیوں کا ایک ساتھ بیٹھ کر زور زور سے درود پاک پڑھنے کا سلسلہ شروع کرنا موجب بدعت ہو سکتا ہے، البتہ دینی جلسوں اور اجتماعات میں چونکہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آتا رہتا ہے تو ایسا ہو سکتا ہے کہ مجمع میں سے بہت سے لوگ غفلت میں نام مبارک سننے کے بعد درود پاک کا نذرانہ ایک بار بھی پیش نہ کریں حالانکہ ایک مجلس میں بار بار نام مبارک آئے تو کم از کم ایک مرتبہ درود پاک کا پڑھنا واجب ہے اس لئے اجتماعات اور جلسوں کے درمیان خطیب درمیان میں لوگوں کو درود پاک پیش کرنے کی طرف توجہ دلائے اور خود بھی ایک دفعہ زور سے پڑھ کر سنائے تاکہ سب

لوگ کم از کم ایک مرتبہ پڑھ ہی لیں تو ایسا کرنے میں کوئی قباحۃ نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے لیکن اس سے یہ مطلب ہرگز نہ نکالا جائے کہ درود پاک کا وظیفہ متعدد افراد کا ایک ساتھ بیٹھ کر زور زور سے پڑھنا بھی مستحسن ہوگا۔

وہی فرض مرة واحدة اتفاقاً فی العمر - الی - واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبها علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ أي الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الأصح (تحتہ فی الشامیۃ) لكن صحح فی الکافی وجوب الصلاة مرة فی کل مجلس (وقول الحصکفی) والمذهب استحبابہ أي التکرار وعلیہ الفتویٰ. (درمختار مع الشامی، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ زکریا ۲/ ۲۲۵-۲۲۹، کراچی ۱/ ۵۱۵-۵۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳۲۶/۱/۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳/ ۸۶۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳۲۶/۱/۱۸ھ

نئے مکان میں قیام سے پہلے میلاد کرانا

سوال [۵۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس نیا مکان ہے اور زید اس مکان میں بیوی بچوں کے ساتھ رہنے سے قبل میلاد کرانا ضروری سمجھتا ہے یا اس ارادے سے میلاد کرتا ہے کہ میرا گھر شیطانی وساوس اور اس کی غلط حرکتوں سے پاک و صاف ہو جائے، اور اس کی حرکتوں سے مامون ہو جاؤں اور میلاد سے گھر میں برکت ہو جائے، اور اس میلاد کے نہ کرنے پر لوگوں کا یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ بعد میں چل کر اور خاص کر اس گھر والے کو جو نیا مکان بنا کر رہتا ہے اور میلاد نہیں کرتا ہے شیطان چین سے نہیں رہنے دے گا اس لئے اکثر لوگ اسی خیال

سے میلاد کرتے ہیں۔

المستفتی: مطیع الرحمن، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نفس ذکر ولادت فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مندوب و مستحسن ہے لیکن مروجہ مجلس مولود جس میں قیام اور دیگر غیر شرعی افعال کا التزام کیا جاتا ہے بدعت اور قابل ترک ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/۱۲۱، جدید مبوب/۹۴، فتاویٰ رحمیہ ۲/۲۸۲، جدید زکریا ۲/۷۴)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صنع أمراً من غیر أمرنا فهو مردود۔ (مسند احمد بن حنبل ۶/۷۳، رقم: ۲۴۹۵۴) ہاں اگر صرف حصول برکت اور لوگوں کے فائدے کی غرض سے نئے مکان کے افتتاح یا دیگر مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ارشادات سنائے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۱۲۸، جدید مبوب/۱۰۱) والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ۔ (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۵۰۳۱)

ماہ شعبان میں مروج میلاد کا حکم

سوال [۵۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شعبان المعظم کے مہینہ میں لوگ میلاد کرتے ہیں جس میں مردوں اور عورتوں کی الگ

الگ مجلس ہوتی ہے نعتیہ پروگرام بھی کرتے ہیں اس میں میلاد کی کتاب بھی پڑھ کر سناتے ہیں یا کوئی صاحب تقریر کرتے ہیں ایسی مجلس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد زبیر عالم، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میلاد کی مجلس میں طرح طرح کی بدعات شامل ہو گئی ہیں مثلاً: بے اصل روایتیں بیان کرنا، واہی تباہی نعتیہ اشعار گانا اور مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا عقیدہ رکھنا یہ سب بدعات کی باتیں ہیں مردوں عورتوں میں سے کسی کے لئے بھی ایسی بدعات کی مجلسوں میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار مقصود ہو تو سادگی اور وقار کے ساتھ بدعات سے بچتے ہوئے معتبر علماء کرام سے سیرت مقدسہ پر بیانات کروائے جائیں۔ (مستفاد: احیاء العلوم/۱، امداد الفتاویٰ زکریا/۶/۳۲۷)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز..... والقيام عند ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاویٰ، زکریا/۶/۳۲۷)

المولد الذي شاع في هذا العصر وأحدثه صوفي في عهد سلطان اربل سنة ۶۰۷ھ ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف الشذی، باب ماجاء فی التكبير فی العیدین ۱/۲۳۱، وعلى هامش الترمذی، النسخة الهندیہ ۱/۱۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۶۳۳/۳۷۳)

(۷) باب: نماز سے قبل صلوٰۃ وسلام کا رواج

اذان پنجگانہ کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۵۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو صلوٰۃ

بعد اذان بلفظ ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الخ“ پڑھی جاتی ہے مخالف کہتا ہے، کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شعائر اسلام کے خلاف ہے، یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا سنت ہے یا مستحب؟ اور اس فعل سے اذان کی اہمیت گھٹ جاتی ہے۔ تسلی بخش جواب سے نوازیں، ممنون ہوں گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ طریقہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ اور ائمہ عظام کے زمانہ میں تھا، بعد میں اس کی ایجاد ہوئی ہے اور اہل بدعت نے اس کو طریقہ دائمہ بنا لیا ہے، صحابہ نے اس کا انکار کیا ہے اس لئے اس کا ترک ہی احوط اور اولیٰ ہوگا۔ (مستفاد کفایت المفتی قدیم ۱۶/۳، جدید زکریا مطول ۲/۱۹۹، احسن الفتاویٰ ۱/۳۳۷، ۱/۳۶۹)

وقد صح عن ابن مسعود أنه سمع قوماً اجتماعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه عليه الصلوة والسلام جهراً فراح إليهم فقال: ما عهدنا ذلك على عهدہ عليه السلام وما أراكم إلا مبتدعين فما زال يذكر ذلك حتى أخرجهم عن المسجد. (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الاستحسان، زکریا جدید)

۲/۱۶۳، وعلى هامش الهنديه ۶/۳۷۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۴/۸۱۶)

نماز سے قبل صلوٰۃ پڑھنا

سوال [۵۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز سے قبل صلوٰۃ پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی: محمد خورشید، کرولہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز سے قبل صلوٰۃ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ یہ بدعت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور آپ نے لوگوں کو یہ عمل کرتے ہوئے پایا، جس پر آپ نے فرمایا: کہ یہ عمل ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں پایا لہذا میں تم لوگوں کو بدعتی سمجھتا ہوں عبارت ملاحظہ فرمایا:

وقد صح أنه قيل لابن مسعود رضي الله عنه : إن قومًا اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم ويرفعون أصواتهم فذهب إليهم ابن مسعود قال: ما عهدنا هذا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وما أراكم إلا مبتدعين. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الكراهية، باب الفصل الرابع، رفع الصوت عند قراءة القرآن وعند الجنائز والذكر، زكريا ۱۸/۵۷، رقم: ۲۲۰۲۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۴۴۲۰)

اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ و سلام کا شرعی حکم

سوال [۵۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی

میں جواب دیجئے۔

المستفتی: (مولانا حکیم) ایمن مدنی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اذان کے چند منٹ کے بعد جو صلوٰۃ پکاری

جاتی ہے اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی حدیث میں، اور نہ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں کبھی اس کا رواج تھا، نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفاء راشدین نے ایسا کیا اور نہ ہی ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک نے کیا اور نہ ہی صحابہ کے بعد تابعین کے مبارک زمانہ میں ایسا ہوا اور نہ ہی چاروں اماموں کے قول و فعل و عمل سے ایسا ثبوت ملتا ہے نہ ہی قطب الابدال شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کیا اس لئے یہ بدعت ہے بخاری شریف میں ہے۔

من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“۔ (بخاری شریف،

کتاب الصلح، باب اصطلحوا علی جور، النسخۃ الہندیہ ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹،

ف: ۲۶۹۷، مسلم شریف، النسخۃ الہندیہ ۲/ ۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸)

ہر بدعت کھلی ہوئی گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے اس لئے ہر مسلمان کو بدعت سے بچنا چاہئے مروجہ صلوٰۃ بدعات میں سے ایک بدعت ہے جسے نہیں کرنا چاہئے اور اگر کسی مسجد میں صلوٰۃ پکاری جاتی ہے تو مسجد کے متولیوں اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ بند کر دیں ورنہ وہ بھی شریک گناہ ہوں گے اور کل بروز محشر ان سے بھی سخت محاسبہ ہوگا مروجہ طریقہ پیٹ کے مولویوں نے ایجاد کیا ہے خدا مسلمانوں کو نیک ہدایت دے۔
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱/ رجب ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۴/ ۱۳۰۷)

دوران اذان واقامت صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۵۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان کے بعد نماز سے پہلے مسجدوں میں صلوٰۃ کہنا کیسا ہے؟ اور جس مسجد میں صلوٰۃ نہ کہی جائے وہاں پڑھی گئی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور جن مساجد میں صلوٰۃ نہ کہی جائے لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق : ۸۱ھ یا ۹۱ھ سلطان صلاح الدین کے زمانے میں اس کی ایجاد ہوئی ہے جیسا کہ فتاویٰ شامیہ میں ہے (قولہ ۸۱ھ)۔

کذا فی النہر عن حسن المحاضرۃ للسیوطی ثم نقل عن القول البدیع للسخاوی أنه فی ۹۱ھ، وأن ابتداءہ کان فی أيام السلطان الناصر صلاح الدین. (کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان زکریا ۲/ ۵۶-۵۷، کراچی ۱/ ۳۹۰)

إن ابتداء حدوثة فی مدة صلاح الدین بن المظفر آیوب وبأمره (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، کوئٹہ ۱/ ۱۸۶)۔

لیکن اس زمانے میں اہل بدعت نے اس کو لازم کر لیا ہے اور غیر لازم کو لازم سمجھنا یہ بدعت سیئہ ہے بلکہ سوال نامے سے معلوم ہو رہا ہے کہ جن مساجد میں تہویب نہیں ہوتی وہاں کے مسلمانوں کے ایمان میں شک کیا جاتا ہے، اس وجہ سے اس کا ترک کرنا واجب رہے گا۔

من أصر علی أمر مندوب وجعله عزمًا ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال فكیف من أصر علی بدعة أو منکر .

(مرقاۃ ۲، باب الدعاء فی التشہد، الفصل الأول اشرفیہ ۲/ ۳۴۸، امدادیہ ملتان ۲/ ۳۵۳)

الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة . (سعاہ ۲/ ۲۶۵، بحوالہ

محمود دیہ ڈابھیل ۳/ ۱۰۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

(الف: فتویٰ نمبر ۲۳/ ۴۵۵)

اذان کے بعد جماعت سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال [۵۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ

اذان کے بعد جماعت سے پانچ منٹ پہلے ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ،
الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ الخ“ باضابطہ طور پر مانک پر اعلان کر کے پڑھتے
ہیں کیا شریعت میں اس کا کچھ ثبوت ملتا ہے اور یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یاسین، محلہ برولان، گلی نمبر ۲، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اذان کا مقصد شرکت جماعت کے واسطے

منجانب شریعت ایک اعلان ہے، تاکہ اذان سن کر تمام مسلمان باجماعت نماز کے
لئے تیاری کر لیں اور اذان کے بعد جماعت سے پہلے تکبیر کہی جاتی ہے جس کا مقصد
حاضرین میں اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ اب جماعت شروع ہو رہی ہے سب لوگ
صفوں میں شریک ہو کر صف سیدھی کر لیں اور اذان واقامت کے درمیان تکبیر شروع
ہونے سے ۴/۵ منٹ پہلے ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ وغیرہ
الفاظ کے ساتھ اعلان کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، ائمہ
مجتہدین اور شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کسی سے بھی ثابت نہیں ہے یہ اہل بدعت نے
اپنی طرف سے گھڑ کر سلسلہ جاری کیا ہے، اس لئے یہ اعلان قابل ترک ہے۔ ایک
مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اذان کے بعد ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے
ارادے سے داخل ہوئے تو اس مسجد میں اذان کے بعد اس طرح کا دوبارہ اعلان

ہونے لگا، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلقین سے کہا مجھے اس بدعتی کے پاس سے فوراً لے چلو چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس تشریف لے آئے اور اس مسجد میں نماز نہیں پڑھی۔

وروي عن مجاهد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر رضي الله عنهما مسجداً وقد أذن فيه ونحن نريد أن نصلي فيه فثوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر رضي الله عنهما من المسجد وقال: أخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه. (ترمذی شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر،

النسخة الهندية ۱/ ۵۰، دار السلام رقم: ۱۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷۸/۸۳۵)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۹ھ

اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کی شرعی حیثیت

سوال [۵۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بریلوی حضرات کی مسجد میں بعد اذان صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایسی چیز نہیں تھی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم فرمائی ہے، اس کو لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کیا ہے صحابہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱۶/۳، جدید زکریا مطول ۱۹۹/۲)

وقد صح أنه قيل لابن مسعود رضي الله عنه: إن قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم ويرفعون أصواتهم، فذهب إليهم ابن مسعود وقال: ما عهدنا هذا على عهد رسول الله صلى الله

علیہ وسلم، وما أراکم إلا مبتدعین، فما زال یذکر ذلک حتی أخرجهم من المسجد. (المحیط البرہانی، کتاب الکراہیۃ، الفصل الرابع، کوئٹہ ۵/ ۳۱، المجلس العلمی ۷/ ۵۱۳، رقم: ۹۴۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۶۰۳)

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا شرعی حکم

سوال [۵۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو صلوٰۃ اذان کے بعد نماز سے پہلے پڑھی جائے اس کی کیا اہمیت ہے جس وقت نماز فجر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک لگ گئی تھی اس وقت کسی صحابی نے صلوٰۃ پڑھی تھی اور اس کے بعد آپ کا کیا ارشاد ہے صلوٰۃ پڑھنے کا حکم ہے یا نہیں؟ اذان کے بعد والی صلوٰۃ کے بارے میں بتائیں کہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے؟

المستفتی: ضمیر الحق، مہولیہ، قصبہ
جہانگیر آباد، سینٹاپور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اذان کے بعد نماز سے قبل جو صلوٰۃ اہل بدعت کی مساجد میں پڑھی جاتی ہے وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ثابت ہے اس کا ترک لازم ہے اور جس حدیث شریف میں حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو جگانے کا ذکر ہے اس حدیث شریف سے اہل بدعت کا مروجہ صلوٰۃ وسلام کا ثبوت نہیں ہو سکتا حدیث شریف میں یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان کے بعد حجرۃ عائشہؓ میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی تو گھر والوں نے فرمایا کہ اس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سورہ ہے ہیں تو اس پر حضرت بلالؓ نے

فرمایا: ”الصلوة خیر من النوم“ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت بلالؓ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو فرمایا کہ اے بلال یہ کتنے پیارے اور بہترین الفاظ ہیں، ان کو تم اپنی فجر کی اذان کے ساتھ شامل کر لو کیونکہ یہ وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے، ملاحظہ فرمائیے:

لأن بلالاً قال: الصلوة خیر من النوم مرتین حین وجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم راقدا فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ما أحسن هذا یا بلال اجعله فی أذانک وخص الفجر به لأنه وقت نوم وغفلة. (ہدایہ، کتاب

الصلوة، باب الاذان، اشرفی دیوبند ۱/ ۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۲۳/۱۲/۲۹ھ

۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۶/ ۷۸۶۹)

(۸) باب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر انگوٹھا چومنا

خطبہ کی اذان میں انگوٹھا چومنا

سوال [۵۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خطبہ کی اذان میں انگوٹھا چومنا کیسا ہے؟

المستفتی: غلام ربانی، رامپور دوراہا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھا چومنے کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں اس لئے اس کو سنت سمجھنا درست نہیں اور چونکہ آج کل اس کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں اس لئے اس کا ترک کرنا ضروری ہے۔

يستحب أن يقال عند سماع الأولى من الشهادة: صلى الله عليك يا رسول الله! وعند الثانية منها! قرأت عيني بك يا رسول الله! ثم يقول: اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الإبهامين على العينين فإنه عليه السلام يكون قائداً له إلى الجنة كذا في كنز العباد، وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيئاً. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان مطلب فی کراہۃ تکرار الجماعة فی المسجد زکریا ۶۸/۲، کراچی ۱/۳۹۸)

من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري إبهاميه ومسهما على عينيه - إلى - ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيئاً. (المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهرة علی الألسنة ۱/۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تذكرة

الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴، موضوعات ملا علی قاریؒ ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۲۰/۱/۲۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰/۱/۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۴/۵۹۹۹)

اذان میں کلمہ شہادت پر انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانا

سوال [۵۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے وقت اپنے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں قرت عینی بک یا رسول اللہ اور کچھ لوگ درود شریف پڑھتے ہیں، آپ تحریر فرمائیں ان لوگوں کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: ذاکر حسین، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ نے کنز العباد میں فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے اس عمل کو ثابت فرمانے کے بعد علامہ جراحى کے حوالہ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اس موضوع سے متعلق کوئی بھی روایت صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس عمل کا التزام درست نہیں اور نہ کرنے والے پر نکیر اور ملامت جائز نہیں ہوگی اور نہ ہی کرنے والوں پر شدت سے نکیر کی ضرورت ہے۔

يستحب أن يقال عند سماع الأولى من الشهادة: صلى الله عليك يا رسول الله! وعند الثانية منها: قرت عيني بک یا رسول الله: (إلى قوله) كذا فى كنز العباد قهستانی ونحوه فى الفتاوى الصوفية وفى كتاب الفردوس من قبل ظفرى إبهامیه عند سماع أشهد أن محمد رسول الله فى الأذان (إلى قوله) وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال: ولم يصح فى المرفوع من كل هذا شيئى الخ. (شامى کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان مطلب فى کراهۃ تکرار الجماعۃ فى

المسجد زکریا ۲/ ۶۸، کراچی ۱/ ۳۹۸)

من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري إبهاميه
ومسهما على عينيه - إلى - ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيء .
(المقاصد الحسنة في الاحاديث المشتهرة على الألسنة ۱/ ۶۰، رقم: ۱۰۲۱، تذكرة
الموضوعات للفتنى ۱/ ۳۴، موضوعات ملا على قارى: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۳۳۷۳)
الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۳/ ۱۴۱۶ھ

اذان و اقامت میں ”محمد رسول اللہ“ پر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان
اور اقامت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انگوٹھا چومنا کب سے رائج ہے؟ اور کیسا ہے؟
المستفتی: شہاب الدین، سرائے ترین، سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ عمل کب رائج ہوا معلوم نہیں، لیکن علامہ شامی
نے اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انگوٹھے چومنے کے عمل کو کنز العباد،
فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے ذکر کرنے کے بعد علامہ جراحی کے حوالہ سے یہ
ثابت فرمایا ہے کہ اس موضوع سے کوئی بھی روایت صحیح سند سے ثابت نہیں اور اقامت میں
انگوٹھے چومنا بے اصل اور بلا دلیل ہے اس کو سنت سمجھ کر بطور عبادت کرنا بدعت ہے، اس
لئے اذان و اقامت میں اس عمل کا التزام درست نہیں ترک لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ
۵/ ۲۵۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۸۶، ۱/ ۱۹۱، جدید ڈبھیل ۳/ ۱۵۶، ۱۶۲، فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۹۰)

کذا فی کنز العباد قہستانی ونحوہ فی الفتاویٰ الصوفیۃ وفی کتاب
الفردوس من قبل ظفري إبهاميه عند سماع أشهد أن محمدًا رسول الله في

الأذان (إلى قوله) وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء. (شامی کتاب الصلوۃ، باب الاذان مطلب فی کراہۃ تکرار الجماعة فی المسجد، زکریا ۲/ ۶۸، کراچی ۱/ ۳۹۸)

مسح العينين بباطن أنملتى السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله من المؤذن - إلى - لا يصح. (تذكرة الموضوعات للفتنى ۱/ ۳۴، موضوعات ملاعلى قارى: ۶۴، تيسير المقال بحواله قاموس الفقه ۲/ ۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۲۸۹۰)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا حضور کا نام سن کر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اشہدان محمد رسول اللہ یعنی اذان و اقامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی آنے پر انگوٹھے کو چومتا ہے اور جواب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت پیش کرتا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر اپنے انگوٹھوں کو بوسہ دیا تھا، مفصل و تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ نے کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے اس عمل کو نقل فرمانے کے بعد علامہ جراحى کے حوالہ سے تمام روایات کو موضوع اور ناقابل اعتبار ثابت فرمایا ہے اس لئے ان روایات کا اعتبار کر کے اس پر عمل کرنا صحیح نہ ہوگا۔

وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال: ولم يصح في المرفوع من

کل هذا شیئی. (شامی کتاب الصلوۃ، باب الأذان مطلب فی کراهۃ تکرار الجماعة فی المسجد کراچی ۱/ ۳۹۸، زکریا ۲/ ۶۸)

من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري إبهاميه
ومسهما على عينيه - إلى - ولا يصح في المرفوع من كل هذا شیئی.
(المقاصد الحسنة فی الأحادیث المشتهرة على الألسنة ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱،
موضوعات ملا علی قاری: ۶۴، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴، تیسیر المقال بحواله
قاموس الفقہ ۲/ ۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳/ ۵۸۳۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/ ۱۴۱۹ھ

اذان میں ”اشہدان محمداً“ پر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان کے وقت اشہدان محمداً رسول اللہ کہنے کے وقت انگوٹھے چومنا صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں، اگر ہے تو تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نہ اذان و اقامت میں شہادتین پر انگوٹھا چومنا ضروری ہے اور نہ قرآن کریم اور صحیح مستند حدیث سے اس کا ثبوت ہے؛ البتہ علامہ شامیؒ نے کنز العبادۃ شتانی، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل فرمایا ہے لیکن ساتھ ساتھ خود علامہؒ نے علامہ جراحی کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی روایات کسی حد تک بھی معتبر اور قابل اعتبار نہیں، اس لئے اہل فتاویٰ اور علماء محققین نے اس کے ترک ہی کو احوط و افضل کہا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۰۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۹۹، ۲/ ۶۵، جدید ڈائجیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲)

و ذکر الجراحی و اطال ثم قال: ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیئی الخ (فتاویٰ شامی، باب الأذان، مطلب فی کراهیۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد، زکریا ۶۸/۲، کراچی ۳۹۸/۱، کوئٹہ ۲۹۳/۱، مصری ۳۷۰/۱)

من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري إبهاميه ومسهما على عينيه - إلى - ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شیئی. (المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهرة علی الألسنة ۱/ ۶۰، رقم: ۱۰۲۱، تذکرة الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴، موضوعات ملا علی قاری: ۶۴، تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۷۰/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ رذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۴/۹۹۳)

حضور ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنا جائے تو درود پڑھنا بہتر ہے یا کہ انگوٹھے چومے جائیں صحیح کیا ہے؟

المستفتی: محمد خورشید، کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنتے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہے اور جو شخص سرکارِ دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر کم از کم ایک مرتبہ درود شریف نہیں پڑھے گا اس پر لعنت اور ہلاکت کی بدعا کی گئی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رغم أنف رجل ذكرت عنده

فلم یصل علی۔ (سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب رغم أنف رجل ذكرت عنده،

النسخة الهندیہ ۲/ ۱۹۴، دارالسلام رقم: ۳۵۴۵، مشکوٰۃ ۱/ ۸۶)

لہذا نام مبارک پر درود شریف پڑھنا تو ثابت ہے مگر انگوٹھا چومنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

تجب فی کل مجلس مرة وإن تكرر ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم مراراً

الخ۔ (تفسیر روح المعانی، تحت الآیہ: ”إن اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی، سورہ

الأحزاب“ ۲۲/ ۸۱، رقم الآیہ: ۵۶)

مسح العینین بباطن أنملتی السبابتین بعد تقبیلہما عند سماع أشہد

أن محمداً رسول اللہ من المؤذن - إلى - لا یصح۔ (تذکرۃ الموضوعات للفتی

۱/ ۳۴، تیسیر المقال للسیوطی بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰، موضوعات ملا علی قاری ص:

۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۶/۲/۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۲۰۲۰)

نام مبارک پر انگوٹھا چومنے کی شرعی حیثیت

سوال [۵۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوران

اذان و اقامت ”اشہدان محمد رسول اللہ“ پر یا اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی پر انگشت بوسی کی شرعی حیثیت کیا ہے، اور دوران اقامت ”(حی علی الصلوٰۃ“ پر کھڑے ہونا کیا سنت ہے، اگر نہیں تو بعض لوگ اس پر عامل ہیں اور اگر سنت ہے تو بعض حضرات اس کے تارک ہیں، وجہ ترک کیا ہے۔

المستفتی: فرید احمد، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اذان و اقامت میں اشہد ان محمد رسول اللہ پر یا اذان و اقامت کے علاوہ کسی اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر انگوٹھا چومنا کچھ موضوع روایات میں مذکور ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں، لہذا اس پر اصرار درست نہیں اگر کوئی کرتا ہے تو اس پر سختی سے نکیر درست نہیں اور نہ کرنے والوں کو برا سمجھنا جائز نہیں اور اقامت میں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہ کیا جائے اس سے پہلے پہلے کھڑے ہو جانا چاہئے اس لئے کہ صحیح حدیث شریف میں حضرات صحابہ کا عمل موجود ہے کہ اقامت شروع ہونے کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کھڑے ہو جاتے تھے اور صفیں درست کر لیا کرتے تھے۔

أنه سمع أبا هريرة يقول: أقيمت الصلوة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ...

عن أبي هريرة أن الصلوة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي صلى الله عليه وسلم مقامه. (مسلم شریف، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهندیہ ۱/ ۲۲۰، بیت الأفكار رقم: ۶۰۵)

والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس. (طحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ، کوئٹہ ۱/ ۲۱۵)

وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال: ولم يصح فى المرفوع من كل هذا شيئى. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان مطلب فى كراهة تكرار الجماعة فى المسجد کراچی ۱/ ۳۹۸، زکریا ۲/ ۶۸)

قال السخاوى لا يصح ورواه الشيخ احمد الرداد بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخزرى وكل ما يروى في هذا فلا يصح رفعه البتة. (موضوعات ملا علی قاری، کراچی ص: ۶۴، تذکرۃ الموضوعات)

للفتی ۱/ ۳۴ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۶۲۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۶/ ۶/ ۱۴۲۹ھ

انگوٹھا چومنے کی حدیث موضوع ہے

سوال [۵۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انگوٹھا

چومنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد ادریس، مراد پور، جھنڈا،

شاہجہانپور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شہادتین پر انگوٹھا چومنا فتاویٰ صوفیہ کتاب الفردوس وغیرہ میں جائز لکھا ہے لیکن علامہ شامیؒ نے ان کی بات نقل کر کے علامہ جراحی کے حوالہ سے ان سب روایات کو ضعیف ناقابل اعتبار ثابت فرمایا ہے اور فرمایا کہ اس موضوع پر کوئی روایت صحیح نہیں ہے اس لئے اس کو مستحب یا مسنون کہنا صحیح نہیں ہے۔

ویستحب أن یقال عند سماع الأولى من الشہادة: صلی اللہ علیک یا رسول اللہ! وعند الثانية منها: قرت عینی بک یا رسول اللہ! ثم یقول: اللہم نفعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الإبهامین علی العینین فإنه علیہ السلام یکون قائداً له إلی الجنة کما فی کنز العباد- إلی- وذكر ذلک الجراحى وأطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیئی. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان مطلب فی

کراہۃ تکرار الجماعة فی المسجد زکریا ۲/ ۶۸، کراچی ۱/ ۳۹۸)

ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شیء (تحتہ فی هامشہ) بل کله

مختلف و موضوع. (مقاصد الحسنہ فی الأحادیث المشتهرة علی الألسنة ۱/ ۶۰،

رقم: ۱۰۲۱، تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴،

موضوعات ملا علی قاریؒ، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/ رجب الاول ۱۴۱۵ھ

۲۰/ ۳/ ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۱/ ۳۹۱۶)

اذان میں انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

سوال [۵۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان

میں انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ اگر کوئی نہ چومے تو کیا وہ گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ حدیث کے حوالہ

سے جواب دیں؟

المستفتی: محمد فاروق، کشمیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اذان میں شہادتین کے وقت انگوٹھوں کا چومنا اور ان

کو آنکھوں سے لگانا بدعت ہے اور اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حوالے سے

جو حدیث نقل کی جاتی ہے وہ موضوع ہے جو تذکرۃ الموضوعات ۳۶، اور موضوعات کبیر

۷۵، پر موجود ہے اور موضوع حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، بعد کے کچھ لوگوں نے

گھڑ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہو، اس کو موضوع حدیث کہتے

ہیں۔

الأحادیث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند

سماع اسمه صلى الله عليه وسلم عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها

موضوعات. (تیسیر المقال لیسوطی بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰)

ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيءي (تحتہ فی ہامشہ) بل کلہ

مختلف و موضوع. (مقاصد الحسنہ فی الأحادیث المشتهرة علی الألسنة ۱/ ۶۰،

رقم: ۱۰۲۱، تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴،

موضوعات ملا علی قاریؒ، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۳۳ھ/۶/۱۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر ۴۰/ ۱۱۳۷)

نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنے اور آنکھوں پر پھیرنے کی شرعی حیثیت

سوال [۵۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سنکر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیر لیتے ہیں یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: علامہ شامیؒ نے کنز العباد، قہستانی، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل فرمایا ہے لیکن آخر میں خود علامہؒ نے علامہ جراحی کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی روایات کسی حد تک بھی معتبر اور قابل اعتبار نہیں۔

وذكر الجراحی وأطال ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا

شیئی الخ (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی

المسجد کوئٹہ ۱/ ۳۷۰، کراچی ۱/ ۳۹۸، زکریا ۲/ ۶۸)

اس لئے اہل فتاویٰ اور علماء محققین اس کے ترک کو احوط اور افضل کہتے ہیں۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۰۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۵۹-۱۸۶، جدید ڈابھیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲)

الأحادیث التی رویت فی تقبیل الأنامل وجعلها علی العینین عند

سماع اسمہ عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات. (تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰، مقاصد الحسنہ فی الأحادیث المشتهرة علی اللسنة ۱/ ۶۰، رقم: ۱۰۲۱، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴، موضوعات ملا علی قاریؒ، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۶۰۳)

شہادتین میں انگوٹھا چومنا

سوال [۵۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ کی دونوں شہادتوں پر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر لگانا فقہ حنفی کی کسی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں اور ہے تو یہ سنت ہے یا نہیں؟ اور کیا ایسا کرنے والوں کو غلط کہا جاسکتا ہے؟

المستفتی: عبدالرحمن موسیٰ، کیراف گول اسٹور، پور نیک کالونی، لکھنؤ، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی کے اندر کنز العباد، قہستانی، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل کیا ہے لیکن آخر میں خود علامہ نے علامہ جراحی کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی روایات کسی حد تک بھی معتبر اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔

وذكر الجراحى وأطال ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيى الخ (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان مطلب فی کراہۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد، کوئٹہ ۱/ ۳۹۸، مصری ۱/ ۳۷۰، کراچی ۱/ ۳۹۸، زکریا ۲/ ۶۸)

الأحادیث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند سماع اسمه عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات. (تيسير المقال بحواله قاموس الفقه ۲/ ۷۰، المقاصد الحسنه فی الأحادیث المشتهرة على الألسنة ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تذكرة الموضوعات للفتی ۱/ ۳۴، موضوعات ملا علی قاری، کراچی ص: ۶۴)

اس لئے اہل فتاویٰ اور علماء محققین اس کے ترک ہی کو احوط اور افضل کہتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۰۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۵۹-۶۵/ ۱-۱۸۶، جدید ڈابھیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۵۶۱)

کلمہ شہادت پر انگوٹھا چومنے کی شرعی حیثیت

سوال [۵۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ اور زیڈ کہتا ہے کہ انگوٹھا چومنا ضروری نہیں ہے، تو اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دیجئے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نہ اذان و اقامت میں شہادتین پر انگوٹھا چومنا ضروری ہے اور نہ قرآن کریم اور صحیح مستند حدیث سے اس کا ثبوت ہے البتہ علامہ شامیؒ نے کنز العباد، قہستانی، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل فرمایا ہے لیکن آخر میں خود علامہ شامی نے علامہ جراحی کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی روایات کسی حد تک بھی معتبر اور قابل اعتبار نہیں ہیں، اس لئے اہل فتاویٰ اور علماء محققین اس کے ترک ہی کو احوط اور افضل کہتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۰۷،

فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۵۹-۶۵/ ۱-۱۸۶، جدید ڈائجیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲)

و ذکر الجراحی و أطال ثم قال ولم یصح فی المرفرغ من کل هذا شیئی الخ (شامی کتاب الصلوۃ، باب الأذان مطلب فی کراهۃ تکرار الجماعة فی المسجد زکریا ۲/ ۶۸، مطبوعہ کوئٹہ ۱/ ۲۹۳، مصری ۱/ ۳۷۰، کراچی ۱/ ۳۹۸)

الأحادیث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العینین عند سماع اسمه عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات. (تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰، المقاصد الحسنہ فی الأحادیث المشہورۃ علی الألسنۃ ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تذکرۃ الموضوعات للفتی ۱/ ۳۴، موضوعات ملا علی قاری، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹/ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۲/ ۸۱۶)

تکبیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تکبیر یا کسی موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھنا یا صرف انگوٹھا چومنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث سے جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی

المستفتی: مظفر حسین، قصبہ بسواں، بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: وہی الفاظ کہنا مستحب ہے جو مؤذن کی زبان سے نکلے ”حي على الصلوة والفلاح“ پر ”لا حول ولا قوة إلا بالله“ کہا کریں اور ”قد قامت الصلوة“ پر ”أقامها الله وأدامها“ کہا کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۵۶، جدید ڈائجیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲)

انگوٹھا چومنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس لئے انگوٹھا چومنا بہتر نہیں ہے، کتاب الفردوس، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ میں چومنا ثابت ہے لیکن وہ کتابیں معتبر نہیں ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۵۹، جدید ڈائجیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲)

و ذکر الجراحی و أطال ثم قال ولم یصح فی الموضوع من کل هذا شیئی الخ. (شامی کراچی، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد زکریا ۲/ ۶۸، کراچی ۱/ ۳۹۸)

مسح العينين بباطن أنملتى السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله من المؤذن - إلى - لا یصح. (تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴، المقاصد الحسنہ فی الأحادیث المشہورۃ علی الألسنۃ ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰، موضوعات ملا علی قاری، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
(فتویٰ نمبر ۲۳/ ۳۸۹)

